کہف

تحریر: رابعہ خان

اور نازل کیا خدا نے بہت سے انبیاء کو

آسمانی کتابوں اور معجزات کے ساتھ۔۔

کہ وہ لوگوں کو بلائیں نیکی کی جانب۔۔

اور روکیں انہیں۔۔ برائی سے۔۔

بے شک وہ ہر شے پر قادر ہے۔۔

جو انسانوں کو پیدا کر کے زمین۔۔

میں پھیلانے والا ہے۔۔

اور جو انسانوں کو بہت سی قوتوں کے ساتھ۔۔

پیدا کرنے والا ہے۔۔

وہ ہی تو ہے جو قابلِ تعریف۔۔

بہت بلند ہے۔۔!

فجر کی پہلی اذان سے قبل ہی اس کے کمرے کی مدھم زرد سی بتی روشن تھی۔ اسٹڈی ٹیبل پر رکھا قرآن لیمپ کی روشنی میں جگمگا رہا تھا۔ اس نے آہستگی سے اس کے ورق الٹے، کمرے کا گہرا مگر پر سکون سا سکوت زخمی ہوا۔ الٹتے صفحوں کی آواز کے پار، قرآن سے پھوٹتی بہت سی روشنی اس کے چہرے، بال، کھال، روح اور جسم کو منور کر رہی تھی۔ اس نے ایک جگہ رک کر شیطان سے پناہ مانگی اور پھر مدھر، نرم سی دھیمی آواز میں قرآن پڑھنا شروع کیا۔۔

"پھر کوئی بستی ایسی نہ ہوئی کہ ایمان لاتی تو اسے اس کا ایمان نفع دیتا، سوائے یونس کی قوم کے، جب وہ ایمان لائی تو ہم نے دنیا کی زندگی میں ان سے ذلت کا عذاب دور کر دیا اور ایک مدت تک ان کو (دنیاوی فوائد سے) سے بہرہ مند رکھا"

)یونس:10/98(

مدھر سی آواز کمرے کی سیاہی میں گھلنے لگی۔ اسی پہر اس کی کھڑکی سے گرتی ٹھنڈی چاندنی کمرے کی فضا میں تحلیل ہونے لگی۔ اس نے اس کی موجودگی محسوس کر کے بھی سر نہیں اٹھایا۔۔ یونہی گردن ذرا جھکا کر مدھر آواز میں پڑھتی رہی۔

"اور اگر تمہارا پروردگار چاہتا تو جتنے لوگ زمین میں ہیں سب کے سب ایمان لے آتے"

اس کی مسحور کن آواز صبح کی جامنی سی روشنی میں بکھرنے لگی تھی۔ رات بھر لوگوں کی سیاہ کاریوں کے باعث فضا میں جما گھٹن زدہ سا احساس اس کی آواز کے ساتھ دھلنے لگا۔

"تو کیا تم لوگوں پر زبردستی کرنا چاہتے ہو کہ وہ مومن ہو جائیں۔؟"

)یونس:10/99(

اس کی جھکی آنکھوں کی خوبصورت پلکیں، رخساروں پر سجدہ ریز تھیں۔ سنجیدہ مگر نرم چہرہ بہت پرسکون دکھتا تھا۔ اگلی آیت پڑھتے اس کی آواز کی ہلکی سی لرزش کے باعث کمرے کی فضا جھنجھنا اٹھی تھی۔۔

"حالانکہ کسی شخص کو قدرت نہیں ہے کہ اللہ کے حکم کے بغیر ایمان لائے اور جو لوگ بے عقل ہیں ان پر وہ (کفر و ذلت) کی نجاست ڈالتا ہے"

)یونس:10 / 100(

کہو کہ دیکھو تو آسمانوں اور زمین میں کیا کیا کچھ ہے؟ مگر جو ایمان نہیں رکھتے ان کے لیئے نشانیاں اور ڈراوے کچھ کام نہیں آتے۔۔"

)یونس:10 / 101(

اس کا نرم عربی لب ولہجہ، ساری فضا کو ساکن کیئے ہوئے تھا۔ کمرے میں بہتی اس کی آواز کے باعث خوشبو سی تحلیل ہونے لگی۔ ایسی خوشبو جو قرآن والوں کے رگ و پے سے اٹھا کرتی تھی۔ ایسی خوشبو جو ہر لمحہ، ہر آن اور ہر ساعت قرآن والوں کا احاطہ کیئے ہوئے ہوتی تھی۔

کچھ لمحوں بعد اس نے آہستہ سے قرآن کو بند کر کے چوما اور پھر اسے ایک جانب کو رکھ دیا۔ دعا کے لیئے ہاتھ اٹھائے اور پھر چند لمحے دعا کرنے کے بعد وہ اسٹڈی ٹیبل سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ گہرے سبز رنگ کا دوپٹہ اب تک اس کے چہرے کے اطراف میں بندھا تھا۔ ٹیبل کے ساتھ ہی زمین پر جائے نماز بچھی تھی۔ وہ آہستگی سے اٹھ کر

جائے نماز پر آ کھڑی ہوئی۔ فجر کی پہلی اذان کی دبی دبی سی آواز کمرے میں سنائی دینے لگی تھی۔ اس نے اذان ختم ہونے کا انتظار کیا اور نیت باندھ لی۔۔

اس کے ہر پڑھے جانے والے لفظ کے عوض نیکی لکھی جانے لگی تھی۔ کیونکہ وہ، وہ تھی۔۔ جو پہلوں میں پہل کیا کرتی تھی۔۔۔

"اقبال کی مہندی اسی ہفتے ہے ناں۔۔؟"

ناشتے کی گول میز پر عابد صاحب کا پورا گھرانہ براجمان تھا۔ سربراہی کرسی پر عابد صاحب بیٹھے اخبار تہہ کر کے رکھ رہے تھے اور ان کے ساتھ ہی رامین بیٹھیں تینوں بیٹیوں کو لتاڑ رہی تھیں۔ ان کی صبح صبح کی ڈانٹ پھٹکار معمول کا کام تھا اسی لیے بچیاں اور شوہر صاحب اثر لیے بغیر ناشتے میں مشغول رہے۔۔

"جی بچے۔۔ اسی ہفتے ہے اس کی مہندی۔۔"

ایک نوالہ منہ میں رکھ کر نفاست سے چباتے ہوئے انہوں نے جواب دیا۔ مانوردا اور شزا کی تو باچھیں ہی کھل گئیں۔ بے داغ سے سفید کالج ڈریس میں وہ دونوں اونچی پونی ٹیل بنائے کالج کے لیے تیار لگ رہی تھیں۔

"مہمان کب تک آئیں گے عابد۔۔؟ ظاہر ہے سب مہمان اب زاہد بھائی کے گھر تو نہیں ٹھہریں گے ناں۔ کچھ کا انتظام تو یہاں بھی کرنا پڑے گا۔۔"

عابد کے سامنے رکھے کپ میں چائے انڈیلتے انہوں نے فکر مندی سے کہا تو عابد صاحب نے اثبات میں سر ہلایا۔۔

"جی بیگم کچھ مہمان تو یہاں بھی رکیں گے، لیکن زیادہ بھیڑ نہیں ہو گی۔ سب کے گھر تو شہر ہی میں ہیں، بس صائمہ اور بڑے بھائی جان آئیں گے۔ تمہیں زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔۔"

"ارحم بھائی بھی آئیں گے۔۔؟"

ایک دم ردا نے بہت چہک کر سوال کیا تو رابیل کے حلق میں نوالہ اٹکا۔ اس نے بے اختیار پانی کا گلاس منہ کو لگایا تھا۔۔

"بالکل آئے گا، بلکہ ہمارے ہی گھر ٹھہرے گا وہ۔ اس گھر کا ہونے والا داماد ہے۔ سارے ارمان پورے کرنے ہیں میں نے اس پر"

رامین کو اپنا اکلوتا داماد بہت پسند تھا۔ وہ صائمہ پھپھو کا بیٹا تھا اور رابیل کا پچھلے ایک سال سے منگیتر بھی۔ اسی لیے اسے ہونے والے دامادوں والا خاص پروٹوکول دیا جاتا تھا۔ رابیل نے مسکرا کر ردا اور شزا کے شرارتی چہروں کو دیکھا تھا۔ وہ دونوں اس کی جڑواں بہنیں تھیں۔۔ اس سے ایک سال چھوٹیں۔۔

"بس اب خیالی پلاؤ پکانا بند کر دو اور شرافت سے کالج جاؤ۔۔"

اس کے مسکراہٹ دباتے بہت جلے سے تبصرے پر دونوں نے بدمزہ ہو کر دیکھا تھا اسے۔ سیاہ عبائے اور سیاہ ہی حجاب میں وہ اس اترتی صبح میں دمک رہی تھی۔ اس کی گہری کتھئی سی آنکھوں میں نرم سی شرارت تھی اور لب بہت دھیمی مسکان لیے ہوئے تھے۔

"رابی تو ہمیشہ ایسے ہی کرتیں ہیں ہمارے ساتھ۔ جہاں ذرا سا موڈ اچھا ہو جائے وہیں پر اپنی جلی باتیں لے کر سارا موڈ خواب کر دیتی ہیں۔۔"

"ٹیلنٹ ہے یہ بھی۔۔"

اس نے مسکرا کر جوس کا گلاس رکھا اور بیگ کندھے پر ڈالتی اٹھ کھڑی ہوئی۔۔

"رابیل۔۔ کب تک آؤ گی تم۔۔؟"

"میں۔۔ کیوں۔۔؟ اپنے وقت پر ہی۔۔"

وہ جو جانے ہی لگی تھی رامین کے سوال پر رک گ ئی۔

"بیٹا ذرا جلدی آ جانا گھر۔ تمہارا مہندی کا ڈریس نہیں سلا ہے اب تک اور درزی کو ناپ بھی دینا ہے تمہارا۔ اور شزا مجھے بتا رہی تھی کہ تمہاری تیاری بھی ادھوری ہے شادی کی۔۔"!

اس نے کوفت سے گہرا سانس لیا۔۔

"ماں میں پہلے بھی کہہ چکی ہوں آپ کو کہ میرے پاس فی الحال بازاروں کے چکر لگانے کا وقت نہیں ہے۔ آپ شزا کو لے جائی یں اپنے ساتھ میرا اور اس کا سائی یز بالکل ایک ہے۔ اور جوتا بھی اپنی پسند سے لے آئی ی ئے گا۔ کیونکہ میرا اور ہم تینوں کے جوتے کا سائی یز بھی ایک ہی ہے۔۔"

چٹکیوں میں مس ئی لہ حل کیا تھا اس نے۔ رامین نے گہرا سانس لیا۔

"پھپھو آنے والی ہیں تمہاری۔۔ کچھ تو تیاری رکھو اپنی تم۔۔ لڑکیوں کو دیکھو سسرالیوں کے لیے کیا کیا جتن کرتی ہیں اور ایک تم ہو رابی۔۔"

اس کے چہرے پر سایہ سا لہرایا۔ کیا بحث پھر سے اسی طرف کو جا رہی تھی جہاں اسے ہمیشہ سے تکلیف ہوتی تھی۔ ایک پل کو عابد نے بھی اسے چہرہ اٹھا کر دیکھا تھا۔۔

"میں۔۔ میں اور کیا تیاری کروں ماں۔۔؟ سب کچھ تو ہے میرے پاس۔۔"

"لیکن تمہارا یہ دوپٹہ۔۔ مجھے اس سے بہت الجھن ہوتی ہے۔ نماز قرآن تک تو سب ٹھیک ہے رابیل لیکن اس قدر شدت پسند ہونے کی کیا ضرورت ہے۔۔؟ پچھلے مہینے ہی تمہاری تصویر جب صائمہ آپی نے دیکھی تھی تو سب سے پہلے یہی پوچھا تھا کہ اس نے یہ دوپٹہ کیوں باندھ رکھا ہے سر پر۔۔ تب تو میں نے بات ٹال دی لیکن اب تم کیا کرو گی۔۔؟ اب کیسے جواب دو گی ان کے سوالوں کا۔۔؟"

صبح ہی صبح جانے کیوں اس کا دل ان باتوں سے عجیب ہونے لگا تھا۔ اس نے چند ہی مہینے پہلے انٹر کے امتحانات کے بعد کی چھٹیوں میں مدرسہ جانا شروع کیا تھا۔ تب وہ حجاب نہیں لیتی تھی مگر پچھلے مہینے سے وہ حجاب بھی لینے لگی تھی۔ اور اپنے گھر والوں کے ہر دفعہ کے ٹوکنے پر اب کے وہ انہیں جوابات دیتے دیتے تھکنے لگی تھی۔ اس نے انہیں بتا دیا تھا کہ یہ اللہ کا حکم ہے۔۔ بس۔۔ فل اسٹاپ۔۔ اس بات کے بعد بھلا کسی اور تاویل کی گنجائش رہ جاتی ہے۔۔؟ لیکن وہ تھے کہ سمجھتے ہی نہ تھے۔ اور کچھ لوگ ہوتے ہیں جو کبھی نہیں سمجھتے۔۔

"ماں میں پہلے بھی کہہ چکی ہوں آپ کو اور اب دوبارہ کہہ رہی ہوں کہ حجاب اب میرے ڈریس کوڈ کا حصہ ہے۔ میں نے اسے کسی بھی مقصد کے تحت لیا ہو لیکن اب میں اسے اپنے سر سے نہیں اتار سکتی۔ میں یہ نہیں کر سکتی ماں۔۔"

آخر میں جانے کیوں اس کی آواز لرز سی گ ئی۔۔

"ہاں تو کیا ہوا اگر چھوڑ بھی دو۔ میں نے کتنی ہی لڑکیوں کو دیکھا ہے۔ وہ حجاب کیا نقاب تک لے کر دوبارہ سے اپنی نارمل روٹین پر آجاتی ہیں۔ ایک تم ہی اس قدر شدت پسند بنتی جا رہی ہو۔۔"

ان کی بات پر اس کا دل کانپا۔ ایک دفعہ رب کا حکم اوڑھ لینے کے بعد کیا وہ اس کو اتار لینے پر قادر تھی۔؟ کیا وہ یہ کر سکتی تھی۔۔۔! کیا وہ لوگوں کی خوشی کی خاطر اللہ کو ناراض کر سکتی تھی۔ اس نے کمال ضبط سے روکے تھے اپنے آنسو۔۔

"ماں۔۔ میں نہیں جانتی کہ جو لڑکیاں حجاب لے کر چھوڑ دیتی ہیں وہ کیوں ایسا کرتی ہیں۔ شاید انہیں حجاب فیسینیٹ کرتا ہو یا کسی خاص وجہ کے تحت انہوں نے یہ خود پر اوڑھا ہو لیکن میں۔۔ ماں میں اسے صرف اللہ کے لی ئے اوڑھتی ہوں۔ اور میرے لی ئے اس وجہ سے بڑی اور کوئی وجہ نہیں ہو سکتی۔۔"

"تو رابی تم کیوں اتنا ایکسٹریم پر جا رہی ہو۔۔؟ کیا ہمارے خاندان میں کوئی لیتا ہے یہ حجاب اور واٹ ایور۔۔ نہیں ناں۔ تمہیں بھی ہمارے ساتھ ساتھ چلنا چاہی ئے نا کہ یوں اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بناؤ۔۔"

شزا کے اکتا کر کہنے پر اسے جانے کیوں بہت اندر تک تکلیف ہوئی تھی۔ کتنی ہی بار پچھلے مہینے سے وہ اس موضوع پر ان کے ساتھ بحث کر چکی تھی۔۔ انہیں سمجھا چکی تھی۔۔ لیکن نہ جانے کیوں اس بحث کے آخر میں ہمیشہ اسکا دل زخمی ہو جایا کرتا تھا۔

"رابیل تم۔۔"

"تم جاؤ رابیل۔۔ دیر ہو رہی ہے تمہیں۔۔"

عابد صاحب نے یکدم رامین کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر انہیں روکا اور اسے جانے کے لیئے کہا۔ وہ بمشکل سر اثبات میں ہلاتی پلٹی تھی۔ قدم لرز رہے تھے اور طلوع ہوئی صبح اس کے آنسوؤں کی نمی سے بھیگنے لگی تھی۔ وہ کمزور نہیں تھی لیکن انہیں وضاحتیں دیتے دیتے اس کا وجود دہلکان ہونے لگا تھا۔ کچھ اس کی طبیعت حساس تھی اور کچھ اس کا مزاج بھی نازک تھا۔ ذرا سا کوئی اس کے لباس پر کچھ کہہ جاتا تھا تو وہ بے چین ہو جاتی تھی۔ اور اب تو حال یہ تھا کہ اسے ہر وقت کے بحث و مباحثہ کا نشانہ بنایا جانے لگا تھا۔ وہ کیوں نہ اس رویے سے زخمی ہوتی۔۔

"کیا کرتی ہو تم۔ پتہ بھی ہے کہ کتنی حساس ہے وہ۔ چھوٹی چھوٹی سی باتوں پر رو جاتی ہے پھر بھی ہر دفعہ کیا تمہارا اس بحث کو اٹھانا لازمی ہے۔۔"!

اس کے دور جاتے قدموں نے بھی عابد کے جملے کی بازگشت کو اس کی سماعت سے محفوظ نہیں رکھا تھا۔ لیکن ابھی پیچھے مڑ کر دیکھنے کا مطلب تھا بہت سارا رونا۔۔ اور ان کے سامنے رو کر وہ کمزور ہرگز بھی نہیں پڑنا چاہتی تھی۔۔

"صائمہ آپی کی عادت کا پتہ نہیں ہے ابھی آپ کو عابد۔ انہیں اس طرح کی لڑکیاں بالکل نہیں پسند۔۔"

اس نے پتھریلی روش پر چل کر گیٹ عبور کیا اور گھر کا دروازہ پار کر کے باہر کی جانب بڑھ گئی۔ صبح کی ٹھنڈی، خاموش سڑک پر اس کے بھیگتے رخسار چمک رہے تھے۔ اس نے اس بے داغ سے پانی کو بہنے دیا۔

کیا ہوا جو پھپھو کو ایسی لڑکیاں نہیں پسند تو۔ اس نے پھپھو سے تو شادی نہیں کرنی۔ اور جس سے کرنی ہے وہ ایک انتہائی سمجھدار اور اچھا سا انسان ہے۔ کھلے دل اور اچھی سوچ کا مالک۔۔ وہ اسے ضرور سمجھے گا۔ اس کی طے کردہ حدود کا احترام کرتے ہوئے وہ ضرور اس سے اتفاق کرے گا۔ اور اگر اتفاق نہ بھی کرے تو وہ یوں اسے لوگوں کے درمیان رسوا نہیں کرے گا۔۔ ہاں وہ ایسا نہیں کرے گا۔۔

ٹھنڈی خاموش سڑک پر چلتے جانے کیوں اسکے دل کے بوجھ بے ساختہ ہی سرکنے لگے تھے۔۔

وہ ابھی ابھی مدرسہ سے آکر صرف بیڈ پر بیٹھی ہی تھی کہ اسی پہر کسی نے اسکے کمرے کا دروازہ کھٹکھٹایا تو اس نے چونک کر چہرہ اٹھایا۔

"رابیل۔۔ میں ہوں ارحم۔۔"

پرسوں ہی اقبال کی مہندی تھی اور مہمانوں کی آمد ان کے گھر شروع ہو چکی تھی۔ صرف ان کے ہی کیا ان کے عین سامنے بنے زاہد چچا کے بنگلے میں بھی خوب چہل پہل تھی۔ صائمہ پھپھو آج صبح ہی آئی تھیں اور اس نے سلام دعا کے بعد مدرسے کی راہ لی تھی۔ اسی لیے اس کا صرف ان سے سامنہ ہی ہوا تھا۔ اور اب ارحم اسکے دروازے پر دستک دے کر اسے بلا رہا تھا۔۔

اس نے بے اختیار سنگھار آئی ینے میں اپنا عکس دیکھا۔ کندھے سے قدرے نیچے کو گرتے اس کی آنکھوں کے ہم رنگ بال چہرے کے اطراف میں بکھرے تھے۔ ایک نظر اس نے بیڈ پر گرے دوپٹے پر ڈالی۔

ایک بار پھر دروازہ بجا تو اس کے خیالات کی بہتی رو ٹھہری۔ اس نے گہرا سانس لیا اور بیڈ پر بکھرا دوپٹہ اٹھایا۔ دروازے تک جاتے جاتے وہ اسے اپنے چہرے کے گرد لپیٹ چکی تھی۔ ایک بار پھر دستک ہوئی تو اس نے دروازہ کھولا۔ سامنے وہ کھڑا تھا۔

لائی ننگ والا کرتا زیب تن کئے اپنے ازلی نرم سے انداز میں مسکراتا ہوا۔ ہمیشہ کی طرح ہینڈ سم۔۔!

"تم کیا کر رہی ہو کمرے میں بیٹھ کر۔۔؟ ڈھولکی ہے چاچو کے گھر۔۔ تم نہیں چل رہیں۔۔؟"

اس نے بے اختیار تھوک نگلا۔ دل دھڑک رہا تھا اور ہونٹ آپس میں مس کرتے وہ عجیب سی ہچکچاہٹ کا شکار ہو رہی تھی۔ ارحم نے اسے بغور دیکھا۔۔

"تم۔۔۔ نہیں چل رہیں۔۔؟"

"نہیں۔۔ وہ۔۔ ارحم آپ جائی یں، میں۔۔ مجھے تھوڑا کام ہے۔۔۔"

"کیسا کام۔۔؟"

"وہ۔۔ دراصل میں نے ابھی چند دن پہلے ہی ایک اسلامک انسٹیٹوٹ میں داخلہ لیا ہے۔ اب آپ تو جانتے ہیں وہاں کتنا کام ہوتا ہے۔ بس مجھے اسائی منٹس بنا کر جمع کروانے ہیں اسی لی ئے نہیں جا سکتی ڈھولکی میں۔ آپ جائی یے، ردا اور شزا دونوں جا رہی ہیں۔۔ یقیناً آپ کو بور نہیں ہونے دیں گی۔۔"

ایک رسمی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہہ کر اس نے بات ختم کی تھی۔ ارحم کے تاثرات یکدم عجیب سے رنگ میں ڈھلے۔

"تم جانتی ہو کہ تمہاری کمی کوئی پوری نہیں کر سکتا۔۔"

رابیل کا دل یکدم زور سے دھڑکا۔ لیکن یہ سامنے والے کے رومانوی لہجے کے زیر اثر نہیں دھڑکا تھا۔ اس کا دل بے ساختہ خوف سے دھڑکا تھا۔ سٹڈی ٹیبل پر رکھی کتاب کی چند آیتیں لمحے بھر کو چمک کر ماند ہوئی تھیں۔ اس نے دروازے کی چوکھٹ کو زور سے تھاما۔۔

"سوری ارحم میں نہیں آ سکتی۔ آپ جا سکتے ہیں۔۔"

"لیکن۔۔۔ کیوں۔۔۔؟ تم وہاں سے آکر بھی بنا سکتی ہو اپنے اسائنمنٹس۔۔"

واقعی۔۔ کیا وہ واقعی نہیں سمجھا تھا کہ وہ ڈھولکی میں کیوں نہیں جا رہی۔۔؟ وہ سمجھا نہیں تھا یا پھر سمجھ کر بھی انجام بن رہا تھا اسے جواب دینے میں وقت لگا۔۔

"کام کچھ زیادہ ہے ارحم۔۔ میں سچ میں نہیں جا سکتی۔۔"

"تھوڑی دیر کے لیئے بھی نہیں۔۔۔؟"

اس نے ایک پل کو رک کر اس قدر آس سے پوچھا کہ رابیل کو منع کرنا بہت ہی غیر مناسب لگا۔ کیا وہ چند پل کے لیئے بھی نہیں جا سکتی۔۔ بس چند لمحوں کے لیئے۔۔

اس نے لمحوں میں فیصلہ کر کے اثبات میں سر ہلایا تو ارحم کے چہرے پر جذبات کے رنگ ہی رنگ بکھر گ ۓ۔ وہ بے اختیار ذرا سا جھکا تو رابیل یکدم پیچھے کو ہٹی۔

"ارے ڈر کیوں رہی ہو تم۔ میں تو بس تمہیں قریب سے دیکھنا چاہ رہا تھا۔۔ دیٹس آل۔۔ اچھا اب جلدی سے آجاؤ میں ویٹ کر رہا ہوں پھر ساتھ ہی چلیں گے۔۔"

ہنس کر بہت ہلکے پھلکے سے انداز میں کہا تو رابیل نے دھڑکتے دل کو بمشکل قابو کیا۔ اسے ارحم کا انداز بہت ناگوار گزرا تھا۔۔ بہت سے بھی زیادہ۔۔ جانے کیوں اس کے دل پر گرہیں لگنے لگیں۔ دروازہ بند کر کے بے دلی سے وارڈراب کی جانب بڑھتے اس کے اندر بیزاریت حد سے سوا ہونے لگی تھی۔۔

سیاہ اور سنہرے رنگ کا گھٹنوں سے نیچے کو لٹکتا فراک زیب تن کی ۓ، سر پر سیاہ ہی حجاب اوڑھے وہ لاؤنج میں داخل ہوئی تو وہاں صائمہ پھپھو اور رامین پہلے سے براجمان تھیں۔ اس نے ایک نظر پیچھے سے ان دونوں پر ڈالی۔۔ تیاری دیکھ کر لگتا تھا گویا بس ابھی وہ ڈھولکی کے لی ۓ نکلنے ہی لگی ہوں لیکن کسی وجہ کے باعث انہیں رکنا پڑا ہو۔۔ اور پھر وجہ بھی اسے سامنے ہی نظر آگ ئی۔

سامنے کے بڑے صوفے پر وہ بیٹھا تھا۔۔ لاپرواہی سے ٹھوڑی کھجاتا۔۔ انتہائی بیزار اور کوفت زدہ۔ وہ اس کے سوتیلے تایازاد کا بیٹا تھا۔۔ معاذ احمد۔۔ اس کے دادا نے دو شادیاں کی تھیں۔ بیک وقت دو شادیاں۔۔ پہلی بیوی سے

بڑے تایا جان تھے جن کا اکلوتا سپوت ابھی لاؤنج میں بہت بیزاریت سے بیٹھا تھا اور دوسری بیوی سے صائمہ پھپھو کے بعد اس کے بابا عابد اور چچا زاہد جڑواں بھائی تھے۔

بڑے تایا جان کا ان سے رشتہ نہ ہونے کے برابر تھا۔ دادی کے ساتھ شائستہ تائی کی پرانی چپقلش کے باعث وہ اپنے گھر سے دور ہوئے تو پھر وہیں کے ہو رہے۔ نہ ان کا یہاں پر زیادہ آنا جانا تھا اور نہ ہی بابا اور چچا ان کی جانب جانا پسند کرتے تھے۔ درمیان میں کوئی ایسی خاص بات نہیں تھی لیکن دونوں جانب کی غیر دلچسپی کے باعث ان کے مراسم زیادہ نہ بڑھ سکے۔

رہا معاذ تو وہ ان کے یہاں بہت کم آتا جاتا تھا۔۔ اس کا رابطہ ان کے گھرانے سے نہ ہونے کے برابر تھا۔۔ اور کچھ اس کا اپنا مزاج بھی کھنچا کھنچا اور روکھا سا تھا کہ وہ ہر کسی کے ساتھ گھلتا ملتا نہیں تھا نہ ہی اسے لوگوں سے لمبی لمبی باتیں کرنے میں دلچسپی تھی۔ رابیل نے اسے ہمیشہ بہت کم بولتے ہوئے دیکھا تھا۔۔ زیادہ تر وہ خاموش ہی رہتا۔ کوئی اس سے کچھ پوچھ لیتا تو وہ ان کی بات تحمل سے سن کر انہیں مختصر ترین جواب دیا کرتا تھا۔۔ آگے والا مزید سننا بھی چاہتا تب بھی وہ اپنا منہ دوبارہ نہیں کھولتا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ عابد اور زاہد دونوں میں سے کسی نے اس کے ساتھ روابط رکھنے میں دلچسپی نہیں لی تھی۔ وہ شروع ہی سے اپنے والدین کے ساتھ دور رہا تھا اور اب بھی وہ اسی روایت کو برقرار رکھے ہوئے تھا۔ اسے ان سے مراسم بڑھانے کا کوئی شوق نہیں تھا۔

اس نے کھنکھار کر گلا صاف کیا اور پھر سلام کرتی آگے بڑھ آئی۔ سب کی گردنیں یکبارگی گھومی تھیں۔۔ بیزار سے معاذ نے بھی ایک پل کو سر اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔ اور پھر لمحے بھر کے لیئے وہ حیران رہ گیا۔۔ پھپھو تو اسے

دیکھتے ہی نہال ہوگئی تھیں۔ اٹھ کر اسے گلے سے لگایا اور پھر الگ ہوتے ہوئے ماتھے پر پیار بھی کیا۔ وہ خواہ مخواہ اس والہانہ پن پر مسکرانے لگی۔ البتہ اس نے معاذ کا حیران ہونا محسوس کر لیا تھا۔

"کیسا ہے میرا بچہ۔۔۔؟ صبح سے ویٹ کر رہی ہوں تمہارا۔ کہاں تھیں تم۔۔؟ کہاں بزی ہو آج کل۔۔؟؟"

"بس آپی اب کیا بتاؤں آپ کو۔ سارا سارا دن اپنے کمرے میں پتہ نہیں کونسی کتابیں پڑھ رہی ہوتی ہے یہ محترمہ۔۔ بلاؤ تب جا کر کہیں باہر نکلتی ہے اپنے کمرے سے۔۔"

"کیوں بھئی۔۔ اتنا پڑھنے کی بھی کیا ضرورت ہے تمہیں اب۔۔؟"

وہ اسے ساتھ لپٹائے ہی صوفے پر بیٹھیں تو اس نے ایک پل کو مسکرا کر انہیں دیکھا۔۔

"پھپھو دراصل میں نے مدرسہ جوائن کیا ہے۔"

"کیا جوائن کیا ہے۔۔۔؟"

صائمہ کو لگا جیسے انہوں نے کچھ غلط سن لیا ہو۔

"مدرسہ پھپھو۔۔"

اس کے گال بے ساختہ گلابی ہوئے تھے۔ کن انکھیوں سے اس نے معاذ کا چہرہ بھی دیکھا۔ وہ پہلو بدل رہا تھا۔۔ جانے کیوں۔۔

"مدرسہ جوائن کرنے کی کیا ضرورت تھی بھلا تمہیں۔۔؟؟اتنے کام ہیں کرنے کو دنیا میں اور تم اپنا ٹائم یہاں ضائع کر رہی ہو۔کوئی کورس کیوں نہیں کر لیتیں۔۔؟کسی انسٹرومینٹ کو بجانا سیکھو،کوئی اور تخلیقی کام کرو۔۔یہ تم کیا کرنے لگی ہو۔۔"!

انہیں ایک آنکھ نہیں بھایا تھا اس کا مدرسہ جانا۔اس نے بمشکل حلق سے تھوک نگلا۔۔سینہ تنگ ہونے لگا تھا۔۔کیا اب انہیں بھی وضاحتیں دینی پڑینگی۔یا اللہ نہیں۔۔وہ پہلے ہی ہلکان ہو چکی تھی ان سب کو سمجھاتے سمجھاتے۔۔

"پھپھو دراصل وہاں کا ماحول بہت اچھا ہے۔ٹیچرز بھی بہت اچھے ہیں اور وہ لوگ قرآن بھی بہت اچھا پڑھاتے ہیں۔بس اسی لیے جوائن کیا میں نے بھی۔۔اب وہیں مصروف رہتی ہوں۔۔"

"مصروف رہتی ہو یا پھر خود سے لاپرواہی برتتی ہو۔اسکن کو دیکھو کس قدر خراب ہونے لگی ہے تمہاری۔تم لڑکی ہو رابیل۔۔اگر تم نے اپنا مکمل طور پر خیال نہیں رکھا تو وہ دن دور نہیں جب تم عین جوانی کے وقت میں بوڑھی نظر آنے لگو۔۔ردا اور شزا بھی تو ہیں۔چھوٹی ہیں تم سے،لیکن سیلف کیئر کی وجہ سے کتنی کھلی کھلی سی لگتی ہیں۔کچھ ان سے ہی اپنی پرواہ کرنا سیکھ لو۔۔"

اس کے گال ایک بار پھر سے گلابی ہوئے تھے۔دل کیا بس ابھی بھاگ جائے یہاں سے اٹھ کر۔ہر کوئی آخر ایک ہی بات کیوں کر رہا تھا۔۔

"پھپھو میں رکھتی ہوں اپنا خیال۔۔"

اس کی منمناہٹ کسی نے سنی ہو یا نہ سنی ہو معاذ نے ضرور سن لی تھی۔ جبھی وہ دونوں ہاتھ باہم ملاتا آگے کو جھک کر بیٹھا۔ اب کے اس کا چہرہ واضح ہوا۔ سرمئی آنکھوں کے کانچ بے حد پرکشش تھے۔ کھڑے نقوش اور آخری حد تک بیزار مزاج۔۔ بلاشبہ وہ بہت وجیہہ تھا۔ ارحم سے کہیں زیادہ وجیہہ اور ہینڈسم۔۔

"ارحم کی انٹرنشپ مکمل ہو گئی پھپھو۔۔؟"

اس نے یکدم سوال کیا تو رابیل سمیت دونوں خواتین نے بے یقینی سے اس کی جانب دیکھا۔ اچھا تو اسے بولنا آتا تھا۔

"جی بیٹا بس اب ہو چکی ہے مکمل، حال ہی میں اپنے پاپا کے ساتھ آفس جوائن کیا ہے اس نے۔۔"

اس نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر پے در پے پھپھو سے ارحم کے متعلق باتیں کرنے لگا، اس کے بزنس کے متعلق، اس کی عادات و اطوار کے متعلق۔۔ رابیل نے ایک پل کو حیران ہو کر پھپھو کی جانب دیکھا تھا جو کہ اب بالکل بھی اس کی طرف متوجہ نہیں تھیں۔ تو کیا معاذ نے اسے پھپھو کے سوالوں سے بچانے کے لیے بات کا آغاز کیا تھا۔۔ نہیں تو وہ، وہ تھا کہ ٹھیک سے کسی کو جواب بھی نہیں دیا کرتا تھا۔

اس نے ایک بار پھر نگاہ ان سب پر ڈالی اور غیر محسوس طریقے سے لاؤنج سے اٹھ آئی۔ اب اسے ڈھولکی میں جانا تھا۔۔ خدایا۔ اس کا دل ہر شے سے اوبنے لگا تھا۔

چند ہی پل ڈھولکی میں بیٹھنے کے بعد جب اسے اپنے اوپر ہر ایک کی اکتائی ہوئی نگاہ محسوس ہوئی تو وہ زیادہ دیر وہاں نہ بیٹھ سکی۔ ماں سے نیند کا بہانہ کر کے وہ گھر چلی آئی تھی۔ اس کی جگہ اب ایسی محفلوں میں ختم ہو چکی تھی اسے اندازہ تھا۔ ٹوٹتے دل کے ساتھ اس نے بمشکل خود پر ضبط رکھا اور وضو بنا کر اسٹڈی ٹیبل تک چلی آئی۔ پڑھنے کے لیے لب وا کیے لیکن دو آنسو ٹپک کر قرآن کے صفحے میں جذب ہو گئے، کھلے لب لرزنے لگے۔ وہ یونہی خالی خالی سی چند پل جگمگاتی آیات کو دیکھے گئی۔۔

"میرا دل ٹوٹ رہا ہے اللہ۔۔ میں ٹوٹ رہی ہوں۔۔"

آنسو پھسل کر رخسار پر چمکنے لگے۔ مگر اس نے پھر بھی اپنا سانس ہموار رکھنے کی کوشش کی۔ خود کو دلاسا دیا۔۔ سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔ ایک دن تو سب اسے قبول کر ہی لیں گے۔۔ اسے بس صبر سے اس دن کا انتظار کرنا تھا۔۔ ہاں بس چند دن کا اور صبر۔۔

"میرے گھر والے مجھ پر زور ڈال رہے ہیں، خاندان والے مجھے قبول نہیں کر رہے، لوگ مجھ سے بیزار ہو رہے ہیں اللہ۔۔ لوگ مجھ سے اکتا کر منہ موڑ رہے ہیں۔۔"

ٹپ ٹپ آنسو بہنے لگے تھے۔ دل پر جمے زخموں کے نشان بڑھنے لگے۔ ہر آن اس کا دل زخمہ ہوتا جا رہا تھا۔ پھر بھی اس نے ہمت کر کے شیطان سے پناہ مانگی۔۔ آواز شدت جذبات کے باعث لرز رہی تھی۔۔

کیا میں یہ حجاب چھوڑ دوں۔۔؟ کیا میں یہ قرآن چھوڑ دوں۔۔؟ کیا میں اللہ کو چھوڑ دوں۔۔؟

اس نے ایک پل کو چہرہ اٹھا کر آسمان کی جانب دیکھا تھا۔ دل لمحوں میں سکڑ کر پھیلا۔۔

"اور کہو کہ اے پروردگار میں شیطانوں کے وسوسوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔۔"

مومنون / ۹۸

وہ ان الفاظ پر ساکت رہ گ ئی تھی۔۔

"اور اے میرے پروردگار اس سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں کہ وہ میرے پاس آموجود ہوں۔۔"

اس نے بے ساختہ اپنے خیال پر استغفار پڑھا تھا۔ یہ خیالات شیطان کی جانب سے تھے۔۔ اسے ان سے پناہ مانگنی تھی۔ اسے ہر شر سے اللہ کی پناہ چاہی ئے تھی۔۔

"یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کے پاس موت آجائے تو کہے گا کہ اے رب مجھے دنیا میں واپس بھیج دے۔۔"

مومنون / ۹۹

اس کی لرزتی آواز ان آیات پر بار بار ٹوٹ رہی تھی۔ اسے دکھائی دے رہا تھا۔۔ اللہ اسے بتا رہا تھا کہ یہ اسکا ایک ہی موقع ہے۔۔ وہ دنیا میں دوبارہ آنے کے کی ئے گڑگڑائے گی لیکن وہ دوبارہ یہاں بھیجی نہیں جائے گی۔۔ ہاں کسی طویل قطار میں وہ بھی گھٹنوں کے بل بیٹھی اللہ سے بس ایک بار دوبارہ زندگی مانگے گی تاکہ اسے فرمانبرداری سے گزار سکے۔۔ اس کی ریڑھ کی ہڈی سنسنا اٹھی تھی۔۔

"تاکہ میں اس میں جسے چھوڑ آیا ہوں نیک کام کیا کروں۔۔"

بے ساختہ اس کی ہچکی ابھری۔ آنسو بھل بھل پھسلنے گے۔ تکلیف رگ وپے میں پھیلنے لگی تھی۔۔

"ہرگز نہیں ایک ایسی بات ہے کہ وہ اسے زبان سے کہہ رہا ہو گا (اور اسکے ساتھ عمل نہیں ہو گا) اور ان کے پیچھے برزخ ہے جہاں وہ دوبارہ اٹھائے جانے تک رہیں گے۔۔"

مومنون/۱۰۰

میں پناہ مانگتی ہوں شیطان سے اللہ۔۔ میں پناہ مانگتی ہوں اس کی سرگوشی سے۔۔ مجھے میرے خیالات پر نہ پکڑنا مالک۔۔

اس نے ایک لمحے کو رک کر معافی مانگی تھی۔ یہ قرآن تھا۔۔ فرقان تھا۔۔ حق و باطل میں فرق کرنے والا۔۔ حق و باطل کا فیصلہ کرنے والا۔۔ حق و باطل کو واضح کرنے والا۔۔ اسکے پڑھنے والے عام لوگ ہو ہی نہیں سکتے تھے۔۔ یہ اپنے پڑھنے والوں کو جو بصیرت عطا کیا کرتا تھا اس کا ادراک کرنا ہی بہت مشکل تھا۔ آہستہ آہستہ اس کے وجود میں سکون اترنے لگا۔۔ لرزتا دل سنبھلنے لگا۔۔ بھیگتی آنکھوں کے پار امید سی جگمگائی۔۔

"پھر جب صور پھونکا جائے گا تو نہ تو ان میں قرابتیں رہیں گی اور نہ وہ ایک دوسرے کو پوچھیں گے۔۔"

مومنون/۱۰۱

اسے لگا تھا کہ اب وہ نہیں روئے گی۔۔ مگر وہ ایک بار پھر سے رو پڑی تھی۔ ہاں ایک دن ایسا بھی آئے گا جب اس کے رشتے دار، اس کے عزیز اس کے قرابت دار اسے پہچاننے سے انکار کر دینگے۔ ایک دن ایسا بھی آئے گا جب مائیں اپنے اولادوں کو بھول جائیں گی۔ کوئی کسی کو یاد نہیں رکھے گا۔۔ ہاں ایک دن ایسا آئے گا۔۔ ایک دن ایسا آنے والا تھا۔ ایسا دن۔۔ جس میں کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔ اس دن ہر نفس کو اپنا بوجھ خود اٹھانا ہو گا۔

ایسے لوگ جو اسے اس بڑے دن میں بھول جائیں گے، ایسے لوگ جو اسے اس افراتفری میں پہچاننے تک سے انکار کر دینگے، ایسے لوگ۔۔ ہاں ایسے لوگ۔۔ کیا وہ ان لوگوں کے لیئے اللہ کو چھوڑنے لگی تھی۔۔ کیا اتنی کمزور دنیا کے لیئے وہ اللہ کو چھوڑ دے گی۔۔!!

اس کے اندر ڈھارس سی بندھنے لگی۔۔ قرآن اسے اٹھا رہا تھا۔۔ وہ گر گئی تھی۔۔ پھسل گئی تھی۔۔ تھک گئی تھی مگر وہ اسے ہمت دلا رہا تھا۔۔ اسے اس کی کمزوریوں پر رسوا کیئے بغیر وہ اسے خاموشی سے کھڑا کر رہا تھا۔۔ کوئی تھا جو آسمانوں کے پار اس کی جانب متوجہ تھا۔۔ کیا اب اسے کسی اور توجہ کی ضرورت باقی رہ گئی تھی۔۔!!

"تو جن کے پلڑے بھاری ہونگے وہ فلاح پانے والے ہیں۔"

مومنون / ۱۰۲

اس کے زخم پانی بن کر بہنے لگے۔ وہ اس کی محبت میں چھم چھم رونے لگی تھی۔ ایک جانب وہ اگر سختی سے کلام کیا کرتا تھا تو عین اسی جانب وہ بندوں کو تھام کر انہیں دلاسا بھی دیا کرتا تھا۔۔ کوئی اس جیسا آخر تھا ہی کب۔۔!

اس نے آہستہ سے قرآن بند کیا اور چہرہ دونوں ہاتھوں میں گرا کر رونے لگی۔ اس کی بلند سسکیوں کی آواز باہر ٹھنڈے پڑے لاؤنج میں صاف سنائی دے رہی تھی۔ معاذ جو اسی پہر زاہد چچا کے گھر جا رہا تھا ان سسکیوں پر ٹھہر گیا۔ پھر ایک پل کو نگاہیں اس کے کمرے کے دروازے پر پھسلیں۔۔ اور اگلے ہی پل وہ سر ہلاتا آگے بڑھ گیا تھا۔۔ پیچھے اس کی سسکیاں اب تک سنائی دے رہی تھیں۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔

"تم اقبال کی شادی سے خوش نہیں ہو۔۔؟"

شزا جو اس کے کمرے میں کھڑی سنگھار آئی ینے کے سامنے، تازہ کٹے بالوں پر برش پھیر رہی تھی گویا ہوئی۔ اس نے ایک لمحے کو کتاب سے سر اٹھایا تھا۔

"نہیں تو۔۔ تمہیں ایسا کیوں لگا۔۔؟"

اسے شزا کا سوال سمجھ نہیں آیا تھا۔ سنگھار آئی ینے میں نظر آتے اس کے عکس نے کندھے اچکائے تھے۔۔

"ویسے ہی۔۔ تم نہ تو کمرے سے باہر نکلتی ہو اور نہ ہی شادی کے کسی کام میں دلچسپی لیتی ہو تو مجھے لگا کہ شاید تمہیں اقبال کی شادی سے کوئی مس ئی لہ ہے۔"

رابیل نے گہرا سانس لیا تھا۔۔

"خدا کے لی ئے اپنے اندازے اپنے پاس رکھو۔ پھپھو کی عادت سے واقف ہو نا تم۔ اس قسم کی کوئی بھی بات اگر ان کے کان میں پڑ گ ئی تو میرا پتہ تو صاف ہی ہو جائے گا۔۔"

وہ اس کے جواب پر یکدم اس کی جانب پلٹی تھی۔۔

"یہی تو سمجھانے کی کوشش کر رہی ہوں میں تمہیں۔ کہ تم یہ سب کیا کر رہی ہو۔۔؟ نا تو تم شادی کے کسی فنکشن میں دلچسپی لے رہی ہو اور نا ہی ارحم بھائی کو ٹائی م دے رہی ہو۔ خاندان کی لڑکیاں باتیں کر رہی ہیں تمہارے پیچھے کہ رابیل تو کسی کو منہ ہی نہیں لگاتی۔ ناک اتنی اونچی رکھتی ہے کہ اپنے منگیتر تک کو نہیں بخشا۔۔"

شزا نے گویا اس کے سر پر دھماکہ کیا تھا۔ اس نے چند پل اسے بے یقینی سے دیکھا۔۔

"لیکن۔۔ ایسا تو کچھ بھی نہیں ہے۔۔"

"وہ تمہاری طرف سے نہیں ہے رابیل۔۔ لیکن ان کی طرف سے پورا ہے سب کچھ۔ تم کیوں اپنے سسرال کو ٹائم نہیں دے رہیں مجھے نہیں سمجھ آرہا۔ آخر سوچ کیا رہی ہو تم۔۔؟ کیا چل رہا ہے تمہارے دماغ میں۔۔؟ کچھ دن پہلے ارحم بھائی اقبال کی ڈھولکی پر مجھ سے پوچھ رہے تھے کہ رابیل کو کیا ہوا ہے۔۔؟ مجھے اندازہ تھا کہ ان کا اشارہ کس جانب ہے لیکن میں نے بات ٹال دی۔۔ اصل میں کیا چاہتی ہو تم رابی۔۔؟؟"

اس کے پیچھے اتنا سب چل رہا تھا اور وہ بے خبر بیٹھی اپنے اسائنمنٹس بنا رہی تھی۔ یکدم اس کی پیشانی پر فکر چمکی۔ کتاب ایک جانب کو رکھ کر پوری طرح سے شزا کی جانب متوجہ ہوئی۔ وہ اب پھر سے بالوں میں برش چلا رہی تھی۔ البتہ چہرہ اس نے رابیل کی جانب موڑ لیا تھا۔۔

"اب میں کیا کروں شزا۔۔؟ اگر ارحم نے اس بات کو محسوس کیا ہے تو یقیناً پھپھو نے بھی کیا ہو گا۔۔"

"بالکل۔۔"

شزا کے مہر ثبت کرنے پر اس نے گہرا سانس لیا۔ بہت کچھ ایک ساتھ اس کے اندر جھکڑ کی صورت گھومنے لگا تھا۔۔

"تو اب میں کیا کروں۔۔؟"

"کیا کروں کیا مطلب۔۔؟ بھئی باہر نکلو کمرے سے، شادی کے کاموں میں دلچسپی لو، لوگوں سے ملو جلو، ڈھولکیاں اٹینڈ کرو، ارحم بھائی اور پھپھو کو خاص ٹائم دو۔۔ تب جا کر زبانیں بند ہونگی خاندان والوں کی۔۔ اور پلیز رابی۔۔ اپنا یہ دوپٹہ مت لپیٹنا سر پر۔۔"

آخر میں اس نے اکتا کر کہا تو رابیل کے اندر یکدم چھن سے کچھ ٹوٹا۔ اسے شزا کے آخری جملے سے بے حد تکلیف ہوئی تھی۔۔

"لیکن میں حجاب کرنے لگی ہوں یہ بات تم بھی جانتی ہو اور ماں بابا کو بھی میں نے بتایا تھا اپنے فیصلے کے بارے میں۔۔"

"تو کیا ہوا۔۔؟ پھپھو یا ان کا بیٹا تو اس بارے میں نہیں جانتے ناں۔ اور سچ پوچھو تو تماری زندگی کا اصل محور تو ارحم بھائی ہی ہیں۔ تمہیں اپنے آپ کو ویسا ہی ڈھالنا ہو گا جیسا وہ چاہیں گے۔"

محور ارحم بھائی ہے۔!! اس نے ناسمجھی سے ایک لمحے کو شزا کی پشت دیکھی۔ ابھی چند دن پہلے ہی تو کسی اترتی فجر میں اس نے اللہ سے کہا تھا کہ اب اس کی زندگی کا محور صرف وہی ہے۔ اب اس کی زندگی صرف اسی کے لئے ہے۔۔ ایسے میں یہ ارحم کہاں سے آ گیا۔۔؟

"میری زندگی کا محور ارحم ہرگز نہیں ہے۔۔"

اس کا لہجہ سخت نہیں تھا۔۔ لیکن اس میں جما اٹل سا تاثر شزا کو ٹھٹکا گیا تھا۔

"میں تمہاری بہن ہوں رابی۔۔ اور جتنا میں اس خاندان کو جانتی ہوں تم جیسی بھولی لڑکی نہیں جانتی ہو گی۔ بھلے ہی تم مجھ سے عمر میں بڑی ہو لیکن کچھ معاملات میں تم بالکل بیوقف ہو۔ اور میں تمہیں سمجھا رہی ہوں۔۔ کہ تمہیں اپنے فیصلوں کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا۔۔"

"میں نے کچھ بھی غلط نہیں کیا ہے شزا۔۔"

اس نے بہت کوشش کی تھی اپنی آواز کو مضبوط رکھنے کی۔۔ لیکن کچھ تھا جو اس کی لرزش پر غالب آنے لگا تھا۔۔

"جو بھی کرو سوچ سمجھ کر کرنا۔ ان بیک ورڈ باتوں کے پیچھے اپنا بنا بنایا رشتہ خراب کرنا سراسر بیوقوفی ہے رابی۔ تمہیں اگر اپنا رشتہ بچانا ہے اور بابا کی عزت کو سنبھالنا ہے تو تمہیں پھپھو کی یا ان کے بیٹے کی بات ہر حال میں ماننی پڑے گی۔ تمہارے پاس اس کے علاوہ کوئی چوائس نہیں ہے۔۔"

وہ کہہ کر کمرے سے باہر نکلی تو اس نے سر بے ساختہ دونوں ہاتھوں میں گرا لیا۔ آنسو آنکھوں سے ابلنے لگے لیکن اس نے گہرے گہرے سانس لے کر بہت سا نمکین پانی حلق میں اتار لیا تھا۔ یہ تو سفر کا آغاز تھا۔۔ کیا اس کے آغاز میں ہی رونا شروع کر دے گی وہ۔؟ اور اگر وہ آغاز ہی میں رو کر کمزور پڑ گئی تو منزل تک کیسے پہنچے گی۔۔؟ کیا منزلوں تک ایسے پہنچا جاتا ہے۔۔؟

اس نے بے دلی سے کتاب ایک جانب کو کی اور بیڈ سے پیر نیچے اتارے۔ اسے ابھی کہ ابھی اپنی بات اللہ تک پہنچانی تھی۔۔ اسے ابھی کے ابھی نماز پڑھنی تھی۔ ہاں ابھی کہ ابھی۔۔

اگلے دن وہ تھکی تھکائی مدرسہ سے آئی تو دیکھا گھر میں خوب چہل پہل ہو رہی ہے۔ مہندی میں صرف ایک دن ہی باقی رہ گیا تھا اور اس طرح کی چہل پہل اب یقینی سے بات تھی۔ اس نے گردن یہاں وہاں گھما کر ماں کو تلاشا مگر وہ اسے کہیں نہیں دکھیں۔ کندھے پر ٹنگے بیگ کو اس نے اتار کر ہاتھ میں لیا اور پھر جیسے ہی اپنے کمرے کی جانب بڑھنے لگی لمحے بھر کو ٹھہر گئی۔ زینوں کے اس پار بنے کمرے سے معاذ نکل رہا تھا اور اسے دیکھ کر ایک بار پھر ٹھٹک گیا تھا۔ یہ کمرہ اسے عارضی طور پر الاٹ کیا گیا تھا کیونکہ وہ شادی اٹینڈ کرنے آیا تھا۔۔ رابیل نے کوفت سے چہرہ پھیرا اور بنا کوئی تاثر دیئے، کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

جلدی سے بیگ بیڈ پر رکھا اور خود کو آئینے میں دیکھا۔ چہرہ بالکل آئینے کے قریب کر لیا۔

کیا اس کے چہرے پر کچھ لگا ہوا ہے۔۔؟ یا پھر وہ دن بدن بدصورت ہوتی جا رہی ہے۔۔!؟

اس کے شفاف چہرے کے اطراف میں سیاہ حجاب بندھا تھا، نیچے سیاہ ہی عبایا اس کے قدموں تک کو چھو رہا تھا۔

ایک پل کو پیچھے ہو کر اس نے اپنا مکمل سراپا دیکھا۔۔

کیا وہ اس عبایا میں عجیب لگ رہی ہے۔؟ اگر وہ عجیب نہیں لگ رہی تو پھر وہ اسے دیکھ کر اب کہ دوسری بار کیوں ٹھٹکا تھا۔۔؟

"استغفر اللہ۔۔"

کیا سوچ رہی ہوں میں یہ۔۔ اللہ نے مجھے اچھی شکل دی ہے اور اس جنگلی انسان کی وجہ سے میں خود پر شک کر رہی ہوں۔۔ اف۔۔ پھر ایک دم یاد آیا کہ اس نے معاذ کو جنگلی کہہ دیا ہے۔۔

"سوری اللہ تعالیٰ۔ میں آئی ندہ سے کسی کو بھی جنگلی نہیں کہوں گی۔۔"

یہ اس کی بچپن کی عادت تھی۔ کوئی اسے ناگوار گزرتا تھا تو وہ اسے جنگلی کے لقب سے ضرور نوازا کرتی تھی۔ اسے اپنی یہ عادت اب کہ بدل لینی چاہی ئے۔ اب جب کہ وہ قرآن پڑھنے لگی تھی۔ کیا ایسی ہوتی ہے قرآن کی طالبہ۔۔ کسی کو جنگلی بولنے والی۔۔

بیزار ہو کر اس نے عبایا اتارا اور پھر واش روم کی جانب بڑھ گ ئی۔ واپس پلٹی تو اترتی شام کے چھ بج رہے تھے۔ کچھ ئی بالوں کو تولی ئے سے جلدی جلدی خشک کیا اور پھر ڈرائی یر سے بال سکھائے۔ گیلے بالوں پر حجاب لپیٹنے کا سوچ کر ہی اسے الجھن ہوتی تھی۔ جائے نماز بچھا کر مغرب کی نماز اہتمام سے پڑھی اور پھر جب وہ فارغ ہو کر انگلیوں پر تسبیح گننے لگی تو اس کے کمرے کے دروازے پر دستک ہوئی۔۔

"آجائی یں۔۔"

اگلے ہی لمحے پھپھو دروازہ کھول کر اندر داخل ہو رہی تھیں۔

"ارے پھپھو۔۔ کوئی کام تھا تو مجھے بلا لیتیں۔۔"

وہ اٹھ کر پاس چلی آئی۔

"تم نہیں جاؤ گی ڈھولکی میں۔۔؟"

صائی مہ نے مسکرا کر پوچھا تو وہ بھی مسکرائی۔۔

"نہیں پھپھو۔ میں تھکی ہوئی ہوں آج بہت زیادہ۔۔ جا نہیں پاؤ نگی۔۔"

"رابی میں دیکھ رہی ہوں تمہیں، تم دور دور رہنے لگی ہو سب سے۔ جب سب بیٹھے ہنسی مزاق کر رہے ہوتے ہیں تم تب بھی وہاں نہیں ہوتی ہو۔ لڑکیوں کے ساتھ پارلر بھی نہیں جاتی ہو۔ کسی چیز میں انٹرسٹ ہی نہیں لیتی ہو بیٹا۔ سب ٹھیک ہے ناں۔۔؟"

وہ اس کے لیۓ فکرمند تھیں لیکن کچھ تھا جو رابیل کو بے چین کر رہا تھا۔ ان کی میٹھی زبان سے جانے کیوں حلق میں کانٹے اگنے لگے۔۔

"میں۔۔ ٹھیک ہوں پھپھو بس آجکل بزی رہتی ہوں۔۔"

"تم بزی رہو ضرور رہو رابی، لیکن دین اور دنیا دونوں کو ساتھ لے کر چلو۔ اگر ایسا نہیں کرو گی تو کہیں بہت پیچھے رہ جاؤ گی۔۔ دنیا اس اونٹوں کے زمانے سے کہیں بہت آگے بڑھ گئی ہے ہوں۔۔"

وہ آخر میں اس کا گال تھپتھپا کر باہر کی جانب ہو لیں تو رابیل خالی خالی سی دروازے میں کھڑی رہ گئی۔ وہ انہیں بتانا چاہتی تھی۔۔ انہیں کہنا چاہتی تھی کہ اکثر لوگ دین اور دنیا کو ساتھ رکھنے کے چکر میں اپنا دین کھو دیتے ہیں، اور آہستہ آہستہ اپنی دنیا ہی کو دین سمجھنے لگتے ہیں۔ وہ انہیں یہ بھی نہ بتا سکی کہ یہ ڈھولکیا، یہ ناچ گانے کی محفلیں کیسے انسان کے اندر موجود پرہیزگاری کو کچل کر رکھ دیتی ہیں، کیسے انسان کے اندر موجود حیا کو ختم کر دیتی ہیں۔ اور آخر میں ان سب کے ہاتھوں کیسے انسان ذلیل ہو کر ذلت کی موت مر جاتا ہے۔

بیڈ کی پشت سے سر ٹکائے وہ گہری اداسی سے سوچ رہی تھی۔

وہ قرآن کی طالبہ تھی۔۔ اسے اپنا قرآن بہت عزیز تھا۔ وہ اپنے قرآن کی خلاف ورزی کرتی تو قرآن اس پر اپنے دروازے بند کر لیتا۔

لڑکیاں اسے طعنے دیتی تھیں، کہ وہ "بڑھی روح" بن گ ئی ہے۔ خاندان والے اسے طنزیہ نگاہوں سے دیکھنے لگے تھے، بہت سوں کو اس نے استھزا کر کے سر جھٹکتے بھی دیکھا تھا۔ سب تکلیف دیتا تھا۔۔ سب کچھ۔۔ اس نے آنکھیں موند کر گہرا سانس لیا۔۔

مگر وہ مطمئ ن تھی۔۔

اس نے اپنے رب سے دعا کی تھی کہ وہ اسے اپنے پاس جنت میں گھر عطا کرے۔ اور جنت۔۔ جنت ایسے ہی نہیں مل جاتی۔۔ اسکی آنکھوں سے آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگے تھے۔۔

اگلے دن اس کے مدرسہ کی چھٹی تھی اور وہ صبح ہی سے ماں کے ساتھ کچن میں لگی کام کروانے میں مصروف تھی۔ کام والی نے چھٹی کر لی تھی تو سارا کام اب انہی کے ذمے آ گیا تھا۔ اسکی دونوں بہنیں کزنز کے ساتھ مال گ ئی تھیں (عین وقت تک بازار کے چکر۔۔۔) اور آخر میں وہ ہی بچی تھی ان کا ہاتھ بٹانے کے لی ئے۔۔

اس نے آخری پلیٹ دھو کر ریک میں سجائی اور پھر پلٹ کر رامین کو دیکھا۔ وہ سالن کو دم پر رکھ کر ڈھکن برابر کر رہی تھیں۔

"ماں اب تو کوئی کام نہیں ناں۔۔؟"

"ہاں بس ذرا سلاد بنا دو۔۔ باقی سارا کام تو ہو گیا ہے۔۔"

اس نے اثبات میں سر ہلایا اور پھر ٹیبل پر رکھی تازہ سبزیوں کی جانب چلی آئی۔ ابھی اس نے چھری اٹھائی ہی تھی کہ ارحم کچن میں داخل ہوا۔ جینز اور ٹی شرٹ پہنے، فریش سا۔۔

"ہیلو رابیل۔۔ مامی۔۔ مما کو دیکھا ہے آپ نے۔۔؟"

"جی بیٹا وہ سامنے گ ئی ہیں زاہد بھائی کے گھر، صبح ہی صبح زرتاشہ بھابھی بلانے آئی تھیں انہیں۔۔"

"اوہ۔۔"

رابیل بھی اپنا ہاتھ روکے ارحم کو دیکھ رہی تھی۔۔

"چلیں ٹھیک ہے پھر۔۔"

"کوئی کام تھا بیٹا آپ کو۔۔؟"

وہ پلٹنے لگا تو رامین نے پوچھ لیا۔ اب وہ ہونے والا داماد تھا اس گھر کا۔۔ اتنا پروٹوکول تو خیر بنتا ہی تھا۔۔

"جی مامی دراصل میرا کرتا شلوار استری نہیں ہے۔ مما کو کہنے آیا تھا کہ وہ استری کر دیں لیکن خیر۔"

"ہاں تو رابیل کر دے گی ناں۔۔"

رامین نے یکدم کہا تو اس کے ہاتھ سے چھری گرتے گرتے بچی۔ ارحم اب پر امید نظروں سے اسے دیکھ رہا تھا۔ اس نے بمشکل مسکرا کر اسے دیکھا اور پھر ایک "ماں!!!!!" والی نگاہ رامین پر ڈالی۔ پھر اٹھ کر اس کے پیچھے چلی آئی۔ اس کے کمرے میں کپڑے یہاں وہاں بکھرے ہوئے تھے۔ اس نے آگے بڑھ کر پہلے کپڑے سمیٹ کر

ایک جانب کو رکھے اور پھر جیسے ہی پلٹی اسے دیکھتا پا کر رک گ ئی۔ وہ ہاتھ باندھے دروازے میں ٹکا مسکرا کر اسے دیکھ رہا تھا۔ کمرے میں یکدم بہت آکورڈ سی خاموشی پھیل گ ئی تھی۔۔

"ہر وقت بزی رہتی ہو رابیل۔۔ مجھے تو موقع ہی نہیں ملتا تم سے بات کرنے کا۔۔ کتنا تنگ کرتی ہو تم مجھے ہاں۔۔"

ایک شرارتی سی پر شکوہ نگاہ اس پر ڈالی تو رابیل بمشکل مسکرائی۔۔

"ارحم آپ بتادیں کونسا کُرتا استری کرنا ہے۔ مجھے۔۔ اور بھی کام ہیں۔۔"

"ہوتے رہیں گے اور کام بھی پہلے یہ کرتا استری کردو میرا اور میرے ساتھ باتیں بھی کرو۔۔"

اس نے آگے بڑھ کر استری اسٹینڈ پر کرتا رکھا اور پھر بالکل اس کے برابر آ کھڑا ہوا۔ ان کے درمیان بس ذرا جتنا فاصلہ تھا۔ رابیل غیر محسوس طریقے سے قدرے فاصلے پر ہوئی تھی۔۔

"سو۔۔۔ تم کتنا پسند کرتی ہو مجھے۔۔؟"

"جی۔۔"!

اس نے یکدم ہی جھکا سر اٹھایا تو وہ اس کے گڑبڑانے پر بے ساختہ ہنس دیا۔ رابیل کو اس کا انداز ایک بار پھر ناگوار گزرا تھا۔

"مزاق کر رہا تھا بابا۔۔ تم بتاؤ کہ کیا مجھے اتنا پسند کرتی ہو کہ میرے لی ئے خود کو بدل سکو۔۔؟"

اس کے تیزی سے چلتے ہاتھ پل بھر کو رکے تھے۔ اس نے ناسمجھی سے سر اٹھا کر اس اونچے سے ہینڈسم بندے کو دیکھا۔۔

"کیا مطلب۔۔؟"

"سوری ٹو سے رابی لیکن مجھے تمہارا یہ سر پر ہر وقت دوپٹہ لپیٹنا بالکل بھی نہیں پسند۔ بہت بیک ورڈ قسم کا لک آتا ہے۔ کیا تم میرے لیے اپنا یہ دوپٹہ چھوڑ سکتی ہو۔۔؟"

استری بے ساختہ اس کے انگوٹھے پر آلگی تو وہ بلبلا کر پیچھے ہوئی۔ وہ یکدم آگے بڑھا تھا۔ اس کے ہاتھ کو جیسے ہی تھامنا چاہا تو اس نے خوفزدہ ہو کر ہاتھ کمر کے پیچھے کر لیا۔ ارحم نے ناسمجھی سے دیکھا تھا اسے۔۔

"کیا ہوا رابیل۔۔ مجھے دیکھنے دو کیا ہوا ہے۔۔؟"

اس نے ایک بار پھر ہاتھ آگے بڑھایا لیکن اب کے رابی بالکل دروازے سے جا لگی تھی۔ اس کا دل بے تحاشہ دھڑک رہا تھا اور تکلیف سے آنسو باہر گرنے کو بے تاب تھے۔ اسے لگا تھا کہ کم از کم ارحم اسے سمجھے گا۔ وہ اسے اس کے فیصلوں میں آزادی دے گا، وہ اسے کبھی ویسا محسوس نہیں کروائے گا جیسا لوگ اسے اب تک محسوس کرواتے ہوئے آرہے تھے۔۔ لیکن ابھی۔۔ ارحم کی اس آخری بات نے جیسے اس کا دل ہی توڑ دیا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ وہ اس حجاب میں بیک ورڈ لگتی تھی۔۔ کیا یہی کہا تھا اس نے۔۔!! اس کی کتھئی آنکھوں میں ضبط کے باوجود بھی نمی سی تیرنے لگی۔۔ انگوٹھے میں مچی جلن جیسے ہاتھ میں سرایت کرنے لگی تھی۔ اسی جلن سے بچنے کے لیے ہی تو اس نے یہ حجاب سر پر لپیٹا تھا۔۔

"آپ مجھے ایسے کیسے کہہ سکتے ہیں ارحم۔۔"!

صدمے سے اس کے منہ سے یہی نکلا تھا بس۔ ارحم نے بے یقینی سے اسے دیکھا۔۔

"میں نے ایسا کیا کہا ہے رابیل۔۔؟ تم کسی سے بھی پوچھ لو تم واقعی سب لڑکیوں کے درمیان بہت عجیب سی لگتی ہو اس دوپٹے میں۔ ایسا نہیں ہے کہ تمہارے سر میں کوئی بیماری ہے یا پھر تمہارے بال بدصورت ہیں جسے چھپانے کے لیے تمہیں اسے سر پر لینا پڑے۔ تم بہت خوبصورت ہو۔ اپنی خوبصورتی کو یوں ضائع مت کرو۔۔"

اس کی آنکھ سے آنسو ٹوٹ کر گرا تھا۔ تکلیف سے سینہ تنگ ہونے لگا۔۔ آنکھوں کی نمی میں گلابی سا رنگ گھلنے لگا۔

اسے لگا آج وہ اپنی ہی نظروں میں گر گئی ہے۔ کس انسان سے امیدیں وابستہ کی تھیں اس نے۔۔!

"مجھے آپ سے یہ امید نہیں تھی ارحم۔۔ مجھے لگا تھا کہ آپ مجھے سمجھیں گے۔۔ مجھے لگا تھا آپ مجھے سپورٹ کریں گے۔۔ لیکن آپ تو۔۔"

"اوہ کم آن۔۔"

اس نے جیسے اس کی بات پر بہت بیزار ہو کر سر جھٹکا۔

"رابی۔۔ کم آن۔۔ تمہیں ہوا کیا ہے۔۔؟ اس طرح کیوں بی ہیو کر رہی ہو یار۔۔؟ اس میں اتنا جذباتی ہونے والی کونسی بات ہے ہاں۔۔؟ مجھے لگا تمہیں اندازہ ہو گا کہ سب تمہارے بارے میں کیا سوچتے ہیں لیکن تم تو بالکل ہی بیوقوف ہو۔۔ کیا تمہیں واقعی نہیں پتہ کہ سب تمہارے اس۔۔"

حقارت سے اس کے چہرے کے اطراف میں بندھے دوپٹے کی جانب اشارہ کیا۔۔

"اس دوپٹے کو کیسے دیکھتے ہیں۔۔؟"

اس سے اپنے قدموں پر کھڑا ہونا مشکل ہو رہا تھا۔ لیکن پھر بھی وہ جم کر کھڑی رہی۔۔ یہ وقت پیٹھ دکھا کر بھاگنے کا نہیں تھا۔۔ وہ وقت آ گیا تھا کہ جب وہ اپنے ایمان کا ذکر دن کی روشنی میں کر دیتی۔

"مجھے کسی کی بھی پرواہ نہیں ہے۔۔"

"واٹ۔۔"!!

وہ جیسے اس کے جواب پر بھک سے اڑا۔۔

"دماغ تو خراب نہیں ہو گیا تمہارا۔۔! ایک کپڑے کے ٹکڑے کے لیئے اب تم اپنے رشتوں کو خراب کرو گی۔۔"!

"یہ صرف کپڑے کا ایک ٹکڑا نہیں ہے ارحم۔۔ یہ میرے رب کے حکم کا حصہ ہے اور آپ اسے ذلیل ہر گز بھی نہیں کر سکتے۔۔"

"نکل آؤ اس اونٹوں کے زمانے سے بی بی۔۔ یہاں پر اب دنیا بہت بدل گئی ہے۔۔"

"دنیا بدل گئی ہے لیکن قرآن نہیں بدلا۔۔"۔

پتہ نہیں یوں دوبدو جواب دینے کی ہمت اس میں کہاں سے آ گئی تھی۔۔ شاید یہ ہمت اس پر آسمان سے اتر رہی تھی۔ ہاں۔۔ کوئی تھا جو اس کی پشت پناہی کر رہا تھا۔۔ وہ اسے یوں منجدھار میں چھوڑنے والا نہیں تھا۔۔

"تو تم اپنا یہ دوپٹہ نہیں چھوڑو گی۔۔؟"

اس نے جیسے حتمی سوال کیا تھا۔

"ضرور چھوڑ دیتی میں اپنا حجاب۔ ضرور۔۔ اگر جو میں نے اسے آپ کے لیے اپنے سر پر لپیٹا ہوتا تو میں اسے ضرور چھوڑ دیتی ارحم لیکن یہ حجاب میں نے آپ کے لیے نہیں لیا۔۔ اور جس کے لیے لیا ہے اس کا حکم میرے ہر جواز، ہر تاویل اور ہر عذر سے بڑا ہے۔۔ میں اس حجاب کو نہیں چھوڑونگی۔۔ کبھی بھی نہیں چھوڑونگی۔۔"!

ایک پل کو ارحم نے اسے افسوس سے دیکھا تھا۔۔

"میری سوچ سے بھی زیادہ بیوقوف لڑکی ہو تم رابیل۔۔"

"جی میں بہت بیوقوف ہوں۔ عرب کے صحرا میں اسلام کی راہ پر چلنے والوں کو بھی ان کے اپنے بہت بیوقوف کہا کرتے تھے۔ طنز و تحقیر کے تیر ان کی ذات تک میں گاڑ دیا کرتے تھے وہ۔ لیکن انہوں نے اپنی روش ترک نہیں کی۔ میں بھی اپنی روش ترک نہیں کرونگی۔ کہتی رہے۔۔ ساری دنیا کہتی رہے مجھے بیوقوف۔۔ لیکن جو اللہ کے نزدیک عزت دار ہے اسے یہ دنیا بے عزت نہیں کر سکتی۔ میں اپنا حجاب نہیں چھوڑونگی۔ یہ بات آپ بھی سمجھ لیں اور اس خاندان کے ہر فرد کو بھی سمجھا دیں۔"

"یہی۔۔۔ اسی وجہ سے زہر لگتے ہیں مجھے یہ مدرسے۔ ذرا لحظہ بھر کو رک کر اپنے آپ کو آئینے میں دیکھو، اپنے رویے کو دیکھو۔۔ کہیں سے بھی پڑھی لکھی اور اکیسویں صدی کی لڑکی نہیں لگ رہی ہو تم۔۔ ان مدرسے والوں نے تمہاری سوچ کو اتنا چھوٹا کر دیا ہے کہ اب کسی جدت کی گنجائش ہی نہیں رہی۔ میں تمہیں کتنا بھی سمجھا لوں لیکن اب تم نہیں مانو گی کیونکہ تمہاری برین واشنگ کی گئی ہے۔۔ تمہیں انتہا پسند بنایا جا رہا ہے رابیل۔۔ اٹھو۔۔ جاگو۔۔ تم ایسی نہیں تھیں پہلے۔۔"

وہ بے یقینی کے ساتھ ساتھ گہرے دکھ کے زیر اثر اسے دیکھ رہی تھی۔ قرآن پڑھانے والوں کے بارے میں ارحم کے خیالات سن کر اس کا دماغ بھک سے اڑا تھا۔وہ کیا سوچتا رہا تھا اس کے بارے میں اب تک۔۔

"آپ کو تھوڑی سی حیا کرنی چاہیئے قرآن پڑھانے والوں کے بارے میں ایسی باتیں کرتے ہوئے۔"

"کیا۔۔!!اب تم ان سو کالڈ لوگوں کے لیئے مجھے شرم دلاؤ گی۔۔"!!

وہ یکدم ہی ہتھے سے اکھڑ گیا تھا۔رابیل نے آنسو رگڑے اور ایک لمحے کو افسوس سے اس کی جانب دیکھا۔۔

"جب تم حیا نہ کرو تو جو چاہے کرو۔۔"

اتنا کہا اور اس کے کمرے سے بھاگتی ہوئی نکلی۔ آنسو بھل بھل پھسلتے اس کے دوپٹے میں جذب ہو رہے تھے اور وہ ہانپتی کانپتی زینے اتر رہی تھی۔یکایک کسی سے بری طرح ٹکرائی۔معاذ جو کوفت سے ابھی کچھ کہنے ہی لگا تھا اسے دیکھ کر یکدم رکا۔۔وہ رو رہی تھی۔۔پلکوں پر اس قدر پانی لدا تھا کہ حد نہیں۔۔

"رابیل!!!!کیا ہوا ہے۔؟"

اس نے حیران ہو کر پوچھا تھا مگر وہ جواب دیے بغیر ہی اپنے کمرے کی جانب بھاگ آئی۔اس کا دل ڈوب ڈوب کر ابھرنے لگا تھا۔۔اور کسی انجانے سے خوف کے زیر اثر اس کا وجود سن پڑنے لگا تھا۔۔معاذ نے لمحے بھر کو پلٹ کر اس کے کمرے کی جانب دیکھا اور پھر لاعلمی کے باعث کندھے جھٹکتا اپنے کمرے کی جانب چلا آیا۔۔وہ اب تک دروازے سے لگ کر بیٹھی رو رہی تھی۔اس نے سن رکھا کہ تھا امیدیں انسان کو سب سے گہرے زخم دیا کرتی تھیں اور اس نے یہ آج دیکھ بھی لیا تھا۔جس قدر امیدیں اس نے ارحم سے وابستہ کی تھیں اسی قدر اس نے بے رحمی

کے چند جملوں میں اس کی امیدوں کو توڑ کر رکھ دیا تھا۔ وہ دروازے سے لگی گھٹ گھٹ کر رونے لگی۔ سب کچھ بگڑ رہا تھا۔ سب کچھ بگڑتا جارہا تھا۔۔ وہ ٹوٹ رہی تھی۔۔ وہ اس سب کو سنبھالتے سنبھالتے اب کے ہلکان ہونے لگی تھی۔۔ اسٹڈی ٹیبل پر رکھی کتاب صبح کی روشنی میں لمحے بھر کو چمک کر ماند ہوئی۔۔

"اور لوگ کیا سمجھتے ہیں کہ وہ ایمان لے آئیں گے اور آزمائے نہ جائیں گے۔۔۔"!!

اس نے حد درجہ بڑھتی بیزاریت کو نظرانداز کیا اور تارکول کی سڑک پر آہستہ آہستہ قدم اٹھانے لگا۔ کندھے پر ٹنگا دستی بیگ اور ہاتھ ٹھنڈ کے باعث جیب میں اڑسے وہ تقریباً رینگتے ہوئے آگے بڑھ رہا تھا۔ تارکول کی سیاہ سڑک بے حد صاف ستھری تھی۔ شفاف سڑک کے اطراف میں قطار در قطار سبز بیلوں سے ڈھکے بنگلے بنے ہوئے تھے۔ اس نے ایک پل کو رک کر عابد چچا کے بنگلے کو دیکھا اور پھر کچھ سوچ کر نگاہ زاہد چچا کے بنگلے کی جانب گھمائی۔ دونوں گھر آمنے سامنے مضبوطی سے کھڑے تھے۔ یوں لگتا تھا گویا اس کی اینٹ اینٹ میں محبت اور یگانگت کا رنگ بھرا گیا ہو۔ گہرا سانس لے کر اس نے قدم عابد چچا کے گھر کے اندرونی گیٹ کی جانب بڑھائے اور بنا کوئی تاثر دیئے گردن جھکائے جیبوں میں ہاتھ ڈالے آگے بڑھنے لگا۔ داخلی دروازے کے پار بس ایک لمحے کو رکا تھا وہ۔۔ پھر دروازہ دھکیلتا اندر داخل ہوا تو دیکھا سارا گھر خالی پڑا ہے۔ سنسان۔۔ یخ سا۔۔

اس نے آنکھیں سکیڑ کر یہاں وہاں نگاہ گھمائی اور پھر محتاط قدم اٹھاتا آگے بڑھ آیا۔ اسی پہر زینوں کے اس پار سے کسی کمرے کا دروازہ کھلا تو وہ اس طرف کو پلٹا۔ دو سجی سنوری سی خواتین کمرے سے نکل رہی تھیں۔ اسے دیکھ

کر لمحے بھر کو ٹھٹکیں اور پھر اگلے ہی پل سنبھل بھی گ ئی یں۔ اس کی نگاہوں سے ان کا ٹھٹک کر سنبھلنا مخفی نہیں رہا تھا۔ بلکہ اس کی نگاہوں سے کبھی کچھ مخفی رہا ہی کب تھا۔ انسانوں کے رویے تو بالکل بھی نہیں۔

"اسلام علیکم۔۔"

اس نے بادل نخواستہ سلام کر ہی لیا۔ جیب سے ہاتھ نکال کر یوں ہی گردن کے پیچھے پھیرا۔ اف اسے نفرت تھی اس گھر میں آنے سے۔

"وعلیکم سلام۔۔ ارے معاذ بیٹا وہاں کیوں کھڑے ہو۔۔ یہاں آؤ ناں۔ بیٹھو آ کر۔۔"

صاف ظاہر تھا کہ وہ اسے دیکھ کر لمحے کے ہزارویں حصے میں چونکی تھیں۔ شاید وہ اس کی توقع نہیں کر رہی تھیں اس شادی کے موقع پر۔ ان کا ہاتھ کندھے پر ٹکے دوپٹے کو بار بار چھو رہا تھا۔ اس نے گہرا سانس لے کر قدم ان کے پیچھے بڑھائے۔ صائمہ پھپھو بھی انہی کے ساتھ لاؤنج کی جانب بڑھنے لگی تھی۔۔

"کیسے ہو۔۔؟ اور بھائی جان کیسے ہیں۔۔؟ طبیعت ٹھیک رہتی ہے ان کی۔۔؟"

صائمہ کے پوچھنے پر اس نے محض سر ہلا کر مختصر لفظوں کا چناؤ کیا تھا۔۔

"میں ٹھیک۔۔ اور بابا بھی ٹھیک ہیں۔۔"

پھر صوفے پر بیٹھ کر کندھے پر ٹنگا بیگ برابر میں رکھا اور ماتھے پر بکھرے بالوں کو انگلیاں چلا کر پیچھے کیا۔ وہ بلاشبہ بہت وجیہہ تھا۔ کم گو اور خاموش سا وجیہہ۔۔

”آرہے تھے تو بھائی صاحب کو بھی لے آتے۔ درمیان کا کانٹا تو نکل ہی گیا ہے۔ پھر کیوں بھائی صاحب اب تک یاد کی قبر پر بیٹھے پھول نچھاور کر رہے ہیں۔۔؟“

صائمہ کی طنزیہ ٹون حسبِ سابق شروع ہو چکی تھی۔ اس نے ایک نگاہ اٹھا کر انہیں دیکھا۔۔ لمحے بھر کے لیئے سرمئی ارتکاز میں کچھ ابھرا تھا۔۔ کچھ گلابی سا۔

”بابا کو کہا بھی ہے کہ یاد کی قبر کو ڈھادیں۔ مگر پھپھو کس بنیاد پر۔ زندہ رشتے بھی تو کھوکھلی عمارتوں سے کم نہیں۔ زندہ رہنے کے لیئے یاد کی قبر پر تو پھول نچھاور کرنے ہی پڑتے ہیں۔۔“

کیا جواب دیا تھا اس نے۔ سرمئی سے ٹرٹیل نیک سوئیٹر پر سیاہ جیکٹ پہنے۔ وہ اپنے حلیے کی طرح ہی تھا۔ لاپرواہ، بیزار اور ذرا اکھڑا اکھڑا سا۔۔ صائمہ لمحے بھر کو اس کے براہ راست جواب پر گڑبڑائی تھیں مگر اگلے ہی پل سنبھل بھی گئیں۔ ان کے سامنے ان کا ارحم نہیں بیٹھا تھا۔۔ ان کے سامنے معاذ بیٹھا تھا۔۔ ساتھ بیٹھیں رامین بھی لمحے بھر کو اس کے جواب پر ساکت ہوئی تھیں۔ مگر وہ ویسے ہی بیٹھا رہا۔ ڈھٹائی کے ساتھ اپنے جملے کا اثر لیئے بغیر۔۔

”آ۔۔ بیٹا کیا لو گے۔۔ چائے کافی۔۔ یا پھر کھانا لگوادوں۔۔؟“

رامین نے جلدی سے اس کے جملے کا اثر زائل کرنے کے لیئے عجلت میں کہا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔۔

”نہیں مامی۔ بھوک نہیں۔۔ میں کھا کر ہی آیا ہوں گھر سے۔۔“

اسی پل لاؤنج میں کوئی سیاہ حجاب اوڑھے لڑکی داخل ہوئی تو وہ اسے دیکھ کر بس ایک لمحے کو چونک سا گیا تھا۔اس نے کبھی کسی کو خاندان بھر میں یوں سر پر حجاب لپیٹے نہیں دیکھا تھا سوائے۔۔ہاں ایک پل کو اس کی سرمئی آنکھوں کے پار کسی کا آنچل چمکا۔۔ سوائے اپنی ماں کے۔۔وہ اسے حجاب میں بہت خوبصورت لگتی تھیں۔لمحے بھر کو چونک کر وہ سنبھل تو گیا مگر اس لڑکی کی بوکھلاہٹ اس کی نگاہ سے چھپی ہوئی نہ رہ سکی۔وہ شاید حال ہی میں حجاب لینے لگی تھی اسی لیے اپنے سر پر لپیٹے دوپٹے کو لے کر نروس تھی۔اس نے بغور اسے دیکھا۔صائمہ پھپھو کے سوالات پر اس کے اطوار دیکھ کر ایک پل کو اسے اس لڑکی پر غصہ بھی آیا تھا۔وہ کیوں گڑبڑا رہی تھی۔کیا اسے جواب دینا نہیں آتا۔۔یا شاید اسے کسی نے "نہیں" بولنا نہیں سکھایا تھا۔پھپھو کے کڑوے سوالات پر وہ بلاوجہ کی وضاحتیں دے کر خود کو ہلکان کر رہی تھی۔اور پھر جب اس کی برداشت سے باہر ہوا تو اس نے اس لڑکی کی تھوڑی سی مدد کرنے کا سوچا۔اصل میں نہ تو اسے ارحم میں دلچسپی تھی اور نہ ہی صائمہ جیسی بناوٹی قسم کی عورت میں۔۔لیکن پھر بھی اسے پتہ تھا کہ لوگوں کو لفظوں سے کیسے گھیرتے ہیں۔اور صائمہ جیسی عورتوں کی خصلت سے تو وہ بخوبی واقف تھا۔ایک عرصے تک انہوں نے اپنے شوہر کی تعریفوں میں زمین و آسمان کے قلابے ملائے ہونگے اور شوہر کی عمر نکل جانے کے بعد اب وہ یقیناً اپنے اس سپوت پر فخر کیا کرتی ہونگی۔۔اور ایک تو ان کا وہ بیٹا۔۔اسے ویسے بھی بلاوجہ کی بحثیں کرنے والے اور لمبی لمبی باتیں کرنے والے لوگ نہیں پسند تھے۔جبکہ ارحم نے تو خاص کرماں سے میٹھی زبان اور کڑوے ذائقے مستعار لیے تھے۔۔اسے یہ لوگ قطعاً نہیں پسند تھے۔۔ہرگز بھی نہیں۔ایک پل کو اس نے رک کر سوچا اور پھر اگلے ہی لمحے اب وہ پھپھو سے ارحم کے بارے میں باتیں کر رہا تھا۔

یہ لڑکی۔۔ ایک تو پتہ نہیں اس کا نام کیا تھا۔۔ اگر جو یہ سمجھدار ہوئی تو جلد ہی یہاں سے اٹھ جائے گی اور اور۔۔ وہ واقعی وہاں سے اٹھ گ ئی۔ اس کے جاتے ہی وہ اپنے خول میں سمٹا تو پھپھو نے بھی اٹھ کر باہر کی راہ لی جبکہ رامین اب اسے اپنا کمرہ دکھا رہی تھیں جہاں وہ اگلے تین چار دن تک رہنے والا تھا۔

ڈھولکی کے فنکشن کے لی ئے کمرے سے باہر نکلتے ہوئے اب کہ وہ کرتے شلوار میں ملبوس تھا۔ تازہ دھلے بالوں کو کنگھے سے پیچھے جمائے وہ جیسے ہی آگے بڑھنے لگا لمحے بھر کو ٹھہر گیا۔ نگاہیں سکڑ گ ئی یں۔۔ کیا اس نے ابھی ابھی کسی کی سسکیاں سنی تھیں۔ اور پھر اگلے ہی لمحے اسے سمجھ بھی آ گیا کہ آواز کہاں سے آ رہی تھی اور کس کی آ رہی تھی۔ وہ لڑکی۔۔ رابیل نام تھا شاید اس کا۔۔ صائمہ اسے اسی نام سے بلا رہی تھیں۔۔ وہ لڑکی رو رہی تھی۔ یقیناً کسی نے لفظوں یا نظروں سے اسے تکلیف پہنچائی تھی اور اب وہ سورہ مومنون کی آخری آیات پڑھتے ہوئے بلک رہی تھی۔ اس نے گہرا سانس لیا اور قدم باہر کی جانب بڑھا دی ئے۔ اسے پتہ تھا کہ رابیل کو اس کے دلاسے کی ضرورت نہیں ہے۔ اسے جہاں سے دلاسا دیا جا رہا تھا اس مقابلے پر کوئی نہیں جا سکتا تھا۔۔ اگلے دن جب وہ اپنے کمرے سے باہر نکل رہا تھا تو اس لڑکی کو دیکھ کر ایک پل کے لی ئے ٹھٹک سا گیا۔ وہ سیاہ حجاب میں اس گھرانے سے، بلکہ اس دنیا اور اس دنیا کی ہر شے سے زیادہ معتبر اور پاکیزہ لگ رہی تھی۔ کیا کسی نے کبھی اس کو بتایا کہ وہ اس حجاب میں کتنی اچھی لگتی ہے۔ لیکن پھر اگلے ہی لمحے وہ اسے دیکھتا پا کر منہ میں کچھ بڑبڑاتی وہاں سے چلی گ ئی تو معاذ بھی

جیسے ہوش میں آیا۔۔ خجل ہو کر بال کھجائے۔۔ حد ہے ویسے۔ خود کو لتاڑ تا باہر کی جانب بڑھنے لگا۔۔ لیکن کچھ تھا جو اسے بار بار اس لڑکی کی جانب لے کر جاتا تھا۔۔ وہ کسی کی یاد کی تازہ قبر تھی جو اس تک اسے لے کر جا رہی تھی۔۔

رات بھر کی بے خوابی اور پھر گھر میں مچے شور ہنگامے کے باعث اس کا سارا جسم دکھ رہا تھا۔ سر کے پچھلے حصے میں درد کی ٹیسیں اٹھ رہی تھیں اور دل پر بے تحاشہ بوجھ دھرا تھا لیکن وہ پھر بھی آج مدرسہ چلی آئی تھی۔ کیا ہوا جو وہ پڑھ نہیں پائے گی۔۔ وہ یہاں سننے آئی تھی۔ وہ یہاں اللہ کی بات سننے آیا کرتی تھی۔ اور اس قرآن سے زیادہ اچھی بات اور کیا ہو سکتی تھی۔

بھاری دل اور متورم آنکھیں لی ئے وہ سفید بے داغ سی چادر پر بہت سی لڑکیوں کے ساتھ دوزانوں ہو کر بیٹھی تھی۔ سامنے بنے اسٹیج پر میڈم صباحت اپنے آج کے درس کا آغاز کر رہی تھیں۔ آج جمعہ تھا اور درس کے لی ئے سورہ کہف مختص کی گ ئی تھی۔

اس نے بھی سفید جلد والا قرآن کھول کر سامنے رکھا۔ میڈم کی نرم مگر سنجیدہ آواز ساری فضا میں ترنم گھولنے لگی۔ اس کے کندھوں سے بھی بوجھ اترنے لگا۔ دل ہلکا ہونے لگا۔۔

"کیا لگتا ہے کیوں ہر جمعے کو سورہ کہف پڑھنے کا حکم دیا گیا ہے؟"

وہ نرم آواز میں پوچھ رہی تھیں۔۔

”آپ لوگ پڑھ چکے ہیں اس سورت کو۔۔ کیا لگتا ہے آپ کو۔۔؟ کیوں ہر ہفتے اسے دہرانے کا کہا گیا ہے۔۔؟ کوئی وجہ سمجھ آتی ہے آپ لوگوں کو۔۔؟“

کلاس میں گہرا سکوت چھایا تھا۔

”سب سے پہلے کونسا واقعہ ہے اس سورت میں۔۔؟“

”اصحابِ کہف کا۔۔“

جواب ابھرا۔۔

”ہوں۔۔ کیا واقعہ تھا۔۔؟ ایسا کیا ہوا تھا کہ نوجوان غار میں چھپ گ ۓ تھے۔۔؟“

”اپنے دین کو بچانے کے لی ۓ۔۔“

رابیل نے جواب دیا۔۔

”شاباش۔۔ دین کو بچانے کے لی ۓ غار میں چھپنا ضروری تھا۔۔؟“

پھر استفسار کیا گیا۔۔

”جی کیونکہ ان کو قتل کرنے کا حکم دیا گیا تھا۔ نوجوانوں کو اندیشہ تھا کہ کہیں سخت سزاؤں کے باعث وہ اپنا ایمان نہ چھوڑ بیٹھیں۔۔“

ایک اور طالبہ نے جواب دیا۔۔

”سب نوجوان اعلیٰ خاندانوں سے تعلق رکھنے والے تھے، بہت امیر گھرانے سے تھے سب نوجوان۔ دنیا کی ہر آسائش موجود تھی ان کے پاس۔ سب سے بڑی بات جوانی تھی، خوبصورتی تھی، پھر کس چیز نے انہیں یہ سب چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔۔؟ سب شرک کر رہے تھے، سارا خاندان، بلکہ سب علاقے والے عیش کی زندگی گزار رہے تھے۔ انہیں کیا پڑی تھی غار میں جا کر چھپنے کی۔۔۔؟“

”توحید کی وجہ سے۔۔“

ایک طالبہ کے جواب پر میڈم صباحت مسکرائی تھیں۔۔

”توحید پرست تو ہم بھی ہیں، اللہ کو ایک ماننے کا دعویٰ تو ہم بھی کرتے ہیں، دین کی راہ پر تو ہم بھی چلنے کی کوشش کر رہے ہیں، پھر ہمارے گھر اور خاندان والوں کی مخالفت پر ہمارا جواب ایسا کیوں نہیں ہوتا۔۔؟ ہم کیوں ان کے رد عمل سے متاثر ہو کر اپنا دین اٹھا کر ایک کونے میں رکھ دیتے ہیں۔۔؟ ہم کیوں اپنے دین کو بچانے کے لیے کسی غار میں نہیں جا چھپتے۔۔؟ جہاں ہمارا دین محفوظ ہو۔۔ جہاں ہم امن سے رہیں۔۔“

پوری کلاس دم سادھے بیٹھی تھی۔ رابیل یک ٹک میڈم صباحت کو تک رہی تھی۔۔

”یاد رکھیے گا بیٹے، جو اللہ کے لیے اپنا سب کچھ چھوڑ دیتے ہیں، انہیں اللہ غار میں تنہا نہیں کرتے، انہیں غار میں پر سکون نیند دی جاتی ہے، ان پر سکینت نازل کی جاتی ہے، ان کے لیے خوفناک ”کہف“ کو پر سکون بنا دیا جاتا ہے۔ یہ اللہ کی رحمت ہے۔ جو اسے جانتا ہے وہ اسے جانتا ہے اور جو اسے نہیں جانتا وہ اسے نہیں جانتا۔۔“

”مگر آج کے دور میں غار کہاں۔۔؟“

اس سوال پر میڈم صباحت نرمی سے مسکرائی تھیں۔۔

”ہر دور میں اللہ کے بندوں کے لیۓ ایسی پناہ گاہیں موجود ہوتی ہیں، ایسے غار موجود ہوتے ہیں جہاں جا کر وہ اپنا ایمان بچا سکیں۔“

ان کی نرم آواز میں جانے کیوں بہت ہلکی سی اداسی گھلنے لگی تھی۔ اور رابیل۔۔ہاں رابیل اس اداسی کو سمجھ سکتی تھی۔۔

”جہاں وہ خود کو جہنم کی آگ سے محفوظ رکھ سکیں، مگر اس سے پہلے انسان کو اپنے ایمان کے لیۓ اسٹینڈ لینا چاہیۓ، اس پر ڈٹ جانا چاہیۓ، خواہ حالات کیسے ہی ہوں، آپ کا خاندان آپ کا دشمن بن گیا ہو، لوگ آپ کو بری نگاہوں سے دیکھتے ہوں، آپ پر طنز کے تیر چلاتے ہوں، آپ بس اپنا سارا سکون، ساری راحت اللہ کے لیۓ قربان کر کے کسی غار میں پناہ لے لیں۔۔ پھر اس غار میں آپ کی حفاظت اللہ کے ذمے ہے۔۔“

پورے راستے وہ گم صم تھی۔ یہ ”کہف“ والا واقعہ اسے پہلے اس طرح سے کیوں سمجھ نہیں آیا۔۔؟ وہ اللہ کے لیۓ سب قربان کر رہی تھی تو کیا اللہ اس کا محافظ نہ ہوتا۔۔! کیا وہ ”کہف“ والوں کا محافظ نہ تھا۔۔! وہ بھی تو اب کہف والوں میں شامل ہو گئی تھی۔ وہ بھی تو اپنا ایمان، اپنا دین اور اپنی حیا بچانے کے لیۓ لڑ رہی تھی۔ اس نے بھی تو طنز و حقارت کی بہت سی نگاہوں کو خود میں کھبتے محسوس کیا تھا۔

مسلسل بہتی آنکھوں کو اس نے ہتھیلیوں سے رگڑ کر صاف کیا۔ گھر میں داخل ہوئی تو مغرب کا جامنی سا اندھیرا پھیلنے لگا۔ اس نے بے یقینی سے لان کی دوسری جانب دیکھا تھا۔ بلند آواز سے بجتا میوزک اور دھنوں پر ناچتے اس

کے کزنز۔۔اس کا دل خوف سے باہر آنے لگا۔وہ نظریں چراتی اپنے کمرے میں چلی آئی۔اور کمرہ۔۔ہاں یہ اس کا اپنا کمرہ اسے کسی قدیم غار سے کم نہ لگا۔انہی غاروں کی طرح پر سکون، خاموش اور سکینت والا۔۔لمحے بھر کو اس نے اپنا سراپا سنگھار آئی ینے میں دیکھا۔عبائے سے ڈھکا اس کا وجود پر سکون دکھتا تھا۔۔آہستگی سے چہرے کے گرد بندھے حجاب کو اس نے کھولا اور پھر مغرب کی نماز کا وضو بناتی کمرے میں چلی آئی۔جائے نماز ڈال کر نماز ادا کی، نماز سے فارغ ہو کر اپنے بیڈ پر آئی اور قدیم غار والوں کی طرح اس کی پلکیں بھی نیند سے بوجھل ہونے لگیں۔۔

اور پھر کچھ ہی دیر بعد اسے نیند نے آلیا۔۔

"رابیل۔۔"

کسی کی نرم انگلیاں اس کے بالوں میں چل رہی تھیں۔بے اختیار اس کی آنکھ کھلی۔۔

"آٹھ بج گ ئے ہیں۔۔"

وہ ایک دم اٹھی۔۔میں اتنی دیر سوتی رہی۔۔یا خدایا۔۔

"کب سوئی تھیں تم۔۔؟"

یومًا او بعد یوم۔۔

(ایک دن یا پھر دن کا کچھ حصہ) سورہ کہف

اس کی بڑبڑاہٹ پر رامین نے نا سمجھی سے اسے دیکھا۔۔

”وہ کچھ نہیں ماں۔بس ایسا لگا کہ ابھی ابھی سوئی ہوں۔۔“

اس نے آنکھیں مسلی تھیں۔رامین سیدھی ہو بیٹھیں۔۔

”آج مہندی ہے بیٹا اقبال کی۔۔تم چلو گی ناں۔۔“

آنکھوں کو مسلتی اس کی انگلیاں بے ساختہ ساکت ہوئی تھیں۔ڈھلتی مغرب میں اس نے ایک عہد لیا تھا۔اپنے ایمان کو بچانے کا عہد۔۔وہ اب اسے نہیں توڑ سکتی تھی۔۔

”میں نہیں جاؤنگی۔۔“

اس نے مضبوط لہجے میں کہہ کر گویا بات ہی ختم کر دی۔۔

”تمہاری زندگی بہت مشکل ہو جائے گی رابیل۔“

”آسان تو ابھی بھی نہیں ہے ماں۔تھوڑی اور مشکل ہو جائے گی تو کیا فرق پڑ جائے گا۔۔؟“

”مگر پھر بھی۔۔تمہاری پھپھو نے آج بہت تاکید سے کہا ہے کہ تمہیں تیار کروں،انہیں آج کچھ مہمانوں سے ملوانا ہے تمہیں۔ارحم کی منگیتر کی حیثیت سے۔۔“

اس کا دل ایک پل کو ڈوب کر ابھرا تھا۔۔

”میں نہیں جاسکتی پھر بھی۔میں نے کچھ وعدے کیئے ہیں خود سے ماں،کچھ عہد باندھے ہیں،میرے کچھ اسٹینڈرڈز ہیں۔میں ہر جگہ منہ اٹھا کر نہیں جاسکتی۔۔“

”لیکن تمہاری پھپھو۔۔۔“

”انہیں میں خود جواب دے دونگی۔“

اس نے بستر سے پیر نکالے اور بالوں کو جوڑے میں لپیٹنے لگی۔ یہ جیسے پیغام تھا کہ اب وہ دوبارہ اس موضوع پر بات نہیں کرے گی۔۔

”چلو ٹھیک ہے۔۔ تم باہر آکر کھانا کھالو۔۔ مجھے پھر تیار بھی ہونا ہے مہندی کے لیئے۔۔“

اس نے اثبات میں سر ہلایا اور دوپٹہ سر پر لپیٹ کر ان کے ساتھ ہی باہر نکلی۔ باہر تو گویا رنگ و بو کا سیلاب اُمڈ آیا تھا۔ ہر جانب کھنکتے قہقہے اور مہکتے وجود زرق برق ملبوسات میں لہرا رہے تھے۔ اس نے ایک پل کو سب کزنز کی تیاری دیکھی اور پھر زیرِ لب مسکراتی ہوئی کچن کی سمت بڑھ آئی۔ کچن میں عجیب قسم کا پھیلاوا پھیلا ہوا تھا۔ شادی کے گھر میں اکثر اسی طرح کا ماحول ہوا کرتا ہے سو ان کا گھر بھی ان گھرانوں سے مختلف نہیں تھا۔ اس نے آگے بڑھ کر فریج میں سالن تلاشا لیکن آلو گوشت کو دیکھ کر اس کا منہ بن گیا۔ اسے آلو گوشت بالکل بھی نہیں پسند تھا۔ ایک نگاہ پلٹ کر کچن کے دروازے پر ڈالی۔۔ سوچا امین کو بلالائے لیکن ابھی وہ مصروف ہونگی مہمانوں کے ساتھ اسے کیا بنا کر دینگی۔ اس نے بے دلی سے گہرا سانس لیا اور جیسے ہی باہر لاؤنج میں آئی پھپھو کی نگاہ اس پر پڑی۔ ان کے ساتھ ہی ارحم بھی کھڑا تھا۔ سفید کرتا شلوار میں ملبوس۔۔ ہمیشہ کی طرح دل موہ لینے والا۔

انہیں دیکھ کر وہ بمشکل مسکرائی تھی۔۔ اف رابیل نارمل ایکٹ کرو۔

خود کو گھر کا۔ لیکن کچھ لوگوں کے رویے دیکھ کر وہ نارمل نہیں رہ سکتی تھی۔ اور ان کچھ لوگوں میں پھپھو سرِ فہرست تھیں۔ وہ اس کے ساتھ بہت اچھے سے بات کرتی تھیں، انتہائی نرمی سے۔۔ لیکن ان کی ذات کا کھردرا پن پھر بھی

رابیل کو محسوس ہوتا تھا۔ اف۔۔ اسے نفرت تھی اس قدر حساس ہونے سے۔۔ کاش وہ بھی ردا اور شزا کی طرح مزے سے کسی بھی بات کا اثر لیے بغیر اپنے کام کر پاتی۔ لیکن اسے ہمیشہ خود سے زیادہ لوگوں کی فکر تھی۔ لوگ کیا کہیں گے، ان کا رد عمل کیا ہوگا، اور کہیں وہ اسے اپنے لفظوں سے تکلیف تو نہیں پہنچا دیں گے۔۔ اسے ہمیشہ انہی باتوں کا غم کھاتا رہتا تھا۔ کیونکہ وہ جانتی تھی۔۔ اسے پتہ تھا کہ وہ لوگوں کی تکلیف دہ باتوں سے بہت بری طرح ہرٹ ہوتی ہے۔ اتنی بری طرح کے پھر اسے سنبھلنے میں بھی کئی دن لگ جایا کرتے تھے۔

”تم تیار نہیں ہوئی ابھی تک۔۔؟“

پھپھو نے قریب آکر اس سے پوچھا تو اس کے حلق میں یکدم ہی کچھ اٹکا۔ ابھی تو ماں کو کہہ دیا تھا کہ وہ انہیں جواب دے دے گی لیکن انہیں جواب دینا اتنا آسان نہیں تھا۔ وہ بہت منجھی ہوئی خاتون تھیں۔۔

”وہ پھپھو۔۔ میں۔۔“

”کیا وہ میں۔۔؟ ابھی جا کر چینج کرو اور یہ اس طرح کا سوکھا منہ لے کر ہرگز بھی نہیں چلنا وہاں۔ ارحم کے کچھ دوستوں سے ملوانا ہے تمہیں ٹھیک طرح سے تیار ہو کر آنا باہر کمرے سے۔۔“

اس نے ایک لمحے کو رک کر بے یقینی سے ان کی جانب دیکھا تھا۔ ارحم کے دوست۔۔!! کیا وہ اسے ارحم کے دوستوں سے ملوانے کا کہہ رہی تھیں۔ لیکن ارحم کے دوستوں سے اس کا کیا تعلق۔۔؟ وہ کیوں اسے ان سے ملوا رہی ہیں۔۔

”پھپھو۔۔ لیکن وہ ارحم کے دوست ہیں، میرا نہیں خیال کے مجھے ان سے ملنا چاہیئے، یہ درست نہیں ہے بلکہ یہ تو اسلام می۔۔۔“

”چپ کرو لڑکی۔۔“

طیش میں آکر وہ اتنی بلند آواز سے بولی تھیں کہ لمحے بھر کو لاؤنج میں سناٹا چھا گیا۔ سب اپنے کاموں سے رک رک کر اس کی جانب دیکھنے لگے تھے۔ اس کے ٹانگیں بے ساختہ لرزنے لگیں، لب خشک ہوگئے اور نگاہیں دھندلا گئی ہیں۔۔

”پھ۔۔ پھپھو میں۔۔“

”میں نے کہا کہ مجھے مزید اب کوئی بحث نہیں سننی۔۔! ابھی کہ ابھی جاؤ اور اپنا یہ دوپٹہ ہٹاؤ سر سے۔ جب سے آئی ہوں تب سے تمہاری یہ بکواس سن رہی ہوں میں۔ نہ تمہیں بڑوں کی تمیز ہے اور نہ ہی رشتوں کا لحاظ ہے۔ مجھے تو مجھے تم نے تو اپنے منگیتر کو نہیں بخشا۔۔! غضب خدا کا۔۔ لڑکیاں تو اپنے ہونے والے شوہروں کو خوش کرنے کے لیئے پاپڑ بیلتی ہیں اور ایک یہ محترمہ ہے۔ جن کے اسلام کا ڈھکوسلہ ہی ختم نہیں ہو رہا۔۔۔“

چھن چھن۔۔ سب کچھ اس کے اندر ٹوٹ کر بکھرتا جا رہا تھا اور وہ اس کے ٹوٹنے کی آواز بخوبی سن سکتی تھی۔ آنسو بے ساختگی سے رخساروں پر پھسلتے جا رہے تھے اور سانسیں لمحہ بہ لمحہ رکنے لگی تھیں۔۔

”ابھی کہ ابھی جاؤ۔۔۔“

وہ ایک بار پھر اس پر دھاڑیں تو اس نے ایک۔۔بس ایک نظر تماشہ دیکھتے مجمعے پر ڈالی۔اس کے گھر والے، اس کی ماں اور بہنیں۔۔اس کے اپنے لوگ اس کے ساتھ نہیں کھڑے تھے۔کوئی بھی اس کے ساتھ نہیں کھڑا تھا۔وہ اس تپتے صحرا میں تنہا تھی۔اس کے آگے پیچھے کوئی نہیں تھا۔۔

"میں نے کچھ غلط نہیں کیا ہے پھپھو۔"

"کچھ غلط نہیں کیا۔۔! پچھلے تین چار دنوں سے تم اور کر کیا رہی ہو۔۔؟ جب دیکھو یا تو اپنے کمرے میں گھسی بیٹھی رہتی ہو یا پھر اس سو کالڈ مدرسہ کے کاموں میں بزی رہتی ہو۔کیا دنیاداری اس طرح سے چلتی ہے۔۔؟ کیا رشتے اس طرح سے نبھائے جاتے ہیں۔۔؟"

ہر ہر لفظ اس کے دل میں کانٹا بن کر اتر رہا تھا لیکن وہ پھر بھی کھڑی رہی۔اس کی ٹانگیں اس قدر لرز رہی تھیں لگتا تھا کہ وہ ابھی گر پڑے گی لیکن وہ نہیں گری۔اسی پل کوئی داخلی دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔دروازے کے چرچرا کر کھلنے کی آواز پر ایک لمحے کو سب نے اس جانب دیکھا تھا۔

بلیو جینز پر بھوری جیکٹ کی زپ گردن تک بند کیئے معاذ اندر داخل ہو رہا تھا۔ایک نظر لاؤنج میں کھڑے ہر ذی روح پر ڈالی۔ارحم کو دیکھ کر ایک پل کے لیئے تیوری چڑھی اور پھر۔۔ہاں پھر اس کی نگاہ اس لڑکی پر ٹک گئی جو حجاب باندھے گردن جھکا کر بے ساختہ ابلتے آنسوؤں کو قابو کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔اسے اتنی دور سے بھی نظر آ رہا تھا کہ وہ سر سے پیر تک لرز رہی ہے۔اگلے ہی لمحے اب وہ افسوس سے صائمہ کی جانب دیکھ رہا تھا۔۔

”ارحم تمہارے دوستوں کا ایکسیڈینٹ ہو گیا ہے ہائی وے پر۔ انہیں ہاسپٹل لے جایا گیا ہے۔ دراصل دو تین گاڑیوں کا ایک ساتھ ٹکراؤ ہوا ہے تو معلوم نہیں اس میں تمہارے کتنے دوستوں کی ڈیڈ باڈیز ہیں۔۔“

اندر آکر اس نے انتہائی سکون کے ساتھ گویا دھماکہ کیا تھا۔ ارحم یکدم باہر کی جانب بھاگا۔ صائمہ نے بے یقینی سے معاذ کو دیکھا۔۔

”اور پھپھو، ابھی میں زاہد چچا کے گھر ہی سے آرہا ہوں، عباد انکل کہہ رہے تھے کہ ان کے کوئی بھی کپڑے استری نہیں۔۔ میرے خیال سے آپ کو اپنی جانب توجہ ذرا کم کر کے ان کی طرف بھی دیکھنا چاہیئے۔۔ بیچارے کہاں اب اس عمر میں اپنے کپڑے استری کرتے پھریں گے۔۔“

آخر میں انتہائی سادگی سے کہا تو صائمہ کی تیوری چڑھی۔

”تم ہمارے معاملات سے دور رہو معاذ۔۔“

ان کے جوابی وار پر وہ جیسے محظوظ ہوا تھا۔ ابرو ایک لمحے کو حیرت سے اوپر اٹھے۔۔ لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ ابھری۔ اسے پرواہ نہیں تھی کہ کتنے لوگ اسے بیک وقت دیکھ رہے ہیں۔۔ لوگ دیکھتے ہیں تو دیکھتے رہیں۔۔

”رئیلی۔۔! اوکے۔۔ میں بالکل ایسا ہی کرونگا اگر جو آپ بھی لوگوں کے معاملات سے دور رہیں گی تو۔۔“

”یہ میرا اور رابیل کا مسئلہ ہے تمہیں درمیان میں آنے کی ضرورت نہیں ہے۔۔“

رابیل نے پلٹ کر اب کے معاذ کو دیکھا تھا۔ اس نے لاپرواہی سے کندھے اچکائے۔ اف آخر اتنا نڈر کیسے ہو سکتا تھا یہ انسان۔۔ اسے بے اختیار اس پر رشک آیا تھا۔

”اب آپ جا کر کپڑے استری کر دیں نہیں تو وہ واش روم میں یونہی بیٹھے رہیں گے۔۔“

اس کے جواب پر لاؤنج میں لڑکیوں کی دبی دبی سی ہنسی گونجی تو صائمہ کا وجود پل میں تپ کر بھسم ہو گیا۔ ایک کڑوی نگاہ رابیل پر ڈالی اور دوسری قہر آلود نگاہ سے معاذ کو دیکھتیں وہ باہر کی جانب بڑھیں تو یکدم جیسے لاؤنج میں زندگی لوٹ آئی۔

اس نے ہتھیلیوں سے آنسو رگڑے اور جیسے ہی پلٹنے لگی کسی کی آواز نے اس کے قدم ساکت کر دیئے۔

”کتنا کہا تھا میں نے تمہیں کہ یوں اپنے اس دوپٹے کے لیئے رشتہ خراب مت کرو لیکن رابیل تم۔۔ تم نے خاک میں ملا دی ہے اپنے باپ کی عزت۔۔ اب دیکھنا تم کہ تمہاری پھپھو کیا کرتی ہیں تمہارے ساتھ۔ خاندان بھر میں رسوا نہ کر دیا تو اپنی ماں کا نام بدل دینا تم۔“

ان کے لہجے کا افسوس سن کر اس نے انہیں روکنا چاہا لیکن وہ نہیں رکیں۔۔ آنکھوں کے کنارے سے آنسو صاف کرتیں دوپٹہ ٹھیک سے لیئے وہ بھی پھپھو کے پیچھے گئی تھیں۔ آنسو روکنے کی وجہ سے اس کا حلق اب کے دکھنے لگا تھا۔ آنکھیں ضبط کے باعث گلابی سے رنگ میں ڈھل گئی ہیں۔۔ اندر ہی اندر خوف کی کئی پرتوں نے بیک وقت جنم لیا تھا۔ کچھ ہی پل میں ہر ایک اسے اہانت اور تمسخرانہ دیکھ کر مسکراتا ہوا باہر کی جانب بڑھا تو اس سے اپنے قدموں پر کھڑا ہونا عذاب ہو گیا۔ ان چند لمحوں میں کیا کچھ نہیں سہہ لیا تھا اس نے۔۔ طنز، حقارت، تمسخر۔۔ وہ پلٹی اور کمرے کی جانب بھاگ آئی۔ اندر آ کر اس نے اپنے پیچھے دروازہ مقفل کر لیا تھا۔ بے تحاشہ کانپتے ہاتھوں کو چہرے پر رکھا۔ گرم گرم آنسو اس کی آنکھوں سے ابلنے لگے تھے۔

اِذ اَوَی الفِتیَۃُ

)اور جب پناہ لی ان نوجوانوں نے۔۔۔(

اسٹڈی ٹیبل پر رکھی کتاب کی آیتیں اب کے بھرپور انداز سے جگمگا رہی تھی۔ دروازے سے لگ کر، سر جھکائے روتی رابیل کے کانوں میں وہ مدھم، پرسکون سی آواز گونجی تھی۔

اِلَی الکَھفِ

)غار کی طرف۔۔(

اس نے لرزتے ہاتھوں سے مسلسل بہتے آنسو صاف کی ئے۔دل پر جمے زخم تکلیف دینے لگے۔ مگر پھر وہ بہتی آواز، اس کی سماعت میں اترنے لگی۔اس کا سینہ جو کہ اس قدر بے عزتی پر تنگ ہونے لگا تھا، کھلنے لگا۔

فقَالُوا

)پس انھوں نے کہا۔۔۔(

اس کے لرزتے دل کو ڈھارس سی ملی۔بل کھاتی لہروں کے درمیان اس کا ڈولتا دل سنبھلنے لگا۔کیا کہا تھا نوجوانوں نے غار میں پناہ لینے کے بعد۔۔؟ اسے سننا تھا۔۔اسے جاننا تھا کہ غار میں پناہ لینے کے بعد وہ کونسے الفاظ تھے جو ک ئی دہائی یوں پہلے دہرائے گ ئے تھے۔وہ کونسے مبارک لفظ تھے، جنہیں اللہ نے اپنی کتاب کا حصہ بنا کر صدیوں تک کے لی ئے محفوظ کر دیا تھا۔اس نے بے جان قدم اس جگمگاتی کتاب کی جانب اٹھائے۔ لیکن وہ ہاتھ بڑھا کر اس کا دروازہ نہ کھول سکی۔ وہ تو بس اس بہتی آواز کو سحر زدہ سی سنے جا رہی تھی۔۔

رَبّنَاآتِنَامِن لّدُنک رَحمَةً

)اے ہمارے رب! تو ہمیں دے اپنی طرف سے رحمت۔۔(

اس نے اس نرم، آواز کے پیچھے یہ لفظ میکانکی انداز میں دہرائے تھے۔ہاں اسے یہ لفظ دہرانے ہی تھے۔۔اسے یہ دعا غار میں پناہ لینے کے بعد اپنے رب سے مانگنی ہی تھی۔

وّھَیّئ لَنَا

)اور آسان کر دے ہمارے لیۓ۔۔۔(

اس کے لب بے آواز ہل رہے تھے۔مگر ان بے آواز ہلتے لبوں کی صدا کہیں بہت اوپر تک سنائی دینے لگی تھی۔ اس کے آس پاس رحمت کے فرشتے اکھٹے ہونے لگے۔وہ رس گھول دینے والی مدھم آواز اب تک کہیں پیچھے سے سنائی دے رہی تھی۔۔

مِن اَمرِ نَارَ شَدًا

(ہمارے کام میں بھلائی کا راستہ۔۔)سورہ کہف

اس کے دل کا ہر بوجھ سرکنے لگا تھا۔بہتی سانسوں کی روانی میں بے اختیار نمی سی گھلنے لگی۔وہ ایک بار پھر سے اس کی رحمت،اس کی محبت اور اس کے اس قدر خیال رکھنے پر رو رہی تھی۔لان میں اک بوڑھے درخت کا پتہ اسی سمے آنسو بن کر گرا۔وہ بے ساختہ بار بار اس دعا کو دہرانے لگی۔ان الفاظ کی مٹھاس آج بھی تازہ تھی۔۔ہاں آج بھی۔۔کئی صدیوں بعد بھی وہ لفظ زندگی دیا کرتے تھے۔

”اے ہمارے رب !تو دے ہمیں اپنی طرف سے رحمت اور آسان کر دے ہمارے لی ئے، ہمارے کام، بھلائی کا راستہ“

وہ اس آیت کی گردان کرتے کرتے اب کے اس تاریک، تنگ اور بھیانک غار کو روشن کرنے لگی تھی۔ اس کے سیاہ غار میں چاندنی پگھل کر گرنے لگی۔ باہر لاؤنج میں اب بہت کم لوگ تھے۔ کچھ مہندی میں جا چکے تھے، اور کچھ کی تیاریاں ابھی باقی تھیں۔ وہ ان سب سے بے نیاز مدھم آواز میں اس دعا کو پڑھے گ ئی۔ اسے اس دعا کو پڑھنا ہی تھا۔۔ کیونکہ اس غار کے باہر تو اسے اندیشہ تھا کہ وہ اپنا ایمان کھو دے گی۔ اس کا خاندان بھی عیش سے رہ رہا تھا۔۔ بھلا اسے کیا پڑی تھی اس غار میں پناہ لینے کی لیکن۔۔ لیکن وہ جانتی تھی کہ ایک دن ایسا بھی آنے والا ہے جس میں کوئی کسی کا نہیں ہو گا۔ اس دن صرف اللہ ہو گا اور انسان ہو گا۔۔ اسے اس دن کی تیاری کرنی تھی۔۔ اور اس دن کی تیاری کے لی ئے۔۔ اسے غار میں پناہ لینی ہی تھی۔۔

دور سے دیکھنے پر اب کہ بس یہی دکھائی دے رہا تھا کہ ایک لڑکی بیڈ پر گردن جھکائے بیٹھی زیر لب کچھ پڑھ رہی ہے۔ اسٹڈی ٹیبل پر رکھی کتاب جگمگا رہی ہے اور فرشتے اس غار کا احاطہ کی ئے آسمان تک پہنچ چکے ہیں۔۔ باہر کھڑے بوڑھے درخت سے پتے اب تک آنسوؤں کی صورت ٹوٹ ٹوٹ کر گر رہے تھے۔۔

اور اس رات اسے نہیں یاد کہ وہ گھر کے وسط میں بنے ٹھنڈے زینوں پر کتنی ہی دیر بیٹھی رہی۔۔زینے آدھے تاریکی میں ڈوبے ہوئے تھے اور آدھے روشن تھے۔وہ روشن حصے میں بیٹھی چہرہ گھٹنوں میں دیئے گم صم سی بیٹھی تھی۔

"تم لوگوں کو خود اتنی اجازت دیتی ہو کہ وہ آئیں اور تمہیں توڑ کر چلے جائیں۔۔"

کسی کی آواز پر اس نے ایک جھٹکے سے سر اٹھایا تھا۔زینوں کے بالکل دہانے پر وہ ابھی تک بھوری جیکٹ کو گردن تک بند کیئے کھڑا تھا۔

"لوگوں کو ہر وقت اپنے اعمال کی وضاحت نہیں دیا کرتے۔وہ پوچھیں تب بھی نہیں۔ہاں یہ نا میں جواب دینا سیکھو۔نہیں تو لوگ تمہیں اذیت دینے کا کوئی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دینگے۔۔"

وہ متورم آنکھوں سے اسے دیکھے گئی۔وہ دیکھنے میں جتنا روکھا لگتا تھا اتنا تھا نہیں۔۔ہاں اسے بڑے بڑے جملے بولنے نہیں آتے تھے۔اسے شاید اپنی بات کم الفاظ میں سمجھانے کی عادت تھی۔۔

"مجھے لگتا ہے کہ اب یہ اذیت کبھی ختم نہیں ہوگی۔کبھی بھی نہیں"

معاذ نے گہرا سانس لے کر ٹھوڑی کھجائی اور کچن کی جانب بڑھا۔لیکن پھر اگلے ہی لمحے وہ اس کے سوال پر رک بھی گیا تھا۔۔

"ارحم کے دوست کیسے ہیں اب۔۔؟"

اس نے کبھی اس سے بات نہیں کی تھی مگر جانے کیوں وہ اس غیروں کے جھرمٹ میں اپنا اپنا سا لگنے لگا تھا۔ خشک اور بیک وقت نرم۔۔

”پتہ نہیں۔۔“

”لیکن تم نے ہی تو کہا تھا کہ ان کا ایکسیڈینٹ ہو گیا تھا ہائی وے پر۔۔ پھر اب کیسے ہیں وہ لوگ۔۔؟“

”میں نے تو صرف ایک حادثے کی بات کی تھی۔ پتہ نہیں اس میں اس کے دوست تھے بھی یا نہیں۔۔“

مزے سے کندھے اچکائے تو رابیل یکدم اٹھ کھڑی ہوئی۔ بے یقینی سے اس کی پشت کو دیکھا۔۔

”لیکن تم نے تو کہا تھا کہ۔۔۔“

”آئی ندہ کبھی تمہیں اپنے دوستوں سے ملوانے کے بارے میں سوچے گا بھی نہیں۔۔ بے غیرت۔۔“

ایک بار پھر اس نے سر جھٹک کر قدم کچن کی جانب بڑھائے تو وہ اس کے پیچھے ہی چلتی آئی۔ سادہ سے شلوار قمیض میں اس کا سراپا دمک رہا تھا۔۔

”تم کیا کر رہے ہو۔۔؟“

اس نے ایک نظر پلٹ کر رابیل کو دیکھا اور پھر بغیر کوئی جواب دی ئے، جیکٹ کی آستینیں پیچھے کو چڑھاتا، کچن کی جانب متوجہ ہوا۔ چند پل یہاں وہاں کچھ تلاشا اور پین رکھ کر ہلکی آنچ پر تیل گرم ہونے کے لی ئے رکھا۔ اگلے ہی لمحے اس کے ہاتھ تیزی کے ساتھ کٹنگ بورڈ پر کھٹاکھٹ گوشت کاٹ رہے تھے۔ وہ بے یقینی سے اس کی پشت دیکھے گ ئی۔

"تم کیا کر رہے ہو معاذ۔۔۔؟"

"کچھ کھایا ہے تم نے۔۔؟"

اس نے پلٹے بغیر ہی استفسار کیا تھا۔۔ رابیل کا سر خود بخود نفی میں ہل گیا۔ ایک لمحے کو پلٹ کر اس نے رابیل کو دیکھا تھا۔۔ جانے کیسا بندہ تھا وہ۔

"تمہاری مدد کا شکریہ معاذ۔۔"

اس نے اس کی بات سن کر لاپرواہی سے کندھے اچکائے جیسے کہہ رہا ہو "واٹ ایور"۔۔ رابیل کو لگا ابھی وہ اسے کہے گا کہ کوئی بات نہیں، یہ تو میرا فرض تھا اور۔۔ اور میری جگہ کوئی بھی ہوتا تو وہ بھی یہی کرتا لیکن اس نے صرف کندھے اچکائے تھے۔ اس کا انداز عجیب نہیں تھا۔۔ اس کا انداز بس مختلف تھا۔۔

اب کہ وہ فون پر شاید اپنے کسی ورکر سے باتیں کرتا تیزی سے مصالحے کو بھون رہا تھا۔ سارے کچن میں اشتہا انگیز سی مہک پھیل گئی۔ رابیل کی بھوک یکدم ہی چمک اٹھی تھی۔۔

"فیصل سے کہو کہ تازہ سبزیاں لائے۔ اس طرح کھانے کا ذائقہ خراب نہیں ہو گا پھر۔۔"

اگلے پل اس نے رک کر دوسری جانب سے کچھ سنا اور پھر چند ہدایات دیتا وہ فون رکھ چکا تھا اب کہ۔ سارا پھیلاوا سمیٹ کر اس نے ایک جانب کیا اور پھر ڈش میں مصالحے دار سی اسپگیٹی نکالنے لگا۔ دور سے دیکھنے پر ہی وہ اتنی مزیدار لگ رہی تھی کہ رابیل کو سب کچھ بھول گیا۔ اسے بس ابھی کھانا، کھانا تھا۔ ایک بار پھر سے اس کا فون بجا تو

اس نے فون کان سے لگاتے ہوئے اسپگیٹی اس کے سامنے کچن میں لگے گول ٹیبل پر رکھی اور انگلی سے اس کی جانب اشارہ کیا۔۔ جیسے کہہ رہا ہو کہ اسے کھالو۔۔

”فیصل مجھے لگیں گے کچھ دن یہاں، ابھی تمہیں ہی دیکھنا ہو گا چند دنوں تک ریسٹورینٹ۔۔ میں جلدی آنے کی کوشش کرونگا“

اگلے ہی لمحے اس نے فون رکھا تو رابیل اسے ہی دیکھ رہی تھی۔۔

”تم کیا کرتے ہو معاذ۔۔۔؟“

”میرے دادا کی جائیداد سے نکلتا آدھا حصہ تو پھپھو ہتھیا چکی تھیں اسی لیئے ہمارے حصے میں کوئی لمبی چوڑی کمپنی نہیں آسکی۔۔ اور جو آسکا تھا اس سے بابا نے ایک ریسٹورینٹ کا کام شروع کیا تھا۔ میں ریسٹورینٹ اونر ہوں۔“

اس نے آستینیں کلائی یوں پر برابر کیں اور ماتھے پر بکھرے بالوں کو ہاتھ سے پرے کرتا باہر کی جانب بڑھ گیا۔ رابی نے ایک لمحے کو پلٹ کر اسے جاتے دیکھا تھا۔۔ بہت دنوں بعد اس کے لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ ابھری تھی۔ خشک آنسوؤں کے نشان لیئے وہ اب کے بہت رغبت سے اسپگیٹی کھا رہی تھی کیونکہ اسے آلو گوشت بالکل بھی نہیں پسند تھا۔۔

کچن سے داخلی دروازے کی جانب جاتے ہوئے اس نے ایک پل کو مڑ کر اسے رغبت سے کھانا کھاتے ہوئے دیکھا اور پھر گہرا سانس لے کر آگے بڑھ گیا۔ قد آور دروازے کو جاتی پتھریلی روش پر قدم دھرتے، اس نے سرسراتے جھونکوں کے باعث ہاتھ بے ساختہ جینز کی جیب میں اڑسے تھے۔ ایک نگاہ اٹھا کر زاہد چچا کے بنگلے کی جانب دیکھا۔ رنگ برنگے قمقموں سے جگمگاتا ان کا بنگلہ اس سمے ناچ گانے کی آوازوں سے گونج رہا تھا۔ اس نے کوفت سے گہرا سانس لیتے ہوئے قدم گھر سے باہر کی جانب بڑھائے اور پھر گردن جھکائے طویل سڑک پر خاموشی سے چلنے لگا۔ یاد کے کئی صفحات نگاہوں کے سامنے پھڑپھڑانے لگے تھے۔

"جب کوئی تکلیف میں ہو ناں معاذ۔۔ تب اسے چند آرام دہ سے جملے کہنے کے بعد اچھا سا کھانا کھلانا چاہیئے۔۔ کھانا کھلانے والے اللہ کو بہت پسند ہوتے ہیں۔۔"

اس کی ماں اکثر کہا کرتی تھیں اسے۔ اس نے گہرا سانس لے کر نگاہیں سامنے سڑک پر جمائیں۔ ایسا نہیں تھا کہ وہ کوئی بہت خیال رکھنے والا اور لونگ سا بندہ تھا۔ یہ اس کی نیچر ہی نہیں تھی۔ لیکن ابھی کچھ دیر پہلے رابیل کو یوں تھکا ہارا زینوں پر بیٹھے دیکھ کر اسے دکھ ہوا تھا۔ ہمیشہ ایسے ہی لوگ اتنی تکلیفیں کیوں اٹھائیں۔۔ اسے یہ بات کبھی سمجھ نہیں آئی تھی۔ سر ایک بار پھر جھٹک کر سڑک پر چلتے اس نے نگاہیں نیچے جھکائیں۔ جیبوں میں ہاتھ اڑسے لڑکا، گردن جھکائے سست روی سے قدم اٹھا رہا تھا۔

اسی پہر اس کا موبائل جیب میں تھرتھرایا تو اس نے، اس کی روشن اسکرین نگاہوں کے سامنے کی۔ شناسا سا نمبر جگمگاتا دیکھ کر اس نے اگلے لمحے فون کان سے لگا لیا تھا۔۔

"کیسے ہو۔۔؟"

دوسری جانب سے ایک فکرمند سی، مردانہ آواز ابھری تھی۔ اس نے ایک ہاتھ جیب میں اڑس رکھا تھا اور دوسرے سے فون تھامے وہ تارکول کی سڑک پر قدم قدم چل رہا تھا۔۔

"ٹھیک۔۔"

"کہاں پر ہو۔۔؟"

"سڑک پر ہوں۔۔"

"مہندی میں کیوں نہیں گئے۔۔؟ آج تھی ناں اقبال کی مہندی۔۔"

وہ آخر میں اس سے پوچھ رہے تھے۔ شروع کے سوال میں ہلکا سا غصہ بھی تھا۔ معاذ کا کیا بھروسہ۔۔ پتہ چلا ان کے گھر ہی نہ گیا ہو۔۔ وہ اسے بخوبی جانتے تھے۔

"جی آج ہی ہے اس کی مہندی۔۔"

"تو تم سڑک پر کیا کر رہے ہو۔۔؟"

"چل رہا ہوں۔۔"

جواب آسان تھا۔ دوسری جانب وقار اس کے پرسکون سے جواب پر بھنائے تھے۔۔

"خر (گدھے) کا بچہ۔۔ وہاں بھیجا کس لیے تھا تمہیں۔۔"!

ان کے طرز تخاطب پر وہ ہلکا سا مسکرایا تھا۔ ان کا قصور نہیں تھا۔۔ دادی پختون خاندان سے تھیں۔۔ اسی لیے اتنی مٹھاس تو خیر کبھی کبھی ان کی زبان میں بھی آجایا کرتی تھی۔ یکدم ایک سرسراتے جھونکے کے باعث اس کے بال ماتھے پر گر کر اڑنے لگے تھے۔

"میرا دل نہیں چاہ رہا تھا جانے کا۔ اسی لیے نہیں گیا۔۔"

اپنے مخصوص انداز میں کندھے اچکائے۔۔ جیسے اب اکھاڑ لیں جو اکھاڑنا ہے۔

"معاذ میں نے تمہیں تاکید کر کے بھیجا تھا کہ تم کسی بھی فنکشن میں ڈنڈی نہیں مارو گے پھر بھی تم وہی کر رہے ہو جو تم چاہتے ہو۔۔ یہ عزت رہ گئی ہے باپ کی اب۔۔"!

ان کے خاصے جذباتی سے رد عمل پر اس نے ایک پل کو موبائل کان سے ہٹا کر دیکھا تھا۔ کیا کرے وہ ان کا۔۔

"کچھ اور آزمائیں، مجھ پر اثر نہیں ہو رہا۔۔"

"بدتمیز۔۔"

"بابا۔۔ اگر آپ کو اتنا ہی شوق تھا اس قسم کے فنکشنز میں شرکت کا، تو آپ خود کیوں نہیں آئے۔ آپ جانتے بھی ہیں مجھے یہ لوگ نہیں پسند۔ پھر بھی آپ نے مجھے بھیج دیا۔ میں یہاں اپنی شکل دکھانے آگیا ہوں کیا یہ کافی نہیں۔۔"

"نہیں۔۔ یہ کافی نہیں ہے۔۔ میں چاہتا ہوں کہ تم انہیں اپنی شکل بار بار دکھاتے رہو۔۔"

"جی تا کہ اگلے ہی دن وہ میرا سامان میرے منہ پر مار کر مجھے گھر سے باہر نکال دیں۔۔ اتنی اچھی شکل بھی نہیں ہے اب آپ کے بیٹے کی۔۔ نکل آئیں اس خوش فہمی سے۔۔"

"تم ابھی کہ ابھی مہندی میں جا رہے ہو۔۔"

"اوں ہوں۔۔ میں نہیں جا رہا۔۔"

"معاذ تم اتنے ڈھیٹ کیوں ہو۔۔؟ کیوں تمہیں سمجھ نہیں آتی کہ تمہارا وہاں موجود ہونا لازمی ہے۔ میں یہاں ریسٹورینٹ دیکھنے کے لیئے رکا ہوں تو کم از کم تم تو جس کام کے لیئے گئے ہو اسے پورا کرو۔۔"

"اور میں بھی پچھلے کوئی پینسٹھ بار پوچھ چکا ہوں کہ آخر میری موجودگی اس شادی میں اتنی ضروری کیوں ہے۔۔؟ میں نے کیا کرنا ہے وہاں جا کر۔۔ چپ چاپ جا کر بیٹھنا ہے۔۔ لوگوں کو دیکھنا ہے۔۔ تین چار بار آپ کے خوبصورت خاندان والوں کی حرکتوں پر کوفت سے سر جھٹکنا ہے اور اس کے بعد ہر خاتون کو بتانا ہے کہ میں کس کا بیٹا ہوں۔۔ آپ کو لگتا ہے کہ یہ سب آسان ہے۔۔ آپ کو اندازہ ہے عورتیں کتنی باتیں کرتی ہیں۔۔"!!

آخر میں وہ جیسے بلبلایا تھا۔ وقار نے دوسری جانب افسوس سے سر ہلایا۔۔ آخر وہ کیا کریں اس لڑکے کا۔۔

"یہ سب باتیں تو بیٹا لڑکے انجوائے کرتے ہیں۔۔"

سیریئیسلی۔۔! ایک سیکنڈ کے لیئے رک کر اس نے اپنی ناک کو چٹکی میں لیا تھا۔

"بابا آپ چاہت کیا ہیں مجھ سے آخر۔۔؟"

"میں بس یہ چاہتا ہوں کہ تم شرافت سے جا کر شادی اٹینڈ کرو۔ اور کسی بھی فنکشن میں ڈنڈی مارے بغیر شرکت کرو۔"

آخر میں جیسے انہوں نے اسے تنبیہہ کی تھی۔ ابھی جو وہ ان کے سامنے ہوتا تو ایک آدھ گدی پر تو دھر ہی دیتے۔ یہ نالائی ق۔۔!

"ٹھیک ہے۔۔"

وہ اب کے پھر سے چلنے لگا تھا۔

"بس کوئی ایک ایسی وجہ بتا دیں جو مجھے قائی ل کر سکے۔ پھر میں چلا جاؤ نگا شادی میں۔ اور اگر نہیں تو پھر بھول جائی یں۔۔"

اف۔۔ وقار کا دل کیا اپنا سر دیوار میں مار لیں۔ گہرا سانس لے کر انہوں نے فون کان کے ساتھ کچھ اور جمایا تھا۔۔

"دیکھو مع۔۔"

"ریزن بابا۔۔"

اور پھر وقار یکدم خاموش سے ہو گ ئے۔ ہاں وہ معاذ تھا۔۔ اس کی مرضی شامل نہیں ہو گی تو وہ نہیں جائے گا۔۔ یہ طے تھا۔۔

"معاذ میں۔۔ میں چاہتا ہوں کہ خاندان کی کسی ایک لڑکی سے تمہاری شادی ہو جائے۔۔"

ان کے جملے نے اس کے سر پر گویا دھماکہ کیا تھا۔ اس نے ناسمجھی سے آنکھیں کھول کر فون کو دیکھا۔

"کیا کہا آپ نے۔۔؟"

"کیا۔۔ کیا غلط کہا ہے یہ بتائو۔۔"

جلدی سے ہچکچا کر بات سمیٹی۔

"سہی کیا کہا ہے آپ نے اس میں۔۔؟"

اس کے سامنے لمحے بھر کو خاندان بھر کی لڑکیاں گھومی تھیں۔اف ایک تو ان کے وہ نیلے پیلے سے کپڑے اور۔۔ اور جو وہ ایک ہی بات بار بار پوچھ کر نس پھاڑتی تھیں وہ الگ۔اس نے یکدم جھرجھری لی تھی۔سرسراتی ہوا سے نہیں۔۔ خاندان کی لڑکیوں سے۔۔

"معاذ۔۔ تم میرے ایک ہی بیٹے ہو۔۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہارے ذریعے اپنے خاندان کے ساتھ جڑا رہوں۔میں اس بڑھاپے میں ان سے مزید دور نہیں رہنا چاہتا بیٹا۔پہلے ہی سوتیلے رشتے کی وجہ سے میں ان کے قریب نہیں آسکا۔"

"ہاں رائیٹ۔۔ ایسے لوگوں کے لیۓ جنھوں نے آپ کو رات کی تاریکی میں گھر سے نکال باہر کیا تھا۔۔"

اس کا لہجہ اس قدر تلخ تھا کہ اسے خود اپنے حلق میں کڑواس پھیلتی محسوس ہوئی تھی۔لیکن وہ ایسا ہی تھا۔۔ دل زخمی کر دینے کی حد تک صاف گو۔۔ اور وہ جانتا تھا کہ اس کے اس آخری جملے نے بابا کی سماعت کو کیسے زخمی کیا ہو گا۔

چند لمحے دوسری جانب گہری خاموشی چھائی رہی۔

"میں معاف کر چکا ہوں سب کو۔۔"

"لیکن میں نے ابھی تک کسی کو معاف نہیں کیا ہے۔"

اس کے لہجے کی تلخی اب کے سرد سی فضا میں تحلیل ہونے لگی تھی۔

"معاذ کیا تم اپنے باپ کی اتنی سی بات بھی نہیں مانو گے۔۔؟ میں نے بہت انتظار کیا ہے بیٹا۔۔ میں نے بہت صبر کیا ہے لیکن اب میں اپنے بھائی یوں کے ساتھ مراسم بڑھانا چاہتا ہوں۔ میں چاہتا ہوں کہ تمہارے ذریعے کم از کم میرے رشتے کا دھاگہ ان کے ساتھ پھر سے جڑ جائے۔۔ میری امید کو اس طرح مت توڑو بیٹا۔۔"

معاذ کے چہرہ بے حد سپاٹ ہو گیا تھا۔۔ اتنا سپاٹ کہ حد نہیں۔۔ یوں لگتا تھا سڑک کی ساری سختی اس کے چہرے پر اتر آئی ہو۔

"مجھے کوئی دلچسپی نہیں ہے ان لوگوں سے مراسم بڑھانے میں بابا۔ کیونکہ میں ابھی تک کچھ نہیں بھولا ہوں۔ کچھ بھی نہیں۔۔"

چند لمحے دوسری جانب پھر سے خاموشی چھائی رہی۔ وہ جانتا تھا کہ اس کے لفظوں نے بابا کو تکلیف دی تھی مگر اب وہ مزید ان کی شکلیں نہیں دیکھنا چاہتا تھا۔ انہیں ایسے دیکھ کر اس کے اندر بہت کچھ بیک وقت ابلنے لگتا تھا۔ کئی سالوں پہلے کی زیادتیاں یاد آنے لگتی تھیں۔ کیا وہ کچھ بھولا تھا۔۔؟ اس کے دل سے باتیں نہیں نکلتی تھیں، اس کی سماعت سے گزرے اوقات کی گونج نہیں جاتی تھیں۔ اس کی سب سے بڑی کمزوری تھی یہ۔۔ کچھ بھلا نہ پانا۔۔ واقعات کو پوری جزیات سے یاد رکھنا۔

"کیا تم اپنی ماں کو بھی یونہی جواب دیتے۔۔"!

وہ جواب نہیں تھا۔ جوابی وار تھا۔ اس کے اٹھتے قدم بے ساختہ ساکت ہوئے، سرمئی کانچ، کرچی کرچی سے ہونے لگے۔ بابا نے دکھتی رگ پر ہاتھ رکھا تھا اس کی۔۔ہاں وہ جانتے تھے کہ اسے تکلیف سب سے زیادہ کہاں ہوتی تھی۔

"بابا میں نے آپ سے کہا بھی ہے ہزار دفعہ کہ ماں کا ذکر مت لایا کریں درمیان میں۔۔"

اس نے ضبط سے بس اتنا ہی کہا تھا۔ دوسری جانب وقار کرب سے مسکرائے تھے۔۔

"تو یہ ثابت ہوا کہ تم اپنی ماں سے زیادہ محبت کرتے ہو۔۔"

"بابا۔۔"

"میں ولیمے تک آجاؤں گا۔ پھر تم گھر آجانا۔ زیادہ تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں ہے تمہیں۔۔"

انہوں نے اس کی بات سنے بغیر دوسری جانب فون رکھا تو اس نے بنا کسی تاثر کے فون جیب میں اڑسا اور پھر سڑک کنارے بنے سنگی بینچ پر شکستہ سا بیٹھ گیا۔ جانے آنکھیں کیوں مسلی تھیں اس نے اپنی۔۔

"اتنے کڑوے نہ بنو معاذ۔۔ قرآن پڑھنے والے اتنے کڑوے نہیں ہوا کرتے۔"

اس نے گہرا سانس لے کر چہرہ اٹھایا۔ سنگی بینچ کے اوپر ایک بوڑھا پیڑ اس پر اس سیاہی میں بھی سایہ فگن تھا۔ وہ خالی خالی نظروں سے اس کی جھولتی شاخوں کو دیکھے گیا۔ اسے یاد تھا۔۔ کہ اس کی ماں اسے کس طرح ہر فجر پر اٹھایا کرتی تھی۔ وہ اس نرم گرم سی آغوش کو بھولا ہی کب تھا۔۔

"معاذ۔۔ اللہ کے نیک بندے فجر کی سیاہی میں نماز ادا کرتے ہیں۔۔ اٹھ جاؤ۔۔ اگر تم نے اپنی نماز کھو دی تو کبھی کچھ بھی نہیں پا سکو گے۔۔"

کسی نے نوعمر سے لڑکے کے سیاہ بالوں میں نرمی سے انگلیاں چلا کر کہا تو اس نے مندی مندی سی آنکھیں کھول کر سامنے نظر آتے پاکیزہ سے وجود کو دیکھا۔ وہ اس کی ماں تھی۔۔ فجر کے جامنی سے اندھیرے میں دمکتی ہوئی۔۔

"اٹھ رہا ہوں۔۔"

اس نے کہہ کر کروٹ لی تھی اور پھر سے آنکھیں بند کرلیں۔ حبیبہ نے مسکرا کر اسے دیکھا اور پھر اس کا چہرہ اپنی جانب نرمی سے گھمایا۔ معاذ کے لبوں پر نہ چاہتے ہوئے بھی تبسم ابھرا تھا۔

"ماں آپ چیٹنگ کر رہی ہیں۔۔"

"بالکل۔۔"

انہوں نے کہا اور پھر جھک کر اس کا ماتھا چوما۔ معاذ نے بے بسی سے دیکھا تھا انہیں۔ ان کی محبت کے آگے وہ کبھی نہیں جیت سکا تھا۔ پھر آہستہ سے اپنے بستر پر اٹھ بیٹھا۔ خفگی سے حبیبہ کو دیکھا جو مسکراہٹ دبائے اسے ہی دیکھ رہی تھیں۔۔

"تم نے مجھے روز قیامت سرخرو کرنا ہے معاذ۔۔ یاد رکھنا۔۔"

"یہ ایک بہت بڑی بات ہے ماں۔۔ ہر وقت مجھے نہ کہا کریں۔۔ کبھی کبھی خوف آتا ہے۔"

"ایمان خوف اور امید کے درمیان کی کیفیت کا نام ہے معاذ۔ تم خوف اور امید کے ساتھ زندگی گزارو گے تبھی تو پہنچ پاؤ گے وہاں تک۔۔"

"میں اپنی پوری کوشش کرونگا۔۔"

وہ اس کی بات پر مسکرائی تھیں پھر اٹھ کھڑیں ہوئی یں۔ اس کے بیڈ کے ساتھ ہی ان کا جائے نماز ڈلا ہوا تھا۔ اس نے ایک نظر ان کے قرآن کی جانب دیکھا۔ وہ ایک چھوٹی سی سیٹ پر رکھا ہوا تھا اور اس کی آیات روز اول کی طرح جگمگا رہی تھیں۔

"آپ ہمیشہ تہجد میں کیوں قرآن پڑھتی ہیں۔۔؟"

اس نے ایک لمحے کو سرمئی کانچ ان پر جمائے۔ وہ لمحے بھر کو اس کے سوال پر مسکرائی تھیں۔ پھر محبت سے قرآن کے چکنے صفحے پر انگلیاں پھیرنے لگیں۔ سیاہ روشنائی سے لکھے گ ئے لفظوں کو جیسے محسوس کرنا چاہا تھا انہوں نے۔۔

"جانتے ہو جب اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ واٰلہ وسلم پر قرآن اترا تو کونسا وقت تھا۔۔؟"

اسے اندازہ تھا پھر بھی اس کا سر نفی میں ہل گیا۔ وہ اب تک نرمی سے مسکراتی ہوئی یں آیتوں پر انگلی پھیر رہی تھیں۔

"وہ طلوعِ فجر سے قبل کا وقت تھا معاذ۔ وہ ایسا وقت تھا جب ساری دنیا سو رہی ہوتی ہے۔ آپ اپنے غار میں تنہا بیٹھے عبادت کر رہے ہوتے ہو۔ اپنے تنہا وقت میں اسے چپکے چپکے پکار رہے ہوتے ہو۔۔ کہ اچانک سے آپ کے تاریک غار میں علم کی چاندنی سی پگھل کر گرنے لگتی ہے۔۔"

ان کی باتیں ذو معنی تھیں لیکن وہ ان باتوں کو سمجھتا تھا۔ اسے اپنی ماں کو سمجھنے میں دقت نہیں ہوتی تھی۔

"جانتے ہو وقت کا بھی گزرے وقت سے ایک خاص رشتہ ہوتا ہے۔ کئی سمتوں میں سفر کرتا وقت اپنے گزرے وقت کے ساتھ کئی صدیوں تک کے لیے ہم آہنگ رہتا ہے۔ کبھی تم اسے فجر سے قبل پڑھ کر دیکھنا معاذ۔ تمہیں یوں لگے گا کہ یہ دنیا اور اس کی ہر چیز دھوکا ہے۔۔ تم خوف سے کانپنے لگو گے۔۔ کیونکہ گزرے وقت کا گزرتے وقت سے مخصوص تعلق ہوتا ہے۔۔ اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم جب اس غار سے پلٹے تو کانپ رہے تھے۔۔ وہ چند آیتیں تھیں۔۔ لیکن قلب پر اتری تھیں جبھی تو ایسی لرزش طاری ہوئی تھی۔ لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں تو قرآن پڑھ کر رونا ہی نہیں آتا۔۔ یہ تو ہم پر اثر ہی نہیں کرتا۔۔ لیکن میں ان سب سے صرف ایک بات پوچھنا چاہتی ہوں۔۔ کہ کیا انہوں نے کبھی اس قرآن کو مُردوں کے علاوہ اپنے دل کی زندگی کے لیے پڑھا۔۔ جس کا لفظ لفظ حیات دیتا ہے اسے بھی ہم نے صرف کسی کی موت کے لیے بچا کر رکھا ہوا ہے۔۔ کیا کبھی اسے اپنے تاریک غار میں، اپنی ذات کی تاریکی کے ساتھ بیٹھ کر پڑھا ہے۔۔؟ اگر پڑھا ہے تو ممکن نہیں کہ یہ تمہارے دل میں نہ اترا ہو۔۔ لیکن ہم۔۔"

ان کی چمکتی آنکھوں کے پار بہت سے منظر چل رہے تھے۔۔ بہت سے گزرے راستے سمٹ رہے تھے۔۔ بہت سی تکلیف دہ ساعتیں زخم دینے لگی تھیں۔

"معاذ ہم نے اسے چھوڑ دیا۔۔"

چھن سے کچھ ٹوٹا۔۔

"ہم نے اس قرآن کو چھوڑ دیا معاذ اور دنیا کی ہر شے اکٹھی کرلی۔ ہم نے اپنے دل میں، دنیا اتنی جمع کرلی ہے کہ اب قرآن کے لیے جگہ ہی نہیں رہی۔ ہم نے اپنے دل میں نفرت، حسد، بغض، جلن اور جانے کیا کیا اکٹھا کر رکھا ہے تو قرآن کیسے آئے گا۔۔؟ کیا تمہیں لگتا ہے کہ قرآن کسی ایسے دل میں داخل ہو گا جو پاک نہ ہو۔۔؟ لیکن ہم قرآن کے مخاطب کرنے پر اس سے گھبرا کر بھاگ جاتے ہیں۔ قرآن تو آئینہ ہے۔ اس میں انسان اپنی ذات کی بدصورتی بخوبی دیکھ سکتا ہے۔ لیکن ہم اس کے پہلے ہی خطاب پر ڈر کر منہ پھیر لیتے ہیں کیونکہ ہم اس میں اپنا آپ دیکھنا نہیں چاہتے۔ کوئی بھی اپنی ذات کی تاریکی نہیں دیکھنا چاہتا ہے۔ لیکن پھر بھی قرآن جب مخاطب کرے تو اس کے خطاب سے گھبرا کر بھاگتے نہیں ہیں اور جو۔۔"

وہ ایک لمحے کو رکیں۔۔

"جو اس سے دور بھاگتے ہیں وہ تاریکیوں میں گم ہو جاتے ہیں۔ وہ سیاہیوں میں گھرنے لگتے ہیں۔ وہ جہنم کی کسی اندھیر گھاٹی میں جا گرتے ہیں معاذ، صرف اس لیے۔۔ کیونکہ وہ اس قرآن کو ایسے کسی خاموش وقت میں کھول کر پڑھتے ہی نہیں ہیں۔ کیسے لوگ ہیں ناں ہم۔۔"!

اپنی آنکھ کے بھیگے گوشے کو انگلی سے صاف کر کے انہوں نے اس کی جانب دیکھا تھا۔ وہ اپنی جگہ پر ساکت کھڑا انہیں دیکھ رہا تھا۔

"اور۔۔ اور اگر کوئی اس قرآن کو چھوڑ دے تو کیا ہوتا ہے ماں۔۔؟"

اس کا سوال بہت خوفزدہ تھا۔۔ اسے لگا اگر اس نے اسے چھوڑ دیا تو وہ زندہ نہیں رہ سکے گا۔۔

"جو اسے چھوڑ دیتے ہیں وہ جہنم کی کسی گہری گھاٹی میں جا گرتے ہیں۔"

ان کی آواز آخر میں بے حد دھیمی ہو گ ئی تھی۔ پھر اسے دیکھ کر مسکرائی یں۔۔

"اور جو اسے نہیں چھوڑتے، انہیں جنتیں دی جاتی ہیں۔ بھوک، موت اور ہر قسم کی بے چینی سے پاک جنتیں۔۔"

اس کے دل کو ڈھارس سی ملی۔ امید جگمگائی۔۔ اور وہ ہلکا دل لیئے فجر کا وضو بنانے اٹھ کھڑا ہوا۔ کیونکہ اب اسے۔۔ ہاں اسے بھی یہ قرآن پڑھنا تھا۔ تاکہ ہمیشہ کی جنتوں میں اس کا حصہ بھی نکل سکے۔

اسکی کھوکھلی نگاہوں نے سڑک کا راستہ عبور کیا اور پھر وہ بے جان قدموں سے اٹھ کھڑا ہوا۔ ہوا کے چلتے جھکڑوں سے اس کے ماتھے پر گرتے بال اب تک اڑ رہے تھے اور چہرہ۔۔ چہرہ کسی گہرے غم کی اداسی میں گھرا ہوا لگتا تھا

۔۔

وہ ایک غار تھا۔۔ ایک تاریک سیاہ سرنگ جتنا طویل غار۔ اس کے دونوں سِروں پر کہیں بھی روشنی کا ہلکا سا شائبہ بھی نہیں تھا۔ حبس، گھٹن اور عجیب کثافت میں گھری وہ آس پاس آنکھیں پھاڑ کر دیکھنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن اسے پھر بھی کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ یکایک اس نے ایک قدم اٹھایا تو اندازہ ہوا کہ وہ ننگے پیر ہے۔ قدموں کے نیچے بہت سے باریک پتھر آئے تو بے ساختہ اس کے منہ سے ہلکی سی کراہ نکلی۔ گہرے گہرے سانس لے کر اس نے تاریکی میں اندھوں کی طرح کہف کی دیواریں ٹٹولیں اور پھر لڑکھڑاتی ہوئی چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی آگے بڑھنے لگی۔

یکا یک اس غار کے اندر موجود گھٹن اور گرمی سے اس کا سارا وجود پسینے میں نہا گیا تھا۔ اس نے گہرے گہرے سانس لے کر راستہ عبور کرنا چاہا مگر وہ کہف۔۔ وہ کہف بہت طویل تھا۔ نہ ختم ہونے والا تاریک سا غار۔۔

اس کی آنکھ سے بے ساختہ اک آنسو ٹپکا تھا۔ کمزور سی ٹوٹی پھوٹی آواز میں اس نے اپنے گھر والوں کو آوازیں دی۔۔

"م۔۔ ماں۔۔ بابا۔۔۔"

لیکن اس کی آواز غار کی گھٹن زدہ دیواروں سے پلٹ کر آ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو متواتر بہنے لگے۔ خوف سے جسم لرزنے لگا تھا۔۔

"ش۔۔ شزا۔۔ ردا۔۔"

اس نے اپنی بہنوں کو بھی آواز دی لیکن اس تاریک غار میں وہ تنہا کھڑی تھی۔

"کوئی مجھے نکالو یہاں سے۔۔ مجھے ڈ۔۔ ڈر لگ رہا۔ پلیز کوئی تو میری مدد کو آجاؤ۔۔"

اس کی لرزتی آواز ایک بار پھر سے دیواروں سے پلٹ کر آئی تو اس نے کہف کی دیوار کو چھوڑ دیا۔ چہرے پر لڑھکتے آنسوؤں کو ہتھیلیوں سے صاف کیا مگر وہ پھر بھی پھسلتے جا رہے تھے۔ اس نے ایک بار پھر چہرہ اٹھا کر کئی آوازیں دیں لیکن کوئی نہیں تھا۔۔ کوئی اس کی مدد کو نہیں آ رہا تھا۔۔ اسے لگا اگر جو وہ کچھ دیر اور یہاں رہی تو مر جائے گی۔ وہ اس غار کی تاریکی اور خوف سے واقعی مر جائے گی۔۔

نَحۡنُ نَقُصُّ عَلَیۡکَ نَبَاَهُم بِالۡحَقِّ

ہم بیان کرتے ہیں آپ پر ان کا واقعہ حق کے ساتھ۔۔

اس نے جھٹکے سے پلٹ کر غار کی دوسری جانب دیکھا تھا۔ کہف کے طویل سرے کے بالکل کنارے پر کوئی روشنی جگمگا رہی تھی۔ کوئی سنہری سی چاندنی گویا پگھل کر اس تاریک غار میں قطرہ قطرہ گر رہی تھی۔

اِنَّھُم فِتیَۃ اٰمَنُوا بِرَبِّھِم وَزِدنٰھُم ھُدًی

بے شک وہ چند نوجوان تھے وہ ایمان لائے تھے اپنے رب کے ساتھ اور ہم نے زیادہ کیا تھا ان کو ہدایت میں۔۔

) کہف ۱۸ / ۱۳ (

اس نے آہستہ آہستہ غار کے سرے کی جانب قدم بڑھائے۔ کچھ لمحات پہلے کا خوف کہیں دور جا سویا تھا۔ اسے کہف کے آخری سرے سے بہت مدھر دھیمی سی آواز آ رہی تھی۔ کانوں میں رس گھول کر دل میں اترنے والی آواز۔۔

وَّرَبَطنَا عَلٰی قُلُوبِھِم

اور ہم نے مضبوط کر دیا ان کے دلوں کو

اس کے بڑھتے قدم بے ساختہ رکے تھے۔ بات بالکل اسی سے کی جا رہی تھی۔ وہ بھی تاریک غار میں کھڑی لرز رہی تھی۔ کیا اللہ اسے یہ بتا رہا تھا کہ غار والوں کے دلوں کی مضبوطی صرف اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ لوگ کبھی بھی خوفزدہ سے کہف میں تمہارا ہاتھ تھامنے نہیں آئیں گے۔ انسان اس تاریکی کے پہاڑ تلے کھڑا لرز رہا ہوتا ہے اور وہاں۔۔ ہاں وہاں وہ اللہ کو پا لیتا ہے۔ اس کے لڑکھڑاتے قدموں کی لرزش کچھ اور زیادہ ہو گئی تھی۔۔ لیکن

پھر بھی وہ ہمت کر کے چلتی رہی۔۔ بہت سے باریک پتھر اب بھی اس کے پیروں میں کھب رہے تھے مگر وہ ان زخموں کی جانب متوجہ نہیں تھی۔ وہ تو کہیں اور ہی متوجہ تھی۔۔

اِذ قَامُوفقَالُوارَبُّنَارَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالاَرضِ لَن نَّدعُوَامِن دُونِہٖ اِلٰھًا

جب وہ کھڑے ہوئے تو انھوں نے کہا: ہمارا رب (تو) آسمانوں کا رب ہے اور زمین کا، ہر گز نہیں ہم پکاریں گے اس کے سوا کسی اور معبود کو۔

اس نے غلطی کر دی۔ اس سے غلطی ہو گئی۔ وہ کہف میں اپنے والدین کو آواز دے رہی تھی۔ وہ اپنے گھرانے کو بلا رہی تھی۔ وہ ان سے مدد مانگ رہی تھی۔ حالانکہ وہ تو اس کی مدد کرنے والے نہ تھے۔ وہ تو، وہ لوگ تھے جن کی وجہ سے اسے اپنے گرد غار کی دیواریں کھڑی کرنا پڑی تھیں۔ پھر بھلا وہ کیوں اس کی مدد کو اس تاریک جگہ میں آتے۔ ان تاریک کوٹھڑیوں میں تو انسان کو صرف اللہ بچاتا ہے۔ کیا کوئی ہے جو اللہ کے علاوہ اس غار میں، غار والوں کا ساتھی ہوتا۔ وہ اب تک غلط لوگوں کو پکار رہی تھی۔۔ اسے اللہ کو پکارنا تھا۔۔ اصحابِ کہف نے اپنے خاندان والوں سے مدد نہیں مانگی تھی۔ بلکہ وہ تو اپنی مدد اللہ سے طلب کر رہے تھے۔

اس کے قدموں کی لرزش اب کے پورے جسم میں سرایت کرنے لگی تھی۔ اور وہ جانتی تھی۔ اسے پتہ تھا کہ یہ لرزش کن الفاظ کی لرزش تھی۔ وہ بات تھی۔۔ اللہ کی بات جس سے اس کا اندر باہر جھنجھنا اٹھا تھا۔

لَقَد قُلنَآ اِذًا شَطَطًا

البتہ تحقیق ہم نے کہی اس وقت ظلم و زیادتی والی بات۔۔

)کہف ۱۸ / ۱۴(

اس نے اپنی زیادتی پر اللہ سے معافی طلب کی۔ اس نے لرزتے لبوں کو بمشکل قابو کر کے استغفار پڑھا تھا۔ اسے آج اندازہ ہوا کہ اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم جب اس رات پہلی وحی کے بعد غارِ حرا سے پلٹے تو کیوں لرز رہے تھے۔ اس کے سارے وجود میں پھیلی لرزش آج اسے یہ سمجھا رہی تھی کہ قرآن کا انسان پر اترنا کس قدر بھاری اور لرزہ خیز عمل تھا۔ اس نے بے تحاشہ کانپتے ہاتھوں سے کہف کی دیواریں ٹٹولتے ہوئے راستہ عبور کیا مگر وہ راستہ بہت طویل تھا۔ دور کہیں آخری سرے پر مدھم سنہری سا نور اب تک جگمگا رہا تھا اور وہ مدھر آواز۔۔ وہ مدھر آواز پھر سے اس سے کچھ کہہ رہی تھی۔۔

مگر پھر اسے الفاظ سمجھ نہیں آئے۔ بہت سے لفظ اس کی سماعت پر گرے ضرور مگر وہ ان سے کوئی بھی معنیٰ اخذ نہیں کر پائی۔۔ وہ تو بس اب کہ مسلسل لرزتی سانسوں کے درمیان استغفار پڑھتی، کہف کی دیواریں ٹٹولتی آگے بڑھنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن ہر دفعہ اسے لگتا تھا کہ وہ روشنی اس سے دور جا رہی ہے۔ دور جاتی جا رہی ہے۔۔ اور پھر آہستہ آہستہ وہ مدھم سی روشنی گل ہونے لگی۔۔

”ن۔۔ نہیں۔۔“

اس کے لبوں سے بہت کمزور سی چیخ آزاد ہوئی لیکن وہ روشنی مٹتی جا رہی تھی۔ دھوپ کی چمکتی روشنی اس کے رخسار پر گر کر چمکی تو اس کی آنکھ بے ساختہ کھلی۔ اس کا سارا جسم اس ٹھنڈ میں بھی پسینہ پسینہ ہو رہا تھا اور سانسیں یوں چل رہی تھیں گویا وہ طویل مسافت طے کر کے آئی ہو۔ اس نے نگاہ آس پاس گھما کر دیکھا۔ یہاں کوئی تاریک غار

نہیں تھا، نہ ہی وہ مدھر آواز تھی اور نہ ہی سنہری سی چاندنی۔۔ وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ اس کا صاف ستھرا سا پرسکون کہف ویسے ہی تھا۔ سکینت والا۔!

آنکھیں مسلتی وہ بستر پر اٹھ بیٹھی۔ سامنے ہی سنگھار آئینے میں اس کا عکس ابھرا تھا۔ اس نے کندھوں پر بکھرے کھڈئی بالوں کو ہاتھوں سے سمیٹا اور پھر انہیں پونی میں باندھتی بستر سے نکلی۔ اسی پہر رامین اس کے کمرے میں داخل ہوئی تھیں۔ اس نے بے ساختہ انہیں دیکھا۔ وہ خفگی کے ساتھ اس کی الماری میں نئے سل کر آئے کپڑے رکھنے لگی تھیں۔ اس نے محتاط نظروں سے ان کا چہرہ دیکھنا چاہا جو الماری کا پٹ وا ہونے کی وجہ سے چھپ گیا تھا۔۔

"ماں۔۔ آپ ناراض ہیں کیا مجھ سے۔۔؟"

پلکیں جھپکا کر اس نے پوچھ ہی لیا۔ خواب کا اثراب تک اس کے اعصاب پر حاوی تھا۔ انہوں نے الماری کا دروازہ زور سے بند کیا۔

"میرے ناراض ہونے سے کیا فرق پڑتا ہے تمہیں۔۔؟ کرتی رہو جو کر رہی ہو۔۔"

"ماں ایسا نہیں ہے۔۔"

اس کا دل دکھا تھا۔ جانے کیوں اسے لگا وہ رونے لگ جائے گی۔۔

"میرے لیے آپ، بابا اور میرا پورا گھرانہ اہم ہے۔ میں آپ میں سے کسی کو بھی پیچھے نہیں چھوڑنا چاہتی۔۔"

"لیکن تم اپنی من مانیاں کر کے ہمیں پیچھے چھوڑ رہی ہو رابیل۔۔"

"تو آپ بھی میرے ساتھ آ کھڑی ہوں ماں۔ کیونکہ میں اللہ کے حکم کو جان کر اسے پیچھے نہیں پھینک سکتی۔ اس کی کتاب نے مجھے ہر اس عمل سے خبردار کیا ہے۔۔"

اسکے جواب پر رامین لمحے بھر کو خاموش ہوئی تھیں۔ پھر تھک کر اسے دیکھا۔۔

"تمہاری وجہ سے بہت باتیں سننی پڑی ہیں تمہارے بابا کو اور مجھے۔۔"

"میں معذرت خواہ ہوں ماں کہ انہوں نے میری وجہ سے آپ کو تکلیف پہنچائی ہے۔ لیکن میرا اس میں کوئی قصور نہیں سچ میں۔۔"

"کیا تمہیں اپنا یہ حجاب اس قدر پسند ہے رابیل۔۔؟"

وہ جیسے حیرت اور دکھ کے ملے جلے سے انداز میں کہتیں اس کے پاس چلی آئی تھیں۔ اس کی کتھئی آنکھوں میں ہلکی سی نمی گھلی۔۔

"بہت ماں۔۔ بہت سے بھی زیادہ۔۔ اور بات اب شاید میری پسند و ناپسند سے بہت دور جا چکی ہے۔ بات اب حکم مان کر سر تسلیمِ خم کرنے تک آ چکی ہے۔"

"میری بہت پیاری بیٹی ہو تم۔۔ ردا اور شزا سے بھی زیادہ پیاری۔۔ پھر تم نے کیوں اوڑھا یہ حجاب سر پر۔۔؟ لڑکیاں تو خود کو مزید نکھار، سنوار کر لوگوں کے سامنے آتی ہیں۔۔ تم کیوں ایسی ہو گئی ہو۔۔؟"

اس نے گہرا سانس لیا تھا۔ دل پر جمے زخم جیسے پھر سے کھرچنے لگے۔۔

"ماں، مجھے اسلام نے خود کو نکھارنے، سجانے، سنوارنے سے نہیں روکا۔ زندگی کے کسی بھی پہر میں اس طرح کی کوئی رکاوٹ اسلام نے عورت کے لیئے نہیں کھڑی کی۔ لیکن اس نے اس کے چاروں اطراف حجاب باندھنا ضروری سمجھا ہے ماں۔ کیونکہ اللہ جانتا ہے کہ عورت بہت قیمتی ہے، بہت خوبصورت ہے، دل کو راحت و سکون پہنچاتا ہے عورت کا وجود۔ لیکن وہ راحت ہر کسی کے لیئے نہیں ہونی چاہیئے۔ عورت کیوں خود کو قربان کر کے ہر ایک کی راحت کا سامان بنے۔۔؟ اسے کیا دھن سوار ہے کہ وہ ہر ایک کی نگاہوں کو اپنے حسن سے خیرہ کرتی ہوئی گزرے۔ اللہ نے تو اسے تکلیف سے بچایا ہے ماں۔ اللہ نے تو اس حجاب کے ذریعے ہم لڑکیوں کو اوپر اٹھایا ہے۔ پھر اس میں بھلا میں بدصورت کیسے لگ سکتی ہوں۔۔؟"

وہ انہیں دونوں کندھوں سے تھامے گیلی آنکھوں کے ساتھ نرمی سے کہے جارہی تھی۔ لمحے بھر کو رامین نے پریشانی سے دروازے کی جانب دیکھا تھا۔۔

"تمہاری پھپھو کے تیور مجھے ٹھیک نہیں لگ رہے ہیں رابیل۔ وہ ضرور کوئی بہت بڑا تماشہ کھڑا کرنے والی ہیں۔ رات ہی سے غصے میں بل کھا رہی ہیں، میں نے بات کرنے کی کوشش کی تو مجھے بھی جھٹک دیا۔۔"

اس نے بھی پریشانی سے پیشانی مسلی تھی۔ کیسے سامنہ کرے گی وہ اس سب کا۔۔

"میں دعا کرونگی کہ سب ٹھیک رہے۔۔"

"اور ہاں۔۔ یہ معاذ۔۔ تمہیں کچھ عجیب سا نہیں لگتا۔۔؟"

انہوں نے ایک پل کو رک کر انتہائی ناسمجھی سے پوچھا تھا۔ رابیل نے امڈتی مسکراہٹ روکی۔۔

"کیا مطلب۔۔؟ عجیب کیسے۔۔؟"

"مطلب پچاس لوگوں کے درمیان کھڑا ہو کر وہ اتنے مزے سے جواب کیسے دے سکتا ہے اور وہ بھی صائمہ آپی کو۔ اس دن بھی جب آیا تھا ناں یہ تو آپی نے حسبِ عادت طنز شروع کر دیا۔ محترم نے اتنا سیدھا جواب دیا تھا کہ لمحے بھر کو تو صائمہ بھی گھبرا گئی تھیں۔۔"

"ہاں تو اس میں عجیب کیا ہے۔۔۔؟"

اس نے بیڈ کے کنارے پر بیٹھتے ہوئے ان کا چہرہ دیکھا۔ وہ جھرجھری لے کر اب کے اس کا بستر سمیٹنے لگی تھیں۔۔

"عجیب تو ہے۔۔ بات نہیں کرتا۔۔ ایک طرف خاموش بیٹھا رہتا ہے۔۔ بات کرو تو ہاں یا نا میں جواب دیتا ہے۔۔ اس کی عمر کے لڑکے ایسے نہیں ہوتے۔۔"

"ماں۔۔"

اس نے گہرا سانس لے کر دیکھا تھا ان کی جانب۔۔

"آپ کو نہیں پتہ کہ کون کن ادوار سے گزر کر آیا ہے۔ آپ کے آس پاس جتنے بھی لڑکے ہیں ان کا ماضی بہت اچھا، شانت اور اپنوں کے درمیان گزرا ہے جبکہ معاذ اور اس کے خاندان کے ساتھ کئی سالوں پہلے کیا، کیا گیا تھا یہ آپ بھی جانتی ہیں اور میں بھی۔ اسی لیے ہم اس کے کسی بھی رویے کو جج نہیں کر سکتے۔۔"

"ہاں یہ تو ہے۔۔"

اب کہ وہ بھی گہرا سانس لیتی بیڈ پر رکھے تکیے درست کر رہی تھیں۔ پھر سیدھی ہوئیں۔۔

"عجیب ضرور ہے وہ۔۔ لیکن ایک بات ہے۔۔ آنکھوں کو اس کی موجودگی بری نہیں لگتی۔ خاموش بے ضرر سا لگتا ہے۔۔"

رابیل نے بھی سر ہلایا تھا۔۔

"مجھے بھی ایسا ہی لگتا ہے۔۔"

"چلو اب ناشتہ کرلو باہر آکر۔ اور اب پلیز رات کو بارات کے فنکشن میں ضرور شرکت کرلینا۔۔ میں مزید اور لوگوں کے طعنے نہیں سن سکتی۔۔ اور ہاں۔۔"

وہ جاتے جاتے یکدم مڑیں تو اس نے چہرہ اٹھا کر انہیں دیکھا۔۔

"ارحم پوچھ رہا تھا تمہارا آج صبح ہی۔ اس سے بات کرلینا پلیز اور کم از کم تم اسے تو خود کے ساتھ راضی کرلینا تاکہ تمہاری پھپھو سے نبٹنا آسان ہو جائے۔۔"

آخر میں الجھ کر کہتیں وہ کمرے سے باہر نکلیں تو رابیل نے بھی گہرا سانس لیا۔ ہر حال میں اسے لوگوں کو تو فیس کرنا ہی تھا۔ اور ارحم کو تو سب سے پہلے۔

وہ نہا کر اب کے سنگھار آئینے کے سامنے کھڑی گیلے بالوں کو تولیے سے خشک کر رہی تھی۔ اس کے بال زیادہ لمبے نہیں تھے مگر ان کا رنگ اور ان کی چمک بہت خوبصورت تھی۔ اسے انہیں کھولنے سے بھی الجھن ہوتی تھی کہ وہ ریشمی ہونے کی وجہ سے بار بار چہرے پر اڈ آتے تھے۔

بالوں کو خشک کر کے اس نے انہیں پیچھے کی جانب پھینکا، اسی پہر اس کے کمرے کا دروازہ کھول کر ردا اور شزا اندر داخل ہوئی تھیں۔ اس نے بے اختیار ان کی جانب دیکھا۔ اسی لمحے ارحم بھی ان کے ساتھ ہی اندر آنے لگا تو ردا نے دروازے میں رک کر چہرہ باہر نکالا۔۔

"رابی نے ابھی دوپٹہ نہیں اوڑھا ہوا، آپ باہر انتظار کریں"

اور یہ ٹھک۔۔ اس نے دروازہ اس کے منہ پر ہی بند کر دیا تھا۔ رابی تو رابی شزا بھی اس کی حرکت پر دھک سے رہ گ ئی تھی۔

"یہ۔۔ یہ کیا طریقہ ہے ردا۔۔؟"!

شزا کی بے حد حیران سی آواز سنائی دی تھی۔ ردا نے اس کی جانب نا سمجھی سے دیکھا۔۔

"کیا۔۔؟"

"یہ کیا طریقہ ہے تم نے دروازہ ان کے منہ پر بند کر دیا۔۔"!!

"تو اور کہاں بند کرتی۔۔"

رابی نے بے ساختہ اُمڈتی ہنسی کو بمشکل روکا تھا۔

"پاگل وہ کیا سوچیں گے۔۔"!!

"بھ ئی اگر انہیں اندر آنے دیتی تو رابی کیا کرتی۔ ایک دم دوپٹے کے لی ۓ بھاگتی اور ساری سچویشن آکورڈ سی ہو جاتی۔ میں نے تو سب کو اس قسم کی سچویشن سے بچایا ہے۔۔"

"واہ۔۔ کیا بچایا ہے ویسے۔۔"

شزا نے تالی بجا کر داد دی تھی اسے۔ اس نے مسکرا کر دونوں کی جانب دیکھا۔۔

"کیا چاہیئے۔۔۔؟"

"کیا پہن رہی ہو تم آج رات۔۔۔؟"

"ڈونٹ ٹیل می کہ تم دونوں کو ماں نے بھیجا ہے۔"

اس نے ایک پل کو خوفزدہ ہو کر دیکھا تھا ان دونوں کو۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر مسکرائی یں۔ پھر اس کی جانب دیکھا۔ ردا نے ابرو نچائے تھے۔ رابیل دو قدم پیچھے ہٹی۔۔

"میں۔۔ میں خود تیار ہو سکتی ہوں۔۔"

"پتہ ہے ہم نے کہ تم نے کیسا تیار ہونا ہے۔ خدا کے لیئے رابی۔ ہم رات کو شادی میں جائیں گے میلاد میں نہیں۔۔"

شزا اب کے اس کی وارڈراب کا دروازہ کھولے کپڑے الٹ پلٹ رہی تھی۔ اور ردا نے قدم اس کی جانب بڑھائے تھے۔

"تم دونوں آخر کر کیا رہے ہو میرے ساتھ اور ماں۔۔ ماں بھی ہمیشہ تم دونوں کو میرے سر پر مسلط کر دیتی ہیں۔ پتہ بھی ہے کہ مجھے زیادہ تیار ہونا نہیں پسند۔۔"

"ابھی کہ ابھی یہاں آکر بیٹھ جاؤ۔۔"

شزانے اسے الماری کے دروازے کے پیچھے ہی سے تنبیہہ کی تھی۔اس نے اپنا بیڈ پر رکھا دوپٹہ محتاط نظروں سے دیکھا اور پھر اس سے پہلے کہ وہ اسے اٹھا کر باہر بھاگتی ردانے اسے قابو کر لیا تھا۔۔

"ماں نے ہم دونوں کو آپ کی گرومنگ کرنے کے لیئے بھیجا ہے۔۔"

"میں ایسے ہی ٹھیک ہوں پلیز مجھے جانے دو۔۔"

ہششش۔۔

ردانے اسے لبوں پر انگلی رکھ کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا تھا۔اس نے بے بسی سے دیکھا تھا ان دونوں کڈنیپرز کو۔ پھر شزا کسی تجربہ کار ڈیزائینر کی طرح اس کی جانب گھومی تھی۔ تین چار کپڑے اس پر رکھ کر تنقیدی نگاہوں سے اس کا جائزہ لیا۔پھر ایک نیا سل کر آیا آسمانی رنگ کا فراک اس کی نگاہوں میں جچ ہی گیا۔

"یہ بہت اچھا لگے گا۔۔"

اس نے فیصلہ کن سے انداز میں اسے مسکرا کر دیکھا تھا پھر اس کا جوڑا بیڈ پر رکھ کر باقی کے کپڑے الماری ترتیب سے لٹکائے۔اب کے رد ا اس کے ہلکے سے سوکھے بالوں میں برش چلا رہی تھی۔

"اس ڈریس کے ساتھ اسموکی آئی یز کیسی رہیں گی۔۔؟"

اس نے اس کا چہرہ دیکھ کر لمحے بھر بعد کہا تھا۔

"

جی نہیں میں ایسا کوئی میک اپ بھی نہیں کرنے لگی۔ اب مجھے پلیز جانے دو۔ میں نے ناشتہ بھی نہیں کیا ہے اور ناں ہی ارحم سے بات کی ہے اب تک۔ ماں کو کہا تھا اس نے کہ اسے مجھ سے بات کرنی ہے۔ ویسے پھپھو کیا زیادہ غصے میں ہیں۔۔؟"

اس نے ایک پل کو چہرہ ردا کی جانب پھیرا تھا۔

"بہت غصے میں ہیں پھپھو۔ بابا کے کمرے سے رات گ ۓ تک بہت بلند آواز سے باتیں کرنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔۔"

اس کا جواب سن کر اس کے اندر ایک بار پھر سے اندیکھا سا خوف اترنے لگا تھا۔ ردا اس کے بال برش کر چکی تو پھر انہیں فرنچ میں گوندھنے لگی۔ اس کے سیدھے گھنے بالوں میں فرانسیسی طرز کی چوٹی بہت جچا کرتی تھی۔ ایک بار پھر سے دروازہ پر دستک ہوئی تو تینوں نے اپنی سوچوں سے چونک کر دروازے کی جانب دیکھا تھا۔۔

"میں ارحم ہوں رابیل۔۔"

اس نے گہرا سانس لیا اور ردا کے پیچھے بیڈ سے اپنا دوپٹہ اچکا۔ اسے سر پر سلیقے سے باندھ کر اس نے دروازہ کھولا تھا۔ ہمیشہ کی طرح مسکراتے ہوئے ارحم کے چہرے پر پچھلی تلخی کے بعد آج پھر سے مسکراہٹ تھی۔

"فری ہو۔۔ کچھ بات کرنی ہے۔"

"اوکے میں آتی ہوں۔"

اس نے ایک نظر ان دونوں پر ڈالی اور پھر پلٹ کر کمرے کا دروازہ پار کرتی باہر کی جانب بڑھ گ ئی۔ گھر کے لاؤنج میں آج رش خاصہ کم تھا کیونکہ مہمان اب اپنے اپنے گھروں سے سیدھا شادی ہال پہنچنے والے تھے۔ اس نے بھی اس کے پیچھے قدم بڑھائے۔ وہ چھت کو جاتے زینوں کی جانب بڑھا تو اس کی نگاہ بے اختیار ہی اپنے کمرے سے نکلتے معاذ پر پڑ گ ئی۔ وہ بالوں کو ہاتھ سے پیچھے کرتا سنجیدہ سا باہر نکل رہا تھا۔ پہلے دن کے ٹرٹل نیک سوئی ٹر پر سیاہ جیکٹ پہنے۔۔ حسب عادت خاموش اور ریزرو۔۔ کسی کی نظروں کا ارتکاز تھا یا کیا، معاذ نے لمحے بھر کو چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔ اس نے گھبرا کر دوسری جانب دیکھا۔

اف۔۔ کونسے سینسرز لگے ہیں اس کے اندر۔

خفت سے سوچتے ہوئے اب کہ وہ ارحم کے پیچھے پیچھے جا رہی تھی۔ معاذ کے چہرہ ویسے ہی رہا۔۔ بے تاثر سا۔۔

"ہاں تو اب بتاؤ کیسی ہو۔۔؟"

ٹیرس پر پہنچ کر اب وہ اس سے ٹیک لگائے اس سے پوچھ رہا تھا۔ رابیل کا رنگ اترتی صبح میں دمکنے لگا تھا۔ کتھ ئی آنکھیں اس صبح کی روشنی سے منعکس ہو کر گہرے سبز اور شہد رنگ کی لگ رہی تھیں۔

"میں تو ٹھیک ہوں۔۔ وہ پھپھو کیسی ہیں۔۔؟"

"پھپھو۔۔ پھپھو بہت ناراض ہیں تمہاری تم سے۔۔"

"جانتی ہوں۔"

اس نے نگاہیں ٹیرس سے باہر کی جانب جمائی یں۔ بہت سے پرندے فضا میں اپنی آواز کے نغمے بکھیرتے ایک ہی سمت میں اڑ رہے تھے۔۔

"کسی کا دل دکھانے کا کتنا گناہ ہے اسلام میں۔۔؟"

اس نے بہت افسوس سے کہا تو رابیل نے اسے چونک کر دیکھا۔ تو کیا اب کہ وہ اس سے کسی اور طرح سے بات کرنے کا سوچ رہا تھا۔

"لوگوں کی ناراضگی اللہ کی ناراضگی سے بڑی نہیں ہو سکتی ارحم۔ یہ فیصلہ قرآن کا ہے۔۔"

ارحم چندپل اس کے مضبوط سے جملے پر خاموشی سے اسے دیکھے گیا۔ پھر ایک دم ہاتھ لپیٹ کر اپنا سراپا اس کی جانب پھیرا۔ اس نے سرخ ٹی شرٹ پر سیاہ جیکٹ پہن رکھی تھی۔

"کیا تمہیں یقین ہے کہ ہماری مذہبی کتاب سچ ہے۔۔"!

اس کے سوال پر اس نے بری طرح چونک کر دیکھا تھا اسے۔ دل بے ساختہ زور سے دھڑکا۔۔

"کیا مطلب۔۔؟"

"مطلب سمپل ہے۔ کیا تمہیں لگتا ہے کہ کتاب ٹھیک ہے اور یہ واقعی آسمانوں سے اتاری گ ئی ہے۔۔؟"

چندپل تو وہ ہونق بنی اسے دیکھتی رہی تھی لیکن پھر اگلے ہی لمحے اس نے پرسکون نظروں سے اسکا چہرہ دیکھا۔ ایسا تھا تو ایسے ہی سہی۔۔

"جی مجھے یقین ہے۔"

"چلو پھر مجھے قائل کرو کہ یہ خدا ہی کی طرف سے ہے۔۔ کیونکہ ایک بہت سچ بات بتاؤں تمہیں رابیل۔۔ مجھے اس کتاب کے سچ ہونے پر شبہ ہے۔۔"

اس نے ایک مزاق اڑاتی نگاہ ڈالی تھی اس لڑکی پر۔ یقیناً اب وہ اس پر بھڑکے گی، اسے منہ پر زوردار تھپڑ مار کر پلٹ جائے گی اور اس طرح تابوت میں آخرہ کیل خود بخود گڑ جائے گی۔

"یہ تو بہت آسان ہے۔۔"

لیکن نہ تو وہ لڑکی پلٹی تھی اور نہ ہی اس پر بھڑکی تھی۔ بلکہ اس نے ہاتھوں کو انتہائی سکون کے ساتھ سینے پر باندھ کر اس کی آنکھوں میں دیکھا تھا۔ ہاں قرآن کی طالبہ رابیل عابد اس کی آنکھوں میں جھانکی تھی۔۔

"کیسے۔۔ قائل کرو مجھے۔۔ بلکہ یوں سمجھو کہ کوئی غیر مسلم ہے۔ تم اسے قائل کر رہی ہو۔۔ تم اسے کیسے اس بات پر راضی کرو گی کہ یہ خدا کی جانب سے آئی گئی کتاب ہے۔۔؟"

اس نے سوال اب کہ ذرا کچھ اور پیچیدہ کر دیا تھا۔ مگر رابیل خاموشی سے اسے دیکھے گئی۔۔

"آپ کا سوال بالکل ویلڈ ہے ارحم۔ مجھے آپ کے سوال کا جواب دینے کے لیے کچھ بہت زیادہ جدوجہد کرنے کی ضرورت نہیں پڑے گی کیونکہ اس کا جواب اللہ اپنی کتاب میں بہت سالوں پہلے دے چکے ہیں۔ آپ کو لگتا ہے کہ یہ کتاب اللہ کی جانب سے نہیں ہے۔ مطلب دوسرے لفظوں میں آپ کہہ رہے ہیں کہ یہ کسی انسان کی جانب سے ہے ٹھیک۔۔"!

اس نے اس کا سوال درست طریقے سے دہرایا تھا۔

”اس کا جواب بہت سمپل ہے۔ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر تمہیں یہ لگتا ہے کہ یہ کسی انسان کی جانب سے ہے تو جاؤ۔

تم بھی انسان ہو، تم بھی ایسی ایک کتاب لکھ لاؤ۔

وَاِن کُنتُم فِی رَیبٍ مِّمَّا نَزَّلنَا عَلٰی عَبدِنَا

اور اگر ہو تم شک میں اس سے جو ہم نے نازل کیا اپنے بندے (محمد محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) پر

فَاتُوبِسُورَةٍ مِّن مِّثلِہٖ

تو تم لے آؤ ایک سورت اس جیسی۔

اس نے کندھے اچکائے تھے۔

”اگر آپ کو اس کلام میں شک ہے ارحم تو ٹھیک ہے۔ آپ یہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے نہیں بلکہ کسی انسان کی طرف سے ہے تو آپ بھی انسان ہیں۔ آپ بھی تو ایسی کوئی کتاب لکھ سکتے ہیں۔ چلیں چھوڑیں۔۔“

وہ ایک لمحے کو رکی۔۔ ارحم خاموشی سے اسے دیکھ رہا تھا۔۔

”آپ اس جیسی کتاب نہ لکھ سکیں تو ایک سورت ہی بنا لائیں۔ چلیں سورہ بقرہ تو بہت طویل اور عظیم سورت ہے، آپ سورہ کوثر جتنی کوئی سورہ بنا لائیں۔ آپ اتنا تو اب کر ہی سکتے ہیں۔ تین آیتیں لکھ لینا آپ کے خیال میں تو کوئی بڑی بات نہیں۔ چلیں پھر۔۔ آپ بھی لکھ لیں ایسی کوئی کتاب اور جھوٹا ثابت کر دیں اس کے دعوے کو کہ یہ اللہ کی جانب سے نازل کی گئی ہے۔“

اس نے انتہائی سکون سے دیکھا تھا اس کی جانب۔۔

"لیکن مجھے تو عربی نہیں آتی۔۔"

اس نے بے چینی سے جواب دیا۔

"جی بالکل۔۔ آپ کی اسی آسانی کے لیے اللہ نے یہ بھی کہا ہے کہ وَادْعُوْا شُھَدَآءَکُمْ (تم بلالو اپنے مددگاروں کو)۔

اللہ نے کھلی چھٹی دی ہے آپ کو ارحم۔ جسے آپ نے اپنے ساتھ ملانا ہے ملا لیں۔ اپنا پیسہ خرچ کریں، دنیا کی سپر پاورز کو اکھٹا کریں، بڑی بھاری کتابیں لکھنے والوں کو تلاشیں۔۔ اور اگر آپ کو عربی نہیں آتی تو کسی اچھے عرب کو ڈھونڈ کر اس سے کتاب لکھوا لیں۔ آپ کو تو اللہ نے ہر سورس استعمال کرنے کی اجازت دی ہے تو جائیں آگے۔ بنا لائیں ایسی کوئی کتاب۔۔ کتاب نہیں تو چند آیتیں۔۔ چند لفظ۔۔ آپ ساری دنیا کے ذہین ترین لوگوں کو اپنا ساتھی بنا لیں ارحم اور ایسا کچھ لکھ لائیں۔ اور یاد رکھیے۔۔ اللہ یہ چیلنج اس قوم کو دے رہے تھے کہ جن کا دعوی تھا کہ ہم عربی کا ہر لفظ جانتے ہیں۔ کیا آپ یہ دعوی کر سکتے ہیں کہ آپ کو اردو کا ہر لفظ آتا ہے یا پھر آپ کی انگریزی اتنی اچھی ہے کہ ڈکشنری میں کوئی ایسا لفظ نہیں جو آپ کے علم میں نہ ہو۔۔ کیا آپ کوئی ایسا بڑا دعوی کر سکتے ہیں ارحم۔۔۔؟"

دھم دھم۔ ارحم کے چہرے پر اس کے لفظ پلٹ پلٹ کر آرہے تھے۔ لیکن قرآن کی طالبہ یونہی ہاتھ لپیٹے سکون سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"اور جانتے ہیں ارحم وہ قوم اس کلام کو جھوٹا ثابت کرنے کے لیے مر رہی تھی۔ وہ لوگ اللہ اور اس کے رسول کی دشمنی میں آپ سے کہیں زیادہ آگے تھے لیکن کیا ہوا۔ جانتے ہیں کیا ہوا تھا۔۔؟"

ساری فضا گویا ان کے آس پاس جم گئی تھی اور ربیل اسی طرح مضبوط لہجے میں روانی سے جملے ادا کرتی ارحم کو سفید پڑتا دیکھ رہی تھی۔۔

”کوئی ایک آیت تو کیا ایک لفظ بھی نہ لکھ سکا اس کے مقابلے میں۔ اور سارا عرب بلکہ ساری دنیا یہ چیلنج ہار گئی کہ قرآن کسی انسان نے لکھا ہے۔ ساری دنیا اپنی بات کو سچ ثابت کرنے میں ہار گئی ارحم۔ کوئی اس کتاب کے سامنے نہ ٹک سکا۔ کوئی اس کے جاندار کلام کے آگے اپنا کمزور اور نقائص سے بھرپور کلام لانے کی جرأت نہ کر سکا۔ آپ کو کیا لگتا ہے کہ آپ پہلے ہیں۔۔! آپ کو کیا لگتا ہے کہ اہل مکہ نے کوشش نہیں کی ہوگی اسے جھوٹا ثابت کرنے کی۔ انہوں نے اپنے جان و مال لگا دیئے تھے ارحم لیکن کچھ نہیں ہوا۔ قرآن آج بھی روز اول کی طرح روشن ہے۔ اس کی آیتیں آج بھی لوگوں کو گھٹنے کے بل گرا کر سجدہ کروانے کی طاقت رکھتی ہیں ارحم۔ اور چاہے کتنے بھی جادوگر فرعون کے سجائے گئے میدان میں اپنی لاٹھیاں ڈال کر لوگوں کو شعبدہ بازی کا نشانہ بنائیں لیکن ہر جادوگر اپنے اندر یہ بات ضرور بالضرور جانتا ہوگا کہ جب موسیٰ علیہ السلام کا عصا، ان کا معجزہ اس میدان میں اترے گا تو وہ ہر جھوٹی لاٹھی کو نگل جائے گا۔ اور آخرکار عظیم ساحروں کو سجدے میں ایک نہ ایک دن گرنا ہی پڑے گا۔۔“

وہ سن ہوا اسے دیکھ رہا تھا۔ اسے لگا وہ کوئی ٹیپیکل قسم کی مسلمہ ہے۔ جذبات میں آکر بھڑک جائے گی اور اسے کافر قرار دے کر چلی جائے گی لیکن وہ اسے جواب دے رہی تھی۔ وہ اسے اس کے دعوے میں جھوٹا ثابت کر رہی تھی بلکہ وہ اسے جھوٹا ثابت کر چکی تھی۔ اس نے بے چینی سے پہلو بدلا تھا۔۔

"تم نے مجھے اس کتاب جیسی کوئی کتاب لکھنے کی کوشش تو کرنے نہیں دی اور اپنا فیصلہ بھی سنا دیا۔ کیا یہ کوئی انصاف ہے۔۔"

رابیل اس کی بات پر لمحے بھر کو مسکرائی تھی۔

وَلَن تَفعَلو

"اور ہرگز تم نہیں کر سکو گے! آپ کوشش کرلیں ارحم۔ لیکن یہ سچ ہے کہ جتنے لوگوں نے کوششیں کیں وہ آج تک کامیاب نہ ہو سکے۔ کیونکہ اللہ کے مقابلے میں انسان کی حیثیت کچھ بھی نہیں ہے۔ کچھ بھی نہیں۔۔"

اس نے ایک آخری نگاہ اس پر ڈالی اور پلٹ گئی۔ پلٹتے سمے اس کا دل دھک دھک کر رہا تھا اور حلق خشک ہوا جا رہا تھا۔ عظیم ساحروں کے سامنے عصا ڈالنا اس قدر آسان بھی نہیں تھا اور تب۔۔ جب کہ جادوگر بھی عظیم جادوگر تھے۔ وہ نم آنکھیں لیے زینے اترنے لگی۔ ایک ہاتھ ریلنگ پر رکھے وہ گویا پانی پر چل رہی تھی۔ اس کا سینہ ارحم کی پچھلی باتوں سے تنگ ہونے لگا تھا۔ وہ جتنی امیدیں اس سے اچھائی کی لگایا کرتی تھی اتنی ہی بار وہ اس کا دل اس طرح سے توڑ دیا کرتا تھا۔

"ہم جانتے ہیں کہ بے شک تنگ ہوتا ہے آپ کا سینہ بوجہ اس کے جو وہ کہتے ہیں" (حجر ۱۵/ ۹۷)

اور اس نے ایک لمحے کو ٹھٹک کر دوسری جانب دیکھا۔ اس کی سماعت میں وہ مدھر آواز کچھ کہہ رہی تھی۔ کیا کوئی اس کی جانب متوجہ تھا۔ اس نے آس پاس نگاہ گھما کر اس آواز کو تلاشا۔ سامنے ہی ٹی وی پر سورہ حجر کی آخری آیات جگمگا رہی تھیں۔

”پس آپ تسبیح بیان کریں اپنے رب کی حمد کے ساتھ اور آپ ہوں سجدہ کرنے والوں میں سے“

)حجر۱۵/۹۸(

وہ گم صم سی ان آیات کو دیکھے گ ئی۔ گھر میں سب اپنے کاموں میں مشغول تھے اور وہ۔۔۔وہ پتھر کا مجسمہ بنی زینوں پر ہی جم گ ئی تھی۔ پھر اسی تیزی کے ساتھ اتری اور کمرے میں چلی آئی۔ جلدی جلدی جائے نماز ڈالا۔ اس کا دل بے تحاشہ دھڑک رہا تھا اور چہرہ گلابی ہو کر تمتمار ہا تھا۔

”اور آپ ہوں سجدہ کرنے والوں میں سے۔۔“

قاری الزاہرانی کی آواز ان آیات کو پڑھتے ہوئے بار بار بھیگ رہی تھی اور بھیگ تو اس کے رخسار بھی رہے تھے۔ جب کوئی بھی اس کی جانب متوجہ نہیں ہوتا تھا تو کوئی آسمانوں کے پار سے اس کی جانب متوجہ ہوا کرتا تھا۔ اس نے لرزتے ہاتھ اٹھائے اور پھر اگلے ہی لمحات میں وہ بھی سجدہ کرنے والوں میں شامل ہو گ ئی تھی۔۔

”اور آپ عبادت کریں اپنے رب کی یہاں تک کہ آجائے آپ کے پاس یقین (موت)۔ (حجر۱۵/۹۹)

اس نے سیاہ ہی عبائے پر سیاہ حجاب چہرے کے گرد لپیٹا اور جیسے ہی کمرے سے باہر نکلی، سامنے بیٹھیں صائمہ پر اس کی نگاہ پل بھر کو اٹھی تھی۔ انہوں نے اسے دیکھتے ہی تیوری چڑھائی اور پھر طنزیہ مسکراہٹ کے ساتھ سر جھٹک کر چہرہ پھیر لیا۔ اس نے کمال ضبط سے سہا تھا ان کا یہ انداز۔۔

پھر بھاری ہوتے دل کے ساتھ داخلی دروازہ عبور کرتی باہر کی جانب بڑھ گ ئی۔ پتھریلی روش پر کھڑی چمچماتی کار میں بیٹھ کر اس نے ڈرائی یور کو چلنے کا اشارہ کیا تھا۔ اگلے چند ہی لمحات میں وہ اپنی قرآن ٹیچر کے سامنے بیٹھی تھی۔ انہوں نے نرم نگاہوں سے اس کا بجھا بجھا سا چہرہ دیکھا۔ پھر آگے بڑھ کر اسے پانی کا گلاس دیا۔ اس نے بغیر کسی پس وپیش کے گلاس تھاما اور سارا پانی پی گ ئی۔ اسے جیسے یکدم ہی بے حد پیاس لگنے لگی تھی۔ انہوں نے آگے بڑھ کر ایک اور گلاس بھرا اور اس نے وہ بھی پی لیا۔ پھر گہرے گہرے سانس لیتی اندر جما ہوتی گھٹن کو باہر نکالنے لگی۔ زندگی چند ہی دنوں کے اندر کیا سے کیا ہو گ ئی تھی۔۔

"کیا ہوا ہے۔۔؟"

"میں نے خواب دیکھا تھا میڈم پچھلی رات۔۔"

اس نے گردن جھکا رکھی تھی اور ٹوٹی پھوٹی سی آواز بمشکل میڈم کی سماعت تک پہنچ رہی تھی۔

"میں نے دیکھا کہ میں ایک غار میں قید ہوں اور اس کے دوسرے سرے پر سنہری سی روشنی ٹمٹما رہی ہے لیکن جیسے ہی میں نے اس کی جانب قدم بڑھائے وہ روشنی۔۔ وہ گل ہو گ ئی۔"

بہت سے آنسو اس نے اپنے اندر ہی اتار لی ئے تھے۔ میڈم صباحت خاموشی سے دیکھے گ ئی یں اسے۔

"اس غار میں مجھے کوئی سورہ کہف پڑھ کر سنا رہا تھا۔"

اس کی اگلی بات پر میڈم سیدھی ہو بیٹھی تھیں۔ اس نے انہیں اب کہ چہرہ اٹھا کر دیکھا۔

"یہ تو بہت اچھا خواب ہے رابیل۔ تم گھبرا کیوں رہی ہو۔۔؟"

"لیکن اس غار میں، میں بہت تکلیف میں تھی میڈم۔ اس کہف میں بہت تاریکی تھی۔ بہت اندھیرا تھا۔ اتنا اندھیرا کہ مجھے اپنے ہاتھ پاؤں تک دکھائی نہیں دے رہے تھے۔ یوں لگتا تھا تاریکیوں کی کئی پرتیں فضا میں پھیلی ہوئی ہوں۔۔ اور اس غار کا راستہ۔۔ اس کا راستہ بہت طویل تھا۔۔"

"پچھلے جمعے کو سورہ کہف پڑھی تھی تم نے۔۔؟"

ان کے بہت پر سکون سے سوال پر اس نے لمحے بھر کو چونک کر دیکھا تھا ان کی جانب۔ اور پھر اس کے داغ میں جھماکہ سا ہوا۔

پچھلے جمعے کو تو ذہن اس قدر پراگندہ تھا اور دل اتنا الجھا ہوا تھا کہ اسے سورہ کہف پڑھنا یاد ہی نہیں رہا تھا۔ تو کیا وہ نور اس سے اس لیے دور جا رہا تھا کہ وہ اس سورہ کو پڑھ نہیں پائی تھی۔۔ کیا یہی وجہ تھی۔۔

"میں۔۔ مجھے یاد نہیں رہا پڑھنا۔۔"

اس نے ان سے نگاہ چرائی تھی۔ وہ نرمی سے مسکرائی یں۔۔

"جب ہم اللہ کے ساتھ کوئی عہد باندھتے ہیں ناں رابیل، یا پھر اس سے محبت کرنے کا دعوی کرتے ہیں یا اس کے حکم پر سرِ تسلیم خم کر کے بہت لوگوں کی مخالفت مول لیتے ہیں تب۔۔ ہاں تب ہم اس کی خاص نگاہ میں آجاتے ہیں۔ یوں سمجھو کہ ہمارا ہر عمل، ہر فیصلہ اور ہر بول مائی کروسکوپ تلے آجاتا ہے اور ہمارے ہر باریک عمل پر بھی ہماری پکڑ ہونے لگتی ہے۔ لیکن یہ ہر کسی کے ساتھ نہیں ہوتا رابیل۔ ایسا نہیں ہے کہ ایک جمعے کی سورہ کہف نہ پڑھنے پر تمہاری امی یا پھر تمہاری بہنوں کو اس قسم کا کوئی خواب آئے گا یا انہیں آگاہی کا کوئی راستہ دکھے گا کہ ان

سے کچھ چھوٹ گیا ہے۔ یہ صرف تمہارے ساتھ ہی ہو گا کیونکہ اللہ سے کمٹمنٹ تم نے کی ہے انہوں نے نہیں۔
کیا تمہیں یاد نہیں کہ اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمایا تھا کہ جو بھی ایک جمعے کو سورہ کہف پڑھے گا اسے دوسرے جمعے تک نور نصیب ہو گا۔ یعنی اس کے دو جمعوں کے درمیان نور رہو گا۔ تمہارے غار کا نور تمہیں اس لیئے نہیں ملا کیونکہ تم نے اس جمعہ کو سورہ کہف نہیں پڑھی تھی۔ اور یہ اللہ کی رحمت ہے کہ اس نے تمہاری توجہ اس طرف دلوائی۔ اب تم اللہ کی خاص رحمت تلے ہو۔ تم سب جیسی نہیں ہو اب۔ تم دنیا میں کھو کر اب اسے نہیں چھوڑ سکتیں، تم عام لڑکیوں کی طرح ہر بات پر قہقہے لگا کر بے فکری سے اپنی عبادات کو پیچھے نہیں ڈال سکتیں، کیونکہ جنہیں مقام دیا جاتا ہے انہیں اس مقام کے ساتھ خاصی بھاری ذمے داریاں بھی سونپی جاتی ہیں۔ اور تمہیں بھی ان ذمے داریوں کو اپنی زندگی کے آخر تک نبھانا ہے۔۔"
وہ یک ٹک ان کا چہرہ دیکھنے لگی تھی۔ وہ نرمی سے اپنی بات مکمل کر کے اس کی جانب دیکھ رہی تھیں۔
"میں اپنی پوری کوشش کرونگی ہر ذمے داری کو نبھانے کی میڈم۔۔"
"اللہ تمہارے راہیں آسان کرے آمین۔۔"
آخر میں ان کے دعا دینے پر وہ بے ساختہ مسکرائی تھی۔ دل پر جما بوجھ جیسے ان باتوں سے اتر گیا تھا اور اب اس کا دل ہلکا پھلکا ہو گیا تھا۔ اس نے قدم ان کے آفس سے باہر کی جانب بڑھائے اور خاموشی سے چکنے ٹائی لز والے مدرسہ کی راہداری عبور کرتی گزرنے لگی۔ ہر جانب کلاس رومز سے قرآن پڑھنے پڑھانے کی بابرکت سے گونج تھی۔ اس کا دل ان آوازوں سے دھلنے لگا تھا۔ گھر میں داخل ہوتے اس نے گاڑی کا دروازہ کھولا اور خاموشی سے

لان کے پچھلے حصے میں چلی آئی۔اس طرف کونے میں ایک خالی سنسان سا جھولا رکھا ہوا تھا جو اس سمے ہولی ہولی سی خنک ہوا سے لہرا رہا تھا۔اس نے بھی قدم اس کی جانب بڑھائے اور جھولے پر آ بیٹھی۔آنکھیں موند کر سر اس جھولے کی پشت سے ٹکایا اور ہولے ہولے جھولنے لگی۔

"بیزار ہو رہا ہوں فی الحال تو حد درجہ۔۔"

کسی کی جانی پہچانی سی آواز پر اس نے آنکھیں کھولیں۔ایک پل کو سیدھی ہو بیٹھی۔دوسری جانب پھولوں کے سامنے کھڑا وہ فون پر کسی سے بات کر رہا تھا۔اس نے رابیل کو نہیں دیکھا تھا لیکن رابیل نے اس کو دیکھ لیا تھا۔وہ اب کہ سر جھٹک کر دوسری جانب پھر سے کچھ کہہ رہا تھا۔اس نے اگلے ہی لمحے کچھ سوچ کر اس کی جانب قدم بڑھائے۔

"معاذ۔۔"

وہ فون کان سے ہٹا کر اب کہ تیزی سے کچھ ٹائپ کر رہا تھا۔اس آواز پر چونک کر اس طرف کو مڑا۔اسے دیکھ کر لمحے بھر کو حیران ہوا۔

"تم اگر اتنے ہی بیزار ہو رہے تھے تو آنے کی ضرورت کیا تھی۔۔؟"

اس نے اس کی جانب دیکھ کر بہت سکون سے پوچھا تھا لیکن وہ اس کے سوال پر ہلکا سا حیران ہوا۔۔

"میں نے کب کہا کہ میں بیزار ہو رہا ہوں۔۔"

"تمہاری شکل پر صاف لکھا ہے کہ تم یہاں سے بھاگ جانا چاہتے ہو۔۔"

وہ اس کے جواب پر لمحے کو بھر کو ہلکا سا مسکرایا۔ رابیل نے اسے پہلی دفعہ مسکراتے ہوئے دیکھا تھا۔

"کیا ہم لوگ تمہیں اتنے برے لگتے ہیں۔؟"

لیکن اس کے اگلے سوال پر اس کے چہرے سے مسکراہٹ لمحے کا توقف کیے بغیر غائب ہوئی تھی۔ رابیل کا چہرہ ویسے ہی نرم رہا تھا۔ جیسے وہ اپنے بڑوں کے کسی عمل پر شرمندہ تھی۔ اس نے گہرا سانس لے کر بالوں میں انگلیاں چلائیں۔۔ نگاہوں نے یونہی پھیلے سبزے کو چھوا تھا۔۔

"کیا فرق پڑتا ہے۔۔"

اس نے سر جھٹک کر کہا تھا۔ رابیل کو دکھ ہوا۔

"فرق پڑتا ہے معاذ۔ کسی کو فرق پڑے یا نہ پڑے لیکن تمہیں اور تمہارے گھرانے کو فرق پڑتا تھا اور پڑتا ہے۔۔"

"گزرا وقت ہر فرق کو مٹا دیتا ہے۔ کچھ بھی باقی نہیں رہتا۔۔"

"اگر ایسا ہوتا تو کئی صدیوں بعد بھی جنہیں اللہ نے عبرت کا نشان بنایا تھا وہ عبرت کا نشان نہ رہتے۔ ان کی الٹی گئی زمین کو دیکھ کر بہت سے لوگوں نے توبہ کی ہے۔"

اس کے جواب پر اس نے ایک لمحے کو اس شفاف آئینہ سی لڑکی کو دیکھا تھا۔ حجاب کے ہالے میں دمکتا اس کا چہرہ معاذ کو ڈسٹرب کرنے لگا تھا۔ اس نے غیر ارادی طور پر اس سے نظریں پھیری تھیں۔

"لیکن ہر کسی نے تو توبہ نہیں کی ناں۔۔"

دور نگاہیں جمائے اس نے بہت مدھم آواز میں کہا تھا پھر بھی رابیل نے اسے سن لیا تھا۔

"ہر کوئی توبہ نہیں کرتا معاذ لیکن کچھ لوگ ضرور توبہ کر لیتے ہیں۔ انہیں کم از کم قبول کر لینا چاہیئے۔ میں تمہیں تمہارے کسی بھی عمل پر جج نہیں کرنا چاہتی لیکن جن لوگوں نے معافی مانگ کر اپنا عمل درست کیا ہے تمہیں انہیں قبول کر لینا چاہیئے۔"

"قبول کرنا اتنا آسان نہیں ہوتا رابیل۔"

وہ کسی سے ایک سے زائد بات کرتے وقت سخت کوفت کا شکار ہوتا تھا لیکن رابیل۔۔ رابیل تو نرم سی تھی۔ اس کا شفاف لہجہ ہر قسم کے ریا اور طنز سے پاک تھا۔ وہ لوگوں کو اپنے انداز سے غیر آرام دہ نہیں کرتی تھی بلکہ وہ کبھی کبھی جذباتی، کبھی ذرا سمجھدار اور کبھی بالکل چھوٹے بچوں جیسی باتیں کر جایا کرتی تھی اور اس کا یہ انداز آگے والے کو کبھی بھی شرمندہ نہیں کیا کرتا تھا۔ وہ بھی اس کے ساتھ اپنے اندر بے چینی محسوس نہیں کر رہا تھا اور جو وہ محسوس کر رہا تھا کیا اسے یہ محسوس کرنا چاہیئے تھا۔۔۔!

"قبول کرنے کے لیئے ضروری ہے معاذ کہ سب سے پہلے تم خود کو معاف کرو۔ اگر تم خود کو معاف نہیں کرو گے تو کسی کو بھی معاف نہیں کر پاؤ گے۔ تم جانتے ہو کہ تم خود بھی اندر ہی اندر کہیں کسی عمل پر گلٹی ہو اسی لیئے تمہارا یہ اگریشن تمہیں اتنا بیزار، اکھڑا ہوا اور سر در کھتا ہے۔ پہلے خود کو قبول کرو پھر تم سب کو قبول کر سکتے ہو۔۔"

اس نے لمحے بھر کو اس کی جگمگاتی کتھئی سی آنکھوں میں دیکھا۔ اس تاریک دنیا میں کیا کوئی اتنا شفاف ہو سکتا تھا جتنی وہ تھی۔۔

"تم بھی ہوناں کسی گلٹ میں۔۔؟"

اس نے ایک پل کو رک کر نرمی سے پوچھا تھا۔ معاذ کے سرمئی سے ارتکاز میں لمحے بھر کو بہت کچھ ابھرا تھا۔ اس نے چہرہ اوپر اٹھا کر افق کو دیکھا۔ بہت سے سرمئی بادل ہر جانب خوشگوار سا اندھیرا قائم کیئے ہوئے تھے۔

"تمہیں نہیں لگتا کہ یہ تھوڑا مشکل ہے۔۔؟"

اس نے آسمان پر نگاہیں جمائے ہی پوچھا تھا اس سے۔

"مشکل تو ہے۔ لیکن ناممکن نہیں۔۔"

"کچھ باتوں کے لیئے انسان خود کو کبھی معاف نہیں کر پاتا۔۔"

"ہاں ایسا ہی ہے معاذ۔ لیکن جن باتوں کے لیئے انسان خود کو معاف نہیں کر پاتا اللہ تو اسے ان باتوں کے لیئے بھی معاف کر دیتا ہے۔۔"

اس نے بے حد چونک کر اس کی جانب دیکھا تھا۔ سبزہ زار پر گویا ہر جانب سے روشنیاں اتر آئی تھیں۔ اسے پچھلے کئی سالوں میں کسی نے یوں نہیں چونکایا تھا۔ پہلے وہ اپنی ماں کی باتوں پر چونکا کرتا تھا اور آج۔۔ ہاں وہ آج رابیل کی باتوں پر حیران ہو رہا تھا کیونکہ اس کا انداز بالکل اس کی ماں جیسا تھا۔ نرم، معصوم اور شفاف۔۔

"تمہیں مجھ سے الجھن نہیں ہوتی۔۔؟"

اس نے اب کہ نگاہیں پھر سے پھولوں پر جمالی تھیں۔ سرسراتی ہوا سے رابیل کا سیاہ عبایا پیچھے کی جانب اڑ رہا تھا اور اسکی بات پر وہ ایک لمحے کو حیران ہوئی تھی۔

"تم سے الجھن۔۔ نہیں۔۔۔ کیوں۔۔؟"

اسے اس کا سوال سمجھ نہیں آیا تھا۔ معاذ لمحے بھر کو مسکرایا۔۔ پھر اپنے مخصوص انداز میں کندھے اچکائے۔

"میں سمجھا شاید ہوتی ہو۔۔"

"یہ سچ ہے کہ تم ہم سے کبھی بھی بے تکلف نہیں ہوئے نہ ہی وقار تایا نے کبھی مراسم مزید بڑھانے کی کوشش کی لیکن معاذ، مجھے لگتا ہے کہ ہم سے بہت بڑی زیادتی ہو گئی ہے تم لوگوں کے معاملے میں۔ مجھے بہت برا لگتا ہے تمہارے لیے اور تایا کے لیے بھی۔۔"

سرمئی سا خوشگوار اندھیرا اب کہ ہر جانب پھیلنے لگا تھا۔ یوں لگتا تھا ابھی آسمان برس پڑے گا۔

"میں نے کہا ناں اب کچھ فرق نہیں پڑتا۔۔ جو ہونا ہوتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے۔"

چند لمحے یونہی خاموشی کی نذر ہو گئے تھے۔ لان کی پچھلی جانب وہ دونوں ایک دوسرے سے قدرے فاصلے پر کھڑے باتیں کر رہے تھے۔ گاہے بگاہے معاذ اس کے چہرے پر نگاہ ڈال لیتا اور کبھی رابیل اسے دیکھ لیتی۔ وہ معاذ سے کبھی بھی بے تکلف نہیں تھی لیکن عجیب بات تو یہ تھی کہ اس سے بات کر کے ہرگز یہ نہیں لگتا تھا کہ وہ غیر ہے۔ اس سے بات کر کے ایک عجیب سا اپنائیت کا احساس رابیل کو ہمیشہ گھیرتا تھا۔ شاید اسی لیے کہ خون کا خون سے ایسا ہی رشتہ ہوتا ہے۔ خون جو پانی سے گاڑھا ہوا کرتا ہے۔۔

"ویسے تم ریسٹورینٹ کے ساتھ ساتھ کیا کرتے ہو۔۔؟"

"کچھ نہیں۔۔"

"پڑھائی۔۔؟"

"مکمل ہو چکی۔۔"

"اوہ۔۔وقار تایا کب تک آئیں گے۔۔؟"

اس نے ہچکچا کر یہ سوال پوچھا تھا مبادا وہ پھر سے اپنے خول میں سمٹ جاتا۔ لیکن وہ ویسے ہی بے نیازی سے کھڑا رہا۔ کچھ تھا جو اسے سب لڑکوں سے الگ بناتا تھا۔شاید یہ اسکا لاپرواہ سا انداز تھا جو انسانوں کو اس کی جانب متوجہ کرتا تھا۔

"آج آنے کا کہہ رہے تھے۔۔"

"واقعی آج۔۔"!!

وہ ایک دم ہی چہکی تو اس نے اس کی جانب دیکھا۔وہ بچوں کی طرح خوش ہوئی تھی۔نہ چاہتے ہوئے بھی معاذ اس کے انداز پر مسکرا دیا۔ابھی وہ اسے مدبرانہ سے انداز میں نصیحتیں کر رہی تھی اور ابھی۔۔ابھی وہ پورے دانت نکالے مسکرا رہی تھی۔

"کسی کے ساتھ اتنی جلدی بے تکلف نہیں ہوا کرتے۔۔"

اس کے نرمی سے کہنے پر رابیل نے اس کی جانب دیکھا۔

"میں کب بے تکلف ہوئی ہوں۔۔؟"

"اچھا۔۔پھر کتنا جانتی ہو تم مجھے۔۔؟"

اس نے جینز کی جیبوں میں ہاتھ اڑسے تھے۔

"زیادہ تو نہیں جانتی تمہیں۔ لیکن اتنا پتہ ہے کہ تم انتہائی بے مروت، بدتمیز اور بدلحاظ انسان ہو۔۔ لیکن ان سب باتوں کے باوجود بھی تم کبھی کبھی تھوڑے بہت جینٹل مین بھی لگتے ہو۔۔"

اس کے جواب پر معاذ نے سر ہلایا تھا۔۔

"اس قدر تعریف کا شکریہ۔۔"

رابیل نے بمشکل اپنی ہنسی روکی تھی۔ پھر ایک بار آسمان کی جانب دیکھا۔

"بارش آنے والی ہے۔"

"ہوں۔۔"

معاذ نے صرف سر ہلایا۔ رابیل نے اسے ایک نظر دیکھا اور پھر اندر کی جانب بڑھ آئی۔ داخلی دروازے سے اندر جاتے ہوئے اس نے ایک لمحے کو ٹھہر کر معاذ کو دیکھا تھا۔ پھر مسکراتے ہوئے اندر کی جانب بڑھ گئی۔ معاذ اب تک ویسے ہی کھڑا آسمان کو تک رہا تھا۔ اس کے اندر بھی بادلوں کی مانند کچھ ایک ساتھ اکھٹا ہونے لگا تھا۔ سرمئی بادلوں نے اس کی خاموش سرگوشیوں پر مسکرا کر سر جھٹکا تھا اور چلتی ہوا نے لمحے بھر کو اسے پلٹ کر دیکھا تھا۔ کیونکہ وہ اس سب سے بے خبر تھا۔۔ یکسر بے خبر۔۔

\-------

شام کی سیاہی کے ساتھ ہی گھر میں ہر جانب رنگ و بو کا سیلاب امڈ آیا تھا۔ سرِ شام ہی ہال جانے کا شور سا اٹھا اور گھر میں موجود لڑکیاں اپنے اپنے رنگ برنگے آنچل سمبھالتیں کمروں میں تیاری کے لیے جا گھسیں۔

اس نے پستئی رنگ کی لمبی قمیض پہن رکھی تھی۔ بہت سے ننھے ستاروں کا کام بھی اس قمیض پر جگہ جگہ جگمگا رہا تھا۔ لمبی قمیض تلے چوڑی دار پجامہ بہت ہلکا سا دکھتا تھا۔ سر پر اسی رنگ کا بڑا دوپٹہ سلیقے سے لپیٹے وہ بہت کیوٹ لگ رہی تھی۔ اس کی جانب دیکھ کر کسی بڑی خوبصورت سی لڑکی کا خیال نہیں آتا تھا۔ بلکہ اس کی جانب دیکھ کر بچوں کی سی معصومیت کا خیال آتا تھا۔

اور کچھ لڑکیاں ہوتی ہیں خوبصورت۔۔ ظاہری طور پر۔۔ مگر کچھ لڑکیاں ہوتی ہیں شفاف۔۔ جن کے باطن کا عکس ان کے چہروں پر جگمگاتا ہے۔ وہ بھی ایک ایسی ہی لڑکی تھی۔ کیوٹ، پیاری اور نرم۔۔

اس نے کمرے کا دروازہ اپنے پیچھے بند کیا اور جیسے ہی لاؤنج میں قدم رکھا لمحے بھر کو ٹھٹک کر رک گئی۔ وقار تایا سامنے ہی سفید شلوار قمیض میں ملبوس، بابا کے ساتھ بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ عابد کا انداز کچھ کھنچا کھنچا سا تھا البتہ وقار کے انداز کی گرمجوشی بخوبی محسوس کی جا سکتی تھی۔ اس نے مسکرا کر سلام کیا اور ادھر ہی چلی آئی۔ پہلے تو وہ اسے دیکھ کر خاصے حیران ہوئے اور پھر یکدم اٹھ کر اسے اپنے ساتھ لگایا۔ وہ تو وہ، ان کے والہانہ پن پر تو عابد بھی لمحے بھر کو حیران رہ گئے تھے۔۔

"ماشاءاللہ۔۔ کتنی بڑی ہو گئی ہے بھئی ہماری رابی۔۔! مجھے تو لگا تم ابھی تک ویسی ہی ہو گی، چھوٹی موٹی سی۔۔"

اسے مسکرا کر کہتے وہ اب کے صوفے پر بیٹھے تو اسے بھی اپنے ساتھ ہی بٹھا لیا۔ وہ بس خاموشی سے مسکرا کر انہیں دیکھ رہی تھی۔

"آپ کو پتہ تو ہے بھائی صاحب، لڑکیوں کے بڑے ہونے کا کہاں پتہ چلتا ہے۔"

رامین جو اسی وقت لاؤنج میں داخل ہوئی تھیں مسکرا کر بولیں۔ ان کی بات پر وقار نے اتفاق کرتے ہوئے سر ہلایا تھا۔

"اور رامین تمہیں اندازہ نہیں ہے کہ بیٹوں کو بڑا ہوتے دیکھنا کتنا صبر آزما کام ہے۔ میری آنکھیں تھک کر بوڑھی ہو گئی ہیں تب جا کر معاذ بڑا ہوا ہے۔۔ ویسے یہ معاذ ہے کہاں۔۔؟"

ایک پل کو انہوں نے آس پاس نگاہ گھمائی۔ رابیل نے بھی یہاں وہاں اسے تلاشا تھا۔ عابد صاحب کھنکھار کر سیدھے ہوئے۔۔

"میری دراصل گاڑی خراب ہو گئی تھی۔ میں نے کہا بھی کہ میں اسے بھجوا دیتا ہوں ٹھیک کروانے لیکن اس نے کہا کہ وہ دیکھ لے۔ اگر اس سے ٹھیک نہ ہو سکی تو میں بھلے بھجوا دوں۔ پچھلے آدھے گھنٹے سے غائب ہے، دیکھا تم نے کہیں رامین۔۔؟"

"نہیں۔۔ مجھے تو نظر نہیں آیا۔۔"

اور اسی پل وہ اندر داخل ہوا تھا۔ اس کے ہاتھوں پر تھوڑی سی کالک بھی لگی ہوئی تھی۔ اس نے ایک پل کو چونک کر وقار کی جانب دیکھا اور پھر اگلے ہی لمحے وہ بادل نخواستہ اسی طرف چلا آیا۔ رابیل بھی اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"کیا مس ئی لہ تھا۔۔؟"

"وہ۔۔چچا بیٹری کی تار نکل گ ئی تھی۔ اسی لی ئے اسٹارٹ نہیں ہو رہی تھی۔ ٹھیک ہے اب، آپ چیک کر لیں۔"

اس نے کہا اور پھر کسی کی بھی جانب دیکھے بغیر کچن کی سمت بڑھ گیا۔ اسے اپنے پیچھے بہت سی نظریں محسوس ہوئی تھیں۔ اس کے کچن میں داخل ہوتے ہی صائی مہ اور ارحم داخلی دروازے سے اندر آئے تھے۔ ان کے پیچھے ہی زاہد اور زرتاشہ تھے۔ صائی مہ اور زرتاشہ نے شنیل کی خوبصورت ساڑھیوں پر ڈائی منڈ ٹاپس پہن رکھے تھے جبکہ رامین کی ساڑھی بنارسی کپڑے کی تھی۔ آتشی اور سبز رنگ کے امتزاج سے مزین۔ ارحم نے البتہ آج ڈنر سوٹ زیب تن کر رکھا تھا اور اس سوٹ میں اس کا اونچا سراپا بے حد ہینڈسم لگ رہا تھا۔ اس نے آتے ہی مسکرا کر رابیل کو دیکھا لیکن جواباً رابیل نے رسمی سی مسکراہٹ کے ساتھ سر ہلایا تھا۔

"کیسے ہیں بھائی صاحب آپ۔؟ شکر ہے یہ کفر توٹوٹا خدا خدا کر کے۔۔"

وہ نزاکت سے چلتیں ان کے عین سامنے صوفے پر بیٹھیں تو ارحم آگے بڑھ کر وقار سے ملا۔ وقار نے مسکراتے ہوئے اسے اپنے ساتھ لگایا تھا۔

"میں ٹھیک تم کیسی ہو صائی مہ۔۔؟ اور عباد کیسا ہے۔۔؟"

ان کے پچھلے طنز کو نرم مسکراہٹ کے ساتھ نظر انداز کرتے انہوں نے ان کی خیریت دریافت کی تھی۔ رابیل نے ایک پل کو افسوس سے دیکھا تھا پھپھو کو۔ کیا ضروری ہے ہر وقت کڑوی زبان سے لوگوں کے حلق کڑوے

کرنا۔۔؟ کیا مل جاتا ہے انہیں لوگوں کو کمزوریوں کا مزاق اڑا کر۔اس نے ایک آخری نگاہ ان پر ڈالی اور اٹھنے ہی لگی تھی کہ معاذ کچن سے نکل آیا۔

"زرتاشہ بارات کے لیئے کب تک نکلنا ہے۔؟"

رامین نے زرتاشہ سے پوچھا تو وہ عجلت میں جلدی جلدی بتانے لگیں۔زاہد چچا اب کہ وقار کے ساتھ والے صوفے پر جا بیٹھے تھے اور ان دونوں بھائیوں کے درمیان بیٹھے صرف وقار ہی بات کر رہے تھے۔ان دونوں کے جانب کی گرمجوشی بالکل مفقود تھی۔

"بس بھابھی ابھی لڑکیوں کو تنبیہہ کر کے آئی ہوں کہ جلد از جلد تیار ہو جائیں لیکن دیر تو خیر پھر بھی ہو ہی جائے گی۔پتہ تو ہے آپ کو ان کی تیاریوں کا۔۔"

"بس اب کیا کریں ان کا۔۔میری والیاں بھی کمروں میں ہیں۔۔خدا جانے کونسی تیاریاں ہیں جو مکمل ہو کے ہی نہیں دے رہی۔۔"

"رابیل۔۔تم باز نہیں آئیں ناں اپنی حرکتوں سے۔۔"!

وہ جو کھڑی ہی ہوئی تھی لمحے بھر کو ان کے ایک دم سے بولنے پر تھم گئی۔پھپھو نے شاید اب دیکھا تھا اس کو اور اس کے حجاب کو بھی۔۔ایک سیکنڈ کے لیئے لاؤنج سے آتی باتوں کی آواز مدھم ہو گئی تھی۔اس نے پلکیں جھپکا کر خشک پڑتے لبوں پر زبان پھیری۔معاذ جو اپنے ہاتھ دھو کر کچن سے باہر نکلا تھا وہیں ٹھہر گیا۔کیا ایک بار پھر سے پھپھو تماشہ سجا رہی تھیں۔۔

"ج۔۔جی پھپھو۔۔؟"

"کیا جی پھپھو۔۔؟ منع کیا تھا ناں میں نے تمہیں یہ دوپٹہ سر پر لپیٹنے سے۔۔ سمجھ نہیں آتی ہے تمہیں ایک بار کی بات۔۔؟ بات سمجھ نہیں آتی یا پھر زبان کی بات سمجھ نہیں آتی۔۔ آج بتا ہی دو تم مجھے۔۔"

ایک پل کو ساری سرگوشیاں اب کہ تھم گ ئی تھیں۔ اس نے سب کی جانب خوفزدہ نگاہوں سے دیکھا۔ دل ڈوبنے لگا تھا کہیں اندر۔ معاذ ویسے ہی خاموشی سے اسے دیکھے گیا۔۔

"ایک بات بتائی یں پھپھو۔۔"

اور اس نے ڈرنے یا پھر ہچکچانے کے بجائے اب کہ سیدھے سبھاؤ سے بات کرنے کا فیصلہ کیا تھا۔ جب موسیٰ علیہ السلام نے ساحروں کی دوڑتی لاٹھیاں دیکھی تھیں تو وہ ایک لمحے کو خوفزدہ ہوئے تھے۔ انہیں لگا کہ وہ اپنے ایک عصا سے ان لاٹھیوں کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے کہ لیکن پھر اللہ نے ان کی پشت پناہی کی۔ اللہ نے کہا تھا کہ موسیٰ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ جو موسیٰ کا رب تھا وہی رابیل کا بھی رب تھا۔ وہ اسے ان ساحروں کے سامنے تنہا کرنے والا نہیں تھا۔۔ ہرگز بھی نہیں تھا۔۔ اگرچہ اس کا دل اندر ہی اندر لرز رہا تھا۔ حلق خشک ہو رہا تھا لیکن اسے ایک نہ ایک دن تو ساحروں کے سامنے اپنا عصا ڈالنا ہی تھا تو پھر آج کیوں نہیں۔۔ ابھی کیوں نہیں۔

"آپ کہتی ہیں کہ میں آپ کی بات مان کر یہ حجاب چھوڑ دوں ٹھیک۔۔؟"

وہ ایک لمحے کو ٹھہری تھی۔ وقار بھی اب کہ رابیل کا چہرہ غور سے دیکھ رہے تھے۔ جو کہ ہاتھ باندھے اب صرف آرام سے پھپھو کو دیکھ رہی تھی۔

"ہاں۔۔ میں یہی چاہتی ہوں کہ تم ان اونٹوں کے زمانے سے نکل کر آگے بڑھ جاؤ۔"

"لیکن پھپھو میں آپ کی بات کیوں مانو نگی۔۔؟"

ایک لمحے کو صائمہ کا چہرہ تمتما اٹھا تھا۔ اس کا سوال سراسر ایک چانٹے کی صورت لگا تھا ان کے منہ پر۔۔

"تمیز سے بات کرو لڑکی۔۔"

"مجھے نہیں لگتا کہ میں نے آپ سے کوئی بد تمیزی کی ہے پھپھو۔۔ آپ بس مجھے میرے سوال کا جواب دے دیں۔ میں کیوں مانوں آپ کی بات۔۔؟ مجھے آپ کی بات مان کر کیا ملے گا۔۔؟ کوئی ویلڈ ریزن ہے آپ کے پاس مجھ سے اپنی بات منوانے کا اس کے علاوہ کہ میں آپ کے بیٹے کی منگیتر ہوں۔۔"

معاذ کا چہرہ ویسے ہی سپاٹ رہا لیکن پتہ نہیں کیوں رابیل کی آخری بات پر اسے اپنی کنپٹیاں تپتی محسوس ہوئی تھیں۔ پھپھو اس کے سوال پر البتہ سیدھی ہو بیٹھی تھیں۔۔ قہر آلود نگاہوں سے اس ذرا جتنی لڑکی کو دیکھا۔

"تو تم میری بات نہیں مانو گی۔۔؟"

"جی۔۔ میں آپ کی بات نہیں مانو نگی۔"

اس نے بے حد سکون کے ساتھ کہہ کر انہیں دیکھا تھا۔ رامین نے بے چینی سے پہلو بدلا اور عابد رابیل کو اس کی جرأت پر بے یقینی سے دیکھ رہے تھے۔ لاؤنج میں پھیلی خاموشی کے باعث نفوس کی سانسیں تک سنائی دے رہی تھیں۔

"تمہیں کیا لگتا ہے کہ یہ۔۔ یہ جو تم نے اپنا حلیہ بدلا ہے تو اس پر تمہیں کوئی تاج پہنائیں گے ہم۔ یا پھر تمہیں لگتا ہے کہ اس طرح کا دوپٹہ لے کر تم ہم پر کوئی برتری ثابت کرنا چاہتی ہو۔۔ کہ دیکھیں۔۔ میں آپ سے زیادہ مذہبی اور دیندار ہوں۔۔ کوئی بات نہیں بیٹا اس طرح کے کچھ لوگ ہماری زندگی میں پہلے بھی آئے تھے اور جس طرح ان کے کس بل میں نے نکالے ہیں ناں۔ اگر بتادیا تو ابھی کہ ابھی تم یہیں ڈھیر ہو جاؤ گی۔۔"

ان کے لہجے کا تکبر اور گردن کا سریا بخوبی دیکھا جاسکتا تھا۔ لمحے بھر کو معاذ نے اس حوالے پر مٹھی بھینچی تھی۔ ساتھ ہی وقار نے بری طرح چونک کر ان کی جانب دیکھا تھا۔ رابیل کو اپنا وجود ٹوٹتا محسوس ہوا تھا۔ وہ کمزور پڑنے لگی تھی ان کے سامنے۔

"اچھا۔ تو بتائیں کیا کیا تھا آپ نے ان کے ساتھ۔۔؟ لیکن پھپھو مجھے پتہ ہے کہ آپ نے ان کے ساتھ کیا، کیا ہو گا۔ یقیناً آپ نے انہیں تاج نہیں پہنایا ہو گا اور ان کی ہر چھوٹی چھوٹی بات پر انہیں ذلیل کیا ہو گا۔ آپ کو مجھے بتانے کی ضرورت نہیں پھپھو۔ میں آپ کے آج کو دیکھ کر آپ کے گزرے کل کا اندازہ بخوبی لگا سکتی ہوں اور جی۔۔ میں کمزور ہوں آپ کے سامنے۔۔ بہت کمزور ہوں پھپھو میں۔۔ لیکن میں نے جس کا کندھا تھاما ہے ناں پھپھو۔۔ وہ، وہ ہے جس نے طاقت کو پیدا کیا ہے۔ کیا آپ اس کے مقابلے پر جاسکتی ہیں۔۔؟"

اہلِ مکہ کے سامنے للکارنا کیا ہوتا ہے یہ اس نے آج سیکھا تھا۔ اپنے آنسو ضبط کر کے لرزش پر قابو پانا کیا ہوتا ہے یہ اس نے آج جانا تھا۔۔ اسی پل اپنے لانگ فراک سنبھالتیں ردا اور شہزا زینوں سے اتریں اور ماحول کا تناؤ دیکھ کر وہیں ٹھہر گئیں۔ صوفوں پر بیٹھے لوگوں سے رابیل کچھ کہہ رہی تھی۔ کچھ ایسا جو اسے اندر تک تکلیف دے رہا

تھا اور وہ بشکل اپنی آواز کی لرزش پر قابو رکھے اپنا عصا ان کے آگے ڈالے ہوئے تھی۔ پھپھو یکدم اٹھ کھڑی ہوئی ہیں۔

”تو تم مجھے دھمکا رہی ہو ہاں۔۔؟ مجھے اکسا رہی ہو کہ میں بھی تمہارے ساتھ کچھ ایسا ہی کر دوں جو کئی سالوں پہلے میں نے اس کی ماں کے ساتھ کیا تھا۔۔“!

ایک لمحے کو پلٹ کر معاذ کی جانب دیکھ کر انگلی سے اشارہ کیا۔ رابیل نے چونک کر دیکھا تھا اس کی طرف۔ معاذ نے دانت پر دانت جمائے، آنکھیں طیش سے دہکنے لگی تھیں۔ رگوں میں جیسے کوئی کڑوا مادہ تیزی سے گھلنے لگا تھا۔۔

”آپ سے اور امید بھی کیا کی جاسکتی ہے پھپھو۔ آپ سے کسی اچھائی کی امید بھلا کیسے جاسکتی ہے، آپ تو۔۔“

اور اگلے ہی لمحے ایک زوردار چانٹا اس کے رخسار کو سرخ کر گیا تھا۔ اس نے بے یقینی سے اپنے رخسار پر ہاتھ رکھ کر صائمہ کی جانب دیکھا۔ لاؤنج میں دبی دبی سی ردا اور شزا کی چیخیں گونجی تھیں۔ عابد، وقار اور زاہد یکدم اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ زرتاشہ اور رامین نے منہ پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔ ارحم البتہ آرام سے سارا تماشہ دیکھ رہا تھا۔ ساتھ ساتھ اس نے کلائی پر بندھی گھڑی پر بھی نگاہ ڈالی تھی۔

”میرے سامنے زبان درازی کرنے کی ہمت کیسے آئی ہے تم میں ہاں۔۔!! اتنی بڑی ہو گئی ہو اب تم کہ مجھ سے زبان چلاؤ گی۔۔ بی بی یہ چونچلے ماں باپوں کے گھر ہی اچھے لگتے ہیں۔ میرے گھر بہو بن کر آؤ گی تو میرے طور طریقوں سے رہنا پڑے گا سمجھیں۔۔“!!

”ہرگز نہیں۔۔“!

اس نے ضبط سے گلابی پڑتی آنکھیں ان پر جمائی تھیں۔

”مجھے اس دنیا میں اللہ نے بھیجا ہے اور میں اس دنیا میں اسی کی بات مان کر چلونگی۔ اور آپ۔۔ پھپھو آپ مجھ سے میرا حق نہیں چھین سکتیں۔“

اور پھپھو نے اس کی بات پر ایک دفعہ اور ہاتھ اٹھایا تھا۔ اس نے بے ساختہ آنکھیں میچیں۔۔ لیکن کوئی ہاتھ اس کے رخسار تک نہیں آسکا۔ اس نے بے یقینی سے آنکھیں کھولیں اور دھک سے رہ گ ئی۔ معاذ کا سپاٹ چہرہ سامنے آیا۔ اس نے پھپھو کا ہاتھ فضا ہی میں روکا ہوا تھا۔ اور صائمہ کی بے یقین سی نگاہیں معاذ پر ہی جمی ہوئی تھیں۔۔

”اور آپ بھی مجھے مت اکسائیں کسی ایسے کام پر جس کو کرنے کے بعد مجھے رتی بھر بھی افسوس نہیں ہو گا۔ کیا میں آپ کو بتاؤں کہ وہ کونسا کام ہے۔۔؟“

اس کی ایسی آواز رابیل نے پہلی بار سنی تھی۔ اس قدر بے جان، یخ اور ہڈیوں تک کو چٹخا دینے والی۔ اس کی سرمئی آنکھیں اس سمے طیش کے باعث سیاہ لگ رہی تھیں۔ گردن کو جاتیں نسیں شدید ضبط کی وجہ سے ابھر کر پھڑک رہی تھیں۔ اسے معاذ سے خوف آیا تھا۔ لیکن پھر اس نے اگلے ہی لمحے پھپھو کے فضا میں بلند ہاتھ کو جھٹکا دے کر انہیں پیچھے صوفے پر دھکا دیا اور درمیان سے گزر کر باہر کی جانب بڑھ گیا۔ ابھی کوئی اسے روکتا تو اس کی ماں اسے روتی۔

سارا لاؤنج چند لمحوں کے لیے سناٹے میں گویا غرق ہو گیا تھا۔ پھر پھپھو تیزی سے اٹھیں اور باہر کی جانب بڑھ گئیں۔ ان کے پیچھے ہی ارحم اور زرتاشہ بھاگے تھے۔ رامین میں تو اتنی ہمت ہی نہ تھی کہ ان کے پیچھے جاسکتیں۔ ردا، شزا الگ سفید پڑتے چہروں کے ساتھ سارے منظر دیکھ رہی تھیں۔ شادی کا ماحول یکدم سیاہ اور تاریک ہو گیا تھا۔

"اسی لیے۔۔ اسی دن کے لیے کہتی تھی میں آپ کو عابد کہ اسے اس سو کالڈ مدرسہ میں نہ جانے دو لیکن آپ نے میری بات نہیں مانی۔۔ دیکھیں۔۔ دیکھیں اب اپنی غفلت کا انجام۔۔ یہ لڑکی کیسے اب اپنے بڑوں کے منہ کو آنے لگی ہے۔"

رامین کی بلند آواز پر رابیل کا دل کہیں بہت اندر ڈوب کر ابھرا تھا۔ اس کے ہاتھ ایک بار پھر سے لرز رہے تھے اور منظر۔۔ اس کے آگے کا ہر منظر دھندلانے لگا تھا۔

"بابا۔۔ مجھے فیصلے کرنے کی آزادی اللہ نے دی ہے۔ آپ لوگ مجھ سے یہ آزادی نہیں چھین سکتے۔ جب لڑکیاں اپنی مرضی کے مطابق فیشن کر سکتی ہیں۔ جب وہ اپنی مرضی کے مطابق۔۔ چھوٹے، تنگ اور باریک کپڑے آپ کی بغیر اجازت کے پہن سکتی ہیں تو بابا میں بھی آپ کی اجازت کے بغیر اپنے سر پر دوپٹہ کیوں نہیں لپیٹ سکتی۔۔؟ مجھ پر یہ زبردستی کیوں۔۔؟ میں کسی کو تکلیف نہیں پہنچا رہی۔ میں نے اپنے اس عمل سے کسی کا دل نہیں دکھایا۔۔ میں نے اس کے ذریعے کسی کا تمسخر نہیں اڑایا تو اس میں آخر مسئلہ کیا ہے۔۔؟ مجھے کیوں میری مرضی سے زندگی نہیں گزارنے دی جا رہی۔۔؟"

کہتے کہتے وہ ہانپنے لگی تھی۔

"بس کر دو اب تم۔۔! تمہاری اس بے وقت کی بکواس نے سارا ماحول خراب کر دیا ہے اور رابیل یہ ٹینشن آج سے نہیں پتہ نہیں کتنے دن سے چل رہی ہے گھر کے اندر۔ وجہ صرف تمہارا یہ دوپٹہ ہے۔ آخر ایسا کیا گھس گیا ہے تمہارے دماغ میں جو نکل نہیں رہا ہے۔۔! کیا مسئلہ ہے تمہارے ساتھ۔۔"!!

رامین نے سرخ چہرے کے ساتھ اس پر اپنا طیش الٹا تو دو آنسو اس کی آنکھوں سے ٹوٹ کر گرے۔ دل جیسے کوئی مٹھی میں لیے بھینچ رہا تھا۔ اسے جانے کیوں یکدم سانس لینے میں دشواری ہونے لگی تھی۔۔

"م۔۔ماں آپ ا۔۔ ایسے کیوں کہہ۔۔۔"

اس کی آواز حلق میں جمع ہوتے آنسوؤں کے باعث ٹوٹ رہی تھی۔ چہرہ اس قدر ہتک پر سرخ ہو گیا تھا۔

"جاؤ ابھی کہ ابھی تم یہاں سے۔۔"!

شزا نے یکدم آگے بڑھ کر ہانپتی رامین کو سنبھال کر اسے پیچھے دھکا دیا تھا۔

"میں نے کہا جاؤ۔۔"!!!

اور جب وہ اپنی جگہ سے نہ ہلی تو وہ اس پر دھاڑی۔ اس کی بے ساختہ ہچکی ابھری تھی۔ لگتا تھا رگوں میں کانچ بکھر گئے ہوں۔ یہ کہف۔۔۔ یہ کہف تو بہت تنگ و تاریک تھا۔ اس کہف کو پار کرنا تو بہت کٹھن تھا۔ اسکے سارے وجود پر گویا کسی نے بوجھ ڈال دیا تھا۔ اتنا بوجھ، لگتا تھا پہاڑ رکھ دیا گیا ہو۔۔ لیکن پھر وہ اگلے ہی لمحے لڑکھڑاتے قدموں کے ساتھ پیچھے جانے لگی۔ آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر آنکھوں سے گرتے جا رہے تھے۔

”نحوست کر دی ہر طرف اس لڑکی نے۔ ہر وقت کی بحث، ہر وقت کا تماشہ۔۔ میں تو تھک گ ئی ہوں اس سے اب۔۔“

رامین مسلسل رو کر بولتے ہوئے اس کے سماعتوں کو زخمی کر رہی تھیں۔ وہ یکدم پلٹی اور اپنے کمرے کی جانب بھاگ آئی۔

”رابیل کو سمجھاؤ عابد۔۔ بلاوجہ کی ضد لے کر بیٹھی ہوئی ہے۔ خواہ مخواہ اپنا رشتہ بھی خراب کرے گی اور تم لوگوں کو بھی صائمہ کے بیٹے سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔۔ اور یاد رکھنا یہ رشتہ ٹوٹا ناں تو کوئی شادی نہیں کرے گا اس سے پھر۔ بلاوجہ کی ضدیں کرنے والوں کو کوئی بھی پسند نہیں کرتا۔۔“

زاہد چچا نے کوفت سے کہہ کر باہر کی جانب قدم بڑھائے تھے۔ عابد شکستہ سے کھڑے رہ گ ئے۔ رامین بھی خوفزدہ ہوئی یں ان کا چہرہ دیکھ رہی تھیں۔۔

”اس بچی کا اس سب میں کیا قصور ہے بھلا۔ اگر وہ حجاب لینا چاہتی ہے تو کوئی بات نہیں۔ یہ اس کی مرضی ہے اس کی زندگی ہے۔ صائمہ نے خواہ مخواہ ہی اتنی سی بات کو انا کا مس ئی لہ بنا لیا ہے۔“

وقار کے سمجھاؤ سے کہنے پر عابد نے ان پر ایک ناقدانہ نگاہ ڈالی اور لاؤنج سے چلے گ ئے۔ رامین اب تک سر جھکائے رو رہی تھیں اور شزا انہیں ساتھ لگائے چپ کروا رہی تھی۔ وقار نے بے بسی سے گہرا سانس لیا تھا۔ آخر یہ حق اور باطل کی جنگ کب ختم ہو گی۔۔

رابیل نے چہرہ ایک جانب سے گھٹنے پر رکھا ہوا تھا۔ وہ رو نہیں رہی تھی مگر پھر بھی آنسو آنکھوں سے پھسلتے جا رہے تھے۔ اس نے چہرے کے گرد بندھا دوپٹہ کھول دیا تھا اور اب وہ پھسل کر اس کی گردن میں جھول رہا تھا۔ بال ہاف بندھے ہونے کے باعث ڈھیلے ہو کر لٹوں کی صورت اس کے چہرے پر گر رہے تھے مگر وہ ویسے ہی خالی خالی نظروں سے چہرہ ایک گھٹنے پر رکھے دیوار کو دیکھے گئی۔

اسے یاد تھا۔۔ اسے وہ واقعہ یاد تھا جب بلالؓ کو گرم تپتی ریت پر لٹایا گیا تھا۔ اسے اپنی کمر پر بھی اس ٹھنڈ میں وہی گرم ریت محسوس ہو رہی تھی۔ امیہ ان پر جھک کر کہہ رہا تھا کہ وہ مٹی کے خداؤں کا نام لے۔ وہ اگر ان کا نام لے گا تو وہ اسے اس ذلت کے عذاب سے آزاد کر دینگے لیکن پھر کیا ہوا۔۔؟

اس کی آنکھ سے ایک آنسو ٹوٹ کر گرا تھا۔۔

"احد۔۔ احد۔۔"!!

بس ایک اللہ۔۔ بس ایک وہی۔۔ ان کے سینے پر رکھے بھاری پتھر کے باعث لگتا تھا کہ اب روح پرواز کر جائے گی لیکن وہ پھر بھی کہتے رہے "احد"۔۔ وہ پھر بھی کہتے رہے کہ اللہ ایک ہے۔ اللہ جیسا کوئی نہیں۔
اللہ کی بات جیسی کسی کی بات نہیں۔ اللہ کے کلام جیسا کسی کا کلام نہیں۔ اللہ کے حکم جیسا کسی کا حکم نہیں۔ وہ اس وقت احد احد کی گردان کرتے صرف اپنے آقا کو نہیں جھٹلا رہے تھے۔ بلکہ وہ اس سمے تپتے صحرا کی گرم ریت پر لیٹے اس بات پر گواہی دے رہے تھے کہ اللہ سے بڑا کوئی نہیں۔ اللہ کی بات سے بڑی کسی کی بات نہیں۔

اس کی دوسری آنکھ سے آنسو ٹوٹ کر گرا۔ اسٹڈی ٹیبل پر رکھی کتاب لمحے بھر کو جگمگائی تھی۔ اس کی آیتوں سے اٹھتی سکون کی مہک اس کے سارے کہف میں تحلیل ہونے لگی لیکن وہ اس کی جانب متوجہ نہیں تھی۔ چہرہ ایک جانب کو گھٹنے پر رکھے اس کی ویران آنکھیں کمرے میں بچھے دبیز قالین پر تھیں اور دل۔۔ دل کہیں پیچھے گرم صحرا میں بھٹک رہا تھا۔

"بھلا دیکھو تو اس کو جس نے اپنی خواہش کو اپنا خدا اٹھہرایا۔۔"

یکا یک اس کی سماعت میں وہ مدھر، دلوں کو پگھلا دینے والی آواز گونجی تھی۔ اس نے ایک جھٹکے سے سر اٹھایا۔ دل بھاری ہونے لگا۔۔ جسم پر منوں بوجھ آ گیا۔

"اور اللہ نے اسے باوصف علم کے گمراہ کیا"

اس کی خوف سے پھیلیں آنکھیں اسٹڈی ٹیبل پر رکھی کتاب پر جمی تھیں۔ ان آنکھوں میں جما پانی اب تک ہلکورے لے رہا تھا۔

"اور اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی۔۔"

اسے لگا کہ اس نے مزید اس آواز کو سنا تو وہ ٹوٹ جائے گی۔ وہ ٹوٹ کر بکھر جائے گی۔ اس کا دل جیسے کسی نے پہاڑ تلے رکھ کر مسل ڈالا تھا۔ سینہ اس آواز پر آزاد ہونے کے بجائے تنگ پڑنے لگا۔ لیکن اس کا سکینت والا کہف اس مدھر آواز کے سحر میں جکڑنے لگا تھا۔۔

"اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈالا۔۔"

اس نے اپنے کانپتے ہاتھوں کو لمحے بھر کے لیے دیکھا تھا۔ یہ آخر کونسا انداز تھا اس قرآن کا جس سے اس کے وجود کا ہر خلیہ خوف سے سکڑ کر پھیل رہا تھا۔۔

"تو اللہ کے بعد اسے کون راہ دکھائے گا؟ تو کیا تم دھیان نہیں کرتے۔۔" سورہ جاثیہ / ۲۳

اس نے اپنا سر نفی میں ہلایا۔ آنکھوں میں جمے آنسو اب کہ بے ساختگی سے رخساروں پر پھسل رہے تھے۔ یہ کتاب۔۔ یہ کتاب کیسے عاجز کر دیا کرتی تھی۔ کیسے اپنے پڑھنے والوں کو مبہوت کر دیا کرتی تھی۔ وہ جو ابھی کچھ دیر پہلے صائمہ پھپھو کے بارے میں سوچ رہی تھی کہ وہ کیا ہیں۔۔ وہ کیوں ایسا کرتی ہیں۔۔ وہ کیوں اپنی بات کو ہر بات سے اونچا رکھنا چاہتی ہیں تو قرآن نے۔۔ ہاں اس کے قرآن نے اسے آج ایک بار پھر سے اس کے سوال کا جواب دیا تھا۔

وہ ایسا اس لیے کرتی تھیں کیونکہ وہ اپنی ہی خواہشات کو الہ بنا چکی تھیں۔ وہ انہیں ہی خدا بنا چکی تھیں۔ ہم مسلمان لوگ۔۔ ہمیں لگتا ہے کہ ہم بتوں کی پرستش نہیں کرتے تو شاید ہم شرک کے مرتکب نہیں ہوتے۔ ہم جب تک کسی پتھر کی مورتی کو نہیں پوجتے تب تک ہم شرک سے پاک رہتے ہیں لیکن کیا میں تمہیں بتاؤں کہ بت کیا ہوا کرتے ہیں۔۔؟ ہمارے وقت کے بت ابراہیم علیہ سلام کے وقت کے بتوں جیسے نہیں ہیں۔ ہر قوم کے اپنے بت ہوا کرتے ہیں۔ ان کے مٹی اور پتھر کے تھے اور ہمارے۔۔ ہمارے کچھ اور طرح کے ہیں۔ ہمارے بتوں کی ہیئت تبدیل ہوگئی ہے مگر اس کا فتنہ آج بھی وہی ہے۔ آپ کا بت وہی ہے جس کی بات آپ اللہ کی بات سے اونچی رکھتے ہو۔ آپ کا بت وہی ہے جس کی بات کے آگے آپ اللہ کی بات کو پیچھے ڈال دیتے ہو۔ کیا ایسا نہیں

تھا کہ صائمہ اپنی ذات کی برتری کو ایک عرصے سے پوج رہی تھیں۔ اپنی ذات کی اور اپنی ذات کی بڑائی کی عرصے سے پرستش کر رہی تھیں۔ ان کی بات انہیں اللہ کی بات سے زیادہ اہم لگ رہی ہے تو مطلب وہ شرک کی مرتکب ہیں۔

صائمہ پھپھو نے بھی اپنی بات کو اپنا الٰہ بنالیا تھا۔ وہ جانتی نہیں تھیں کیونکہ اللہ نے ان کے اس شرک کی وجہ سے ان کے دل پر مہر لگادی تھی، ان کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا تھا اور ان کے کانوں نے حق بات کو سننے سے انکار کر دیا تھا۔

کئی سالوں تک اپنی خواہشات کی پیروی کرتے ہمیں اندازہ ہی نہیں ہوتا کہ ہم شرک کی کونسی گہری کھائی میں دھنستے جارہے ہیں۔ ہمیں اندازہ ہی نہیں ہوتا کہ جب ہم اللہ کی بات کو پیچھے ڈال کر خود کی بات آگے لاتے ہیں تو ہم کس جرم کا ارتکاب کرتے ہیں۔ اہلِ مکہ۔۔ اہلِ مکہ کیا کرتے تھے۔ انہوں نے کبھی اللہ کے وجود سے انکار نہیں کیا۔ وہ اکثر اپنے باپ ابراہیم کے علیہ اسلام کے دین کا ذکر کیا کرتے تھے لیکن کیا وجہ تھی کہ وہ پھر بھی مشرک تھے۔۔؟

وہ آہستگی سے اٹھی۔ ٹانگیں بے حد کانپ رہی تھیں اور نگاہیں بار بار گلابی سی نمی سے دھندلی ہو رہی تھیں۔ اس نے قرآن کی جانب قدم بڑھائے۔

وہ مشرک اسی لیے سمجھے جاتے تھے کیوں کہ وہ اللہ کے ساتھ اپنے بتوں کی بھی برابر پرستش کیا کرتے تھے۔ وہ ان بتوں کو اللہ کا مددگار مانتے تھے۔ اور ہم۔۔ آج ہم کیا کر رہے ہیں۔۔؟

اس کے لرزتے قدم اب بھی قرآن کی جانب بڑھ رہے تھے۔ کہف دم سادھے کھڑا تھا۔ دوپٹہ کہیں وہیں قالین پر گرا تھا اور وہ چہرے کے اطراف میں گرتی لٹوں کی پرواہ کیۓ بغیر اس کتاب کی جانب بڑھ رہی تھی۔

ہم بھی اللہ کے ساتھ اپنی خواہشات کی عبادت کررہے ہیں۔ ہم اس کی ذات کے ساتھ شرک کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ ہم نے اپنے اپنے بت بنا کر کئی سالوں تک ان کی عبادت کی ہے۔ کسی کا بت پیسہ بن گیا، کسی نے شہرت کو اپنا خدا بنا لیا، کسی نے اللہ کے مقابلے پر طاقت کو چن لیا اور کسی نے۔۔ کسی اپنی ذات ہی کو اللہ کے مقابل لا کھڑا کیا۔ جو بھی چیز، جو بھی احساس، اور جو بھی انسان آپ کو اللہ کی جانب جانے سے روکے وہ آپ کا بت ہے۔ اور اس بت کا توڑا جانا لازمی ہے۔

اس نے قرآن کے عین سامنے رک کر اپنا دل سنبھالا۔ اس کا دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔ سانس چڑھا ہوا تھا جیسے وہ میلوں کی مسافت طے کرتی یہاں تک پہنچی ہو۔ اس نے لرزتے ہاتھ سے قرآن کا دروازہ کھولا۔ اور سامنے ہی روز اول کی طرح اس کی آیتیں آج بھی روشن تھیں۔

”جنت والے اور دوزخ والے برابر نہیں“

وہ بے دم ہو کر ایک قدم پیچھے ہٹی تھی۔ ایک لمحے کے لیۓ اس کا دل رک گیا تھا۔ اسے لگا کہ اب وہ کبھی سانس نہیں لے پاۓ گی۔ لرزتے ہاتھوں سے کرسی پیچھے کھینچتے وہ اب کہ قرآن کے سامنے دھڑکتا دل لیۓ بیٹھی ہوئی تھی۔ آنسو ٹپ ٹپ اس کی گود میں گرنے لگے۔ وہ برابر نہیں۔۔ وہ ان لوگوں میں سے نہیں تھی جو اللہ کے سامنے بہت سے بتوں کی پوجا کرتے تھے۔ اس نے اپنا بت توڑا تھا۔ اس نے اپنی روایتوں کا بت توڑا تھا بھلا وہ اور صائمہ

ایک جیسے کیسے ہو سکتے تھے۔ اس کی سرخ پڑتی آنکھوں سے بہتے قطرے اسی روانی سے اس کی گود میں گرنے لگے۔

جنت اور دوزخ والے بھلا برابر کیسے ہو سکتے تھے۔۔؟ بت توڑنے اور بتوں کی عبادت کرنے والوں کی برابری کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ اس نے ایک نگاہ اٹھا کر بقیہ آیت کو دیکھا۔۔

"جنت والے ہی کامیاب ہونے والے ہیں۔"

سورہ حشر / ۲۰

اوہ اللہ۔۔ اس کے لبوں سے بے اختیار اس کا نام نکلا تھا۔ اس نے قرآن اٹھا کر اپنے سینے سے لگا لیا۔ بے اختیار اس کی ہچکیاں کمرے میں گونجنے لگی تھیں۔ جہاں وہ ہمت چھوڑتی اللہ اسے اٹھا لیا کرتا تھا۔ اور اللہ اسے بتا رہا تھا کہ اس نے گھاٹے کا سودا نہیں کیا۔ بے شک جنت والے ہی کامیاب ہونے والے ہیں۔ وہ جلد نہیں تو بدیر ہی سہی۔۔ مگر وہ کامیاب ضرور ہو گی۔ ہاں۔۔ جو اپنے بت توڑ دیا کرتے ہیں وہ ایک نہ ایک دن کامیاب ضرور ہوتے ہیں۔ اس نے بھی اپنا بت توڑ دیا تھا۔۔ لیکن اس بت کو پارہ پارہ کر دینے کی اذیت، اب عرصے تک اس کے ساتھ رہنے والی تھی۔ کیونکہ جنت کو جاتے راستے پر کانٹوں کے سوا اور کچھ نہ تھا۔۔

اس نے بیگ میں اپنے کپڑے ٹھونسے اور اسے کندھے پر ڈالتا باہر کی جانب بڑھا۔ سارا گھر خالی پڑا تھا۔ سب بارات میں گ ئے ہوئے تھے۔ سوائے وقار کے۔۔ نہ تو انہیں جانے کی پیشکش کی گ ئی تھی اور نہ انہوں نے ان حالات

میں جانا مناسب سمجھا۔ ابھی تو وہ صرف معاذ اور رابیل کو سنبھالنا چاہتے تھے۔ ایک خود کو کمرے میں بند کیے بیٹھی تھی اور دوسرا، شدید طیش میں بیگ کندھے پر ٹانگے سپاٹ چہرہ لیے کمرے سے باہر نکل رہا تھا۔ وہ یکدم اس کی جانب بڑھے۔ اس نے ایک لمحے کو رک کر انہیں سیاہ نظروں سے دیکھا تھا۔

"تم کہاں جا رہے ہو۔۔؟"

لیکن اس نے کوئی جواب دیے بغیر ہی تیزی سے قدم باہر کی جانب بڑھائے تو وقار ایک بار پھر سے اس کے سامنے آ کھڑے ہوئے۔ اب کہ معاذ نے لمحے بھر کو آنکھیں موند کر کھولی تھیں۔

"تم اس وقت ایسے کیسے جا سکتے ہو۔۔؟"

"تو کیا کروں۔۔؟ ان انسانیت سے خالی لوگوں کے گھر میں پڑا رہ کر بے غیرتی کی روٹیاں توڑتا رہوں۔؟"

"معاذ۔۔"

انہوں نے اسے لمحے بھر کو بازو سے تھاما لیکن اس نے ان کا ہاتھ جھٹک دیا تھا۔

"کیا چاہتے ہیں بابا آپ مجھ سے۔۔؟ اور کیا رہ گیا جو مجھے مزید برداشت کرنا ہے۔۔؟"

"معاذ بیٹا۔۔ تمہارا یوں جانا انہیں مزید باتیں کرنے کا موقع دے گا۔۔۔"

"تو کریں۔۔ شوق سے کریں باتیں۔۔ میں ان پر لعنت بھی نہیں بھیجتا ہوں۔۔"

اس نے کڑوے لہجے میں کہہ کر ایک بار پھر دروازے کی جانب قدم تیزی سے پھیرے تھے۔ وقار نے اسے پھر سے بازو سے تھاما۔۔

”کیا تم اپنے باپ کے لئے اتنا بھی نہیں کر سکتے معاذ۔۔! تم مجھے ان سب کے درمیان یوں بے نوا چھوڑ کر کیسے جا سکتے ہو۔۔؟“

ایک لمحے کو وقار کی آنکھوں میں کچھ چمکا تھا۔ کچھ گلابی سا، لیکن اس کا سرمئی ارتکاز سیاہ ہی رہا۔

”اور جانتے ہیں اگر میں یہاں رہا تو پھر کیا ہو گا۔۔؟“

”معاذ تم۔۔“

”بابا نے پوچھا کیا آپ جانتے ہیں کہ پھر کیا ہو گا۔۔؟“

اسکی آواز لمحے بھر کو طیش سے بلند ہوئی تھی۔ خالی در و دیوار اس کی آواز پر سنسنا اٹھے تھے۔ وقار نے بے بسی سے دیکھا تھا اسے۔۔

”آپ کو کیا لگتا ہے۔۔؟ کیا لگتا ہے آپ کو، کہ میں ان سب سے اتنے سال کیوں دور رہا۔۔؟ کیا اندازہ ہے آپ کو کہ جب ان کے ہنستے مسکراتے چہروں پر میری نگاہ پڑتی ہے تو مجھے کیا کیا یاد آ جاتا ہے۔۔؟ لیکن پھر بھی میں۔۔ بابا میں نے انہیں نقصان نہیں پہنچایا۔ لیکن ابھی اگر آپ نے مجھے یہاں روکا تو شاید میں بھی انسانیت کے درجے سے کوئی گری ہوئی حرکت کر بیٹھونگا۔۔ کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں ایسا کچھ کروں۔۔؟“

اس کا بولتے بولتے سانس پھول گیا تھا اور تیز لہجہ گویا آگ برسا رہا تھا۔ اپنے کمرے کے دروازے سے لگی رابیل نے تکلیف سے اس کے ٹوٹتے وجود کو دیکھا تھا۔ اس نے معاذ کو پہلے کبھی اتنی تکلیف میں نہیں دیکھا تھا۔ اس نے کبھی اسے اتنا تھکا ہوا نہیں دیکھا تھا۔

”معاذ میں بس اتنا چاہتا ہوں کہ کم از کم تم یوں بزدلوں کی طرح واپس نہ جاؤ۔۔“

”بزدل۔۔۔“!

وہ لمحے بھر کو اس لفظ پر مسکرایا تھا۔ پھر سپاٹ نظروں سے وقار کی جانب دیکھا۔۔

”آپ کو لگتا ہے میں بزدل ہوں۔۔! آپ کو لگتا ہے کہ میرا یہاں سے چلے جانا بزدلی کی نشانی ہے ہاں۔۔“!

اس نے نفی میں سر ہلا کر افسوس سے اپنے باپ کی جانب دیکھا تھا۔

”ہم دونوں میں سے کون زیادہ بزدل ہے کیا میں آپ کو بتاؤں بابا۔۔“!

اور وہ لفظ گویا وقار کے اندر کو اندر تک زخمی کر گئے تھے۔ معاذ بہت بے رحم تھا۔۔ لفظوں کے معاملے میں تو بہت زیادہ۔ لمحے بھر کو وقار کے سینے میں گھٹن سی پیدا ہوئی تھی۔

”تم اپنے باپ کو ایسے کیسے۔۔“

افسوس سے بس یہی کہہ پائے تھے وہ۔۔

”کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں آپ کے ساتھ اس سے بھی زیادہ بے رحمی سے پیش آؤں۔۔؟ اور اگر آپ ایسا نہیں چاہتے تو ابھی کہ ابھی میرے راستے سے ہٹ جائیں بابا، کیونکہ مجھے یہاں روکنے کا مطلب ابھی آپ جانتے نہیں ہیں۔۔ اگر آپ کو اندازہ بھی ہو جائے کہ میرا طیش مجھ سے کیا کروا سکتا ہے تو کبھی آپ مجھے اس گھر کے آس پاس پھٹکنے بھی نہ دیں۔۔ اسی لیے۔۔“

بے رحمی سے بولتے بولتے اس نے وقار کے ہاتھ کو جھٹکا تھا۔۔

"میرے راستے سے ہٹیں بابا۔۔"

اور وقار خاموشی سے گیلی آنکھوں سے اسے چند پل دیکھنے کے بعد سامنے سے واقعی ہٹ گئے تھے۔ معاذ نے ایک لمحے کی بھی دیر کیے بغیر تیزی سے قدم آگے بڑھائے اور پھر وہ لمحے بھر کو ٹھہر گیا۔

رابیل نم آنکھوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ اس کی سرمئی آنکھوں میں لمحے بھر کو ایک گہرا دکھ سا ابھرا اور پھر وہ نظروں کا زاویہ اگلے ہی پل بدل کر تیزی سے داخلی دروازہ عبور کر گیا تھا۔ رابیل نے جلدی سے وقار تایا کی جانب دیکھا۔ وہ درمیان میں شکستہ سے کھڑے کے کھڑے رہ گئے تھے۔ ایک پل کو پلٹ کر داخلی دروازے کی جانب بھی دیکھا جہاں سے وہ ابھی ابھی نکل کر گیا تھا۔ لیکن پھر رابیل کو کمرے کے دروازے سے لگے دیکھ کر وہ بے اختیار چونکے۔ وہ انہیں دیکھ کر لمحے بھر کو ہلکا سا مسکرائی تھی۔ وقار کے چہرے پر بھی تھکن زدہ سا تبسم آٹھہرا تو وہ ان کے پاس چلی آئی۔

"آپ کا بیٹا بہت بد تمیز ہے تایا۔ ہر وقت غصہ کرتا رہتا ہے۔۔"

اس نے ایک پل کو پلٹ کر خفگی سے دروازے کی جانب دیکھا تھا۔ وقار اب کہ دل سے اس کی بات پر مسکرائے تھے۔

"بد تمیز تو ہے لیکن کیا کریں بیٹا ہے ناں۔۔"

"لگایا کریں ایک دو اسے اس کی بد تمیزی پر۔ جنگلی۔۔ اندازہ ہو جائے ناں اسے کہ اللہ باپ کو ناراض کرنے والے سے کتنا ناراض ہوتے ہیں تو کبھی ایسا نہ کرے یہ۔۔"

"وہ اپنی جگہ ٹھیک ہے رابیل۔۔"

"سب اپنی جگہ ٹھیک ہیں تایا۔ آپ اپنی جگہ ٹھیک ہیں، میں اپنی جگہ۔ بابا سے پوچھیں گے تو ان کے پاس بھی کوئی نہ کوئی تاویل ہو گی اور اگر پھپھو سے ان کے روپے کا چیک مانگیں گے تو ان کے پاس بھی ایک کڑا جواز ہو گا۔ سب اپنی اپنی جگہوں پر خود کو درست ہی سمجھتے ہیں تایا۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہ آپ سے اتنی بدتمیزی کرے گا۔۔"

وقار اس کے جواب پر نرمی سے مسکرائے تھے۔ اس کے حجاب کے ہالے میں دمکتے چہرے پر صائمہ کے بھاری ہاتھ کا نشان اب تک ثبت تھا۔ انہیں اس لڑکی کو دیکھ کر ایک پل کے لیے دکھ ہوا تھا۔۔

"تم تو سچ میں بڑی ہو گئی ہو رابی۔ اتنی اچھی باتیں کرنے لگی ہو۔ تھوڑی سی اس بدتمیز کو بھی سکھا دو۔۔"

"بہت مشکل ہے اس کا سیکھنا۔۔"

اور اگلے ہی پل وقار ہنس پڑے تھے۔ رابیل انہیں ہلکا پھلکا دیکھ کر اداسی سے مسکرائی تھی۔

"وہ بدتمیز نہیں بدلحاظ ہے۔ اور بیٹا ہمارا یہ بلیم گیم تو چلتا ہی رہتا ہے۔ ابھی اس نے مجھ سے اپنی بات منوائی ہے، کل کو میں اس سے اپنی بات منوا لونگا۔۔"

ان کے کندھے اچکانے پر رابیل نے لمحے بھر کو سر ہلایا تھا۔۔

"آپ۔۔ واقعی منوا لیتے ہیں۔۔؟ مجھے سچ بتا سکتے ہیں آپ۔"

اور اگلے ہی پل وقار اس کی چوٹ پر واقعتاً ہنس پڑے تھے۔ پھر سر ہلا کر کہنے لگے۔

”ضدی ہے، پر میں سچ میں اس سے اپنی باتیں منوا لیتا ہوں۔ زبان کا کڑوا ہے لیکن دل نرم رکھتا ہے۔ وہ الگ بات ہے کہ کسی کو بتاتا نہیں ہے اور نہ ہی اپنے بارے میں باتیں کرنا پسند ہے اسے۔ اسی لیے اس کی سوچ کا دائرہ کار کیسا ہے مجھے نہیں پتہ۔۔“

اب کہ بہت سبھاؤ سے سچ بولا تھا انہوں نے۔ اس نے ایک پل کو پھر سے پلٹ کر دروازے کی جانب دیکھا تھا۔

وقار چند لمحے کچھ سوچتے رہے پھر اس کی جانب دیکھا۔

”رابیل یہ۔۔ ارحم تمہارا منگیتر ہے۔۔؟“

اس نے چونک کر ان کی جانب چہرہ پھیرا تھا۔ پھر اثبات میں سر ہلایا۔

”جی تایا۔۔“

”تم لوگوں کا رشتہ کب ہوا۔؟ مجھ سے تو عابد نے کوئی ذکر نہیں کیا اس بارے میں۔۔“

”بس تایا۔۔ پھپھو ایک دن آئی یں کہا کہ وہ ارحم کے لیے مجھے پسند کرتی ہیں تو گھر ہی گھر میں بابا نے ہاں کر دی۔ کوئی بڑا فنکشن نہیں رکھا گیا تھا لیکن پھر بھی خاندان والے میری منگنی کے بارے میں جانتے ہیں۔“

”تو جب۔۔ اس نے تمہارا ہاتھ ارحم کے لئے مانگا تو۔۔ کیا تب تم حجاب کرتی تھیں۔۔؟“

ان کی ہچکچاہٹ اسے بجا طور پر محسوس ہوئی تھی لیکن وہ پھر بھی آرام سے کھڑی رہی۔

”نہیں تایا۔۔ تب میں حجاب نہیں لیتی تھی۔۔“

اوہ۔۔ ایک لمحے کو رک کر انہوں نے آس پاس دیکھا تھا۔ پھر اس کے جھکے سر کو دیکھتے ہولے سے مسکرا دئے۔

"چائے کیسی بناتی ہو رابیل۔۔؟"

اس نے ایک جھٹکے سے سر اٹھایا تھا۔ پھر وقار کا مسکراتا چہرہ دیکھ کر اپنے چہرے پر بھی مسکراہٹ بکھر گ ئی۔

"مزے کی بناتی ہوں۔۔پ ئی یں گے آپ۔۔؟"

"ضرور پیونگا۔۔"

اور اس کو تو جیسے کسی نے پتنگے ہی لگادی ئے تھے۔ اتنے دنوں بعد کسی نے اس سے اتنی اپنائی یت سے بات کی تھی۔ اس کے رخسار اس سمے خوشی سے گلابی ہو گ ئے تھے اور آنکھیں جانے کیوں ان کی اپنائی یت پر بھیگ گ ئی تھیں۔۔

"ابھی نہیں رونا تم نے۔ بہت رولیا۔۔ اب میرے اور اپنے لی ئے چائے بناؤ پھر مجھے بتانا کہ وہ کونسی سورت ہے جس نے تمہیں اب تک سب سے زیادہ فیسینیٹ کیا ہے۔۔"

اور ان کی اگلی بات پر تو گویا اسے یقین ہی نہیں آرہا تھا۔ اس کے گھرانے میں سے کسی نے پہلی دفعہ اس سے قرآن کے بارے میں کچھ پوچھا تھا۔ اس کا دل شکر سے جھکنے لگا۔ پھر وہ کچن کی جانب تیزی سے بڑھی اور چائے کا پانی رکھنے لگی۔ ابھی اسے وقار تایا سے ڈھیروں ڈھیر باتیں بھی کرنی تھیں۔ اپنی باتیں، اپنے اور اللہ کے تعلق کی باتیں، قرآن اور اس کے اعجاز کی باتیں۔۔ باتیں ہی باتیں۔۔ اور اگر کبھی انسان کو سرد رات میں، چائے کے ساتھ کسی اپنے سے اپنے دل کی باتیں کرنے کا موقع ملے تو اسے وہ موقع ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہی ئے کیونکہ، چائے، قرآن اور آپ کو سمجھنے والا انسان بار بار نہیں ملا کرتے۔۔

اور ٹھیک اسی پل سڑک پر تیز تیز قدم اٹھاتے معاذ کے چہرے پر کسی قسم کا کوئی تاثر رقم نہیں تھا۔ وہاں پر خاموشی تھی۔ گہری خاموشی۔۔

"معاذ۔۔ اللہ کے بندے معاف کر دیا کرتے ہیں، اگر تم لوگوں کو ان کی غلطیوں پر معاف نہیں کرو گے تو پھر اپنے لیئے اللہ سے معافی کیسے طلب کرو گے۔۔؟"

اس کی سماعت میں وہ نرم آواز ایک بار پھر سے گھلنے لگی تھی۔ دل گویا اس آواز پر کٹنے لگا۔۔

"مومن کا دل بھی مومن ہونا چاہیئے۔ اگر دل مومن نہیں ہو گا تو وہ کبھی حقیقی مومن بن ہی نہیں سکتا۔ یہ قرآن۔۔ معاذ یہ ہمیشہ دل ہی کی بات کیوں کرتا ہے۔۔؟ یہ ہمیشہ دلوں کی تنگی اور دلوں کی ہدایت کی بات پر کیوں زور دیتا ہے۔۔؟ وہ اس لیئے بچے کہ انسان کا دل درست رہے گا تو پورا انسان درست رہے گا اور اگر اس کے دل ہی میں ٹیڑھ آگیا تو اس کا سیدھے راستے پر چلنا دشوار ہو جائے گا۔۔ کیا تم چاہتے ہو کہ تم سیدھے راستے سے بھٹک کر شیطان کی بچھائی گئی بھول بھلیوں میں کھو جاؤ۔۔؟"

اس کے قدم اور تیز ہو گئے تھے۔ اس قدر تیز یوں لگتا تھا گویا اس کے پیچھے سڑک لپیٹی جا رہی ہو۔

"تمہیں اپنی خواہشات کو الٰہ نہیں بنانا معاذ۔ اگر تم نے اپنی خواہشات کو اپنا خدا بنالیا تو کبھی تم اللہ کو نہیں پاسکو گے۔ یہ تمہارا غصہ۔۔ یہ تمہارا کہیں الٰہ نہ بن جائے۔ اگر یہ تمہیں اللہ تک جانے سے روکے گا تو یہ تمہارا خدا بن جائے گا۔ اسے کبھی اپنا الٰہ نہ بننے دینا بچے۔۔"

اسکے سرمئی سے ارتکاز میں گلابی نمی گھلنے لگی۔ وجود اس نرم آواز پر ٹوٹنے لگا تھا لیکن وہ پھر بھی تارکول کی بچھی، سخت سڑک پر چلتا رہا۔ اسے پتہ تھا کہ اگر وہ دوبارہ ان کی جانب پلٹ کر دیکھے گا تو نہ ان کے حق میں بہتر ہو گا اور نہ اس کے حق میں۔ اپنے غصے کو اپنا خدا بنانے کے بجائے اس نے ان کے سامنے سے ہٹ جانے ہی میں عافیت سمجھی تھی۔ یکایک اسے اپنے ہاتھ پر کسی کا یخ سا لمس محسوس ہوا۔ بے ساختہ اس کے آس پاس ایک جانی پہچانی سی خوشبو بھی تحلیل ہونے لگی تھی۔

"جانتے ہو معاذ حضرت یوسف علیہ اسلام نے کن کو معاف کیا تھا۔۔؟"

اسے پھر سے وہ باتیں یاد آنے لگی تھیں جنہیں وہ ہرگز بھی یاد نہیں کرنا چاہتا تھا۔ ذہن کے کہیں پچھلے حصے میں یاد کے اوراق پھڑپھڑانے لگے۔ دل کی تکلیف لمحہ بہ لمحہ گہری ہونے لگی تھی۔

"اپنے بھائیوں کو۔۔"

تیرہ سالہ معاذ نے اپنی ماں کا یخ ہاتھ تھام رکھا تھا۔ اسپتال کے بستر پر دراز وہ زرد مگر بابرکت چہرہ لیئے نرمی سے اسے ہی دیکھ رہی تھیں۔ پھر اسکے معصوم سے جواب پر مسکرائی یں۔۔

"نہیں معاذ۔"

نفی میں سر ہلا کر گویا اس کا جواب رد کیا۔ اس نے ایک پل کو ناسمجھی سے دیکھا تھا ان کی جانب۔۔

"انہوں نے اپنے اپنوں کو معاف کیا تھا معاذ۔۔"

چمکتے چاند میں یکدم دراڑ سی پڑی۔اس کے چیخ جانے کی آواز معاذ کو اس لمحے یہاں تک سنائی دی تھی۔اور پھر اس کی ماں کا یخ ہاتھ بے ساختہ اس کے ہاتھ سے ڈھلک گیا۔تیز تیز قدموں سے چلتے وہ ایک پل کو رکا تھا۔یاد کا وہ عکس۔۔وہ زخمی سا عکس اسے آج بھی زخم زخم کر دیا کرتا تھا۔

اس نے بڑھتی تکلیف کے پیش نظر اس خیال کو جھٹکنے کی کوشش کی۔لیکن وہ ڈھلکتے ہاتھ کی اذیت آج بھی کہیں اس کے اندر سانس لے رہی تھی۔جس سے وہ چاہ کر بھی اپنا دامن نہیں بچا پایا تھا۔۔

اس نے وقار کے آگے گول ٹیبل پر بھاپ اڑاتی چائے رکھی اور پھر وہ ان کے سامنے لگی کرسی پر اپنی چائے لیے بیٹھ گئی۔وقار نے چائے سے ایک گھونٹ بھرا اور پھر مسکرا کر اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

"میری بیٹی تو بہت اچھی چائے بناتی ہے۔۔"

ان کے پچکارنے کے سے انداز پر رابیل ایک لمحے کو افسردگی سے مسکرائی تھی۔وہ جانتی تھی کہ تایا اس کے ساتھ اس قدر نرمی کیوں برت رہے ہیں۔اسے اندازہ تھا کہ ان کا انداز نرم پہلے بھی تھا مگر اس کے دکھی ہونے کے خیال سے اب کہ وہ مکمل طور پر اس کی جانب متوجہ تھے۔اسے سننا چاہتے تھے۔اس کا دل ہلکا کرنا چاہتے تھے۔اس نے گہرا سانس لے کر ان کے باوقار چہرے کی جانب دیکھا۔کنپٹی کے بالوں میں گہری سفیدی ابھر آئی تھی اور آنکھیں۔۔آنکھیں بالکل معاذ جیسی تھیں۔۔گہری سرمئی۔۔مگر ان میں معاذ کی آنکھوں کا سا تاثر نہیں تھا۔یہ

آنکھیں تو بہت نرم تھیں۔ نرمی سے مسکرانا جانتی تھیں اور معاذ۔۔ اس نے ایک لمحے کو خفگی سے سوچا تھا اس کے بارے میں۔۔

اس کی آنکھیں نہیں مسکرایا کرتی تھیں۔ اس کے لب بھلے ہلکے سے تبسم میں ڈھلے ہوتے لیکن اس کی آنکھیں ایک ہی رنگ میں نظر آئی تھیں اسے۔۔ خاموشی کے گہرے رنگ میں۔۔

"آپ اتنا حساس نہ ہوں تایا۔۔ میں ٹھیک ہوں۔۔"

اس نے نرمی سے کہہ کر اپنے ہاتھ میں پکڑے چائے کے کپ کو دیکھا تھا۔ وقار لمحہ بھر کے لیئے چپ سے ہو گئے۔

"مجھے لگا کہ تمہیں دلاسے کی ضرورت ہے، لیکن میرے خیال سے تمہیں کسی بہت ہائی اتھارٹی کی جانب سے دلاسا دیا جاتا ہے۔ بھلا ہم انسانوں کے چند بے معنیٰ جملوں کی تم جیسی بہادر لڑکی کو کیا ضرورت۔؟"

وہ بھی نرمی سے مسکرا کر اب کہ چائے کا گھونٹ بھرتے اسے ہی دیکھ رہے تھے۔ رابی ان کے جملے پر بے ساختہ مسکرائی تھی۔

"ایسا ہی ہے تایا، لیکن جب اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم غار حرا سے پلٹے تو خوف سے کانپ رہے تھے۔ گھر لوٹے تو اپنی زوجہ محترمہ سے کہا کہ مجھے چادر اوڑھا دو۔ میرے خیال سے تایا، انسان کی موجودگی انسان کے لیئے بے حد ضروری ہے۔ کسی ایسے خوف کے وقت میں کم از کم اپنے ساتھی سے کہا تو جا سکے کہ مجھے چادر اوڑھا دو۔۔"

اس کی نرم مگر اداس آواز کچن کی خاموشی میں تحلیل ہو کر ہر سو بکھرنے لگی تھی۔ وہ خاموشی سے اسے سنے گ ئے۔

"پتہ ہے تایا جب میں نے حجاب لینے کا فیصلہ کیا تھا ناں تو مجھے میری ایک مدرسہ کی سہیلی نے کہا تھا کہ رابیل۔۔ ایک وقت آئے گا۔۔ تمہارے گھر والے تمہیں قبول کرنے سے انکار کر دیں گے۔ تمہیں دربدر کر دیں گے۔۔ تمہیں تکلیف دیں گے۔۔ میں اس کی باتوں پر شروع میں تو ہنس دی تھی کہ بھلا ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ میرے اتنے محبت کرنے والے والدین، مجھ سے اتنی انسیت رکھنے والی میری بہنیں مجھے تکلیف دیں گی۔! مجھے جھٹلائیں گی۔۔"!

اس کی آواز در و دیوار سے پلٹ کر واپس آتی سماعت پر گرنے لگی تھی۔ سکون سے کھڑا بنگلہ اس کی کہانی پر ہمہ تن گوش تھا۔

"لیکن پھر کچھ ہی عرصے بعد تایا مجھے پتہ چل گیا کہ اپنے کیسے جھٹلاتے ہیں۔ یہ اپنے کیسے تکلیف دیا کرتے ہیں اور اہلِ مکہ آپ کی سب سے بڑی آزمائش کا مرکز کیسے بنتے ہیں۔ کتنی عجیب سی بات ہے ناں تایا کہ غیر تکلیف نہیں دیا کرتے۔۔ تکلیف صرف اپنے دیا کرتے ہیں۔۔"

اس کی آنکھیں لمحے بھر کو جگمگائی تھیں۔ حلق میں کچھ اٹکنے لگا۔ کچھ نم سا۔۔ لیکن پھر بھی وہ ضبط کر کے بیٹھی رہی۔

"جانتی ہو ایسا کیوں ہوتا ہے رابیل۔۔؟"

اس نے صرف سوالیہ سی نظریں ان پر اٹھائی یں۔ تایا کسی غیر مرئی سے نکتے کو دیکھتے بول رہے تھے۔

"غیروں کو علم نہیں ہوتا کہ ہماری ذات میں کہاں شگاف ہے۔ غیر نہیں جانتے رابیل کہ یہ دل کس بات پر ٹوٹ جاتا ہے۔ غیروں کو کیا پتہ کہ تکلیف سب سے زیادہ کس چوٹ پر ہوتی ہے۔ یہ تو اپنے ہی ہوتے ہیں جو رازوں کے امین ہوتے ہوئے بھی راز افشاں کرنے میں ذرا وقت نہیں لیا کرتے۔ انسان کبھی غیروں کے ہاتھوں سے نہیں گرا۔ انسان جب بھی گرا ہے اپنوں کے ہاتھوں سے گرا ہے۔۔"

چند پل یوں ہی خاموشی کی نذر ہوگ ئے۔ سارا گھر گویا سکینت والا کہف بن گیا تھا۔

"تم خوش ہو اپنی منگنی سے۔۔؟"

انہوں نے کپ خالی کر کے ٹیبل پر رکھا اور پھر جانچتی نگاہوں سے اس کے گلابی سے چہرے کو دیکھے گ ئے۔ وہ لب کاٹتی کچھ جواب اکٹھا کر رہی تھی۔

"پتہ نہیں۔ بابا خوش ہیں تو میں بھی خوش ہوں۔۔"

"میں نے تمہارے بابا کی نہیں تمہاری خوشی پوچھی ہے لڑکی۔"

ان کے مسکراتے لہجے پر وہ بھی لمحے بھر کو ہلکا سا مسکرائی تھی۔ پھر گہرا سانس لے کر گویا ہوئی۔

"میں بس ٹھیک ہوں۔ جب تک بابا، ماں خوش ہیں مجھے کوئی مس ئلہ نہیں۔ رہی بات ارحم کی۔۔ تو وہ اچھا ہے۔ ٹھیک ہے۔۔ بس ٹھیک ہی ہے۔۔"

اس کے آخری متذبذب سے جملے پر وہ ہنس پڑے تھے۔ رابیل نے اپنے دانتوں کی نمائش بھی زور و شور سے کی تھی۔ اسے نہیں پتہ تھا کہ کسی کو پسند کیسے کرتے ہیں۔ اس نے کبھی ارحم کے لیئے کچھ بھی محسوس نہیں کیا تھا۔ کہانیوں میں اس نے پڑھ رکھا تھا کہ جب منگیتر اپنی ہونے والی بیوی کو دیکھتے ہیں تو لڑکی کے گال گلابی ہو جاتے ہیں، دل دھڑکنے لگتا ہے اور اکثر تو بات تک کرنا مشکل ہو جاتا ہے جھجھک کی وجہ سے۔ لیکن اس نے کبھی ارحم کے لیئے یہ سب محسوس نہیں کیا تھا۔ کوئی اس سے پوچھتا کہ وہ اسے کیسا لگتا ہے تو وہ کندھے اچکا کر کہا کرتی تھی کہ ٹھیک ہے۔۔ بہتر ہے اور بس۔۔ وہ اسے اس سے زیادہ کچھ نہیں لگتا تھا۔ اسے لگتا تھا کہ جب اسے محبت ہو گی اور ظاہر ہے شادی ارحم سے ہونی تھی تو محبت بھی اسی سے کرنی تھی، تو اکثر اسے لگتا تھا کہ جب اسے ارحم سے محبت ہو گی تب اس کے آس پاس کوئی گھنٹی سی بجے گی، جو اس بات کا عندیہ ہو گی کہ اسے محبت ہو چلی ہے۔ لیکن ارحم کے سامنے آتے ہی اس کے آس پاس کچھ بھی نہیں بجتا تھا۔ اسکے سامنے آنے پر وہ صرف غیر آرام دہ ہوتی تھی۔ اس کے چیپکو سے انداز پر غالباً۔۔ اف اسے زہر لگتے تھے "چیزی "لڑکے۔۔! ہر وقت سر پر سوار رہ کر اپنی مرضی مسلط کرنے والے لڑکے اسے بالکل نہیں پسند تھے۔۔ تو کیا وہ ارحم کو بھی ناپسند کرتی تھی۔۔ شاید ہاں۔۔

خیالات سے اس نے بری طرح گھبرا کر سر ہلایا تھا۔

"آپ بتائیں تایا۔۔ کہ حبیبہ تائی کیسی دکھتی تھیں۔۔؟ میں نے بہت تھوڑا ذکر سنا ہے گھر میں ان کا۔ صرف نام کی حد تک۔ میں انہیں نہیں جانتی نہ ہی دیکھا ہے۔ کیسی لگتی تھیں وہ آپ کو۔۔؟"

وقار نے مسکرا کرنا سمجھی سے اس لڑکی کو دیکھا تھا۔ وہ اب کہ بہت دلچسپی سے پھیلی پھیلی سی کھ ئی آنکھیں لی ئے،

ٹھوڑی تلے ہاتھ رکھے انہیں دیکھ رہی تھی۔ اس کا انداز بھلا کسی کو غصہ دلا کیسے سکتا تھا۔۔!

اور ایک صائمہ تھی جس نے انتہائی بے رحمی سے اس کار خسار روند ڈالا تھا۔

ایک پل کو گہرا سانس لے کر وقار نے اس کی جانب دیکھا۔

"تمہارے جیسی تھیں بالکل۔۔"

مسکراہٹ دبا کر بس اتنا ہی کہا تو وہ نا سمجھی سے پیچھے ہو کر بیٹھی۔

"مطلب۔۔؟"

"مطلب جیسی تم ہو بالکل تمہارے جیسی تھیں۔ معصوم، میٹھی باتیں کرنے والی، محبت بانٹنے والی۔ کبھی کبھی تو مجھے لگتا ہی نہیں تھا کہ وہ کوئی زمینی مخلوق ہے۔ یوں لگتا تھا گویا کسی نے اسے جنت سے بھیجا ہو۔ وہ ان سب عورتوں سے بے حد الگ تھی۔ سر پر حجاب باندھے، قرآن کی دعاؤں کے ساتھ زندگی بسر کرنے والی۔۔"

جانے کیا تھا کہ ان کا لہجہ آخر میں نم سا ہو گیا۔ رابیل کو یکدم احساس ہوا کہ اس نے تکلیف دہ سا موضوع چھیڑ دیا ہے اسی لی ئے جلدی سے بولی۔۔

"آئی ایم سوری تایا۔"

"ارے نہیں۔۔ اتنے دنوں بعد کسی نے مجھ سے اس کی بابت پوچھا ہے۔ اچھا لگ رہا ہے اس کی باتیں کرنا۔۔"

انہوں نے آنکھوں سے چشمہ ہاتھ میں لے کر دھندلی سی نمی آنکھوں سے صاف کی تھی۔رابیل کے دل کو کچھ ہوا۔۔

"آپ کو بہت یاد آتی ہیں وہ۔۔؟"

اس کی چائے ٹھنڈی ہوگئی تھی اور وہ اسے بھول بھال کر اب صرف تایا کی جانب متوجہ تھی۔

"بہت زیادہ۔۔"

انہوں نے مسکرا کر گلابی آنکھوں سے اسے دیکھا تھا۔

"بہت اچھی تھی ناں وہ۔۔"

یہ سوال نہیں تھا۔خالص جواب تھا۔پھر بھی وقار نے اثبات میں سر ہلا کر اس کے خیال کی تصدیق کی تھی۔

"بہت زیادہ۔۔"

ان کے لیئے ان دو لفظوں سے زیادہ کچھ بھی بولنا فی الحال محال تھا۔ان کے ایسے انداز پر اسے بے اختیار ان پر پیار آیا تھا۔ان کا اندر باہر اس قدر شفاف تھا کہ وہ مرد ہونے کے باوجود بھی اپنی گلابی سی نمی کو نہیں چھپا پا رہے تھے۔

"تو تایا پھر معاذ کیوں اس قدر سرد اور کھنچا کھنچا سا رہتا ہے۔۔؟مطلب میں سمجھ سکتی ہوں کہ ہر انسان کے ادوار مختلف ہوتے ہیں اور ہر ایک کا ماضی ہی،اس کا حال طے کرتا ہے لیکن پھر بھی۔۔پھر بھی ایسا کیا ہوا تھا کہ ہم سے اس قدر بدظن ہو گیا ہے وہ۔بقول اس کے ہماری شکلیں بھی نہیں دیکھنا چاہتا۔۔؟"

اس کے دل میں چھپی بے چینی اب اس کی کھ ئی آنکھوں میں واضح طور پر ہلکورے لینے لگی تھی۔ وہ جاننا چاہتی تھی کہ آخر پچھلے سالوں میں ایسا کیا ہوا تھا کہ معاذ اس کے گھر اور اس کے گھرانے کے لوگوں سے اس قدر بدظن تھا۔

تایا چند لمحے اس کے سوال پر اسے دیکھے گ ئے اور پھر آہستہ سے گویا ہوئے۔

"آج سے پندرہ سال پہلے معاذ اور حبیبہ کو اس گھر سے دھکے مار کر نکالا گیا تھا رابیل۔۔"!

بہت مدھم آواز میں کہے گ ئے جملے پر رابیل کچھ ساعتوں کے لی ئے ساکت ہو گ ئی تھی۔

"لیکن کس نے اور کیوں۔۔۔؟"

اس نے اس قدر دلگرفتگی سے پوچھا کہ وہ گہرا سانس لینے پر مجبور ہو گ ئے۔

"میں تمہارے بابا کا سوتیلا بھائی ہوں جانتی ہو ناں تم۔ جب میری ماں رحمت بی بی کا انتقال ہوا تو بابا ٹوٹ گ ئے۔ انہیں بہت محبت تھی اپنی بیوی سے۔ ہم ہمیشہ سے الگ ہی رہے تھے کبھی انہوں نے ہم دو گھرانوں کے بچوں کو ساتھ نہیں رکھا۔ لیکن جب ماں کا انتقال ہوا تو بابا کا دو گھروں کے ساتھ چلنا مشکل ہو گیا۔ یہ جو ابھی تم لوگوں کا گھر ہے، یہ اس وقت ایک بڑی حویلی کی صورت تھا۔ سب اکھٹے رہا کرتے تھے۔ مجھے بھی بابا نے کہا کہ میں اپنے بیوی بچوں کے ساتھ یہیں آبسوں۔ پہلے تو میں نے انہیں سمجھایا کہ پلیز ہم یہیں خوش ہیں لیکن پھر ان کے اصرار کرنے پر مجھے یہاں آنا ہی پڑا۔"

وہ سانس لینے کو رکے۔ رابیل بنا پلکیں جھپکائے انہیں دیکھ رہی تھی۔

"ان وقتوں میں بابا کا بزنس بھی زوال کی طرف سفر کر رہا تھا۔ کمپنی کو دوبارہ سے اٹھانے کے لیئے انہیں پیسے چاہیئے تھے تو میں نے اپنا گھر بھی بیچ دیا اور اس کا آدھے سے زائد حصہ بابا کو دے دیا۔ لیکن پھر وہی خاندانی سیاستیں اور روز روز کے جھگڑے۔ تمہاری دادی کو میں نہیں پسند تھا۔ انہیں مجھ سے نفرت تھی کیونکہ میں ان کی سوتن کا بیٹا تھا۔ اور پھر انہیں صرف مجھ سے نہیں بلکہ انہیں میری ہر چیز سے نفرت ہو گئی۔ انہیں معاذ اور حبیبہ اپنی آنکھوں پر سخت ناگوار گزرنے لگے۔ اور حبیبہ۔۔"!

ایک لمحے کو ان کے گلابی سے ارتکاز میں نمی چمکی۔ رابیل حلق میں جما ہوتے آنسوؤں پر قابو پائے بمشکل چپ کر کے بیٹھی ہوئی تھی۔

"حبیبہ بالکل تمہاری جیسی تھی۔ تمہاری طرح حجاب باندھا کرتی تھی۔ ایک طویل جنگ لڑی تھی اس نے بھی اپنے گھر والوں سے۔ پھر مجھ سے شادی ہو گئی تو مجھے حجاب سے کوئی مسئلہ نہ تھا اسی لیئے ہماری زندگی اچھی گزری لیکن یہاں آنے کے بعد۔ یہاں آنے کے بعد ہر ایک سے دوسری بات پر اس کی دینداری، اس کے حجاب، اس کے اخلاق اور یہاں تک کہ۔۔"

آخر میں ان کی آواز کانپی تھی۔۔

"اس کے کردار تک کو نشانہ بنایا گیا۔ صائمہ اور تمہاری دادی اس سب میں فرنٹ لائن پر تھیں۔ آہستہ آہستہ حبیبہ کو جانے کیوں اکثر سینے میں گھٹن سی محسوس ہونے لگی۔ وہ اکثر، راتوں کو اٹھ اٹھ کر اپنا سینہ مسلا کرتی تھی۔ میں نے ایک دن پوچھا تو کہنے لگی کہ اسے سانس لینے میں اکثر دشواری ہونے لگی ہے۔ ڈاکٹر کے پاس لے کر گیا تو

اس نے کہا کہ حد درجہ برداشت کرنے کے باعث انہیں پینک اٹیک ہوتا ہے، جس میں انہیں اپنا سانس گھٹتا ہوا محسوس ہوتا ہے۔ وہ دن بدن کمزور ہوتی گئی۔ میں نے کہا بھی کہ ہم کوئی دوسرا گھر لے لیتے ہیں لیکن وہ مجھے انکار کرتی رہی، یہاں تک کہ مجھے جیل ہو گئی۔۔"

ان کے خاموش ہونے پر وہ یکدم سیدھی ہو بیٹھی تھی۔ آنکھیں جو ضبط کے باعث اب کہ ہلکی ہلکی بھیگنے لگی تھیں پھیل سی گئی ہیں۔۔

"آپ کو جیل۔۔۔!! لیکن کیوں۔۔۔؟"

"مجھے مینوپلیٹ کر کے جیل بھجوایا گیا تھا۔ یہ بات بہت بعد میں مجھ پر کھلی کہ مجھے جیل بھجوانے میں بھی تمہاری دادی اور صائمہ کا ہاتھ تھا۔ میں وجہ سمجھ نہیں پایا۔۔ لیکن پھر اس کے اگلے دن ہی مجھے وجہ بھی سمجھ آگئی۔ میرے جاتے ہی حبیبہ کے کردار پر الزام لگایا گیا۔ بہتان سمجھتی ہو ناں۔۔ اس کے کمزور وجود کو زبان کی گہری چوٹوں سے زخمی کیا گیا اور آخر میں۔۔ آخر میں اسے اور معاذ کو گھر سے نکال دیا گیا۔"

وہ خاموش ہوئے تو لمحے بھر کو لگا کہ ساری کائنات خاموش ہو گئی ہے۔ رابیل کی آنکھوں سے ٹپ ٹپ آنسو گر رہے تھے۔ اس میں مزید ہمت نہیں تھی کہ کوئی اور سوال کر سکتی۔ اسی لیے چپ چاپ ہونٹوں کو سختی سے میچیں بیٹھی رہی۔

"عابد نے مجھے کبھی کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش نہیں کی رابیل۔ کبھی بھی نہیں۔ یہاں تک کہ جیل سے نکلنے میں بھی اس نے میری مدد کی۔ پھر معاذ کو ڈھونڈنے میں"

"معاذ کو ڈھونڈنے میں۔۔!مطلب۔۔؟"

اور اس کے اس سوال پر تایا نے بے حد ٹھنڈی آہ بھری تھی۔

"ہاں۔۔میری ایک سال کے جیل کے عرصے میں حبیبہ اسپتال ہی میں مر گئی اور معاذ۔۔معاذ مافیا کا حصہ بن گیا۔۔"

تحیر سے آنکھیں پھیلائے وہ تایا کے انکشافات سن رہی تھی۔کیا کسی پر اس قدر ظلم کیا جاتا ہے۔جس قدر معاذ، حبیبہ اور تایا کی ذات پر کیا گیا تھا۔۔!!

"ت۔۔تائی کیسے۔۔اور معاذ۔۔؟"

اس کا سوال پورا نہ ہو سکا۔

"جس وقت انہیں گھر سے نکالا گیا تھا اس وقت اسے شدید قسم کا دورہ پڑا تھا۔اسپتال لے جایا گیا تو وہ ایک گھنٹے سے زیادہ بچ نہیں پائی۔صدمہ اس قدر گہرا تھا کہ حبیبہ سہار ہی نہیں پا رہی تھی اور آخر کار اس نے اپنی زندگی کی بازی ہار دی۔۔"

ان کا سانس بولتے بولتے بے تحاشہ پھول گیا تھا۔گردن کو جاتیں رگیں اکڑ گئی تھیں۔

"معاذ اس کے بعد مجھے ایک سال تک نہیں ملا۔پھر ایک دن وہ مجھے فٹ پاتھ پر سوتا ہوا ملا تھا۔ایک بڑے گینگ کے اندر کئی لوگوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے لگا تھا وہ۔کئی اچھے دوستوں کی مدد سے میں اسے اس جنگل سے نکلوانے میں کامیاب تو ہو گیا رابیل لیکن آج تک میں اسے زندگی کی طرف نہیں لا سکا ہوں۔"

انہوں نے اپنی آخری بات کہہ کر چہرے پر ہاتھ پھیرا اور چشمہ ایک بار پھر سے آنکھوں کے سامنے جمایا۔ رابیل کے رخسار گیلے تھے اور آنکھیں گلابی سے رنگ میں ڈھلی تھیں۔

"مجھے تو۔۔ پتہ ہی نہیں تھا تایا کہ آپ لوگوں کے ساتھ اس قدر ظلم کیا گیا ہے۔ آپ کا تو اس سب میں کوئی قصور ہی نہیں تھا۔ اور معاذ۔۔ شاید اب میں اسے تھوڑا سمجھ سکتی ہوں۔۔"

اس کے نرمی سے کہنے پر وہ ذرا آگے کو ہوئے، آزردگی سے مسکرا کر اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔۔

"جانتی ہو صائمہ کا ہاتھ کیوں روکا تھا معاذ نے۔۔؟"

ان کے سوال پر اس نے نظریں اُٹھائی تھیں۔ بھیگی آنکھوں کے پار ایک منظر سا بُننے لگا۔

"وہ اس لیے کہ وہ برداشت ہی نہیں کر پایا تمہاری ساتھ زیادتی۔ کبھی بھی کسی کو تمہارے ساتھ ظلم کرتے دیکھے گا تو ہزار بار اس کا ہاتھ روکے گا کیونکہ وہ حبیبہ پر ہوتا ظلم نہیں روک پایا تھا۔"

اسے نے تھوک نگل کر بہت سے آنسو حلق ہی میں اتار لیے۔ پھر ایک دم بھاری ہوتے ماحول کو ہلکا پھلکا کرنے کے لیے اس نے مسکرا کر ان کی جانب دیکھا۔

"اچھا چلیں بتائیں کہ تائی کو سب سے زیادہ کونسی سورت فیسینٹ کیا کرتی تھی۔۔؟"

ان کی آنکھوں میں پھیلی سرخی رابیل بخوبی دیکھ رہی تھی۔۔

"کہف۔۔"

لیکن ان کے اگلے جواب پر گویا اس پر کسی نے گھڑوں پانی ڈال دیا تھا۔ ایک لمحے کو ساکت ہو کر اس نے تایا کی جانب دیکھا تھا۔

"وہ مجھ سے کہا کرتی تھی کہ وقار، یہ سورت اللہ کے فیصلوں پر انسان کے رد عمل کی سورت ہے۔ اسے قرآن سننا بہت پسند تھا، اکثر معاذ کو اپنے سامنے بٹھا کر وہ اس سے اس سورت کی تلاوت سنا کرتی تھی اور رابیل اکثر اس سورت کے شروع ہوتے ہی اس کی آنکھیں بہنے لگتی تھیں۔ میں پوچھتا تھا کہ اسے کیا بات رلاتی ہے تو کہا کرتی تھی کہ کہف کی تنگ دیواروں کے درمیان اللہ کی محبت کا نور اسے رلایا کرتا تھا۔ وہ کہتی تھی اللہ کا خوف انسان کو ویسے نہیں رلاتا جیسے اللہ کی محبت رلا دیتی ہے۔ میں کہا کرتا تھا کہ اللہ سے تو میں بھی محبت کرتا ہوں۔ پھر مجھے ایسے کیوں رونا نہیں آتا تو۔۔"

ان کی آواز بتاتے بتاتے آخری جملوں پر کانپنے لگی تھی۔ رابیل سانس روکے انہیں دیکھے گ ئی۔

"تو کہا کرتی تھی کہ جو غار میں دین بچانے کے لی ئے پناہ لیا کرتے ہیں، ایسی محبت کے آنسو اللہ صرف انہی کو عطا کرتا ہے۔"

ان سے مزید ضبط کرنا مشکل ہوا تو مسکرا کر اس کے سر پر ایک بار پھر سے ہاتھ رکھتے باہر کی جانب بڑھ گ ئے۔ وہ اب تک دم سادھے بیٹھی تھی۔ جانے اس سے پہلے اور کتنے لوگوں نے کہف میں پناہ لی تھی اور کتنوں کا پناہ لینا ابھی باقی تھا۔ کیا اصحابِ کہف کو اندازہ تھا کہ ان کا عمل ان کے بعد صدیوں تک دہرایا جانا تھا۔

وہ گم صم سی اپنے کمرے میں چلی آئی۔ خاموشی سے آکر بستر پر دراز ہو گئی۔ اور سونے سے قبل اس کے دل میں آخری خواہش یہی ابھری تھی کہ کاش وہ حبیبہ سے ایک بار مل سکتی۔ ایک بار وہ انہیں کہیں سے دیکھ سکتی لیکن اب بہت دیر ہو چکی تھی۔ کہف والے بہت سے لوگ گزر چکے تھے۔

اس نے بھی گہرا سانس لے کر آنکھیں موندنا چاہیں لیکن چھم سے سرمئی نگاہیں اس کے آس پاس بکھرنے لگیں۔ کیسے وہ اتنا تلخ تھا۔ اتنا کڑوا تھا۔ اتنا روکھا تھا۔ وہ اسے اس کے حالات جانے بغیر ہی جج کرتی رہی اور وہ۔۔ وہ جانے کیسے اس گھر میں دوبارہ آیا ہو گا۔ جانے اس نے اپنے دل پر کونسا پتھر رکھا ہو گا۔۔

وہ سونا چاہتی تھی لیکن وہ سو نہیں پا رہی تھی۔ کیونکہ کچھ انکشافات انسان کی نیندیں اکثر یوں ہی اڑا دیا کرتے ہیں۔۔!

آج سے پندرہ سال پہلے۔۔

رمضان کا مہینہ اپنی تمام تر برکتوں کے ساتھ ان کے گھرانے پر اتر رہا تھا۔ حبیبہ نے افطار کے بعد مغرب کی نماز ادا کی اور کچن میں چلی آئیں۔ کچن کے ساتھ جاتی ایک چھوٹی سی راہداری کے بعد لاؤنج تھا۔ گو کہ ان کا گھر زیادہ بڑا نہیں تھا لیکن طریقے سے فرنشڈ ہونے کے باعث وہ گھر چھوٹا بھی نہیں لگتا تھا۔ اس گھر میں عجیب سی سکینت ہر وقت محسوس ہوتی تھی۔

انہوں نے سنک میں برتن اکھٹے کر کے رکھے اور پھر برتن دھونے لگیں۔ اسی پہر داخلی دروازہ کھلا۔ معاذ اور وقار نماز پڑھ کر واپس آگ ئے تھے۔ وقار تو ٹی وی چلائے لاؤنج ہی میں بیٹھ گ ئے البتہ معاذ ان کے پاس کچن ہی میں چلا آیا تھا۔

"آخری عشرہ چل رہا ہے۔ آپ نے کہا تھا کہ آپ مجھے گفٹ دیں گی۔۔"

اس نے بھی آگے بڑھ کر دھلی پلیٹیں ایک جانب کو کیں اور پھر ساتھ ہی ساتھ انہیں کچھ یاد بھی دلایا۔ حبیبہ نے اس کے حوالے پر مسکراہٹ دبائی تھی۔۔

"گفٹ تو مل جائے گا یہ بتاؤ پہلے کہ تم نے وہ کام مکمل کر لیا جو میں نے کہا تھا۔۔؟"

ایک پل کو مڑ کر اس کی جانب دیکھا تھا۔ چہرے پر دبی سی مسکراہٹ لی ئے۔ اسے چڑاتی ہوئی یں۔۔ معاذ نے خفگی سے ان کی جانب دیکھا۔ ماتھے پر بال نو عمر لڑکوں کی طرح بے ترتیب ہو کر گر رہے تھے اور آنکھیں۔۔ آنکھیں اس سمے بے حد خفا تھیں۔ حبیبہ کو بے ساختہ اس پر پیار آیا تھا۔۔

"صرف آخری پارے کی چند سورتیں رہ گ ئی ہیں ماں۔ وہ بھی کل تک مکمل ہو جائی یں گی لیکن آپ نے مجھے گفٹ نہیں دیا ابھی تک۔۔"

"ہاں تو پہلے پورا حفظ تو کرو۔ مجھے سورہ کہف سناؤ پھر جا کر ملے گا تمہیں گفٹ۔۔"

ایک پلیٹ جھٹک کر ریک میں رکھتے، انہوں نے بے نیازی سے کہہ کر اس کی جانب دیکھا تھا۔

"کل پکا آپ دیں گی ناں۔۔؟"

"دونگی لیکن پہلے تمہیں مجھے سورہ کہف سنانی ہوگی۔۔اس کے بعد۔۔"

اسے گویا یاد دلایا تھا۔وہ ان کی بات پر جھنجھلایا۔۔

"اتنی بار تو سن چکی ہیں آپ۔اب پھر سے کل کیا اس سورہ کا سننا لازمی ہے۔۔؟"

"جی بالکل لازمی ہے۔تمہاری آواز بہت پسند ہے مجھے۔۔"

"اور بھی کتنے سارے لوگ،بہت اچھا قرآن پڑھتے ہیں۔آپ ان کی سورہ کہف سن لیں۔۔"

اس نے آگے بڑھ کر سوکھتے برتنوں کو دوسرے ریک میں رکھنا شروع کیا۔حبیبہ اس کی بات پر مسکرائی تھیں۔۔

"مجھے میرے بیٹے کا قرآن پڑھنا ان سب کے قرآن پڑھنے سے زیادہ خوبصورت لگتا ہے۔اور ویسے بھی،جب آپ کے گھر میں حافظ موجود ہو تو کسی باہر والے سے قرآن کیوں سنا جائے۔۔"

ایک مسکراتی ہوئی نگاہ اس پر ڈالی تو ان کی اس معصوم سی گیم پر وہ گہرا سانس لے کر رہ گیا۔پھر رات گئے تک جب وہ عشاء کی نماز سے فارغ ہوئی یں تو وہ ان کے ساتھ آبیٹھا۔خاموشی سے ان کی مناجات ختم ہونے کا انتظار کرنے لگا۔اپنی دعا سے فارغ ہو کر وہ اس کی جانب متوجہ ہوئی تھیں۔

"میں آپ کو سورہ کہف سناؤنگا لیکن ماں اس سے پہلے میرا ایک سوال ہے۔۔"

اس نے ان کے آگے دوزانو بیٹھ کر پوچھا تو وہ بھی اپنے چہرے کے گرد لپٹے دوپٹے کی تہیں کھولنے لگیں۔

"پوچھو۔۔"

"اللہ نے قرآن تھوڑا تھوڑا کر کے کیوں اتارا ہے ماں۔۔؟ مجھ سے میرے ٹیچر نے سوال کیا لیکن مجھے اس کا جواب نہیں آیا۔"

اس کے معصوم سے سوال پر وہ لمحے بھر کو مسکرائی تھیں۔ پھر بیڈ سے پشت ٹکا کر آرام دہ سی ہو کر بیٹھیں۔

"ایک بات بتاؤ۔۔ بارش کیسے آتی ہے۔۔؟"

"مطلب۔۔؟"

اسے ان کا سوال سمجھ نہیں آیا تھا۔

"مطلب یہ کہ بارش آسمان سے کس صورت میں برستی ہے۔۔؟"

"قطروں کی صورت۔۔"

اس کی نگاہوں میں ناسمجھی اب تک پھیلی ہوئی تھی۔

"بالکل۔۔ لیکن اگر یہی بارش سیلاب کی صورت زمین پر آجائے تو کیا ہو گا۔۔؟"

"تباہی ہو جائے گی پھر تو۔۔"

اس نے ایک لمحہ بھی نہیں لگایا تھا جواب دینے میں۔ وہ اس کے جواب پر لمحے بھر کو مسکرائی تھیں۔ پھر آگے بڑھ کر اس کے ماتھے پر بکھرے بالوں کو مزید بکھیرا۔

"بالکل۔ اگر آسمان سے اترتا پانی سیلاب کی صورت اترے تو کسی کو بھی فائدہ نہیں ہو گا بلکہ پانی کے اس صورت میں آنے کے باعث بہت سے لوگوں کو نقصان پہنچے گا، کئی لوگوں کی زندگی بھر کی کمائی مٹی میں مل جائے گی

اور ہمارے گھر، یہاں تک کے ہمارے شہر بھی ڈوب جانے کا خدشہ ہو گا۔ اسی لیے آسمان سے پانی چھوٹے قطروں کی صورت آتا ہے۔ وہ ایک ساتھ سیلاب کی صورت نہیں اتارا جاتا۔۔"

"تو۔۔ تو قرآن کے انزال کا اس سے کیا تعلق۔۔؟"

"تعلق ہے بچے۔ تعلق تو ہے۔ جیسے پانی آسمان سے قطروں کی صورت تھوڑا تھوڑا کر کے اترتا ہے اسی طرح قرآن کو بھی قطروں کی صورت تھوڑا تھوڑا کر کے اتارا گیا ہے۔ جیسے قطرے بنجر زمین میں جذب ہو کر اسے زندگی دیا کرتے ہیں، ٹھیک اسی طرح قرآن کے لفظ بھی انسانی دل کی بنجر زمین پر قطروں کی صورت اتر کر اسے زندہ کرتے ہیں۔ اگر یہ قرآن سارے کا سارا ایک ساتھ اتارا جاتا تو کوئی انسان اس کے طاقت کو سہار نہ پاتا۔ وہ آیت یاد ہے ناں سورہ حشر کی، جس کا مفہوم کچھ یوں ہے کہ اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل کرتے تو تم دیکھتے کہ وہ اللہ کے خوف سے دب جاتا۔ بالکل اسی طرح اگر اسے پورے کا پورا اتارا جاتا تو اگر کوئی پہاڑ جو کہ اس کائنات کی سب سے مضبوط چیز ہے، جب وہ ہی نہیں سہار پاتا تو انسان کا دل کیسے اسے سارے کا سارا لے سکتا تھا۔۔؟"

وہ چند پل لاجواب ہوا انہیں دیکھتا رہا۔

"تم نے دیکھا ہو گا کہ اسے ہم جب پڑھتے ہیں، یا سمجھتے ہیں یا پھر جب عمل کرتے ہیں تو تھوڑا تھوڑا کر کے کرتے ہیں۔ وہ اسی لیے بیٹا، کیونکہ اس قرآن کا دل میں تھوڑا تھوڑا، لمحہ بہ لمحہ اترنا ہی دل کو زندہ رکھتا ہے۔ اسے ہم سارے کا سارا اندر نہیں اتار سکتے۔"

"لیکن سورہ بقرہ میں تو کہا گیا ہے کہ تم اس کا ایک حصہ لے کر دوسرے کو چھوڑ دیتے ہو۔ پھر وہ کیا ہے۔۔؟ اس آیت کا مطلب تو پھر یہی ہوا کہ ہمیں یہ پورا کا پورا لینا پڑتا ہے۔"

اس کے معصوم چہرے پر نا سمجھی تھی۔

"وہ کتاب کے ایک حصے پر عمل کر کے دوسرے حصے کو ترک کر دینے کی جانب اشارہ ہے۔ ہم نے ایسا نہیں کرنا۔ ہمیں اس پوری کتاب پر ایمان لانا ہے اور اس کے بعد اس کے ایک حکم کے ساتھ دوسرے حکم کو بھی جوڑے رکھنا ہے۔ ایسے نہیں کرنا کہ نماز تو پڑھ لی لیکن لوگوں کے حقوق ادا کرنے میں کوتاہی برتی۔ یہ قرآن کا ایک حصہ مان کر دوسرے کو ترک کرنا کہتے ہیں۔"

اوہ۔ بات سمجھ میں آتے ہی جیسے اس کی بے چینی پل میں رفع ہوئی تھی۔

"چلو اب مجھے سورہ کہف سناؤ۔"

اگلے ہی لمحے اب وہ تعوذ پڑھنے کے بعد مدھم سی بہتی آواز میں سورہ کہف پڑھنے لگا تھا۔

حسبت ان اصحب الکھف ورقیم۔۔

یہاں تک ابھی اس کی تلاوت پہنچی ہی تھی کہ حبیبہ کی آنکھیں بہنے لگیں۔ قرآن کے درمیان رکھے ان غار والوں کے قصے میں کس قدر نصیحتیں پنہاں تھیں۔ کاش کہ کوئی سمجھ سکتا۔ اور وہ ان لفظوں کو سمجھ رہی تھیں، محسوس کر رہی تھیں، جبھی تو انکا دل اس آواز پر بھر آتا تھا اور آنکھیں۔۔ آنکھیں ان دل سوز آیتوں کو سن کر بے اختیار ہی بھیگنے لگتی تھیں۔

اگلے دن دادا ان کے گھر چلے آئے۔ کافی دیر تک وقار کی اسٹڈی میں بیٹھے وہ ان سے باتیں کرتے رہے۔ رات کے کھانے پر حبیبہ نے انہیں روکا بھی مگر وہ الجھے الجھے سے تھے اسی لیے جلد ہی پلٹ گئے۔ وقار نے بھی انہیں روکنا مناسب نہ سمجھا۔ کھانے کی ٹیبل پر بیٹھے تین نفوس اب کہ بہت خاموش تھے۔ سب سے پہلے حبیبہ نے ہی بات شروع کی۔۔

"بابا کیا کہہ رہے تھے۔۔؟"

"انہیں کمپنی کے لیے کچھ پیسوں کی ضرورت ہے۔ تو وہ اس گھر کو بیچنے کی بات کر رہے تھے، مزید یہ کہ وہ چاہتے ہیں کہ ہم بڑے گھر میں شفٹ ہو جائیں۔ اسی میں عافیت ہے۔ ان کی طبیعت بھی اب کہ ناساز رہنے لگی ہے تو میں نے کافی سوچ بچار کر ہاں کہہ دیا ہے۔ تم دونوں کو کوئی اعتراض تو نہیں۔۔؟"

آخر میں ذرا سی ہچکچاہٹ محسوس ہوئی تھی معاذ کو ان کے لہجے میں۔ حبیبہ چند لمحات تو خاموش رہیں پھر مسکرا کر ان کی جانب دیکھا۔

"اگر بابا کی اس سے مدد ہو سکتی ہے تو ہمیں ان کی مدد کرنی چاہیئے وقار۔۔"

اور ان کے مہر ثبت کرنے پر وقار نے گہرا سانس لیا تھا۔ اگلے مہینے ہی گھر سے سارا سامان سمیٹ کر وہ اس بڑی سی حویلی میں چلے آئے۔ انہیں لگا تھا کہ گھر والے ان کا استقبال بہت اچھے سے کریں گے لیکن وہاں ایسا کچھ بھی نہ تھا۔ وقار، حبیبہ اور بارہ سالہ معاذ دروازے میں یوں ہی خالی خالی سے کھڑے رہ گئے۔ ملازمین کو بھی ان تک آنے

کی اجازت نہیں دی گ ئی تھی۔ صرف دادا ہی انہیں رسیو کرنے دروازے تک آئے۔ ان دنوں عابد کی رابیل تین سال کی تھی اور زاہد کا اقبال البتہ پانچ سال کا تھا۔ ک ئی وجوہات کی بنا پر زاہد کی شادی عابد سے پہلے ہوئی تھی اسی لی ئے اس کا بیٹا رابیل سے بڑا تھا۔ ان کے کمرے کشادہ اور خوبصورت تھے جبکہ انہیں حویلی کے سب سے چھوٹے پورشن میں جگہ دی گ ئی تھی۔ پھر بھی حبیبہ شکر گزار رہیں۔ وقار گھر والوں کے اس رویے پر خاموش سے ہو گ ئے اور معاذ۔۔ معاذ البتہ اس گھر میں آکر بالکل بھی خوش نہیں تھا۔

ان کے گھر میں آتے ہی فرحت بیگم نے حبیبہ کو اپنے کمرے میں طلب کر لیا۔ وہ اس سمے اپنے بڑھاپے میں بھی خاصی طاقتور معلوم ہوتی تھیں، اور ان کے انداز واطوار دیکھ کر ہی لگتا تھا کہ انہوں نے اس حویلی پر ک ئی سالوں تک حکومت کی ہے۔ حبیبہ سلام کرتیں ان تک پہنچیں۔ لیکن ان کی سلامتی کا انہیں کوئی بھی جواب نہیں دیا گیا۔

"بیٹھو لڑکی۔۔"

تحکم سے کہا گیا تو وہ ان کے عین سامنے صوفے پر جا بیٹھیں۔

"پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ میرا گھر ہے اور یہاں کے قوانین بھی میرے ہی طے کردہ ہیں۔ سب سے پہلے تو تم اپنے سر سے اس دوپٹے کو ہٹاؤ۔ مجھے نہیں پسند کہ تم میرے ہی گھر میں رہتے ہوئے، میرے بیٹوں سے پردہ کرو۔ اگر تو تم یہاں رہنا چاہتی ہو تو تمہیں میری ہی مان کر چلنا پڑے گا۔"

حبیبہ کے گلابی سے چہرے پر لمحے بھر کو حیرت ابھری تھی۔

"کیا مطلب امی۔۔ میں سمجھی نہیں۔"

"مطلب صاف ہے لڑکی۔ اگر تمہیں یہاں رہنا ہے تو اپنا یہ پردہ وغیرہ ختم کرنا ہو گا۔ یہ میرا گھر ہے اور میرے بیٹے کوئی موالی یا سڑک چھاپ نہیں ہیں جن سے پردے کی تمہیں کوئی ضرورت ہے۔ اس دوپٹے کو اپنے سر سے اتارو اور خاموشی سے میری بات مان کر چلو۔ یہی تمہارے حق میں بہتر ہو گا۔۔"

وہ بول کر خاموش ہوئی یں تو حبیبہ نے نرمی سے مسکرا کر ان کی جانب دیکھا۔

"جانتی ہیں صحابیات کو جن سے پردے کا حکم دیا گیا تھا وہ اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے ساتھی تھے۔"

ان کے جواب نے لمحے بھر کو فرحت بیگم کو لاجواب کیا تھا۔ پھر وہ گردن تان کر بیٹھیں۔

"میرے سامنے زیادہ زبان درازی کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھے پتہ ہے کہ کتنا دین پر چلنا ہے اور کتنا دنیا کو دیکھنا ہے۔ اسی لیۓ، عورت کی آنکھ میں حیا کا ہونا کافی ہے۔ اگر وہ حیادار ہے تو اسے کسی قسم کے پردے کی ضرورت نہیں۔۔"

"لیکن امی، پردے کا حکم تو اس جہان کی سب سے زیادہ نیک اور باحیا عورتوں کو دیا گیا تھا۔ انہیں تو اس بات پر نہیں چھوڑا گیا کہ تمہاری آنکھ میں پردہ ہے تو ٹھیک ہے۔ کیا ضرورت ہے چادروں کو اپنے سروں پر لٹکانے کی۔۔"

ان کی بہت آرام دہ سی وضاحت پر، فرحت بیگم لمحے بھر کو تلملائی یں۔ پھر ابرو مزید تیکھے کر کے ان کی جانب دیکھا۔

"جو بھی ہو۔۔ لیکن یہاں تمہیں میرے احکامات کے مطابق چلنا ہو گا۔ یہ تمہارا گھر نہیں ہے جہاں تم اپنی مرضی سے رہو گی۔ بلکہ یہ میری سلطنت ہے اور اس سلطنت کی حکمران بھی میں ہی ہوں۔ رعایا کو کوئی حق نہیں کہ وہ حکمران کی کسی بات بھی اعتراض کرے یا پھر ان کی کسی بات کو رد کرے۔ اور تم۔۔ تم تو ویسے بھی قابلِ نفرت ہو۔ کیونکہ جس کی بیوی بن کر تم اس گھر میں آئی ہو، وہ ہمیشہ سے میرے لیے قابلِ نفرت رہا۔ اسی لیے یہاں اپنی حیثیت کو قبول کر کے رہنا نہیں تو۔۔ پھر تمہیں ابھی اندازہ نہیں ہے ان سزاؤں کا جن کا نشانہ ہر وہ شخص بنا جس نے میری حکم عدولی کی۔"

حبیبہ کا دل یکدم کانپا تھا لیکن پھر بھی وہ بمشکل سر ہلا کر ان کے کمرے سے اٹھ آئی ہیں۔ معاذ جو ایک جانب خاموشی سے بیٹھا تھا ان کے چہرے کو بغور دیکھنے لگا۔ ان کا گلابی سا چہرہ اس وقت اسے بے حد سفید لگا تھا۔ وہ خاموشی سے آ کر بیڈ کی پشت سے سر ٹکا کر بیٹھ گئی ہیں۔ پھر معاذ کو دیکھ کر تھکن زدہ سا مسکرائی ہیں۔ وہ اب کے ان کے عین سامنے آ بیٹھا تھا۔

"یہ لوگ اچھے نہیں ہیں ماں۔۔"

اس نے بے چینی سے حبیبہ کی نگاہوں میں ڈولتی اداسی کو دیکھتے ہوئے کہا تھا۔ انہوں نے آگے بڑھ کر اس کے ماتھے پر بکھرے بالوں کو اپنی انگلیوں سے پیچھے کیا۔ اس کی روشن پیشانی واضح ہوئی تھی۔

"سب لوگ اچھے ہوتے ہیں معاذ۔ بس ہمیں صبر کے ساتھ ان کی اچھائی کو تلاشنا ہوتا ہے۔"

"لیکن یہ لوگ بالکل بھی اچھے نہیں ہیں ماں۔ یہاں پر کوئی بھی آپ کو، مجھے یا پھر بابا کو پسند نہیں کرتا۔"

اتنی چھوٹی سی عمر میں اس کی باریک بینی پر حبیبہ نے گہرا سانس لیا تھا۔ لمحے بھر کو انہوں نے اسے خاموشی سے دیکھا اور پھر آگے بڑھ کر اس کے دونوں ہاتھ تھامے۔

"دیکھو معاذ۔۔ میں جانتی ہوں بیٹا کہ تم انسانی رویوں کو بہت باریکی سے دیکھنے کے عادی ہو، مجھے یہ بھی پتہ ہے کہ تم جسے پسند نہیں کرتے اسے اس کے منہ پر ہی کہہ دیتے ہو اور اگر نہیں بھی کہتے تو تمہارے چہرے پر اس قسم کے آثار نمایاں ہوتے ہیں جن سے پتہ چل جاتا ہے کہ تمہیں کیا اچھا لگ رہا ہے اور کیا نہیں۔۔"

وہ ان کی تمہید کا مقصد سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔

"اپنے غم کی شکایتیں انسانوں سے نہیں کرتے معاذ۔ ناں یہ کسی کو پتہ لگنے دیتے ہیں کہ ہمیں کیا اچھا لگ رہا ہے اور کیا نہیں۔ اپنے غم کی شکایت ہمیں صرف اللہ سے کرنی ہے۔ جیسے حضرت یعقوب علیہ اسلام نے کی تھی۔ وہ جانتے تھے کہ یوسف علیہ اسلام کی گمشدگی میں ان کے بیٹوں کا ہاتھ ہے لیکن پھر بھی معاذ وہ خاموش رہے۔ شدید غم میں بھی وہ اپنے بچوں پر نہیں چلائے نہ ہی انہیں کچھ ایسا کہا جو نازیبا ہو۔ بلکہ وہ خاموشی سے اپنے غم کی فریاد اللہ سے کرتے رہے، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ ان کی دعائیں اللہ کے علاوہ اور کوئی نہیں سن سکتا۔"

ان کی نرم آواز اس کی سماعت میں سکون سا گھولنے لگی تھی۔ وہ بے بسی سے ان کے پر سکون مگر اداس چہرے کو دیکھے گیا۔

"لیکن ہر دفعہ صبر ہم ہی کیوں کریں ماں۔۔"!!

اس کی سرمئی آنکھوں میں لمحے بھر کو بے چینی سی ابھری تھی۔ حبیبہ نے اس کی چہرے پر محبت سے ہاتھ رکھا۔

"صبر ہر کوئی نہیں کر سکتا معاذ۔ اللہ ہر کسی کو تپتے صحرا میں ایک بچے کے ساتھ تنہا نہیں چھوڑتا۔ یہ تو کوئی کوئی ہوتا ہے بچے جو صفا اور مروہ کے درمیان دوڑ کر اللہ کی مدد کا انتظار کرتا ہے۔ اور پھر ایک وقت تو ایسا آ ہی جاتا ہے کہ بچھڑے باپ کو اس کی اولاد مل جاتی ہے، پیاس سے تڑپتے بچے کی خاطر زم زم کا چشمہ جاری کر دیا جاتا ہے اور ایک زر خرید غلام کو مصر کا تخت عطا کر دیا جاتا ہے۔ صبر تو بڑے بڑے لوگوں کا کام ہے۔ کڑا ضبط اور بڑا ظرف رکھنے والوں کا کام ہے بچے صبر تو۔ اور صبر کرنے والوں کا اجر اللہ کے پاس محفوظ ہے۔ اس کا بہت بھاری اجر تمہیں عطا کیا جانے والا ہے۔ بس تھوڑی سی اور آزمائش۔۔"

ان کی باتیں امید کا سرا تھما دیا کرتی تھیں کیونکہ وہ قرآن پڑھنے والی تھیں۔ قرآن والے کبھی مایوسیوں میں گھر ہی نہیں سکتے تھے۔

"میں کوشش کرونگا کہ ان لوگوں میں شامل ہو سکوں جو صبر والے ہیں۔۔"

"شاباش۔۔ تمہیں میرا ایسا ہی بیٹا بننا ہے۔ تمہیں صبر کا دامن ہاتھ سے نہیں جانے دینا معاذ۔ تمہیں ابھی بہت سے لوگوں کے آگے کھڑے ہو کر انہیں نمازیں پڑھانی ہیں۔ تمہیں ابھی اپنے حفظ کیئے قرآن سے دنیا کی تاریکی دور کرنی ہے۔ اور اگر تم نے صبر کا دامن چھوڑ دیا تو کبھی قرآن کا دامن نہیں پکڑ پاؤ گے بچے۔ قرآن صبر کرنے والوں کو دیا جاتا ہے۔ تمہیں بھی بہت صبر کرنے والا بننا ہے ہوں۔۔"

پیار سے ایک بار پھر سے اس کے بالوں میں انگلیاں چلائی یں تو وہ بھی گہرا سانس لیتا ان کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گیا۔ حبیبہ اب بھی اس کے بالوں میں انگلیاں چلا رہی تھیں۔ چند لمحوں بعد چہرہ جھکا کر دیکھا تو وہ سو چکا تھا۔ انہوں نے مسکرا کر اس کے ماتھے سے بال ہٹائے اور جھک کر اسکی پیشانی چومی۔ ان کا پیارا سا معاذ اب کہ گہری نیند سو رہا تھا۔ لیکن اس کے سوتے ہی حبیبہ کی نگاہوں میں گلابی سی نمی چمکی تھی۔ جسے اس سمے صرف اللہ دیکھ رہا تھا۔ اور ان کے دل سے نکلتی دعاؤں کو صرف وہی سننے والا تھا۔۔

اگلے دن وہ کچن میں کھانا بنا رہی تھیں کہ یکایک، صائمہ کچن میں آناً فاناً داخل ہوئی۔

"کیا کر رہی ہو بھابھی۔۔؟ اچھا اچھا کھانا پکا رہی ہو۔۔"

اس نے ایک بار جھک کر ہانڈی میں دیکھا۔ حبیبہ نے مسکرا کر اسے دیکھا تھا۔

"اچھا بھابھی تمہیں اماں بلا رہی تھیں۔ ایک بار دیکھ کر آجاؤ کیا کہہ رہی ہیں۔"

"چلو میں آتی ہوں۔۔"

وہ سالن کی آنچ مدھم کر کے پلٹیں تو صائمہ نے ایک کمینی سی مسکراہٹ کے ساتھ انہیں پلٹ کر دیکھا اور پھر نمک کا ڈبا کھول کر مٹھی بھر نمک سالن میں ڈال دیا۔

دوپہر کو سب کھانا کھانے ٹیبل پر بیٹھے تو یکدم ہی سب کے حلق میں انتہائی کڑوے سالن کے باعث پھندا لگا تھا۔

حبیبہ حیران سی کبھی ایک کو دیکھتیں اور کبھی دوسرے کو۔ انہیں سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ ہو کیا رہا ہے۔ اور پھر فرحت

بیگم نے گویا انہیں ذلیل کرنے کا کوئی بہانہ ڈھونڈ ہی لیا۔ سب ملازمین، گھر والوں کے سامنے انہیں وہ ذلت دی کی الامان۔۔! حبیبہ خاموشی سے چہرہ جھکائے سنتی رہیں اور معاذ ضبط سے لب بھینچ کر بیٹھا رہا۔

اور پھر ہر روز کچھ نہ کچھ ایسا ہوتا رہا۔ کبھی ان کو کسی ایک بات پر ذلیل کیا جاتا اور کبھی کسی دوسری بات پر ان کے اسلام کا مزاق اڑایا جاتا۔ حبیبہ دن بدن تھکنے لگیں۔ وہ دن بھر کوشش کرتیں کہ کوئی بھی شکایت کا موقع فرحت یا پھر صائمہ کو نہ ملے لیکن ہر روز کچھ نہ کچھ ان کے کھاتے میں نکل ہی آتا تھا۔ معاذ سب کچھ خاموشی سے دیکھتا رہا۔ اور ایک دن جب سب خواتین کے سامنے فرحت بیگم نے حبیبہ کے گال پر تھپڑ رسید کیا تو وہ رہ نہیں سکا۔۔

اس نے اپنی ماں کا ہاتھ پکڑ کر انہیں اپنے پیچھے کیا تھا۔ ہاں۔۔ اس کا قد اب کہ حبیبہ سے دو انچ لمبا تھا۔ سرمئی آنکھیں غصے سے دہک رہی تھیں اور مٹھی بھینچے وہ کڑے تیوروں سے فرحت کو گھور رہا تھا۔

"کیا لڑکے۔۔ تیری ہمت بھی کیسے ہوئی میرے درمیان میں آنے کی۔۔"

"اور آپ کی ہمت کیسے ہوئی میری ماں کو ہاتھ لگانے کی۔۔؟"

وہ ان پر چیخا تھا۔ کئی مہینوں کا لاوہ جو اس کے اندر کسی جوالامکھی کی طرح پک رہا تھا، پھٹ کر باہر نکلا۔

"یہ میرا گھر ہے او۔۔"

"بھاڑ میں گیا آپ کا گھر اور اس گھر کی سیاستیں۔ مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں ہے کہ یہ کس کا گھر ہے لیکن میری ماں کو اگر آئندہ آپ نے کبھی ذلیل کرنے کی کوشش کی تو مجھ سے برا پھر کوئی نہیں ہو گا۔۔"

اس نے انگلی ان کے سامنے لہرا کر گویا انہیں وارن کیا تھا۔ ایک لمحے کو ساری حویلی میں سناٹا چھا گیا۔ چلتے پھرتے لوگ رک گ ئے۔ آوازیں گویا تھم گ ئی تھیں۔ حبیبہ نے لرزتے ہاتھوں سے اس کا ہاتھ کہنی سے تھام کر اسے روکا تھا لیکن وہ فی الحال ان کی جانب متوجہ نہیں تھا۔

"ابھی کہ ابھی میری نظروں کے سامنے سے چلے جاؤ لڑکے تم۔ نہیں تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔۔"

خاندان کی خواتین آس پاس براجمان تھیں اور یہ لڑکا۔۔ اس لڑکے کی ہمت بھی کیسے ہوئی ان سے اس لہجے میں بات کرنے کی۔ نفرت سے انہوں نے معاذ کی جانب دیکھا تھا۔

"آپ سے برا کوئی ہے بھی نہیں۔ کبھی اپنی زبان سے نکلتے لفظوں کو سنا ہے آپ نے۔۔؟ جانتی بھی ہیں کس قدر کڑوے لفظوں کی عادی ہیں آپ۔۔"!!

اس کے لفظ نہیں تھے۔ وہ کوئی زوردار سا تمانچہ تھے، جن کا نشان اب کے فرحت اور صائمہ دونوں کے چہروں پر نظر آنے لگا تھا۔ حبیبہ نے اسے پیچھے کی جانب کھینچا اور پھر کوئی بھی بات کی ئے بغیر اسے کمرے کی جانب لے آئی یں۔ کمرے میں آتے ہی اس کے گلے لگ کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رو پڑی تھیں۔ معاذ نے بے بسی سے انہیں چپ کروایا لیکن اب جیسے سب کچھ اس کے ہاتھ سے بھی نکلتا جا رہا تھا۔ رات دیر تک تھک ہارنے کے بعد وقار کمرے میں آئے تو دیکھا حبیبہ سو رہی ہیں اور معاذ اپنے کمرے میں سونے کے بجائے ان کا ہاتھ تھامے بیڈ کے سرہانے سر ٹکائے سو رہا ہے۔ وہ ان دونوں کو مسکرا کر دیکھتے آگے آئے اور آہستہ سے بیڈ پر لیٹ کر دوسری جانب کروٹ لے لی۔ پھر انہیں آدھی رات کو کسی کی تیز سانسوں کی آواز محسوس ہوئی تھی۔ انہوں نے چونک کر چہرہ

پیچھے کی جانب گھمایا تو دیکھا کہ حبیبہ گہرے گہرے سانس لیتیں، اپنا سینہ مسل رہی تھیں۔ وہ یکدم اٹھ بیٹھے۔ ان کی پیٹھ مسلی۔

لیکن پھر ہر رات انہیں اس طرح سے ہونے لگا۔ وہ دن بدن کمزور ہونے لگی تھیں۔ ان ہی دنوں دادا کا بھی انتقال ہوا تو ساری حویلی ہی کچھ عرصے کے لی ئے سناٹے میں ڈوب گ ئی۔ لیکن پھر ایک دن وہ ہوا جس نے معاذ اور وقار دونوں کی زندگیوں کو گہری اندھیر نگری میں دھکیل دیا تھا۔۔! اور جس سے چاہ کر بھی وہ دونوں باہر نہیں نکل پائے تھے۔۔

اس نے کسمسا کر آنکھیں کھولیں۔ کھڑکی کے راستے، چمکیلی سی دھوپ اب کے زاویہ بدلنے پر سیدھا اس کے چہرے پر گر رہی تھی۔ اس نے ہاتھ نگاہوں کے سامنے کر کے بے ساختہ اس گرتی دھوپ کا راستہ روکا تھا۔ پھر سائیڈ ٹیبل پر رکھا موبائل اٹھا کر دیکھا۔ نو بج رہے تھے۔ پہلے تو اسے رات کو نیند دیر سے آئی تھی اور اوپر سے اب یہ دھوپ۔۔!

اس نے دونوں ہاتھوں کے سہارے اٹھ کر بیٹھنا چاہا تو کندھوں میں یکدم ایک درد سا اترا۔ آہ۔۔ اس کے منہ سے ہلکی سی کراہ نکلی تھی۔ ان تھوڑے دنوں ہی میں اس نے لوگوں کی اتنی باتیں سن لی تھیں کہ، نہ صرف ذہنی بلکہ اب اس پر جسمانی اثر بھی ہونے لگا تھا۔ سونے کے بعد بھی یوں لگ رہا تھا گویا وہ ساری رات جاگتی رہی ہو۔ اس کی تھکن گہری ہونے لگی تھی۔

کندھوں پر بکھرے بالوں کو اس نے ہاتھ سے سمیٹا اور بستر سے باہر نکلی۔ اسی پہر، ردا کمرے کا دروازہ کھول کر اندر آئی تھی۔ اس نے بے ساختہ پلٹ کر اس کی جانب دیکھا۔ اسے ردا کا چہرہ حد درجہ سنجیدہ لگا۔ سنجیدہ اور ذرا سفید۔۔

"کیا ہوا ہے ردا۔۔؟"

اس نے بنا پلکیں جھپکائے سوال کیا۔

"پھپھو باہر بلا رہی ہیں آپ کو رابی۔ وہ یہ رشتہ ختم کر رہی ہیں۔"

بال اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر ایک بار پھر سے کندھوں پر بکھر چکے تھے۔ اس کے شانوں پر یکدم جیسے بہت سا بوجھ آن گرا۔ آنکھوں میں بے ساختہ پانی بھر گیا۔۔

"کیا۔۔! لیکن۔۔ وہ ایسے کیسے کر سکتی ہیں۔۔؟"

کیا تاریخ خود کو ایک بار پھر سے دہرا رہی تھی۔ کیا وہ بھی حبیبہ کی طرح ذلیل ہونے والی تھی۔۔ کیا اسے بھی اسی اذیت سے گزرنا تھا۔۔؟ کیا یہ گھر ایک بار پھر سے وہی گزرے ایام دیکھنے والا تھا۔۔!

"وہ ایسا کر رہی ہیں اور اس بار۔۔ اس بار وہ اکیلی نہیں آئی ہیں رابی۔ اس بار وہ خاندان کے لوگوں کو اپنے ساتھ لے کر آئی ہیں۔ اس بار وہ بابا کی عزت کو ہرگز بھی بخشنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔۔"

ردا کی آواز آخر میں لرزی تو وہ یکدم اس کے قریب آئی۔ اسے دونوں بازوؤں سے پکڑ کر اپنی جانب متوجہ کیا۔

"ردا۔۔ تم۔۔ تم تو میرے ساتھ ہو ناں۔۔! میں نے کچھ غلط نہیں کیا ہے ردا، پھر پھپھو کیوں ایسے کر رہی ہیں۔؟ وہ کیوں میرا تماشہ بنا رہی ہیں ہر جگہ۔۔"!

دو آنسو لڑھک کر اس کے رخساروں پر بہہ رہے تھے۔

ردا نے بے ساختہ اس کے ہاتھ جھٹکے۔ پر شکوہ نگاہوں سے اس کا چہرہ دیکھا۔ رابیل کی پیشانی پر یکدم پسینہ چمکا تھا۔۔

"آپ نے اپنے ساتھ ہم سب کو آزمائش میں ڈالا ہے رابی۔ لیکن اس آزمائش کے نتائج صرف آپ کو ہی نہیں بھگتنے ہونگے۔ ان سب نتائج کا سامنہ ہم سب کو بھی کرنا ہو گا۔ اور اگر بابا کو آپ کی وجہ سے کچھ بھی ہوا تو میں آپ کو کبھی معاف نہیں کرونگی۔۔"

وہ کہہ کر پہلے پیچھے ہٹی اور پھر آخر میں اس پر ایک نگاہ ڈال کر دروازہ کھولے باہر کی جانب بڑھ گئی۔ رابیل کے فضا میں معلق ہاتھ بے دم سے پہلوؤں میں آگرے تھے۔ آنسو یکدم ٹھہر گئے اور سب کچھ گویا رک سا گیا۔

کئی سالوں پہلے جب قریش مکہ نے دیکھا کہ اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کا دین کسی بھی کوشش سے ناکام نہیں ہو رہا تو وہ ایک دن ابو طالب کے پاس دھمکی دینے آئے تھے۔ بہت سے سردارانِ قریش اس گھر میں داخل ہوئے، باہر ریت کے گرم تھپیڑے ہر ایک کا استقبال کیا کرتے تھے۔

اس نے چہرہ کے گرد دوپٹہ آہستہ سے لپیٹا۔ اب کہ اس کی آنکھیں صرف گلابی تھیں۔

"ابو طالب! آپ ہم میں عمر رسیدہ ہیں اور شرف و منزلت رکھتے ہیں۔ ہم نے آپ سے عرض کی تھی کہ اپنے بھتیجے کو منع کریں لیکن آپ نے منع نہیں کیا۔ بخدا ہم یہ برداشت نہیں کر سکتے کہ ہمارے باپ دادا کو برا بھلا کہا جائے۔ لہذا آپ یا تو اسے منع کریں یا پھر ہم اس کے مقابلے پر نکل آئیں اور تب تک نہ ٹلیں گے جب تک ایک فریق کا خاتمہ نہ ہو جائے۔۔"

ابو طلب کو ان باتوں سے یکدم بہت ہی بوجھ محسوس ہونے لگا تھا۔ قریش کی دشمنی سے وہ بخوبی واقف تھے۔ وہ ان کے حوالے اپنے بھتیجے کو نہیں کر سکتے تھے۔ سو انہوں نے سرداروں کا مطالبہ اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے سامنے رکھ دیا۔

اس نے ایک اور تہہ چڑھا کر خود کا عکس آئینے میں دیکھا تھا۔ گلابی سی نمی میں اب کہ ہلکی سی سرخی گھلنے لگی تھی۔ اس کے ہاتھ لرز رہے تھے اور دل۔۔ دل آہستہ آہستہ سکڑ کر پھیل رہا تھا لیکن وہ اپنے دوپٹے کو یونہی لپیٹتی رہی۔

یَا عَمَّ! وَاللّٰہِ۔۔ لَو وَضَعُوا الشَّمسَ فِی یَمِینِی۔۔

چچا جان! واللہ! اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ پر سورج۔۔

وَالقَمَرَ فِی یَسَارِی

اور دوسرے پر چاند رکھ دیں۔۔

اس نے کمرے سے قدم باہر نکالے۔ قریشِ مکہ کے سامنے ڈٹنا آسان نہیں تھا۔ لیکن وہ اپنے حجاب کو بھی چھوڑ نہیں سکتی تھی۔ تو اس نے انہی الفاظ کو دہرانے کا فیصلہ کیا جو کئی دہائیوں پہلے اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے فرمائے تھے۔

عَلٰی اَن اَترُکَ ھٰذَا الاَمرَ، حَتّٰی یُظھِرَہُ اللّٰہُ اَو اَھلِکَ فِیہِ، مَا تَرَکتُہُ

تب بھی میں اس کام کو نہیں چھوڑ سکتا، یہاں تک کہ یا تو اللہ اس (دین) کو غالب کر دے یا میں اسی راہ میں ہلاک ہو جاؤں۔۔

وہ آہستہ سے ان کے عین سامنے صوفے پر آکر بیٹھی۔ ایک نظر حاضرین پر ڈالی۔ بابا اور زاہد چچا ساتھ ہی بیٹھے تھے، دوسری جانب صوفے پر رامین اور زرتاشہ براجمان تھیں۔ صوفوں کے پیچھے اقبال، ردا اور شزا کھڑے تھے۔ اس نے ذرا اور آگے نگاہ بڑھائی تو اب کہ وقار کا چہرہ نظر آیا۔ وہ فکرمندی سے اسے ہی دیکھ رہے تھے۔ ان کے صوفے کے پیچھے خاندان کی چند خواتین اور کچھ مرد حضرات بھی تھے۔ اس نے تھوک نگل کر پھپھو کو دیکھا جن کے بالکل ساتھ ہی ارحم بھی بیٹھا تھا۔

"میں یہ آخری موقع تمہیں دے رہی ہوں رابیل۔ میں دل سے چاہتی ہوں کہ تمہارا اور ارحم کا رشتہ ہو جائے لیکن تمہارے اس دوپٹے نے سارا کام خراب کر دیا۔ تم اسے چھوڑ دو نہیں تو میں اس رشتے کو ختم کرنے میں ایک پل بھی نہیں لگاؤنگی۔۔"

رعونت و تمکنت سے پر لہجے میں کہہ کر وہ لمحے بھر کے لیٔے اپنی پشت صوفے سے ٹکا کر بیٹھیں۔ چہرے پر اطمینان واضح طور پر جھلک رہا تھا۔ وہ یقیناً رابیل کو آگے کنواں اور پیچھے کھائی والے حصے میں معلق کر گئی تھیں۔ اس نے ایک نگاہ اٹھا کر عابد کی جانب دیکھا۔ وہ بھی اسے ہی دیکھ رہے تھے۔ ملتجی نگاہوں سے۔۔ رابی جانتی تھی کہ یہ رشتہ ان کے لیٔے کتنا اہم تھا۔ لیکن کچھ تھا جو اس سے بھی زیادہ اہم تھا۔ اس نے دل مضبوط کیا اور پھر نگاہوں کا زاویہ پھپھو کی جانب پھیرا۔ اسے حبیبہ نہیں بننا تھا۔ اسے رابیل بننا تھا۔ اسے اب کہ یہ روایت ختم کرنی تھی۔ اب کہ اس ظلم و جبر کی روایت کو ختم ہو جانا چاہیٔے تھا۔

"آپ لوگ میرے ایک ہاتھ پر چاند اور دوسرے پر سورج رکھ دیں تب بھی میں اس سے پیچھے نہیں ہٹو نگی، یہاں تک کہ اللہ اس دین کو غالب کر دے یا پھر میری جان اس سب میں ہلاک ہو جائے۔۔"

اس کی آواز آج لرز نہیں رہی تھی۔ اس کی آواز آج مضبوط تھی۔ اگر اس کی جان اس سب میں چلی جائے گی تب بھی اسے اس کا غم نہیں تھا۔ ایسا تھا تو پھر ایسے ہی سہی۔ ہر دفعہ وہ پھپھو کو جیتنے نہیں دے سکتی تھی۔ ہر دفعہ اہلِ مکہ کا جیتنا ضروری نہیں ہوتا۔

ایک پل کو اس کے جواب پر سب کچھ تھم گیا تھا۔ پھپھو بے یقینی سے سیدھی ہو بیٹھیں۔

"تم جانتی ہو ناں اس بات کا مطلب۔۔"

"جی پھپھو۔ میں بہت اچھے سے جانتی ہوں اپنی ساری باتوں کے مطالب۔۔"

اور گھر والوں نے آج رابیل کا بالکل نیا روپ دیکھا تھا۔ سپاٹ، سنجیدہ اور ضدی۔۔

"تمہیں اندازہ ہے تم کیا کہہ رہی ہو۔۔؟"

"کیا میں ایک بار پھر سے کہوں پھپھو۔۔؟"

اس نے ایک نگاہ ارحم پر ڈالی تھی۔ وہ بھی بے یقینی سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"میں رشتہ ابھی کہ ابھی ختم کر کے چلی جاؤ نگی۔۔"!

وہ جیسے اسے باور کروا رہی تھیں کہ یہ اس کا آخری موقع ہے۔ سب نے بے چینی سے ایک ساتھ پہلو بدلا تھا۔ دل بری طرح دھڑک رہا تھا اور سانسیں رک رک کر آتی تھیں مگر اب رابیل فیصلہ کر چکی تھی۔

"یہ آپ کا اپنا فیصلہ ہے۔ آپ نے جو کرنا ہے کریں۔۔"

"تم اپنا بہت بڑا نقصان کر رہی ہو لڑکی۔۔"

"میں خود کو بہت سے بڑے نقصان سے بچا رہی ہوں پھپھو۔۔"

دھم دھم جملے صائمہ کے منہ پر گویا پلٹ رہے تھے۔ وہ ویسے ہی صوفے پر بیٹھی رہی۔ رابیل عابد کو ایک ہی رات نے بدل ڈالا تھا۔

"تم جانتی بھی ہو کہ اس رشتے کے ٹوٹ جانے کے بعد تمہارا کہیں بھی رشتہ نہیں ہو گا۔ لوگ تمہیں کتوں کی جگہ پر ڈال دیں گے۔ کوئی تمہیں تو کیا تمہاری وجہ سے تمہاری بہنوں تک کو نہیں پوچھے گا۔ کیا تم ان سب کی خوشیوں کا قتل اپنے اس بے وقوفانہ فیصلے سے کرنا چاہتی ہو۔۔؟"

وہ جیسے اب کہ اس کی حالت سے حظ اٹھا رہی تھیں۔ رامین اور عابد نے لمحے بھر کو بے یقینی سے دیکھا تھا صائمہ کو۔ ان کی اس آخری بات کا مطلب وہ اچھے سے سمجھتے تھے۔ وہ اگر کہہ رہی تھیں کہ رابیل کا رشتہ کہیں نہیں ہو گا تو واقعی ایسا ہی ہونا تھا۔ وہ اب کہ اسے کسی کے بھی قابل نہیں چھوڑنے والی تھیں۔

"پلیز آپی ایسے آپ۔۔"

"میں بھی یہیں ہوں اور آپ بھی یہیں ہیں پھپھو۔ میں بھی انتظار کر رہی ہوں اور آپ بھی انتظار کریں۔"

اس نے رامین کی بات کاٹ کر بہت سکون سے کہا تھا۔ لمحے بھر کو وہ طیش سے ابل کر آگے ہوئی یں۔

"میں تمہیں خاندان بھر میں بدنام کر دو نگی۔ کوئی دوبارہ تمہارے دروازے پر تھوکے گا بھی نہیں رابیل۔ اور تم جلد ہی جان لو گی کہ میرے ہیرے جیسے بیٹے کو ٹھکرانے کا انجام کیا ہوتا ہے۔۔"

اس کی نگاہ ایک بار پھر سے ارحم پر پھسلی تھی۔ بالکل خاموش نگاہ تھی وہ۔

"مجھے بھی آپ کے اس بزدل بیٹے میں کوئی دلچسپی نہیں پھپھو۔ مجھے ایسے کسی بھی انسان میں دلچسپی نہیں جو خود فیصلے نہ کر سکتا ہو، نہ ہی ان فیصلوں پر اسٹینڈ لے کر ڈٹ جاتا ہو۔ مجھے آپ کے بیٹے میں کوئی دلچسپی نہیں ہے۔ آپ صدا اسے اپنے پلو سے باندھ کر رکھیں۔ کیونکہ آپ کی مسلط کی گئی ہر وقت کے مرضی نے اس سے فیصلہ کرنے کی صلاحیت تو سلب کر ہی لی ہے۔۔"

اگر وہ بولتی نہیں تھی تو اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ وہ بولنا جانتی نہیں تھی۔ پھپھو کے کانوں سے اب کہ واضح طور پر دھواں نکلنے لگا تھا۔ ارحم کا چہرہ بھی یکدم سرخ ہوا۔

"بکواس بند کرو اپنی۔۔"

"نہیں پھپھو، میرے خیال سے اب بہت ہو چکا ہے۔ نکل آئیں اس مرضی مسلط کرنے کی بیماری سے آپ بھی۔ کیونکہ حکمرانوں پر جب کوئی حکمرانی کرتا ہے تب بے حد تکلیف ہوتی ہے۔ ایک عرصے تک دادی نے یہ کام کیا اور ان کے بعد اب آپ اس سب کو آگے لے کر چل رہی ہیں۔ معافی مانگ لیں ابھی کہ ابھی نہیں تو ابھی آپ کو اندازہ نہیں ہے کہ جو اس دنیا کا اصل حکمران ہے وہ زمینیں کیسے الٹتا ہے انسانوں پر۔۔"

اس کا انداز آخر میں گویا انہیں تنبیہ کر رہا تھا۔ پھپھو یکدم اٹھ کھڑی ہوئی یں۔ ان کے ساتھ ہی سب بھی اٹھے تھے لیکن رابیل ویسے ہی بیٹھی رہی۔ اس نے صرف چہرہ اٹھایا تھا۔۔

"میں بھی دیکھتی ہوں کہ کون کرے گا تم سے شادی۔ میں بھی دیکھتی ہوں کہ تمہارا یہ باپ اور ماں اپنے بڑھاپے کی چادر کو کہاں تک سنبھالتے ہیں۔ میں بھی دیکھتی ہوں کہ تمہارا نکاح کسی کے ساتھ ہوتا کیسے ہے۔۔! کوئی شادی نہیں کرے گا تم سے۔۔ سب ٹھکرائی یں گے۔ دھکے دیں گے اور گالیوں سے نوازیں گے لیکن اب کوئی تم سے شادی ہرگز نہیں کرے گا۔۔ میں ایسا کرنے ہی نہیں دونگی کسی کو۔"

اس کی نسوانیت پر بہت گہرا وار کیا تھا صائمہ نے۔ یکلخت ہی اس کے سینے میں درد کی ایک شدید لہر اٹھی۔ لمحے بھر کو اپنے ماں باپ کا چہرہ نگاہوں کے سامنے گھوما تو اس کا دل لرز کر رہ گیا۔ یا اللہ وہ کیا کرے۔۔ وہ کہاں جائے۔۔ اس کی آنکھیں دھواں دھواں ہونے لگی تھیں۔

"معاذ کرے گا اس سے نکاح۔۔"

اس آواز پر سب نے وقار کی سمت دیکھا تھا۔ ہاں اب وہ وقت آگیا تھا کہ وہ اس پیاری سی لڑکی کو ان ظالم لوگوں سے آزاد کروا لیتے۔ اگر رابیل کی شادی ارحم سے ہو بھی جاتی پھر بھی ساری زندگی کا روگ اس کے ساتھ رہنا تھا اور وقار اب کہ کسی اور حبیبہ کو گھٹ کر مرتے نہیں دیکھ سکتے تھے۔

"کیا کہا بھائی صاحب آپ نے۔۔"!

سب سے پہلے صائمہ ہی بولی تھیں۔ باقی سب کو تو گویا رابیل سمیت ہی سانپ سونگھ گیا تھا۔۔

"میں نے کہا کہ رابیل سے معاذ نکاح کرے گا۔"

اور اس نے وقار کو آج پہلی بار اس قدر درشتی سے بولتے ہوئے دیکھا تھا۔

"تمہیں کوئی اعتراض ہے عابد۔۔؟"

ایک لمحے کو رک کر عابد سے اجازت چاہی۔ وہ اس قدر عجلت پر لمحے بھر کو ہکلائے تھے۔

"بھ۔۔ بھاغ صاحب۔۔"

"اعتراض ہے۔۔ یا۔۔ نہیں۔۔؟"

سب لمحوں میں جیسے الٹ پلٹ ہو گیا تھا۔ وہ بے یقین نگاہوں سے بابا کو دیکھے گ ئی۔ ان کی سر شکستگی سے نفی میں ہلا تھا۔ صائی مہ کی آنکھیں گویا پھٹ کر باہر کو آنے لگیں۔ ارحم بھی اب کہ بے چینی سے ماں کو دیکھ رہا تھا۔ جیسے ان کا کوئی اچھا خاصہ بنا بنایا کھیل انہی پر الٹ رہا ہو۔

"ٹھیک ہے پھر۔ معاذ اور رابیل کا نکاح ابھی ہو گا۔ آج ہی کی تاریخ میں۔ اسی وقت اور تم صائی مہ۔۔"

ایک لمحے کو رک کر سرخ نگاہوں ان کا چہرہ دیکھا۔

"تم اس نکاح کا کھانا اب کھا کر ہی جانا۔۔"

اگلے ہی لمحے اب وہ فون کان سے لگائے کسی کو کال کر رہے تھے شاید۔ سرد نگاہیں اب تک صائی مہ پر جمی تھیں جو پتھر کا مجسمہ بنیں پھٹی پھٹی نگاہوں سے وقار کا چہرہ تک رہی تھیں۔ دوسری جانب وہ سادہ سی جینز، ٹی شرٹ میں

ملبوس ریسٹورینٹ کے کچن میں کھڑا کٹنگ بورڈ پر کھٹا کھٹ پیاز کاٹ رہا تھا۔ اسکا فون بجا تو اس طرف کو متوجہ ہوا۔ کال رسیو کر کے فون کو کان اور کندھے کے درمیان اڑسا۔

"ابھی کہ ابھی دادا کے گھر پہنچو، تمہارا نکاح ہے رابیل کے ساتھ۔۔"

ٹھک۔۔ فون بند ہو چکا تھا۔ اس نے لمحے بھر کو بے یقینی سے فون کو ہاتھ میں لے کر دیکھا اور پھر بابا کا لہجہ سمجھ آنے پر وہ اسٹینڈ سے سیاہ جیکٹ جھپٹتا باہر کی جانب بھاگا تھا۔ ساتھ ساتھ وہ وقار کو بھی بار بار فون ملا رہا تھا لیکن ان کا فون اب کہ بند تھا۔ اس نے کوفت سے فون ڈیش بورڈ پر ڈالا اور گاڑی کو تیزی سے موڑتا آگے بھگا لے گیا۔ فیصل نے ایک لمحے کو اسے اس طرح سے عجلت میں جاتے دیکھا تھا۔ سب جیسے لمحوں ہی میں تلپٹ ہو کر گویا کیا سے کیا ہو گیا تھا۔

کئی دنوں کی بے چینی اور پھر کئی لمحات کی بے یقینی کے بعد بہر حال معاذ اور حبیبہ کو یقین آہی گیا تھا کہ وقار کو پولیس گرفتار کر کے گھر سے لے جا چکی ہے۔ داد کا انتقال ہوا تو، گھر والے اپنے اصلی مقصد پر اتر آئے۔ وہ تو دادا تھے جن کی وجہ سے انہیں اچھی خاصی آسانی دی گئی تھے بقول فرحت بیگم کے۔ ان کے مرتے ہی ان تین زندگیوں میں وہ قیامت برپا کی گئی جن کا کڑوا ذائقہ آنے والے ہر لمحے میں انہیں محسوس ہونا تھا۔

اس دن گھر میں بہت سناٹا تھا یا شاید معاذ اور حبیبہ کو وہ سناٹا زیادہ محسوس ہوا تھا۔ وہ دونوں سمجھ نہ پائے۔ پولیس گھر سے ہی وقار کو گرفتار کر کے لے جا چکی تھی اور الزام آفس کی کچھ فائلز آگے پیچھے کرنے کا تھا۔ لیکن اس سمے

معاذ کو سب سے عجیب بات جو کھٹکی تھی وہ تھی پولیس والوں کی وردیاں جو کہ اس وقت ان کے جسموں پر نہیں تھیں۔ وہ لوگ سول لباس میں ملبوس اہلکار تھے اور یہ راز تو اس پر عرصے بعد کھلا تھا کہ وہ کوئی پولیس والے تھے ہی نہیں۔ وہ تو چند کرائے کے لوگ تھے جنہیں بھرپور منصوبہ بندی کے ساتھ وقار کو گرفتار کرنے کا ڈرامہ رچانا تھا۔ سو وہ انہیں کسی بھی قریبی تھانے لے جانے کے بجائے اپنے ہی کسی ٹارچر سیل میں لے گئے۔ معاذ نہیں جانتا تھا کہ وہ ٹارچر سیل کس سمت میں تھا یا پھر اس کا راستہ کدھر کو جاتا تھا۔۔ وہ تو اس وقت ماؤف ذہن لیے صرف اپنی ماں کو دلاسا دے رہا تھا کہ جلد یا بدیر سب ٹھیک ہو ہی جائے گا۔ وہ چھوٹا تھا۔ اندر کہیں وہ بھی وقار کی اس گرفتاری پر بے حد خوفزدہ تھا مگر وہ پھر بھی اپنی ماں کے سامنے مضبوط بن کر انہیں بہلاتا رہا۔ اسی دوران، صائمہ کی شادی کا بھی شور اٹھا۔ تیاریاں اپنے عروج پر پہنچنے لگیں۔ انہی دنوں صائمہ کا دیور ارشد بھی ان کی حویلی میں آ کر رہنے لگا تھا۔ جس کے سامنے صائمہ اور فرحت بیگم اس قدر میٹھی بن جاتیں کہ حد نہیں۔

دوسری جانب عابد بھی وقار کو ڈھونڈنے کی بھرپور کوشش کر رہے تھے مگر وہ اپنی کوششوں کو فی الحال گھر والوں سے مخفی رکھنا چاہتے تھے۔ جانتے تھے کہ ان کا ردعمل بہت شدید قسم کا آنے والا ہے۔

لیکن پھر کئی دنوں کی پلاننگ اور کئی ہفتوں کی خفیہ محنت کے بعد آخر کار وہ دن آ ہی گیا جو معاذ احمد کی زندگی کا سب سے تاریک دن تھا۔ اس کی زندگی کا سب سے بھیانک اور تاریک دن۔۔!

حبیبہ نے اپنی عشاء کی نماز سے سلام پھیر کر دائیں ہاتھ پر بیٹھے معاذ کو دیکھا۔ اسی وقت معاذ نے ان کی جانب دیکھا تھا۔ وہ اسے دیکھ کر مسکرائیں۔ وہ نہیں مسکرا سکا۔۔ ان کی خوبصورت آنکھوں کے نیچے اب کہ ہر لمحے گہرے گڑھے پڑے رہتے تھے، وجود حد درجہ کمزور ہو گیا تھا اور چہرے کی چمکتی رنگت گزرتے ایام کی گرد میں ماند پڑ گئی تھی۔ یہ وہ حبیبہ تھی ہی نہیں جسے معاذ جانتا تھا۔ یہ تو کوئی اور عورت تھی۔ انتہائی تھکی ہوئی اور مضمحل۔۔!

"ماں ہم بابا کو ڈھونڈ لیں گے۔۔"

اس نے آگے بڑھ کر ان کے دونوں ہاتھ تھامے۔ اب کہ وہ کچھ کچھ بڑا لگنے لگا تھا۔ آواز بھی بھاری ہونے لگی تھی اور پٹھے مضبوط ہونے لگے تھے۔ ان کا چھوٹا سا معاذ اب کہ بڑا ہو رہا تھا۔ وہ تھکن زدہ سا مسکرائیں۔ پھر اس کے ماتھے پر بکھرے بال انگلیوں سے پرے کیئے۔

"مجھے پتہ ہے معاذ کہ تم انہیں ڈھونڈ لو گے۔ مجھے اپنے بیٹے پر پورا بھروسہ ہے۔"

"آپ بس مجھ پر بھروسہ رکھیئے گا ماں۔ میں کبھی بھی آپ کو مایوس نہیں کرونگا۔۔"

اس نے ان کے ہاتھ دبائے۔ اسے یاد تھا کہ ان کے ہاتھ اس وقت بے حد یخ ہو رہے تھے۔ ٹھنڈے، برف سے۔۔

"اگر میں کہیں گم ہو جاؤں تو تم کیا کرو گے معاذ۔۔؟"

اس کے چہرے کو بے حد محبت سے دیکھ کر کہا تھا انہوں نے۔ اس کی سرمئی آنکھوں میں لمحے بھر کو تکلیف سی ابھری۔ ہاتھوں کی گرفت سخت ہو گئی۔۔

”ایسے مت کہیں ماں۔ میں آپ کے بغیر نہیں رہ سکتا۔۔“

اس نے یکدم کہا تھا۔ یہ سوچ کر ہی اس کا دل لمحے بھر کو سکڑا تھا کہ اگر اس کی ماں اس سے گم ہو گئی تو وہ کیا کرے گا۔۔؟ حبیبہ میں اس کا سانس تھا۔۔ جان تھی اس کی ماں میں اس کی۔ اسے کبھی کبھی لگتا تھا کہ انہیں دیکھ کر ہی اسے سانس آتا ہے۔ وہ انہیں گم کرنے کا خیال بھی اپنے تخیل میں لانے سے ڈرتا تھا۔ وہ انہیں کھونے سے ڈرتا تھا۔۔

”جانتے ہو معاذ جب تک ابو طالب اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی چھاؤں رہے تب تک، وہ اپنا کام با آسانی کرتے رہے تھے۔ مشکلات کا سامنہ انہیں تب بھی تھا لیکن بات جسمانی یا پھر ذہنی تشدد تک کبھی نہیں پہنچی تھی۔ لیکن پھر ایک دن کیا ہوا۔۔؟“

وہ ٹھہریں تو ان کے چہرے کو جانچتیں اس کی نگاہیں بھی لمحے بھر کو ٹھہر گئی تھیں۔ ان کی آنکھیں میں بہت دھیمی سی نمی چمکی۔۔

”ایک دن وہ چھاؤں ختم ہو گئی معاذ۔۔“

ان کے ہاتھ اب کے پسینے سے تر بتر ہونے لگے تھے۔ اس نے ان کے پھسلتے ہاتھوں کو اپنے مضبوط ہاتھوں میں قید کیا۔ دل خوف سے اس قدر تیزی کے ساتھ دھڑک رہا تھا گویا ابھی باہر آ گرے گا۔۔

”ہر لمحہ تم پر چھاؤں باقی نہیں رہے گی معاذ۔ ایک وقت آتا ہے جب ابو طالب کی چھاؤں آپ سے لے لی جاتی ہے اور اس وقت آپ کو اہلِ مکہ کے ظالم عزائم کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔ تب انسان کو تپتی دھوپ اور دل

چھلنی کر دینے والے رویوں کا اندازہ ہوتا ہے معاذ۔ تب انسان کو پتہ چلتا ہے کہ یہ اپنے کیسے چوٹ لگایا کرتے ہیں۔۔"

اس کی آنکھیں گلابی پڑنے لگیں۔ حلق خشک ہو گیا۔ اسے کچھ عجیب سا محسوس ہوا تھا۔۔بے حد عجیب سا۔۔

"تمہیں بھی بنا چھاؤں کے رہنا سیکھنا ہو گا معاذ، کیونکہ ابو طالب کی چھاؤں ہر وقت موجود نہیں ہوتی۔۔"

ان کی آنکھوں میں ہلکورے لیتی نمی، پلکوں کی باڑ پر ہی ٹھہری رہی۔ وہ آنسو ان کے رخساروں پر نہیں گر رہے تھے۔ وہ آنسو تو کہیں معاذ کے اندر گر رہے تھے۔ ہاں وہ ان کا حصہ تھا۔ وہ ان کا بیٹا تھا۔۔

"مجھ سے وعدہ کرو معاذ کہ تم کبھی بھی اپنا قرآن نہیں چھوڑو گے۔۔"!

اب کے انہوں نے اس کے ہاتھ پر اپنے ہاتھوں کی گرفت مضبوط کی تھی۔

"میں کیسے اس قرآن کو چھوڑ سکتا ہوں ماں۔۔"!

"تمہیں اس قرآن کو نہیں چھوڑنا معاذ۔ کبھی بھی نہیں۔ اگر تم نے اسے چھوڑ دیا تو تم تاریکیوں میں ڈوب جاؤ گے بیٹا۔ تمہیں تاریکیوں میں نہیں ڈوبنا۔ تمہیں اس دنیا کی تاریکی کو دور کرنا ہے۔ تمہیں ایسا ہی کرنا ہے معاذ۔۔"

"ماں میں ایسا ہی کرونگا۔۔"

اس نے پسینے سے تر ہوتی پیشانی کے ساتھ کہا تھا۔ یکایک کمرے کے دروازے پر ایک زوردار سی دستک ہوئی۔ اس دستک کی آواز بالکل صور جیسی تھی۔ وہ دونوں اچھل کر اس آواز کی سمت متوجہ ہوئے تھے۔ اس نے اٹھ کر دروازہ کھولا۔ سامنے ہی رامین چاچی کھڑی تھیں۔

”بھابھی آپ کو امی بلا رہی ہیں۔۔“

اور ان کی آواز میں کچھ ایسا تھا جو حبیبہ اور معاذ دونوں کو چونکا گیا تھا۔اس نے بے اختیار ٹک ٹک کرتی گھڑی کی جانب نگاہ گھمائی۔ وہاں رات کے دس بج رہے تھے۔ وہ ان کے ساتھ ہی کمرے سے باہر نکل آیا۔لاؤنج میں اس قدر بتیاں روشن تھیں کہ لمحے بھر کو اس کی آنکھیں اس قدر روشنی پر چندھیا گئی یں۔اسی لمحے اس کی نگاہ رعونت سے صوفے پر بیٹھیں فرحت پر پڑی تھی۔ان کی یاقوت جڑی انگلیاں آہستہ آہستہ صوفے کے ہتھے پر حرکت کر رہی تھیں۔ ساتھ ہی صوفے پر صائمہ براجمان تھیں اور ان کے عین سامنے ارشد بھی بیٹھا تھا۔وہ ہی جوان کا دیور تھا۔اس کی گردن غیر معمولی طریقے سے جھکی ہوئی تھی اور اس کا شرمندہ سا چہرہ دیکھ کر معاذ لمحے بھر کو چونکا تھا۔اس کے آس پاس جھکڑ سے گردش کرنے لگے۔

”کل رات تم کہاں تھیں بھابھی۔۔؟“

صائمہ کی پھنکار پر اس کی روح تک سنسنا اٹھی تھی۔ حبیبہ نے ناسمجھی سے ایک نظر معاذ کو دیکھا اور پھر صائمہ کی جانب نگاہ گھمائی۔۔

”میں اپنے کمرے میں۔۔ کیوں۔۔؟“

انہیں جیسے ان کی بے وقت کی تفتیش سمجھ نہیں آئی تھی۔

”اچھا۔۔ کل رات تم اگر اپنے کمرے میں تھیں تو پھر کل رات ارشد کے کمرے میں کون تھا۔۔؟“

وہ ان کی اگلی بات پر گویا بھک سے اڑا تھا۔ اس نے حبیبہ کے چہرے کو گلابی سے سفید ہوتے دیکھا۔ اس قدر سفید اور بے جان، لگتا تھا گویا ان کی مورت سامنے کھڑی ہو۔ ایک نظر فرحت بیگم نے بھی ان پر ڈالی تھی۔

"یہ۔۔۔ یہ ک۔۔ کیا کہہ رہی ہو تم صائمہ۔۔؟؟"

وہ اس قدر ششدر تھیں کہ جملے بھی ٹھیک سے ادا نہ ہو پا رہے تھے۔ یوں لگتا تھا گویا زبان ہی گنگ ہو گئی ہو۔ ان کے اس قدر ہکلانے پر گھر کی باقی خواتین نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا تھا۔ حبیبہ نے خوفزدہ نگاہوں سے سب کا چہرہ دیکھا۔

"یہ سامنے بیٹھا ہے ارشد۔ اور رات کو میں نے خود تمہیں اس کے کمرے سے نکلتے دیکھا تھا۔ میرا بھائی کیا نگاہوں کے سامنے سے ہٹا، تم سے چند راتیں صبر نہیں ہوا۔۔! ویسے تو بڑی پاک دامن ہو تم۔۔ بڑا یہ دوپٹہ چہرے کے گرد لپیٹے رکھتی ہو اور حرکتیں۔۔ حرکتیں طوائفوں والی اختیار کر رکھی ہیں۔۔"

وہ لفظ نہیں تھے۔۔ وہ کوئی بہت زہریلا سا مادہ تھا جو حبیبہ کی رگوں میں خون کے ساتھ تحلیل ہو گیا تھا۔ ان کے قدم بری طرح لڑکھڑائے تھے۔ معاذ کی کنپٹیاں گویا جل اٹھی تھیں۔ رگوں میں جیسے کوئی مرچیاں سی بھر گیا تھا۔۔

"میں۔۔ م۔۔ میں نے ایسا کچھ بھی نہیں کیا ہے۔۔ یہ۔۔ یہ الزام ہے۔۔ یہ ب۔۔ بہتان ہے۔۔"

ہونٹوں کی لرزش اس قدر بڑھ گئی تھی کہ کوئی لفظ بھی کسی کی سماعت تک نہ پہنچ سکا تھا۔ ان کے سینے میں یکدم گھٹن سی اٹھی۔ دل گویا کسی اندیکھی سی زنجیر میں گھٹنے لگا تھا۔ ان کا سانس لمحوں ہی میں کسی نے روک دیا تھا۔

"جھوٹ مت بولیں بھابھی۔۔ میں نے آپ کو منع بھی کیا تھا۔۔ میں نے کتنا روکا تھا آپ کو۔۔ لیکن پھر میں تو آخر کار مرد تھا۔ بہک ہی گیا۔۔"

اور وہ بے دم سی ہو کر زمین پر آ گری تھیں۔ معاذ نے لپک کر انہیں تھاما۔ ان کے ہونٹ بے تحاشہ سفید پڑنے لگے تھے۔ آنکھوں کی جوت بجھنے لگی۔ سب کچھ لمحوں میں گویا تہس نہس ہو کر رہ گیا تھا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بے ساختہ پھسلے۔۔

"کیوں۔۔ کیوں کر رہے ہیں آپ لوگ ایسے۔۔ میری ماں بے قصور ہے۔ میری ماں نے کچھ نہیں کیا ہے۔۔ ان کا کوئی قصور نہیں ہے۔۔ یہ بہتان ہے۔۔ یہ بہتان عظیم ہے۔۔"

وہ گھٹنوں کے بل جھکا ایک ہاتھ سے حبیبہ کو تھامے ہوا تھا اور چہرہ ان سفاک لوگوں کی جانب پھیرے وہ ان سے زندگی میں پہلی بار التجا کر رہا تھا۔ ہاں پہلی بار۔۔ کیونکہ اس کی ماں۔۔ اس کی ماں اس کے ہاتھوں ہی میں جان دینے کو تھی۔۔

"تمہاری ماں زانیہ ہے۔۔"!

فرحت بیگم کی انتہائی کرخت سی آواز اس کی سماعت میں اتری تو وہ لمحے بھر کو آنکھیں بند کر گیا۔ وہ بلاشبہ بہت عظیم بہتان تھا۔ وہ بہت عظیم بات تھی۔ اسے اپنا وجود ٹوٹتا ہوا محسوس ہوا۔ دوسری جانب حبیبہ اس کے ہاتھوں ہی میں گہرے گہرے سانس لیتیں اپنا سینہ مسلنے لگی تھیں۔ یوں لگتا تھا گویا انہیں سانس لینے میں دشواری ہو رہی ہو۔

”میری ماں بہت نیک اور باپردہ عورت ہے۔ میری ماں نے ایسا کچھ بھی نہیں کیا ہے جیسا آپ لوگ کہہ رہے ہیں۔ سب جھوٹ بول رہے ہیں۔ آپ سب اس جھوٹ میں برابر کے شریک ہیں۔ میری ماں نے کچھ نہیں کیا ہے۔۔“

وہ مسلسل روتا ہوا ان کے ہر الزام کو رد کرتا جا رہا تھا لیکن اس کی بات کوئی نہیں سن رہا تھا۔

”ایک لمحے کو بھی نہیں سوچا بھابھی تم نے کہ وہ میرا ہونے والا سسرال ہے۔ کم از کم ایک بار تو اپنا منہ کالا کرنے سے پہلے تم میرے بارے میں سوچ لیتیں۔۔“

وہ وہیں سے بیٹھے بیٹھے بے حد افسوس سے گویا ہوئی تھیں۔ معاذ کی شریانے درد سے پھٹنے لگیں۔

”میں نے کہا ناں کہ میری ماں نے ایسا کچھ نہیں کیا ہے۔۔ میری ماں بے قصور ہے۔ وہ کبھی ایسا کچھ نہیں کر سکتیں۔۔ آپ لوگ سب جھوٹ بولتے ہیں۔“

وہ بچوں کی طرح روتا ہوا ان سب سے بھیک مانگ رہا تھا۔ وہ کمزور تھا۔۔ وہ کمزور پڑنے لگا تھا۔ حبیبہ کا تخ وجود تھر تھر کانپنے لگا۔ سینہ بے تحاشہ گھٹنے لگا تھا۔ فرحت بیگم طیش سے ابل کر اٹھیں اور سیدھا ان تک پہنچی۔ معاذ کو پوری وقت سے لات مار کر پرے ہٹایا۔ اور پھر اگلے ہی لمحے اس نے اپنی زندگی کا سب سے زیادہ تکلیف دہ منظر دیکھا تھا۔ ایسا منظر۔۔ لگتا تھا کہ اب کہ روح فنا ہو جائے گی۔۔

وہ حبیبہ پر جھکیں اور انہیں بے دردی کے ساتھ ہاتھ سے پکڑ کر اٹھایا۔ وہ گرے پڑے قدموں کے ساتھ ان کے ساتھ ساتھ باہر کی جانب کھنچی چلی جا رہی تھیں۔ سب باہر کی جانب ان کے ساتھ ہی بھاگے تھے۔ معاذ نے ان کے ہاتھ کی سخت گرفت سے اپنی ماں کا بازو چھڑانے کی کوشش کی لیکن وہ اس کوشش میں کامیاب نہ ہو سکا۔ رامین اور

زرتاشہ اس قدر بے دردی پر اب کہ رونے لگی تھیں۔ وہ انہیں روکنا چاہتی تھیں۔ لیکن وہ بھی معاذ کی طرح کچھ نہیں کر سکتی تھیں۔

"میں نے کہا میری ماں کو چھوڑیں۔۔"

وہ ان کے ساتھ ساتھ بھاگتا ہوا مسلسل ہاتھ چھڑا رہا تھا۔ پتھریلی روش پر گھسیٹے جانے کی وجہ سے حبیبہ کا لباس جگہ جگہ سے پھٹ گیا تھا۔ دوپٹہ جو کبھی پیشانی سے سرکا نہ تھا، آج کھل کر کندھے پر آگرا تھا۔ وہ مسلسل ان سے التجا کر رہا تھا کہ اس کی ماں کو چھوڑ دیا جائے لیکن وہاں اسے کوئی نہیں سن رہا تھا۔ دور سے چوکیدار نے انہیں گیٹ کی جانب بڑھتے دیکھا تو فوراً آگے بڑھ کر دروازہ کھولا۔ انہوں نے ایک جھٹکے سے حبیبہ کو گھر کی دہلیز سے باہر پھینکا تھا۔ یوں جیسے وہ کوئی کچرے کا ڈھیر ہو۔ یوں جیسے ان کے وجود سے شدید بدبو اٹھ رہی ہو۔ وہ چیختا ہوا ان کے پاس دوڑتا ہوا گیا۔ اس کے پیر میں چپل نہیں تھی۔ اسے یاد تھا کہ اس وہ سمے ننگے پیر تھا۔۔

"جتنا برداشت میں نے تمہیں کرنا تھا میں کر چکی۔ لیکن اس بدکاری کے بعد میرے گھر میں تمہارے لیے کوئی جگہ نہیں۔ میرے گھر میں کسی زانیہ کی کبھی کوئی جگہ نہیں ہو سکتی۔۔"

وہ سڑک پر بے یارومددگار گریں، بمشکل گہرے گہرے سانس لے کر خود کو ہوش میں رکھے ہوئے تھیں۔ معاذ ان پر جھکا ان کا دوپٹہ لرزتے ہاتھوں سے سر پر درست کر رہا تھا۔ اسے یاد تھا کہ اس کا وجود اس وقت زلزلوں کی زد میں تھا۔ وہ اپنے ابوطالب کو کھو رہا تھا۔ اس کی چھاؤں اس سے چھینی جا رہی تھی، اور اس تپتے صحرا کی دھوپ اسے ابھی سے اپنی پشت پر محسوس ہونے لگی تھی۔

اور پھر اگلے ہی پل حویلی کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ اس نے اس جانب پلٹ کر انہیں دیکھا۔ وہ ابھی صرف اور صرف حبیبہ کی جانب متوجہ تھا۔ یکایک کسی گاڑی کا گزر اس سنسان سڑک سے ہوا تو اس نے انہیں چیخ کر اپنی جانب متوجہ کیا۔ وہ کوئی اللہ کا بھیجا گیا نیک انسان تھا۔ اگلے ہی لمحے گاڑی ہلکے سے انداز میں پیچھے آئی۔ اس میں ایک خاتون اور درمیانی عمر کا کوئی مرد بیٹھا تھا۔ اسے اس سے آگے کا کوئی منظر یاد نہیں تھا۔ وہ کیسے اسپتال پہنچا، اس نے کس طرح حبیبہ کو اسٹریچر پر لٹایا، اس نے کیسے غائب دماغی سے ڈاکٹر کے جملوں پر سر ہلایا۔ اسے یاد تھا تو بس وہ آخری لمس۔۔ وہ آخری یخ سا لمس۔۔ وہ لمس جو اس کے ہاتھ پر عرصے تک سلگتا رہا تھا۔ وہ لمس جس نے اسے اگلے کئی سالوں تک سونے نہیں دیا تھا۔

ڈاکٹرز روم سے باہر نکل کر گئے تو وہ شکستہ سا گیلی آنکھیں لیے کمرے میں داخل ہوا۔ وہ بیڈ پر حد درجہ زرد چہرہ لیے دراز تھیں۔ یوں لگتا تھا گویا انکے وجود سے خون کا آخری قطرہ تک نچوڑ لیا گیا ہو۔ وہ کپکپاتے قدموں سے آگے بڑھا۔ اسپتال کا ٹھنڈا فرش اس کے سارے وجود کو گویا جما رہا تھا۔

آہٹ پر انہوں نقاہت سے آنکھیں کھول کر اسے دیکھا تھا۔ وہ بھیگے رخسار لیے ان تک پہنچا۔ لرزتے ہاتھوں سے ان کا مردہ سا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں قید کیا۔

”معاذ۔۔“

”ج۔۔جی۔۔“

اس کے آنسو پھسل کر ان کے ہاتھ پر گرے تھے۔ وہ نرمی سے مسکرائی ہیں۔ ایک آنسو البتہ ان کی آنکھ سے بھی ٹوٹ کر کنپٹی میں جذب ہوا تھا۔ معاذ نگاہ نہیں اٹھا سکا۔ وہ اس گھٹیا الزام کے بعد اب نگاہ اٹھانے کے قابل رہا ہی کب تھا۔۔

"ادھر دیکھو مجھے۔۔"

اس نے پلکیں اٹھائی ہیں۔ ماں کا انتہائی سفید سا چہرہ نگاہوں کے سامنے آیا تھا۔

"جانتے ہو معاذ حضرت یوسف علیہ اسلام نے کن کو معاف کیا تھا۔۔؟"

"اپنے بھائی یوں کو۔۔"

اس کی آنکھوں میں ایسے سوال پر لمحے بھر کو ناسمجھی ابھری تھی۔ ان کا سر کمزوری سے نفی میں ہلا۔ دوسری آنکھ کا آنسو بھی ٹوٹ کر بالوں میں جذب ہوا تھا۔ دور کہیں آسمان سے کوئی نور سا پگھل کر گرا۔

"نہیں معاذ۔۔"

ان کا ہاتھ ہولے ہولے اس کی گرفت سے ڈھیلا پڑنے لگا تھا۔ اس نے بے ساختہ اسے اور مضبوطی سے تھاما، کچھ اور بھی تھا جو اس کے ہاتھ سے پھسلنے لگا تھا۔ حبیبہ کا سانس بے اختیار تیز ہوا۔ سینہ تکلیف کے باعث گھٹنے لگا۔

"انہوں نے اپنے "اپنوں" کو معاف کیا تھا۔۔"

چھن سے کچھ ٹوٹ کر اس کے اندر بکھرا تھا۔ اس کی ماں آخر کونسی عورت تھی۔۔؟ ان کے سینے میں کونسا دل سانس لیتا تھا۔۔؟ کیا کوئی تھا جو اس کائنات میں اتنے ظلم کے بعد بھی آخری درس معافی کا ہی دے رہا ہو۔۔!

چٹخاہوا چاند لمحے بھر کو اس جملے پر ساکت ہوا تھا۔ ہوا کے سرسراتے جھونکوں نے پلٹ کر اس بے بس سے لڑکے کو دیکھا تھا۔ آسمان میں گردش کرتے پرندوں نے اپنے بہتے اشکوں کو بہنے دیا تھا۔ وہ وقت نم تھا۔۔ بے حد نم۔۔

اس نے بولنا چاہا۔۔ اس نے لب کھولنا چاہے تھے۔۔ وہ کہنا چاہتا تھا کہ وہ ان میں سے ایک ایک کھال ادھیڑ دے گا لیکن وہ انہیں کچھ نہ کہہ سکا۔ وہ بہت پر امید نگاہوں سے اس کا چہرہ تک رہی تھیں۔ اس میں ہمت نہیں تھی ان سے ان کی یہ آخری ہمت چھیننے کی۔۔

"ک۔۔ کیا تم مجھے ایک آخری بار سورہ کہف سنا سکتے ہو معاذ۔۔؟"

اس نے بے چینی سے آگے بڑھ کر ان کے آنسو اپنے ہاتھوں سے صاف کیۓ تھے۔

"بس ایک آخری بار۔۔"

"ماں ایسے مت کہیں۔۔"

اسے کہیں بہت اندر تک تکلیف ہوئی تھی۔

"میں ضرور سناؤ نگا آپ کو۔ بس آپ ہمت مت چھوڑیں۔۔ میں آپ کو لے جاؤ نگا۔۔ میں آپ کو ان سب سے بہت دور لے جاؤ نگا ماں۔۔ بس آپ زندہ رہیں۔ مجھے اکیلا مت کریں۔۔"

اس نے کہہ کر جلدی سے اپنی آنکھیں رگڑی تھیں۔ پھر ان کا ہاتھ تھام کر سورہ کہف پڑھنا شروع کی۔ اس کی آواز بار بار ٹوٹ رہی تھی۔ سینہ تنگ ہو رہا تھا۔۔ سانس رک رک کر آ رہی تھی۔ لیکن وہ ابھی بس نہیں کر سکتا تھا۔

اسے ابھی قرآن پڑھ کر اپنی ماں کو سنانا ہی تھا۔ اور آخری آیت کے پڑھتے ہی اسے محسوس ہوا کہ اس کی ماں کا ہاتھ اس کے ہاتھ سے ڈھلک رہا ہے۔ اس نے چونک کر چہرہ اٹھایا تھا۔

خوفزدہ ہو کر ان کا زرد چہرہ تھپتھپایا۔۔ ہذیانی سے انداز میں انہیں کندھوں سے پکڑ کر جھنجھوڑا۔۔

”ماں۔۔“!

وہ مسلسل انہیں آوازیں دیتا اٹھانے کی کوششیں کر رہا تھا لیکن اب حبیبہ کبھی بھی جواب نہ دینے والی تھیں۔ اور یہ خیال۔۔ یہ ایک خیال کہ وہ ان کی آواز کبھی دوبارہ نہ سن پائے گا، اس کی روح قبض کر رہا تھا۔

”ماں۔۔۔ماں اٹھیں ماں۔۔ آپ مجھے چھوڑ کر ایسے نہیں جاسکتیں۔۔ اٹھیں۔۔“

اس نے اب کہ انہیں زور سے جھنجھوڑا لیکن جواب ندارد۔۔ وہ اب اسے کبھی بھی جواب نہ دینے والی تھیں۔ اس کے پیروں سے یکدم جان ختم ہوئی تو وہ بے ساختہ گھٹنوں کے بل ان کے سامنے بیٹھا۔ اب کہ وہ بالکل ہلکی ہلکی سی آواز میں انہیں پکار رہا تھا۔ یوں لگتا تھا کہ ان کے ساتھ اس کی بھی روح پرواز کر گئی ہو۔ سب جیسے مٹی کا ڈھیر بن گیا تھا۔۔ سب جیسے ختم ہو کر برفانی تودے میں تبدیل ہو گیا تھا۔

اس برف سی رات میں معاذ احمد شعروای کی دنیا گویا راکھ کا ڈھیر ثابت ہو گئی تھی۔

بے شک ہم اللہ کے ہیں اور اسی کی طرف پلٹنے والے ہیں۔ (سورہ بقرہ)

پھر اسے کچھ یاد نہ پڑتا تھا کہ وہ کدھر کو جا رہا ہے۔ اس کے قدم سڑک کے اندر کھبے کئی کانٹوں پر آئے، کئی نوکیلے پتھروں نے اس کے پیروں کو زخمی کیا، اور کئی باریک جانوروں نے اسے کاٹ کھایا لیکن اسے اب کسی چیز کا کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔ معاذ احمد سوچنے، سمجھنے اور محسوس کرنے کی حدود سے کہیں بہت دور نکل گیا تھا۔

ماں کو وہ دو دن پہلے ہی قبرستان میں دفنا چکا تھا۔ ان کی آخری رسومات کے لیے وہ پیدل بھاگتا ہوا دادا کے گھر پہنچا، لیکن کسی نے بھی اس کے لیے دروازہ نہ کھولا۔۔ وہ بجاتا رہا۔۔ وہ ان سے بھیک مانگتا رہا لیکن اس رات اسے کوئی بھیک نہیں دی گئی۔ اس کے ننھیال میں محض اس کی ایک خالہ اور نانی تھیں۔ اس نے جیسے تیسے کر کے ان تک یہ خبر پہنچائی اور پھر اسپتال کے ٹھنڈے فرش پر اکڑوں بیٹھا وہ ان کے آنے کا انتظار کرنے لگا۔ وہ آئیں۔۔ اسے اپنے ساتھ لپٹا لپٹا کر روئیں لیکن وہ نہیں رویا۔۔ اسے کسی بات پر رونا نہیں آ رہا تھا۔ اس کی زندگی حبیبہ کی زندگی کے ساتھ ہی سلب کر لی گئی تھی۔

نانی اور خالہ اسے اپنے ساتھ لے جانے پر مصر تھیں۔ وہ حبیبہ کو کھو چکی تھیں لیکن وہ معاذ کو نہیں کھونا چاہتی تھیں۔ وہ بھی چپ چاپ ان کے ساتھ چلا گیا۔ لیکن اگلے ہی دن فجر میں وہ ان کے گھر سے نکل آیا۔ اور پھر بنا کسی سمت کے کئی دنوں تک چلتا رہا۔ اسکے پیر گرد سے اٹ چکے تھے، بال بکھرے ہوئے اور حلیہ بھکاریوں کا سا ہو گیا تھا۔

یکدم اسے چلتے چلتے احساس ہوا کہ اس کا وجود تھکن کا شکار ہے۔ وہ تیز چلتی سڑک کے کنارے بنے فٹ پاتھ پر جا بیٹھا۔ پھر آہستہ سے مٹی کی پرواہ کیے بغیر وہیں لیٹ گیا۔ سڑک کی چہل پہل، رات ڈھلتے ہی تھمنے لگی، اپنی اپنی روشن دکانوں کے شٹر گراتے لوگ گھروں کو جانے لگے۔ رات کے آخری پہر میں سڑک بالکل سنسان ہو گئی۔

یکایک اسے اس اندھیرے میں کچھ سفید سا دکھا۔۔ کچھ دھواں سا۔۔ اس دھوئیں کے پار کوئی وجود تھا۔۔ سفید بے داغ لباس میں لپٹا وجود۔۔ اس نے آنکھیں پھاڑ کر دھوئیں کے اس پار دیکھنا چاہا۔۔ لیکن اسے سوائے ایک ہیولے کے کچھ بھی دکھائی نہ دے رہا تھا۔ یکایک۔۔۔ وہ ہیولہ اس دھوئیں کو چیرتا ہوا باہر نکلا۔ اور پھر اس سے کچھ فاصلے پر ٹھہر بھی گیا۔

وہ بے یقین نگاہیں پھیلائے انہیں دیکھے گیا۔ وہ بلاشبہ بہت جانا پہچانا سا وجود تھا۔ وہ کوئی جانی پہچانی سی خوشبو تھی جو اس کے نتھنوں سے ٹکرائی تھی۔ ہیولہ قدم قدم چلتا عین اس کے سامنے پہنچا۔۔ وہ سر اٹھائے۔۔ بنا پلکیں جھپکیں انہیں دیکھے گیا۔ گزرے کئی دنوں میں اس نے پاگلوں کی طرح دعائیں کی تھیں کہ کہیں سے وہ انہیں نظر آجائیں۔۔ اس نے مجنون بن کر اوپر والے سے التجا کی تھی کہ ایک بار اس کی ماں کا چہرہ اسے خواب میں دکھا دے لیکن اس پر کوئی مہربانی نہیں کی گئی۔ وہ تڑپتا رہا۔۔ یہاں تک کہ اس نے ان کے دوبارہ نظر آنے کی امید ترک کر دی۔ اور اب جب کہ اس نے امید ترک کر دی تھی تو ان کا ہیولہ اس کے سامنے کھڑا تھا۔۔ سفید لباس میں ملبوس انتہائی خوبصورت سا وجود۔۔ حبیبہ کا وجود۔۔ پاکیزہ اور پر سکون۔۔

"آپ کہاں چلی گئی تھیں ماں۔۔۔؟ آپ کہاں چلی گئی ہیں۔۔؟"

اس کی آنکھوں سے آنسو بے ساختہ ابلنے لگے۔ کئی دنوں کی خاموشی جیسے ٹوٹ گئی۔ معاذ احمد اس خاموشی کے ساتھ ہی ٹوٹنے لگا تھا۔ لیکن حبیبہ خاموشی سے اسے یکھے گئیں۔

"میں نے آپ کو بہت یاد کیا ماں۔۔ میں آپ کو ہر وقت یاد کرتا ہوں۔۔"

وہ رو رہا تھا۔۔ تیرہ سالہ معاذ چھوٹے بچوں کی طرح رونے لگا تھا۔ ہاتھوں میں چہرہ چھپا کر۔ پھر اس نے گھبرا کر چہرہ اٹھایا۔ وہاں پر کوئی ہیولہ نہ تھا۔۔ پھیلا ہوا دھواں فضا میں تحلیل ہو کر گم ہو چکا تھا۔۔ الوژن تھم چکا تھا۔ وہ اٹھا۔۔ ہذیانی انداز میں یہاں وہاں دیکھتا بھاگنے لگا کہ کسی پتھر سے بری طرح ٹکرا کر منہ کے بل گرا۔ ہاتھ اور گھٹنے پر بہت سی چوٹیں آئی یں۔۔ لیکن اسے پرواہ نہیں تھی۔ اسے اپنی ماں کو دیکھنا تھا۔۔ وہ انہیں دیکھنا چاہتا تھا۔۔ وہ انہیں محسوس کرنا چاہتا تھا۔ وہ ان کی گود میں سر رکھ کر ڈھیر سارا رونا چاہتا تھا لیکن وہ کچھ بھی نہیں کر پا رہا تھا۔ اس کی ماں اس سے گم ہو گ ئی تھی۔ اس نے اپنی ماں کو ایک بار پھر سے کھو دیا تھا۔ وہیں سڑک کنارے بیٹھ کر اپنی پشت فٹ پاتھ سے ٹکا کر وہ اس ساری رات روتا رہا تھا۔ اسے یاد تھا کہ وہ اس ساری رات اپنی ماں کی خوشبو محسوس کرنے کے لی ئے ترستا رہا تھا۔۔ وہ اپنے ہاتھ پر سلگتے اس لمس کو آنکھوں سے لگا کر ساری رات رویا تھا۔

اگلے ک ئی دن وہ فٹ پاتھ پر ہی بے یارو مددگار پڑا رہا۔ اس کے جسم میں کسی بھی قسم کی طاقت باقی نہ رہی تھی۔ کھانا نہ کھانے کی وجہ سے اس کی بچی کچھی طاقت کا آخرہ نکتہ بھی اس کے جسم سے گھل چکا تھا۔ وہ لاوارثوں کی طرح اسی فٹ پاتھ پر پڑا رہا۔ پھر اسے کچھ محسوس ہوا۔۔ جیسے کوئی اسے اٹھا کر کسی گاڑی میں ڈال رہا ہے۔ کوئی اس کا سر اب کہ اپنی گود میں رکھے اس کے خوبصورت بال سہلا رہا ہے۔ اس کے نتھنوں سے وہ عجیب سی خوشبو بھی ٹکرائی تھی۔ تیز قسم کی خوشبو۔۔

اگلی رات جب اس کی بوجھل پلکیں ایک دوسرے سے جدا ہوئی یں تو اس نے دیکھا کہ کوئی اس کے سرہانے بیٹھا ہے۔ کمرے میں ایک پل کو نگاہ دوڑا کر اس نے کچھ یاد کرنا چاہا لیکن یہ جگہ اور سامنے بیٹھا یہ شخص اس کے لیے بالکل اجنبی تھا۔

"ک۔۔ کون ہو تم۔۔؟"

بہت نحیف سی آواز نکلی تھی اس کی۔۔ بہت زور لگانے کے بعد بھی بہت کمزوری دکھائی تھی اس نے۔ سامنے بیٹھے شخص نے سر اٹھایا۔ اس کی سرمئی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے مسکرا دیا۔ پھر آگے بڑھ کر اس کے ماتھے پر آئے بالوں کو سہلانے کے لیے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ اس نے اپنا چہرہ پیچھے کر لیا۔ اس عمر رسیدہ شخص کا ہاتھ گویا ہوا ہی میں معلق رہ گیا تھا۔ پھر اس نے برا مانے بغیر اپنا ہاتھ پیچھے کیا۔ اسے محبت سے دیکھا۔

"تم اس دنیا کے ستائے ہوئے لگتے تھے تو میں تمہیں اپنے ساتھ لے آیا۔ یہاں روح کی مرمت کا کام تو نہیں کیا جاتا البتہ، یہاں انسان کو مکمل ضروریات سے نوازا جاتا ہے۔ تمہیں بھی نوازا جائے گا۔۔ اگر جو تمہاری رضا اس سب میں شامل ہوئی تو۔۔"

وہ ماؤف ہوتے ذہن کے ساتھ ان کی بات سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا مگر وہ فی الحال کچھ بھی نہیں سمجھ پا رہا تھا۔

"میرے لیے کام کرو گے۔۔؟"

لمحے بھر کو آگے ہو کر اس نے اس کی آنکھوں میں جھانکا تھا۔

"ک۔۔ کیسا کام۔۔ اور تم ہو کون۔۔؟"

"میں سطان میر ہوں۔ یہ میر اعلاقہ ہے اور میں اس علاقے کا باس ہوں۔۔"

ان کے اس جملے پر اس کی آنکھیں لمحے بھر کو سکڑی تھیں۔ وہ ہی لوگوں کو جانچنے کی عادت۔۔

"کس قسم کے باس۔۔؟ اور مجھے کیوں لائے ہو یہاں۔۔؟ مجھ سے کیا کام تمہیں۔۔؟"

اس نے اگلے ہی لمحے خود پر سے چادر کو دور پھینکا تھا۔ وہ خاموشی سے اسے دیکھے گیا۔ اس کی سیاہ، زیرک آنکھیں معاذ پر جمی تھیں۔

"بھتہ وصولو گے۔۔؟"

"دماغ خراب ہے کیا تمہارا۔۔؟ میں ایسا لڑکا نہیں ہوں۔۔م۔۔ میں ایسا کوئی کام نہیں کرونگا۔۔"

وہ طیش سے یکدم اٹھ بیٹھا تھا۔ ساتھ ہی آگے بڑھ کر بیڈ سے پیر اتارے۔ سلطان نے اسے دونوں کندھوں سے تھاما تو وہ لمحے بھر کو خوفزدہ ہوا۔۔

"یہ دنیا بہت ظالم ہے لڑکے۔۔ اور اس دنیا کے باسی اس سے بھی کہیں زیادہ ظلم کے پہاڑ توڑتے ہیں۔ تم جیسے معصوم کو یہ دنیا پیچ کھائے گی۔ اسی لیئے میرے لیئے کام کرو۔ عیش کروگے۔۔"

اس نے اس کے دونوں ہاتھ جھڑکے۔۔

"تمہیں لگتا ہے کہ میں تمہارے لیئے کام کرونگا۔۔"!

"بالکل۔۔ کیونکہ تم بہت کچھ کھو کر آئے ہو۔ تم نے اپنی ماں کو کھویا ہے۔۔ تم نے اسے اپنوں کے ہاتھوں ہی کھو دیا۔ یہ مجرم لوگ۔ یہ مجرم کیسے بنتے ہیں۔۔؟ یہ دنیا کے ستائے ہوئے ہوتے ہیں، شدید سرد راتوں میں

سڑکوں پر بھوک کی شدت سے مر رہے ہوتے ہیں، اپنے بچوں کو بھوکا سوتا دیکھ کر ہی تو یہ اپنے ہاتھ میں اس بندوق کو لیتے ہیں۔ یہاں کبھی کوئی اپنے شوق سے نہیں آیا۔ یہاں ہر ایک کو اس کی مجبوری لے کر آئی ہے۔ بھوک لے کر آئی ہے۔ موت لے کر آئی ہے۔ محبت لے کر آئی ہے۔ تمہیں کیا لگتا ہے کہ تم جیسے شریف لوگ ہر طرح سے بخشے ہوئے ہو۔ یقیناً تم لوگوں کے فیصلوں کے جواب میں جو مجرم بنے ہیں ان کا حساب تمہیں دینا ہی ہو گا۔۔"

وہ ان کی پچھلی باتوں پر ساکت ہوا تھا۔ اسے کیسے پتہ چلا اس کی ماں کے بارے میں۔ وہ ایک پل کو پھر سے خوفزدہ ہوا تھا۔ اسے یہاں سے دور چلے جانا چاہیئے۔۔ دور۔۔ بہت بہت دور۔۔

"ت۔۔ تمہیں کیسے پتہ میری ماں کے بارے میں۔۔؟"

"تم نیم بیہوشی کی حالت میں اسی قسم کی باتیں کر رہے تھے۔ میں نے دو جمع دو کر کے بات سمجھ لی۔"

اس کے کندھے اچکا کر کہنے پر وہ یکدم بیڈ سے اٹھا تھا۔ سلطان بھی اس کے ساتھ ہی اٹھا۔ اسی پل دروازے میں ایک ملازم ٹرالی لیئے اندر داخل ہوا تھا۔ لیکن ان دونوں میں سے کوئی بھی اس طرف کو متوجہ نہیں تھا۔

"یہ دنیا اچھائی کی دنیا بھی ہے۔ یہاں پر زندہ رہنے کے لیئے ہمیشہ درندگی اختیار کرنا ضروری نہیں۔ میں تمہارے لیئے کام نہیں کرونگا۔ مجھے کوئی پرواہ نہیں کسی اور انسان کی۔۔"

اس نے ساتھ رکھے ٹیبل کو لڑکھڑاتے قدموں سے ٹھوکر ماری اور باہر نکلتا گیا۔ دروازے میں ایستادہ خاص ملازم لمحے بھر کو اس کے پیچھے لپکا لیکن پھر سلطان کی آواز پر وہیں ٹھہر بھی گیا۔۔

”آپ اسے ایسے کیسے آزاد کر سکتے ہیں۔۔؟“

”آ جائے گا وہ۔۔ ضرور آئے گا۔۔ بھوک اور سرد راتیں بہت ظالم ہوتی ہیں شاہی۔۔ یہ جلد ہی پلٹے گا۔۔“

اور پھر اگلی ہی رات جب سڑک پر بیٹھے بیٹھے اس کے پیٹ میں بھوک سے بل پڑنے لگے تو اسے اندازہ ہوا کہ یہ دنیا کیسے اتنی ظالم ہوتی ہے۔ اس نے چند ایک دکانوں پر جا کر کام کرنے کی پیشکش کی لیکن اس کا حلیہ دیکھ کر اسے دھکے دے کر باہر نکال دیا گیا۔ وہ ان کے دروازے سے لگا بھوک کی شدت سے اب کہ کھانے کے لیے بھیک مانگنے لگا تھا، لیکن اس پر رحم نہیں کیا گیا۔ وہ رات برف کی رات تھی۔ جسم پر ایک عدد جینز اور بٹن شرٹ ہونے کے باعث اب کے اس کا سارا جسم گویا جم رہا تھا۔ اس نے وہ پوری رات فٹ پاتھ پر بیٹھے گزاری تھی۔ اگلے دن وہ اس بڑی سی حویلی کا دروازہ پار کرتے ہوئے لڑکھڑا رہا تھا۔ لیکن وہ پھر بھی یہاں چلا آیا تھا۔۔ چمکتے لاؤنج ہی میں اسے سلطان مل گیا تھا۔ وہ صوفے پر براجمان ہاتھ میں کوئی فائل لیے ورق گردانی کر رہا تھا۔ ساتھ اس کا وہ خاص ملازم بھی کھڑا تھا۔ آہٹ پر سر اٹھا کر دیکھا اور پھر اپنے مخصوص انداز میں مسکرا دیا۔۔

وہ لرزتے قدموں کے ساتھ آگے بڑھا۔۔ عین ان کے سامنے بیٹھا۔۔ آنکھیں نہیں اٹھائیں۔۔ اپنی عزت نفس اس کے قدموں میں جو رکھ دی تھی بھلا آنکھیں کیسے اٹھا سکتا تھا وہ اب کہ۔ لوگ کہتے تھے بھوک تہذیب بھلا دیتی ہے۔ لیکن کیا میں تمہیں بتاؤں کے بھوک کی شدت انسان کو سب کچھ بھلا دیتی ہے۔ اسے بھی سب بھول گیا تھا۔ یاد تھا تو صرف اتنا کہ وہ کئی دنوں کا بھوکا تھا اور اسے کھانا کھانا تھا۔۔ بہت سارا کھانا۔۔

اس کے سامنے کھانا لا کر رکھا گیا تو وہ جانوروں کی طرح اس پر ٹوٹ پڑا۔ اسے آج اندازہ ہوا تھا کہ بھوک کتنی ظالم ہوتی ہے۔ کیسے انسان کو کیا سے کیا بنا دیتی ہے۔ سلطان خاموشی سے اسے کھاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ وہ اس پر نہیں ہنسا۔۔ نہ ہی اس کا مزاق اڑایا۔۔ نہ اسے اس کی کچلی عزت نفس کا طعنہ دیا۔۔ شاید وہ بھی کبھی کسی کی حویلی میں اسی طرح بھو کا داخل ہوا تھا۔

پھر جب وہ کھانا کھا چکا تو ان کی جانب دیکھا۔ آنکھوں میں ٹھنڈے گوشت کا سا تاثر تھا۔ ایسے جیسے وہ کوئی فیصلہ کر کے آیا ہو۔ سلطان آگے ہو کر بیٹھا۔

"میں کام کرونگا تمہارے لیئے۔۔"

"یہ ہوئی ناں بات۔۔"

وہ جیسے اس کے فیصلے پر بے حد خوش ہوا تھا۔۔ ساتھ ٹیبل پر رکھی ریوالور اس کی جانب بڑھائی۔ اس نے ایک نگاہ اٹھا کر سلطان کو دیکھا اور پھر اس ریوالور کو تھام لیا۔ اس کے ہاتھ کی ہلکی سی لرزش سلطان بخوبی دیکھ رہا تھا۔

"تمہیں اسے چلانا شاہی سکھا دے گا۔ بلکہ وہ تمہیں ہر کام سکھا دے گا۔ تم نے بس جو فیصلہ کر لیا ہے اس پر قائم رہنا۔ کیونکہ یہ کام۔۔ یہ ایک جہنم کی مانند ہے۔۔ جو اس میں ایک بار داخل ہوتا ہے وہ دوبارہ کبھی یہاں سے باہر نہیں نکل سکتا۔ کبھی بھی نہیں۔ اور جو۔۔ یہاں سے نکلنے کی کوشش کرتے ہیں، آخر کار مارے جاتے ہیں"

اس کی ریڑھ کی ہڈی اس آخری جملے پر سرسرا اٹھی تھی۔ لیکن پھر اس نے پسینے سے تر بتر ہوتے ہاتھوں سے ریوالور کس کر تھاما۔ آنکھوں کے پار بہت سے منظر گردش کرنے لگے۔ اس کی ماں کا چہرہ، سورہ کہف، اپنے نیک

اساتذہ کرام، نمازیں، قرآن کی آیتیں۔۔ سب کچھ اس کی نگاہوں کے سامنے تھا۔۔ وہ چاہتا تو اس ریوالور کو چھوڑ دیتا لیکن وہ اسے نہیں چھوڑ سکا۔۔ اس نے دل مضبوط کیا اور اسے لے کر ساتھ ہی اٹھا۔ اس نے یہاں سے نکلتے ہی اپنا سب کچھ اب کہ سلطان کے پاس رہن رکھوا دیا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ اس نے ساری نصیحتوں، سارے انذار اور ساری خوشخبریوں کو پسِ پشت ڈال دیا ہے۔ اس نے قرآن تھامنے والے ہاتھوں میں آج ریوالور تھام رکھا تھا۔ وہ لڑکا اس برف سی دنیا میں اب کہ واقعی برف بننے لگا تھا۔ ہاں اس نے قرآن چھوڑ دیا تھا۔۔ اور اسے چھوڑتے ہی۔۔ اس نے اپنا ایک حصہ بھی اسی کے ساتھ کہیں کھو دیا تھا۔ حبیبہ کا معاذ اب کہ حبیبہ کا معاذ رہا ہی نہیں تھا۔ یہ تو اب کہ کوئی اور لڑکا تھا۔ جرم کی دنیا کا ایک اور شکار۔۔ معاذ شعروای۔۔۔!

لاؤنج میں سب گھر والے دم سادھے بیٹھے تھے۔ رابیل یک ٹک عابد کو دیکھے گ ئی۔ کتنی آسانی سے انہوں نے اس کے رشتے کے لی ئے ہامی بھر لی تھی۔ کیا وہ ان پر اس قدر گہرا بوجھ تھی۔۔ کیا واقعی۔! اسے اس وقت رونا بھی نہیں آرہا تھا۔۔ وہ تو بس ان کے ایک ہی فیصلے سے گویا خاموش ہو گ ئی تھی۔ دوسری جانب پھپھو اب تک برف ہوئی یں وقار کی جانب دیکھ رہی تھیں۔

”آپ نے ایسا سوچا بھی کیسے کہ آپ میرے بیٹے کی مانگ پر نظر رکھ سکتے ہیں۔۔؟“

انہیں جیسے یکدم ہی ہوش آیا تھا۔ وقار نے سرخ نگاہیں ان پر جمائی یں۔۔

”تم یہ رشتے توڑنے اور جوڑنے کی دھمکیوں سے اگر باز آجاتیں تو آج یہ نوبت ہرگز نہیں آنی تھی۔ ارے شرم کرو تھوڑی سی۔۔ اس بچی کا حال کیا کر دیا ہے تم نے۔۔! اس نے کوئی گناہ نہیں کیا۔۔ نہ ہی کسی کو اپنے اس عمل سے تکلیف پہنچائی ہے۔ پھر بھی تم نے اسے کس قدر اس سب میں گھسیٹا ہے۔ کیوں۔۔؟ صرف اور صرف اپنی انا کی تسکین کے لیے۔۔“

”وہ میری ہونے والی بہو ہے۔ میں اس کے ساتھ جو بھی کروں۔۔“

وہ تڑخ کر بولی تھیں۔ لیکن اب کہ انہیں دیا جانے والا جواب وقار نے نہیں عابد نے دیا تھا۔۔

”ایسے کیسے تم جو چاہو گی کرو گی میری بیٹی کے ساتھ صائمہ۔۔! تمہیں اندازہ بھی ہے کہ تم نے ہم سب کو اپنے رویے کی وجہ سے کب سے سولی پر لٹکا رکھا ہے۔۔“!

ان کی بات پر پہلی بار پھپھو کو حیرت ہوئی تھی۔

”اسی لیے تم رابیل کے قابل نہیں ہو۔ ہماری بچی بہت حساس ہے۔ تم جیسے کرخت لوگ اس کے لائق نہیں ہیں۔ جو اپنی انا کو ہی جان سے پیارے رشتوں کے لیے خاموش نہ کروا سکتے ہوں ان سے بھلا کسی اچھائی کی امید کی بھی کیسے جا سکتی ہے۔۔“!

وقار نے تو ان پر کوئی ادھار ہی نہ چھوڑا تھا۔ رابیل ان سب کے چہرے دھواں دھواں ہو کر دیکھ رہی تھی۔ یہ کیا ہو رہا تھا۔۔ یہ سب کیا ہوتا جا رہا تھا۔ پھپھو کو تو اس طعنے پر کوئی گویا پتنگے ہی لگ گئے تھے۔۔

”اور آپ بھائی صاحب۔۔ آپ کو کیا لگتا ہے کہ آپ کا وہ معاذ رابیل سے نکاح کرے گا۔۔! وہ۔۔ جسے ہم سب کی شکلوں تک سے نفرت ہے۔ وہ نکاح کرے گا اس گھر کی بچی سے۔۔“

آخر میں سلگ کر مسکرائی تھیں۔ جیسے بہت بڑے دام میں پھنسایا ہو انہوں نے وقار کو۔ لیکن دوسری طرف وہ اسی سکون سے دیکھتے رہے تھے ان کو۔۔

”بالکل۔۔ وہ نکاح کرے گا اس گھر کی بچی سے۔ ضرور کرے گا۔۔ کیونکہ وہ صائمہ کا نہیں۔۔ حبیبہ کا بیٹا ہے۔ وہ ارحم نہیں جو اپنے اوپر لوگوں کی مرضی مسلط کرلے۔ وہ معاذ ہے۔۔ جو لوگوں کو کبھی بھی اتنی اجازت نہیں دیتا کہ وہ آئیں اور اس کی زندگی پر حکمرانی کریں۔۔“

اور اسی پہر وہ داخلی دروازے سے اندر داخل ہوا تھا۔ ایک پل کو سب کی گردنیں اس کی جانب گھومیں۔ رابیل نے بھی گیلی گیلی آنکھوں سے اس جانب کو دیکھا تھا۔ وہ عام سے لباس میں ملبوس، ماتھے پر گرے بال لیے، خاموشی سے وہیں ٹھہر گیا تھا۔ سب جیسے لمحے بھر کو تھم گیا تھا۔ پھر وہ آگے بڑھا۔۔ بابا کو ایک لمحے کے لیے دیکھا۔ پھر عابد کو۔۔ اور پھر سب سے آخر میں رابیل کو۔۔ آج اگر جو وہ انکار کردے گا تو اس میں اور صائمہ میں کوئی فرق نہیں رہ جائے گا۔۔ آج اگر جو اس نے انہیں جیتنے دے دیا تو زندگی کے اگلے کئی لمحوں تک وہ رابیل کو اپنے لفظوں سے زخمی کرنے والی تھیں۔ وہ حبیبہ کو نہیں بچا سکا تھا۔۔ لیکن وہ رابیل کو بچانا چاہتا تھا۔ وہ اسے ان سب سے واقعی بچانا چاہتا تھا۔۔ کیوں۔۔ یہ تو اسے خود بھی نہیں پتہ تھا۔

”کیا تمہیں کوئی اعتراض ہے بیٹا۔۔؟“

اب کہ پوچھنے والے زاہد چچا تھے۔ اس نے گہرا سانس لے کر ان کی جانب دیکھا اور پھر آہستہ سے صوفے پر بیٹھ گیا۔ یہاں تک پہنچنے پر وہ بے یقین ضرور تھا لیکن اگر ایسا تھا تو ایسے ہی سہی۔۔

”مجھے کوئی اعتراض نہیں۔۔“

اپنے مخصوص انداز میں آرام سے کہہ کر اس نے بہت سی رکی سانسیں بحال کی تھیں۔ بہت سی چلتی سانسیں روکی تھیں۔ پھپھو اور ارحم کا تو مانو سانس ہی خشک ہو کر رہ گیا تھا۔ ارحم نے بے چینی سے ماں کو دیکھا لیکن فی الحال وہ معاذ کو بے یقینی سے دیکھ رہی تھیں۔ لیکن اب وہ بھی کچھ نہیں کر سکتی تھیں۔ انہوں نے اپنے ہاتھوں سے اپنے پیر پر کلہاڑی ماری تھی۔ ان کے پاس کسی کو بھی مجرم ٹھہرانے کا کوئی حق باقی رہا ہی نہیں تھا۔

اور پھر اگلے ہی پل مولوی صاحب کی آمد پر ان کا نکاح کر دیا گیا۔ ان کا نکاح واقعی ہو رہا تھا۔۔ سننے والے کانوں اور دیکھنے والی آنکھوں کو یقین نہ آتا تھا۔ اس نے سفید پڑتے چہرے کے ساتھ اس عام سے لباس میں ”قبول ہے“ کہا اور پھر وہ وہاں رکی ہی نہیں۔ اپنے کمرے میں چلی آئی۔ معاذ جو کہ بالکل چپ بیٹھا تھا ایک پل کو نگاہ اٹھا کر اسے دیکھا۔ وہ اسے اس سمے بہت کمزور لگی تھی۔ اس سے نگاہ ہٹا کر اس نے بابا کی جانب دیکھا تھا۔ ان سے تو خیر وہ بعد میں بات کرنے والا تھا لیکن ان کے چہرے پر رقصاں مسکراہٹ کو دیکھ کر اسے لمحے بھر کے لیئے ان پر بے تحاشہ پیار آیا تھا۔ جو وہ ایک عرصے سے چاہتے تھے وہ آج اس قدر آناً فاناً ہو گیا تھا کہ انہیں خود بھی گویا اپنے اس فعل پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ نکاح ہوتے ہی وہ عابد کی جانب بڑھے۔ انہیں بھینچ کر گلے لگایا۔ عابد کی آنکھوں میں چمکتی ہلکی

سی نمی کو معاذ نے بغور دیکھا تھا۔ ساتھ ہی اس نے رامین کو دیکھا جو اسی کی جانب بڑھ رہی تھیں۔ وہ بے ساختہ اٹھ کھڑا ہوا۔

”آپ کا بہت بہت شکریہ معاذ بیٹا۔۔ آپ نے ہماری عزت رکھی ہے۔ اللہ آپ کو خوش رکھے۔۔“

بھرائی سی آواز میں اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر وہ اسے دعا دیتیں پلٹیں تو وہ محض سر ہلا کر رہ گیا۔ اسے خود بھی سمجھ نہیں آرہا تھا کہ کس قسم کا تاثر دینا چاہیئے۔ عابد اب کہ وقار سے الگ ہوئے ان سے دھیمی سی آواز میں کچھ کہہ رہے تھے۔ شاید یہ کہ وہ ان کے بے حد شکر گزار ہیں۔ اس نے گہرا سانس لے کر ایک نگاہ پتھر بنیں پھپھو پر ڈالی اور دوسری ان کے سپوت پر۔۔ اگلے ہی لمحے بابا سے اجازت لیتا وہ پلٹ گیا۔ صائمہ پر تو آج جیسے پہاڑ ٹوٹ کر گرا تھا۔ اپنے غرور اور تکبر کا پہاڑ۔۔

اس نے باہر کی جانب بڑھتے ہوئے ایک آخری نگاہ اس کے کمرے کے دروازے پر ڈالی تھی۔ اور پھر اسی خاموشی کے ساتھ آگے بڑھ گیا۔ دوسری جانب رابیل خاموشی سے بیڈ کی پشت سے سر ٹکائے، چھت کو دیکھ رہی تھی۔۔ خالی خالی نگاہوں کے پار سب کچھ گویا سنسان ہو گیا تھا۔ اس نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ ارحم سے شادی ہوتے ہوتے اس کی شادی معاذ سے ہو جائے گی۔ کیا جو تھوڑی دیر پہلے ہوا وہ نارمل تھا۔۔؟ اگر وہ سب نارمل تھا تو پھر اسے نارمل کیوں نہیں لگ رہا تھا۔۔؟ بابا اس سے اس قدر بیزار تھے کہ لمحہ نہ لگایا معاذ کے لیئے ہامی بھرتے ہوئے۔ اور معاذ۔۔ اس کا ذہن ایک لمحے کو اس کی جانب بھٹکا تھا۔

معاذ کو تو وہ ٹھیک سے جانتی بھی نہیں تھی۔ وہ اس رشتے سے خوش بھی تھا یا نہیں اسے نہیں پتہ تھا۔۔ اور اگر۔۔ اگر جو وہ اس پر مسلط کی گ ئی ہو تو۔۔؟ یکدم اپنی ذات کے ارزاں ہونے کا گمان ہوا تو اس کا دل کیا بس رونے لگ جائے۔۔ زندگی ایسے کیسے اسے کسی کے ساتھ جوڑ سکتی تھی۔۔! یہ سب کیسے ہو سکتا تھا۔۔ اور اگر یہ ہو چکا تھا تو اسے اس سب پر یقین کیوں نہ آتا تھا۔۔!

دکھتے سر کو اس نے ایک بار پھر سے بیڈ کی پشت سے ٹکایا اور اندر جمع ہوتی کثافت کو گہرا سانس لے کر باہر نکالا۔۔ اس کے اندر بہت کچھ ٹوٹ کر جڑ رہا تھا۔۔ اور بہت کچھ جڑ کر ٹوٹ رہا تھا۔ خاموش کہف میں اب کہ اس کے اندر کی خاموشی بھی شامل ہو گ ئی تھی اور جسے وہ بخوبی محسوس کر سکتی تھی۔۔

شام میں وہ خالی خالی سی سنگھار آئی ینے کے سامنے کھڑی تھی جب شزا اور ردا دونوں اسکے کمرے میں داخل ہوئی یں۔ اس نے ان کی جانب نہیں دیکھا۔ کہیں اندر وہ اب سب سے ناراض تھی۔ وہ سب جو اس کے خلاف تھے۔ اس کا ناراض ہونا تو بنتا ہی تھا۔

ان کی جانب مڑے بغیر خاموشی سے اپنے بالوں میں برش چلاتی رہی۔ شزا اور ردا وہیں دروازے ہی میں ٹھہر گ ئی تھیں۔ جانتی تھیں کہ ان کی "رابی" ان سے ناراض تھی۔ پھر شزا ہی کھنکھار کر آگے بڑھی۔

"کیا پہن رہی ہو رابی۔۔؟"

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ یونہی بالوں میں برش چلاتی رہی۔۔

"اب تو سب ٹھیک ہو گیا ہے ناں رابی۔۔ تو۔۔ تم ہم سے اب بھی ناراض ہو۔۔؟"

پیچھے سے ردا نے بہت ہلکی سی آواز میں کہا تھا۔ اس نے یکدم سنگھار آئی ینے پر برش پٹخا۔ ان دونوں کو لمحے بھر کے لیے مڑ کر غصہ غصہ سی نگاہوں سے دیکھا۔ لیکن ان دونوں کو اس لمحے وہ بہت پیاری لگی تھی۔ غصے میں کون پیارا لگتا ہے بھلا۔۔؟ لیکن رابیل کا غصہ ایسا ہی تھا کہ اس پر ڈرنے یا گھبرانے کے بجائے پیار آجایا کرتا تھا۔

"کیا سب ٹھیک ہے؟ تم دونوں کو لگتا ہے کہ یہ سب ٹھیک ہے۔۔ واقعی۔۔ میرا نکاح ہو چکا ہے۔۔ ایسے کیسے میرا نکاح کسی کے بھی ساتھ ہو سکتا ہے۔۔ میں بوجھ تھی بابا پر تو مجھے بتا دیتے۔۔ ایسے مجھے سب کے سامنے ارزاں کرنے کی کیا ضرورت تھی۔۔؟"

اور پھر وہ یکدم رونے لگی تھی۔ وہ ہی ہر لڑکی کی طرح غصے کے آخری سرے پر رونے کی عادت۔ شزا اور ردا دونوں نے یکدم اسے آگے بڑھ کر خود سے لگایا تھا۔ ان کی رابی بہت معصوم تھی۔۔ حالانکہ وہ ان سے بڑی تھی۔۔ لیکن پھر بھی وہ ان جیسی نہیں تھی۔ وہ چھوٹی چھوٹی سی باتوں پر رو جایا کرتی تھی۔ اور آج۔۔ آج تو اس پر بہت کچھ ایک ساتھ گزر گیا تھا۔۔

"ہم دونوں بہت سوری ہیں تم سے رابی۔۔"

شزا نے بھی نم آنکھوں کے ساتھ کہا تھا۔ اس نے آنکھیں رگڑیں۔۔ ان سے الگ ہوئی۔۔ چہرہ حد درجہ سرخ ہو رہا تھا، ناک گلابی رنگ سے دہک رہی تھی اور ہچکیوں کے باعث سانسیں الجھی ہوئی تھیں۔

"میں بہت اکیلی تھی اس سب میں شزا۔ میں بہت خوفزدہ تھی۔۔ مجھے بہت ڈر لگتا تھا لوگوں کے رد عمل سے۔ جانتی ہو تم دونوں کو کتنا مس کیا ہے میں نے اپنی تنہا راتوں میں۔ میں نے کتنی آوازیں دیں تھیں تم لوگوں کو لیکن کسی نے بھی میری آواز نہیں سنی۔۔ کوئی بھی مجھے تھپکنے کے لیئے نہیں آیا۔۔ سب۔۔ سب میرے لیے بہت مشکل تھا۔۔ میں بہت اکیلی تھی۔۔"

اس کے جملے بے ربط سے ہونے لگے تھے۔ لیکن وہ کہتی جارہی تھی۔ رداور شزا بھی اب کے اسے دیکھ کر رونے لگی تھیں۔ ان کی کھوئی ہوئی رابی جیسے انہیں پھر سے مل گئی تھی۔

"سوری رابی۔"

ردا نے کہہ کر اس کی آنکھیں صاف کیں۔

"کوئی بھی مجھے اپنی گیدرنگز میں نہیں بٹھانا چاہ رہا تھا۔۔ س۔۔ سب مجھ سے بیزار ہو رہے تھے۔ سب مجھے بری نظروں سے دیکھ رہے تھے اور تب میں نے تم لوگوں کو بہت یاد کیا تھا۔ کوئی بھی میرے ساتھ نہیں تھا۔۔ پھپھو نے ہر دفعہ مجھے بے عزت کیا۔۔ تم لوگ تب بھی میرے ساتھ نہیں تھے۔۔ میں بہت اکیلی تھی۔۔"

وہ روتی جارہی تھی اور کہتی جارہی تھی۔ اس کے دل پر جمے زخم بہت گہرے تھے۔ دونوں نے ایک بار پھر سے آگے بڑھ کر اسے خود سے لگایا تو وہ اور رونے لگی۔

"ہم اب ساتھ ہیں تمہارے۔۔"

شزا نے کہہ کر اسے خود سے الگ کیا۔

"اور ماں نے ہمیں تمہیں تیار کرنے ہی بھیجا تھا۔ دیکھو تم نے ہمیں کن کاموں میں لگا دیا۔۔"

ردا نے آنسو صاف کرتے ہوئے اس کی الماری کی جانب چہرہ پھیرا تھا۔ شزا نے بھی اسے سنگھار آئی ینے کے سامنے رکھی کرسی پر بٹھایا۔ وہ خاموشی سے بیٹھ گ ئی۔ اس میں اب کہ کسی بات پر اعتراض کرنے کی ہمت نہیں تھی۔

"اس فراک کا دوپٹہ تو چھوٹا ہے رابی۔۔ تم حجاب کیسے کرو گی۔۔؟"

اس نے ایک لمحے کو چہرہ اس طرف کو موڑ کر ردا کو دیکھا تھا۔ ہاں۔۔ اب کہ آہستہ آہستہ وہ اسے اور اس کے حجاب کو قبول کرنے لگے تھے۔

"اس کا دوپٹہ چھوٹا تھا تو میں نے اس کا بڑا دوپٹہ بنوالیا تھا۔ وہیں رکھا ہے اوپر والے حصے میں۔"

اس نے کہہ کر شزا کو دیکھا جو مسکرا کر اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ پھر اس کے بالوں کو پونی میں باندھا۔ دوپٹہ اس کے ہاتھ میں دیا اور دونوں نے دور کھڑے ہو کر اسے دیکھا۔ وہ پیاری تھی۔۔ پیاری لگ رہی تھی۔۔

"تمہیں جتنا بھی لڑکیوں کی طرح تیار کر لو۔۔ لگنا تم نے وہ ہی کیوٹ بچہ ہے۔۔"

شزا نے ہنس کر کہا اور ساتھ ہی کمرے سے باہر نکلی۔ ردا بھی اس کے پیچھے ہنستی ہوئی نکلی تھی۔ اور رابیل۔۔ اس نے ایک پل کو سنگھار آئی ینے میں خود کو دیکھا۔۔ اور پھر وہ بھی دھیرے سے مسکرا دی۔۔ وہ واقعی اپنے گلابی گالوں کی وجہ سے بڑی لڑکی لگنے سے قاصر تھی۔ اسے ان گالوں کے ساتھ کیوٹ ہی لگنا تھا۔ اب کہ وہ آہستہ سے

چہرے کے گرد حجاب لپیٹنے لگی تھی۔ آسمانی رنگ کا لانگ فراک اس کے ٹخنوں سے ذرا اوپر تھا۔ ان پر جھلملاتا سا باریک ستاروں کا کام اس سمے بے حد خوبصورت لگ رہا تھا۔

اسی پل دروازے پر دستک ہوئی تو اس نے چونک کر اس طرف کو دیکھا۔ وقار دروازہ کھول کر اس کے کمرے میں داخل ہو رہے تھے۔ سفید کرتا شلوار میں ملبوس وہ آج بھی بہت جچتے تھے۔ اسے دیکھ کر لمحے بھر کو کھل کر مسکرائے۔ چہرہ اس قدر روشن اور پرسکون تھا کہ رابیل کے دل پر جما ہر زخم دھلنے لگا۔۔

"میری بیٹی تو بہت پیاری لگ رہی ہے آج۔۔ ماشاءاللہ۔۔ اللہ نصیب اچھے کرے۔۔"

"تھینک یو تایا۔۔"

اسے سمجھ نہیں آیا کہ اور کیا کہنا چاہیئے۔ وہ پاس چلے آئے۔ اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔۔

"میں بہت خوش نصیب ہوں جو مجھے تم جیسی بیٹی ملی ہے رابیل۔۔ میں آج بہت بہت خوش ہوں۔۔"

ان کی آواز کی باریک سی لرزش رابیل کو بتا رہی تھی کہ وہ واقعی اس رشتے سے بے حد مطمئن اور خوش تھے لیکن معاذ۔۔ کیا وہ بھی اس رشتے سے اتنا ہی خوش تھا۔۔؟

"تایا لیکن معاذ۔۔ کیا۔۔ کیا وہ بھی اس رشتے سے خوش ہے۔۔؟"

اس نے ایک لمحے کو دل مضبوط کر کے پوچھ ہی لیا۔ وقار اس کے سوال پر مسکرائے تھے۔۔

"مجھے اس کی خوشی کا نہیں پتہ رابیل لیکن میں اتنا جانتا ہوں کہ وہ اس رشتے سے راضی ہے۔وہ اگر راضی نہیں ہوتا تو کبھی ہامی نہیں بھرتا۔تم ابھی جانتی نہیں ہو اسے۔۔اسکی مرضی کے بغیر کوئی بھی اس سے کوئی کام نہیں کروا سکتا۔۔"

وہ اس کے بیڈ پر اب کہ بیٹھ کر دھیمی سی آواز میں اسے آگاہ کر رہے تھے۔وہ عین ان کے گھٹنوں کے سامنے بیٹھی۔

"لیکن تایا وہ تو مجھے ٹھیک سے جانتا بھی نہیں۔۔پھر ایسے کیسے وہ میرے لیئے ہامی بھر سکتا ہے۔۔؟"

اس کی بے چینی ہر لفظ سے عیاں تھی۔وقار اداسی سے مسکرائے تھے۔۔

"یہ سچ ہے کہ وہ تمہیں نہیں جانتا۔لیکن اس نے کوشش بھی نہیں کی تمہیں جاننے کی۔شاید اس لیئے کہ وہ تمہیں گہرائی سے جاننا چاہتا ہے۔اسی لیئے کسی سے کوئی بھی پوچھ گچھ کیئے بغیر آرام سے ہامی بھر گیا۔اسے کسی دوسرے کی ججمنٹ پر تمہارے معاملے میں کوئی بھروسہ نہیں ہے۔"

اس کے رخسار لمحے بھر گلابی ہوئے تھے۔۔وقار اسے دیکھ کر مسکرائے۔۔

"میرا بیٹا بہت اڑیل ہے۔ایسے بلاوجہ بخشیں نہیں کرتا وہ لیکن ہے بہت ٹیڑھا۔۔بات آسانی سے مانتا نہیں ہے۔بدتمیز ہے،بدلحاظ اور بے مروت بھی لیکن اس سب کے باوجود وہ تمہیں کبھی تکلیف نہیں دے گا۔۔اتنا مجھے پتہ ہے۔"

"لیکن آپ یہ اتنے وثوق سے کیسے کہہ سکتے ہیں تایا۔۔؟"

"کچھ دیکھا ہے میں نے اس کی آنکھوں میں تمہارے لیۓ رابیل۔۔ عقیدت۔۔ یا پھر اپنائیت۔۔ میں نام نہیں دے سکا اس جذبے کو۔۔"

اور یہ اپنائیت تو اس نے خود بھی کئی دفعہ محسوس کی تھی۔ اگر اسے محسوس ہوئی تھی تو کسی کو بھی ہو سکتی تھی۔۔

"مجھے کبھی کبھی ڈر لگتا تھا کہ وہ شادی ہی نہیں کرے گا۔ لیکن آج جب اس نے نکاح کے لیۓ ہامی بھری تو میرے دل میں سکون اترتا گیا رابیل، کیونکہ تم سے بہتر لڑکی اسے کبھی نہیں مل سکتی۔۔ کبھی بھی نہیں۔۔"

وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ وقار بھی ساتھ ہی اٹھے۔۔

"اب کوئی بھی تمہیں تمہارے حجاب پر کبھی بھی کچھ نہیں کہے گا۔ میں کسی کو اپنی بیٹی پر کوئی بات کرنے ہی نہیں دونگا۔ تم آرام سے ولیمہ اٹینڈ کرو اور جو اگر تمہاری پھپھو کچھ بھی ایسا ویسا کہیں تو مجھے بتانا۔۔ بہت ہو گیا اب ہنس ہنس کر اسکی کڑوی باتیں ٹالنا۔۔ چلتا ہوں۔۔ خیال رکھنا بچے۔۔"

وہ مسکراتے ہوۓ باہر کی جانب بڑھے تو وہ بھی نم آنکھوں سے انہیں جاتا دیکھتی رہی۔ اللہ نے ایک ساتھ ہی اس کے لیۓ اتنی ساری امداد بھیج دی تھی کہ وہ سمجھ ہی نہ پا رہی تھی کس بات پر کیسا ردعمل دینا چاہیۓ اور کس بات پر کونسا جواب درکار ہے۔ گہرا سانس لے کر اس نے بھی اپنا حجاب درست کیا اور پھر وہ خود بھی کمرے سے باہر کی جانب بڑھ گئی۔ کچھ وقت تو اسے بہر حال یہ سب قبول کرنے میں لگنا ہی تھا۔۔ وہ خود کو ابھی ٹائم دینا چاہتی تھی۔ بہت سارا پر سکون سا ٹائم۔۔!

"ممی آپ کی جلد بازی کی وجہ سے ہمارے ہاتھ سے جیک پوٹ نکل چکا ہے اور آپ یہاں اس اندھیرے میں خاموشی سے بیٹھی ہیں۔۔"

ارحم اسی لمحے کمرے میں داخل ہوا تو اندھیرے کے باعث اسے سمت کا اندازہ ہی نہ ہو سکا۔ وہ سمجھ ہی نہ سکا کہ صائمہ کس طرف کو بیٹھی ہیں۔ پھر آگے بڑھ کر لائٹ بورڈ پر ہاتھ مارا۔ سارا کمرہ روشنیوں میں نہا گیا۔۔

صائمہ کھڑکی کے ساتھ لگ راکنگ چئیر پر جھول رہی تھیں۔ چہرہ اس قدر سپاٹ تھا گویا برف کا بنا ہو۔ وہ ان کی خاموشی پر کھولتا ہوا ان تک پہنچا تھا۔

"آپ کو ضرورت کیا تھی اس کے دوپٹے کو اس قدر مسئلہ بنانے کی۔۔؟ اور وہ آپکے سوتیلے بھائی۔۔ وہ تو جیسے موقع کی تلاش ہی میں بیٹھے تھے۔ اتنی جلد بازی میں رابیل کو ہتھیا لیا کہ ہم کچھ کر ہی نہیں سکے۔۔"

وہ بے چینی سے یہاں وہاں ٹہلتا کھول رہا تھا۔ پھر رک کر ان کی جانب دیکھا۔

"ماموں کی ساری جائیداد کا حق دار اب کہ وہ معاذ ہو گا ممی، میں نہیں۔"

صائمہ نے ایک لمحے کو چہرہ اس کی جانب پھیرا۔۔

"ایسا کچھ نہیں ہو گا۔۔"

"ایسا ہو چکا ہے ممی۔۔ وہ نکاح کر چکا ہے رابیل کے ساتھ۔۔"

"تو کیا ہوا۔۔؟ طلاق بھی تو ہو سکتی ہے۔۔ نکاح ہوا ہے تو ختم بھی ہو سکتا ہے۔ میں کسی کو بھی اپنے باپ دادا کی جائیداد پر قبضہ کرنے نہیں دے سکتی۔۔ تم۔۔ تمہیں رابیل کو شیشے میں اتارنا ہو گا ارحم۔۔ عابد کا کوئی بیٹا نہیں ہے۔ اس کی ساری جائیداد کے حق دار صرف اور صرف تم ہو۔ وہ جائیداد تمہیں کیسے بھی کر کے لینی ہے۔۔"

"لیکن کیسے۔۔ اب کیا ہو گا۔۔؟ آپ کی ضد اور انا نے ہمیں کہیں کا نہیں چھوڑا ممی۔۔ اس لڑکی کا ہمیں کرنا ہی کیا تھا۔۔ ہمیں اس کے پیسے سے سروکار تھا لیکن نہیں۔۔ آپ تو پتہ نہیں کونسی باتیں لے کر بیٹھ گ ئی تھیں۔۔"

وہ سخت کبیدہ خاطر تھا۔۔ اسے کسی طور بھی رابیل کا نکاح ہضم نہیں ہو رہا تھا۔۔

"ہاں تو میں نے کہا ناں کہ نکاح ٹوٹ بھی سکتا ہے۔ ختم بھی ہو سکتا ہے۔۔"

"اچھا اور آپ کو لگتا ہے کہ وہ معاذ اب رابیل کو طلاق دے گا۔۔! سیری ئی سلی ممی۔۔"!

اسے ان پر بے حد افسوس ہوا تھا۔۔

"تم کس لی ئے ہو۔۔؟ کس مرض کی دوا ہو تم۔۔؟ جاؤ جا کر عابد، رابیل یا پھر رامین کو اپنی باتوں سے بہلاؤ۔۔"

"اور آپ کو لگتا ہے کہ وہ میری بات سن لیں گے۔! اتنی بے عزتی کے بعد وہ میری طرف دیکھیں گے۔۔"

اس کا دل کیا ماں کی اس بات پر تالیاں ہی پیٹنے لگ جائے۔۔

"ہاں تو کیا ہوا۔۔؟ رابیل تو ویسے بھی انتہائی بے وقوف لڑکی ہے۔ اسے اپنی باتوں سے بہلانا تو کوئی مشکل نہیں۔ ہم ایسے ہار نہیں مان سکتے۔ ہم ایسے پیچھے نہیں ہٹ سکتے ارحم۔۔ کچھ کرو۔۔ پلیز کچھ کرو تم۔۔"

وہ یکدم اٹھ کر اس کے پاس آئی تھیں۔ اس نے گہرا سانس لے کر ان کی جانب دیکھا۔

"میں کوشش کرتا ہوں لیکن اب اس سب کا ریکور ہونا بہت مشکل ہے۔ حد سے زیادہ۔"

دروازہ بند کر کے وہ باہر کی جانب بڑھا تو صائمہ نے سر دونوں ہاتھوں میں گرا لیا۔ انہیں اپنے اچھے خاصے پیسے چلے جانے کا بے حد افسوس تھا۔ وہ کرتی تو کیا کرتیں۔۔ جاتی تو کہاں جاتیں۔۔

اور پھر اقبال کا ولیمہ بھی گزر ہی گیا۔ سب مہمان بھی رخصت ہو کر جا چکے تھے۔ اور اب کہ سب اسے وقار کی بہو اور معاذ کی بیوی کی حیثیت سے جان کر گئے تھے۔ ولیمے میں بہت سے لوگوں نے خوشدلی سے اسے ساتھ لگایا، بہت سوں نے معنی خیزی سے سر بھی جھٹکا تھا اور کچھ نے تو بے حد کڑوے جملے بھی کہے تھے لیکن ان سب باتوں سے اب فرق ہی کیا پڑنا تھا۔ جو ہونا تھا وہ تو ویسے بھی ہو چکا تھا۔۔

اگلے دن سب اپنی نارمل روٹین پر واپس آ چکے تھے۔ ہاں البتہ عابد اور رامین کا رویہ رابیل سے کھنچا کھنچا سا تھا۔ اس نے بھی ان پر زور دینا مناسب نہ سمجھا۔ خاموشی سے بس اس نے اس کے گزر جانے کا انتظار کرنا ہی بہتر سمجھا تھا۔ ساتھ بیٹھ کر ناشتہ کرنا تو خیر اب کہ سب گھر والوں ہی نے ترک کر دیا تھا۔ کیونکہ رابیل اور عابد دونوں ہی ایک دوسرے سے چھپ رہے تھے۔ کوئی بھی روبرو بات کرنے کو تیار نہ تھا۔ آہستہ آہستہ ردا اور شزا بھی نارمل ہو کر کالج جانے لگیں، اس کی یونی شروع ہونے میں وقت تھا تو اس نے خود کو مدرسہ میں مصروف کر لیا، زیادہ سے زیادہ وقت قرآن کے ساتھ گزارنا شروع کر دیا، رامین نے خاموشی سے کچن سنبھال لیا اور ایک بار پھر سے سب نارمل ہو گیا۔ لیک کچھ تھا جو نارمل ہونے کے بعد بھی بے حد ابنارمل تھا۔

جب سے اس کا نکاح معاذ کے ساتھ ہوا تھا تب سے وہ ایک بار بھی اس سے ملنے دوبارہ نہیں آیا تھا۔ وہ چاہتی تھی کہ وہ آئے۔۔ گھر والوں کو یقین دلائے کہ اس نے جو بھی کیا اس میں اس کی خوشی شامل تھی۔ وہ اب دوبارہ سے سوالیہ نشان نہیں بننا چاہتی تھی لیکن معاذ نہیں آیا۔۔ نہ ہی تایا کی جانب سے کسی قسم کی خیر خبر کا جواب آیا۔ سب خاموش رہے۔۔ یہاں سے رابطہ کرنے کا مطلب تھا اپنے آپ کو ہلکا کرنا۔۔ جو عابد کرنا نہیں چاہتے تھے۔ وہ ایک بیٹی کے باپ تھے۔۔ وہ اس بیٹی کو مزید ارزاں نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اس نے بھی کوئی ردعمل دینے کے بجائے خاموش رہ کر قبول کرنا ضروری سمجھا۔۔ لیکن پھر جب اس نے اس رات رامین اور عابد کی باتیں سنی تو وہ سن ہو کر رہ گ ئی۔۔

اس رات وہ ان کے کمرے میں بہت دنوں بعد چائے دینے جا رہی تھی۔ اپنی اور ان کی ناراضگی کو ختم کرنے جا رہی تھی کہ ان کے کمرے کے ادھ کھلے دروازے سے آتی باتوں کی آواز پر اس کے قدم ساکت ہو کر رہ گ ئے۔

"صائمہ کا فون آیا تھا مجھے آج آفس میں۔۔"

اس کا دروازہ کھولتا ہاتھ اپنی جگہ پر ساکت ہو گیا۔ دل زور سے دھڑکا۔۔

"کیا کہا انہوں نے۔۔؟"

رامین بھی ان کے لہجے پر پریشان ہو گ ئی تھیں۔

"وہ کہہ رہی تھی کہ رابیل کو طلاق دلوا دو۔۔"

اور ٹرے اس کے ہاتھ میں پل بھر کو لرز کر رہ گ ئی تھی۔ دل اتنا زور سے دھڑک رہا تھا کہ اس کی آواز اسے اپنے کانوں میں سنائی دینے لگی تھی۔۔

"کیا۔۔ دماغ تو نہیں خراب ہو گیا کہیں ان کا۔۔!! پہلے ہماری عزت کا تماشہ بنا کر رکھ دیا اور اب ہمیں ایک بار پھر سے ذلیل کرنے کا موقع تلاش کر رہی ہیں وہ۔ کم از کم اب تو ہمیں چین سے جینے دیں وہ۔۔"

رامین کے لہجے کی نمی آخر میں جیسے رابیل کے اندر تک اتر گ ئی تھی۔ اپنے ماں، باپ کو جانے وہ اور کتنا پریشان کرنے والی تھی۔ سب اس کی وجہ سے کتنا ڈسٹرب ہو گ ئے تھے اور اب یہ پھپھو۔۔۔! آخر انہیں مس ئلہ تھا ہی کیا۔ وہ بے دلی سے پلٹنے ہی لگی تھی لیکن عابد کی اگلی بات پر اسے لگا جیسے کسی نے اس کا سانس روک دیا ہو۔۔

"بھائی صاحب نے اپنے بیٹے کا نکاح ہماری لڑکی سے کر تو دیا ہے رامین، لیکن مجھے لگتا ہے کہ وہ لڑکا اس رشتے کو لے کر راضی نہیں ہے۔ دیکھو ناں۔۔ جب سے نکاح ہوا ہے نہ تو اس نے یہاں آکر اپنی شکل دکھانا ضروری سمجھا اور نہ ہی بھائی صاحب نے دوبارہ کوئی رابطہ کیا۔ میں تو بیٹی والا ہوں۔۔ کیسے منہ اٹھا کر بول دوں کہ میری بیٹی نکاح میں ہے آپ کے بیٹے کے۔ میں ایک آخری بار بات کرونگا بھائی صاحب سے۔۔ اگر تو وہ راضی ہوئے تو ٹھیک نہیں تو میں طلاق کروا دونگا۔۔"

اس نے سفید پڑتے چہرے کے ساتھ بے ساختہ دیوار کا سہارا لیا تھا۔ سر یکدم چکرا یا تھا عابد کی بات سن کر۔ اندر رامین کا بھی یہی حال تھا۔ وہ چند پل تو خاموش رہیں لیکن پھر ان کی بے یقین سی آواز بھی اس کی سماعت سے ٹکرائی تھی۔

”یہ۔۔۔یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں عابد۔۔؟میری بچی پر طلاق کا داغ۔۔کچھ تو خدا کا خوف کریں۔۔“

”خدا کا خوف ہی تو کر رہا ہوں میں۔“

عابد کی تلخ سی آواز نے اس کے اندر رہا سہا مان بھی چھین لیا۔ آنسو بے ساختہ اس کی آنکھوں سے پھسلے تھے۔وہ کیا کرے۔۔یا اللہ وہ کہاں جائے۔۔

”اپنی عزت بچا رہا ہوں میں۔روک رہا ہوں اپنی عزت اچھلنے سے۔اور ویسے بھی کونسا ابیل یہاں سے رخصت ہو کر گ ئی ہے جو اتنا مس ئی لہ بنے گا۔طلاق ہو جائے گی اور صائمہ کو بھی اندازہ ہو گیا ہے کہ اس نے۔۔۔“

لیکن اب اس کی ہمت نہیں مزید کچھ بھی سننے کی۔وہ واپس پلٹی اور لرزتے قدموں سے زینے عبور کرتی کچن میں چلی آئی۔دل اتنا بھاری ہو گیا تھا کہ حد نہیں۔اس نے ٹرے سلیب پر رکھی اور گہرے گہرے سانس لے کر خود کو نارمل کرنے لگی۔کیا وہ کوئی کھلونا تھی کہ جس نے جب چاہا جیسے چاہا اسے چھوڑ دیا اور تھام لیا۔کیا وہ اتنی کمتر تھی۔۔!کب تک وہ ان سب کے ساتھ محاذ پر کھڑی رہے گی۔اور یہ معاذ۔۔اس نے بے دردی سے آنسو رگڑے۔۔غصے سے اسے اور رونا آ رہا تھا۔۔

ایک دفعہ شکل دکھانے سے اس کا کیا جاتا تھا بھلا۔۔!وہ کیوں نہیں یہاں آکر سب کو یقین دلا جاتا کہ اسے اس رشتے سے کوئی مس ئی لہ نہیں۔۔وہ خوش نہیں تو کم از کم وہ راضی ہے۔۔وہ کب تک اسے ایسے لوگوں کے سامنے سوالیہ نشان بنا کر رکھے گا۔۔وہ اس کے ساتھ ایسا کیوں کر رہا تھا۔

اس رات وہ پھر سے اب کہ ٹھنڈے زینوں پر گھٹنوں میں چہرہ دی ئے بیٹھی ہوئی تھی۔ زینے ویسے ہی آدھے تاریک تھے اور آدھے روشن تھے۔۔ رداس کے ساتھ آکر آہستہ سے بیٹھی۔ اس نے چہرہ نہیں موڑا۔ جانتی تھی کہ وہ اسے ایک بار پھر سے تسلی دینے آئی ہے۔

"کیا ہوا ہے رابی۔۔؟ سب ٹھیک ہے ناں۔۔؟"

اس نے گہرا سانس لے کر چہرہ اٹھایا۔ سامنے لاؤنج تاریکی میں ڈوبا ہوا تھا۔ وہ خشک نگاہوں سے اس تاریکی کو دیکھے گ ئی۔

"میری منگنی ٹوٹ چکی ہے، نکاح کسی ایسے شخص سے ہو چکا ہے جسے میں جانتی تک نہیں ہوں، میرے والدین مجھ سے ناراض ہیں، میں ان کے لی ئے بوجھ بنتی جا رہی ہوں، میرے سر پر ہر وقت ایک خوف سا سوار رہنے لگا ہے۔ اپنے مستقبل کا خوف۔۔ میری زندگی میں کچھ بھی ٹھیک نہیں ہو رہا دا۔۔ مجھے لگتا ہے کہ اب کچھ بھی ٹھیک نہیں ہو گا۔۔"

ردا نے بھی دوسری جانب گہرا سانس لیا تھا۔

"اپنے حقوق کے لی ئے تو انسان کو خود ہی آواز اٹھانی پڑتی ہے رابی۔ کوئی بھی آکر سب کچھ تھالی میں سجا کر آپ کے سامنے کبھی پیش نہیں کرے گا۔ اپنے حقوق کی جنگ انسان کو خود لڑنی پڑتی ہے۔ جیسے آپ نے اپنے حجاب کے لی ئے جنگ لڑی ہے۔۔ ویسے ہی اپنے حقوق کے لی ئے بھی لڑیں۔"

اس کی ویران آنکھوں میں ہلکی سی نمی ابھری تھی۔۔

”کوئی بھی مجھے قبول نہیں کرنا چاہتا ردا۔نہ ہی تایا نے پلٹ کر میری خبر گیری کی اور معاذ کو تو رہنے ہی دو۔کوئی بھی مجھ سے خوش نہیں ہے۔کیا میں اتنی بری ہوں۔۔؟“

وہ اس وقت سخت دل برداشتہ تھی جبھی اس طرح کی باتیں کر رہی تھی۔نہیں تو وہ کبھی خود کو یوں ڈی گریڈ نہیں کیا کرتی تھی۔ٹھیک ہے اس کی خوبصورتی آنکھوں کو چندھیایا نہیں کرتی تھی لیکن وہ ایسی بھی نہیں تھی کہ کسی کو پسند ہی نہ آئے۔

”کس طرح کی باتیں کر رہی ہو رابی۔تم بہت اچھی ہو۔جنہیں تم پسند نہیں آرہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم ان کے معیار سے کہیں بہت بلند ہو۔ہر کوئی اگر آپ کو پسند کرنے لگے تو یہ کوئی خاص اچھی بات نہیں ہے۔زندگی میں چند لوگوں کی موجودگی ہی انسان کے لیۓ کافی ہوتی ہے۔۔“

”لیکن میری زندگی میں تو وہ چند انسان ہیں ہی نہیں۔۔“

”ہیں رابیل۔۔تمہاری زندگی میں وہ لوگ ہیں۔معاذ بھائی زیادہ باتیں نہیں کرتے لیکن وہ بہت اچھے ہیں۔میں نے ان سے جتنی تھوڑی بہت بات چیت کی ہے،اس سے مجھے اندازہ ہوا کہ وہ بہت کیئرنگ نیچر کے اچھے سے بندے ہیں۔۔“

اس نے ایک نگاہ ردا پر ڈالی تھی۔برا سا منہ بنا کر۔۔

"کی ئی رنگ اور معاذ۔۔! بالکل بھی کی ئی رنگ نہیں ہے وہ۔ ہمیشہ یوں ہی بات درمیان میں چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔ اگر مجھ سے (ایک پل کو رکی۔۔ یوں ایسے نکاح کا نام لینا بہت عجیب لگ رہا تھا) رشتہ جوڑ ہی لیا ہے تو کم از کم اب آ کر اسے فیس بھی کرے۔ مجھے کیوں اس نے لوگوں کے سوالات کے حوالے کر دیا ہے۔۔"

اسے اندازہ بھی نہیں تھا کہ وہ اس سے ناراض ہے۔ ردا نے مسکرا کر اس کا بازو سہلایا۔۔

"اگر وہ نہیں آ رہا تو تم خود اس سے ملنے چلی جاؤ رابی۔۔"

اس نے چونک کر اس کی جانب دیکھا تھا۔

"کیا مطلب۔۔؟ میں۔۔ نہیں میں کیسے جا سکتی ہوں۔؟"

"کیوں۔۔؟ تم کیوں نہیں جا سکتیں۔۔؟"

"مطلب میں خود اس رشتے کے بارے میں بات کرنے کے لی ئے وہاں پہنچ جاؤں!۔ کیا اسے اندازہ نہیں ہے ہمارے مابین رشتے کا۔۔؟"

اسے ردا کا آئی یڈیا بالکل بھی پسند نہیں آیا تھا۔ وہ کیسے منہ اٹھا کر جا سکتی تھی۔۔

"رابی۔۔ یہ رشتہ تمہارے لی ئے ہر چیز سے زیادہ اہم ہونا چاہی ئے۔ مضبوط بنو۔ اپنے حق کے لی ئے بات کرنا سیکھو۔ کسی بھی تیسرے بندے کے بات کرنے سے پہلے معاذ بھائی سے خود بات کرو۔ رشتے کبھی بھی یوں دب کر اور چھپ کر پروان نہیں چڑھتے۔ رشتوں کو مضبوط کرنے کے لی ئے بات کرنی پڑتی ہے۔ ہاں یا نہ کہہ کر دو ٹوک

جملوں کا تبادلہ کرنا پڑتا ہے۔ یہ ایسے نہیں ہوتا کہ اپنی جھجک میں آکر تم رشتوں کی بابت بات ہی نہ کرو۔ بابا، پھپھو یا پھر ارحم بھائی کے بات کرنے سے پہلے تمہیں خود معاذ بھائی سے بات کرنی چاہیئے۔"

ردا کہہ کر آہستہ سے اٹھ کھڑی ہوئی تو وہ بھی جیسے اپنے خیالات سے چونکی۔ وہ کیوں معاذ سے خود بات نہیں کررہی۔۔؟ وہ کیوں کسی دوسرے یا پھر تیسرے بندے کے انتظار میں ہے۔۔؟ وہ جو بالکل ٹو دی پوائنٹ بات کرنے والا تھا کیا اسے کسی بھی طرح یوں درمیان میں لٹکائے گا۔؟ اور اس سوال کا جواب ایک زوردار "نہیں" تھا۔ معاذ ایسا بندہ تھا ہی نہیں۔ وہ آر یا پار والا انسان تھا۔ جو ٹھیک ہے ٹھیک ہے اور جو ٹھیک نہیں ہے وہ ٹھیک نہیں ہے۔ وہ تاویلیں اکھٹی کرنے والا انسان تھا ہی نہیں۔

اسے یقیناً اس سے بات کرنی چاہیئے۔ کسی کے بھی بات کرنے سے پہلے۔۔ ہاں ضرور۔۔ زینوں سے اتر کر اب کہ وہ اپنے کمرے کی جانب بڑھ رہی تھی۔ اسے اس تاریک کہف میں ہلکا سا نور دکھا تھا۔ درست سمت کی جانب اشارہ کرتا ہوا نور۔۔ اور اسے اس نور کو تھامنا ہی تھا۔۔ کیونکہ وہ کہف تو آج بھی اتنا ہی تاریک تھا جتنا کئی سالوں پہلے تھا۔۔

عصر کی نماز کے بعد اس نے سیاہ عبائے پر ہی سیاہ حجاب لپیٹا اور گھر سے باہر نکل آئی۔ صرف ردا جانتی تھی کہ وہ اس وقت کہاں جا رہی ہے۔ آدھے گھنٹے کی مسافت پر ہی تایا کا گھر تھا۔ اسے حیرت بھی ہوئی۔ ان کے اتنے قریب رہنے کے باوجود بھی وہ کبھی بھی ان کے گھر نہیں آئی تھی۔ ایڈریس اسے ہمیشہ سے پتہ تھا لیکن اس نے کبھی

یہاں آنے کے بارے میں سوچا ہی نہیں تھا۔ گھر کے باہر ڈرائیور نے گاڑی روکی تو وہ چونکی۔ ایک نگاہ باہر ڈالی اور پھر گہرا سانس لیتی گاڑی سے نکل آئی۔

اگر جو معاذ بھی گھر میں ہوا تو وہ اس سے آج کے آج ہی بات کر لے گی۔ ہاں ابھی کہ ابھی۔۔ لیکن وہ اس سے بات کرے گی کیا۔۔؟ وہ اس سے کہے گی کیا۔۔؟ ایک ساتھ ہی اس کے دل میں خالی پن سا اترنے لگا تھا۔ گھر کا دروازہ پار کرنے سے پہلے ایک چھوٹا سا باغیچہ بنا ہوا تھا۔ وہ زیادہ بڑا لان نہیں تھا لیکن اس کی تراش خراش پر بہت توجہ دی گئی تھی اسی لیے وہ اس قدر پر کشش لگ رہا تھا۔ اس نے سامنے کھڑے سبز بیلوں سے ڈھکے اس گھر کو دیکھا۔ وہ گھر بہت بڑا نہیں تھا۔۔ لیکن اسے اس گھر سے عجیب سی اپنائیت محسوس ہوئی تھی۔ اس نے دروازہ کھٹکھٹایا۔۔ چند لمحے دھڑکتے دل کے ساتھ باہر ہی کھڑی رہی۔ پھر ہلکی سی آواز کے ساتھ دروازہ کھلا۔ سامنے ہی وقار تایا کھڑے تھے۔ اسے دیکھ کر بے حد حیران ہوئے۔۔ پھر خوشگوار سی مسکراہٹ کے ساتھ اسے اندر آنے کا کہا۔

وہ اندر چلی آئی۔ سامنے ہی ایک چھوٹا سا سفید ٹائلز والا داخلی برآمدہ تھا۔ ایک جانب کو کرسیاں اور میز لگی تھیں۔ اندر کو جاتی ایک راہداری تھی جس سے گزر کر آگے کا لاؤنج نظر آتا تھا۔ وہ خاموشی سے ہر جانب دیکھتی تایا کے پیچھے چلی آئی۔۔

”تم آ رہی تھیں تو مجھے بتا دیتیں۔۔ مل کر کچھ اچھا سا پکا لیتے۔۔“

”تکلف میں مت پڑیں تایا۔۔ میں کھا کر آئی ہوں۔۔“

"ارے۔۔ میری بیٹی پہلی دفعہ اپنے گھر آئی ہے۔ اتنا تکلف تو خیر بنتا ہی ہے۔ اور ویسے بھی تکلف کیسا۔۔؟ یہ اپنا گھر ہے تمہارا۔۔ جب چاہے آؤ اور جو چاہے پکا کر کھاؤ۔۔"

وہ آخر میں ہنسے۔۔ انہیں جیسے اپنی ہی بات نے مزہ دیا تھا۔ لیکن رابیل کو ان کی ہنسی اس سمے بہت نم محسوس ہوئی تھی۔ ان کی آنکھوں کا گلابی پن ان کے کافی دیر تک رونے کا غماز تھا۔ اس نے آس پاس نگاہ گھمائی۔ ایل ای ڈی کے ساتھ ہی ایک تصویر رکھی تھی۔ ایک انتہائی مکمل تصویر۔ اس نے آگے بڑھ کر اس تصویر کو اٹھایا۔۔ نگاہوں کے قریب کر کے اسے دیکھا۔

دوپٹے کے ہالے میں دمکتا ان کا چہرہ اس وقت پوری طرح سے جگمگا رہا تھا۔ گود میں ایک بچہ تھا، شاید معاذ اور ساتھ ہی جوان سے وقار تایا ڈنر سوٹ میں ملبوس کھڑے تھے۔ اس نے ایک پل کو سر اٹھا کر وقار کی جانب دیکھا۔ اسے ان کی آنکھوں میں اب کہ نمی تیرتی ہوئی محسوس ہوئی تھی۔

"یہ۔۔ یہ حبیبہ تائی ہیں ناں۔۔؟"

اسے اندازہ تھا پھر بھی اس نے پوچھ ہی لیا۔ وقار نے بہت سے آنسو اندر اتار کر اثبات میں سر ہلایا تھا۔

"بہت خوبصورت ہیں۔۔"

ایک بار پھر سے تصویر کو دیکھتے اس نے آہستہ سے کہا تھا۔

"بیٹھو ناں بچے۔۔ میں تمہارے لیے۔۔"

اور وہ کچن کی جانب بڑھنے ہی لگے تھے کہ اس نے انہیں روک لیا۔ ہاتھ سے پکڑ کر انہیں صوفے تک لے آئی۔ وہ گیلی آنکھوں سے اسے دیکھے جا رہے تھے۔

"آپ کیسے ہیں تایا۔۔؟ معاذ کہاں ہے۔۔؟ اور آپ دوبارہ آئے کیوں نہیں۔۔ نہ کوئی خیر نہ خبر۔۔ کوئی بات بری لگی ہے کیا آپ کو۔۔؟"

اس نے ان کا چہرہ جانچتے ہوئے نرمی سے پوچھا تھا۔ وہ مسکرائے۔۔ پھر آنکھیں رگڑیں۔۔

"ارے بچے پچھلے کئی دنوں سے ریسٹورینٹ کی رینوویشن کا کام چل رہا تھا اسی لیئے بالکل بھی وقت نہیں مل سکا مجھے اور معاذ کو۔۔ وہ بھی اس کام میں تب سے بہت بزی ہو گیا تھا۔۔"

اوہ۔۔ اس کے دل سے یکدم بوجھ ہٹا تھا۔

"اور ابھی کہاں ہے معاذ۔۔؟"

"ریسٹورینٹ میں ہے۔۔۔"

بہت آہستگی سے جواب دیا تھا انہوں نے اسے اس کی بات کا۔۔

"کب تک آئے گا۔۔؟"

اور وقار کو اب کہ سمجھ نہیں آیا کہ اسے کیا جواب دینا چاہیئے۔ چند پل کچھ سوچتے رہے، پھر ایک فیصلہ کر کے سر اٹھایا۔۔

"تم ہمارے گھر کا حصہ ہو اسی لیئے اب تم سے کسی بھی بات کو چھپانا زیادتی ہو گی۔"

وہ ایک پل کو رکے۔ رابیل انہیں ہی دیکھ رہی تھی۔

”معاذ آج گھر نہیں آئے گا۔۔“

”کیا۔۔!! لیکن کیوں۔۔؟“

”آج حبیبہ کی برسی ہے رابیل۔۔“

اور اس پر اگلے ہی پل جیسے گھڑوں پانی پڑ گیا تھا۔ کچھ لمحے وہ خالی خالی سی تایا کو دیکھے گ ئی۔ اسی لی ئے ان کی آنکھیں گلابی تھیں۔۔ اسی لی ئے وہ روتے رہے تھے۔

”لیکن۔۔ وہ اتنی سرد رات میں باہر کیا کرے گا تایا۔۔؟“

انتیس نومبر کی رات معاذ احمد پر بھاری تھی اسے اب سمجھ آیا تھا۔

”مجھے نہیں پتہ۔۔ لیکن وہ اس دن گھر نہیں آتا۔۔ جانے کہاں ہوتا ہے۔۔ میں نے بارہا پوچھا بھی لیکن وہ مجھے نہیں بتاتا۔“

وہ شکستہ سے بولتے ہوئے اسے اس وقت بہت کمزور لگے تھے۔

”معاذ کے ساتھ پچھلے سالوں میں کیا ہوا تھا تایا کیا آپ مجھے بتا سکتے ہیں۔۔؟“

اس نے بے اختیار تصویر ایک جانب رکھی اور آگے ہو کر بیٹھی۔ اسے اس کے بارے میں سب جاننا ہی تھا۔ تایا نے چشمہ ہٹا کر آنکھوں میں پھیلتی دھند صاف کی تھی۔ پھر چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا۔

”تم کچھ کھا تو لو رابیل۔۔“

”مجھے کچھ نہیں کھانا ہے تایا۔۔ آپ بس مجھے یہ بتائیں کہ آخر پچھلی زندگی میں معاذ کے ساتھ ایسا کیا ہوا تھا کہ وہ اتنا زخمی ہے۔اس قدر تلخ ہے۔۔ میں جاننا چاہتی ہوں تایا۔۔ پلیز مجھے سب بتائیں۔۔“

اور وقار نے لمحے بھر کو گہرا سانس لے کر اسے دیکھا تھا۔واپسی پر گاڑی میں بیٹھتے وقت عشاء کا گہرا اندھیرا ہر سو پھیلنے لگا تھا۔وہ تیزی سے گاڑی میں آکر بیٹھی اور کب کے رکے آنسوؤں کو بہنے دیا۔ڈرائیور اب گاڑی سڑک پر دوڑا رہا تھا۔اور رابیل۔۔ وہ سر ٹکائے کھڑکی سے باہر دیکھتی خاموشی سے رو رہی تھی۔

”جب مجھے وہ اس رات فٹ پاتھ پر ملا تو بہت بدل گیا تھا۔اس کے ہاتھ میں ریوالور تھا۔۔ حلیہ عجیب سا تھا۔۔ نگاہیں بدل گئی تھیں۔۔ وہ اس سارے عرصے میں بہت سے گناہ کر چکا تھا رابیل۔۔ وہ حبیبہ کا معاذ رہا ہی نہیں تھا۔وہ سب کچھ بھول گیا تھا۔۔ وہ حبیبہ کا پڑھایا گیا ہر سبق بھول چکا تھا۔۔“
وہ دکھتے دل کے ساتھ ان کی باتیں یاد کر رہی تھی۔

”اس نے پچھلے کئی سالوں سے قرآن کو ہاتھ تک نہیں لگایا ہے۔۔ وہ اپنا حفظ کیا قرآن بھول گیا رابیل۔۔“
اس کی آنکھ سے دوسرا آنسو ٹوٹ کر گرا تھا۔ قرآن کو پا کر کھو دینے کی اذیت بہت زیادہ تھی۔۔ اس کا دل کٹنے لگا۔۔

”اس نے اس ایک سال کے عرصے میں اتنے بھتے وصولے تھے کہ آخر میں تو اسے گنتی بھی بھول گئی تھی۔ اسے اپنا نام تک بھول گیا تھا۔کچھ بھی یاد نہ تھا اسے۔کچھ بھی نہیں۔۔ اپنے غم کو کچلنے کا اس سے بہتر طریقہ شاید

اس کے پاس تھا ہی نہیں۔۔ وہ خود کو بھلا دیتا تبھی تو حبیبہ کو بھلا سکتا تھا اور اس نے وہ ہی کیا۔ اس نے حبیبہ کے معاذ کو بھلا دیا۔۔ جس لڑکے نے کھڑے ہو کر نمازیں پڑھانی تھیں اس نے جرم کی دنیا میں تاریکی کو چن لیا۔۔"

آنسو بہتے ہوئے اس کے رخساروں پر پھسل رہے تھے۔ اور وہ اس پانی کو اب کہ روک دینے پر قادر نہیں تھی۔

"دنیا نے حبیبہ کو اس سے چھین لیا تو معاذ نے معاذ ہی کو خود سے چھین لیا۔۔"

اس کی گاڑی اب کہ ایک ریسٹورینٹ کے باہر رکی تھی۔ وہ آہستہ سے باہر نکل آئی۔

"میں نے اس سے کہا کہ کیا تم اپنا قرآن واپس نہیں لینا چاہتے تو جانتی ہو اس نے مجھے کیا کہا تھا۔۔؟"

وہ آہستگی سے قدم اٹھاتی آگے بڑھنے لگی تھی۔۔

"اس نے کہا کہ قرآن کو چھوڑ کر وہ اب کہ پرسکون ہو گیا ہے۔ حالانکہ وہ پرسکون نہیں ہوا تھا رابیل۔۔ وہ تو کچھ محسوس ہی نہیں کر پا رہا تھا۔ اور اس نا محسوس ہونے والی اذیت کو وہ سکون سے تشبیہ دے رہا تھا۔۔ میرا معاذ مجھ سے کھو گیا تھا۔۔"

اس نے آگے بڑھ کر شیشے کا دروازہ دھکیلا۔ اندر کا نرم گرم سا ماحول ویسا ہی تھا۔ لوگ الگ الگ بیٹھے کھانا کھا رہے تھے۔ رات گہری ہونے کے باعث اب کہ آہستہ آہستہ رش بھی چھٹ رہا تھا۔ شیشوں سے ڈھکا وہ ریسٹوینٹ بلاشبہ بہت خوبصورت تھا۔

”میں اسے زبردستی اس تاریک دنیا سے نکال لایا۔ بہت سے دوستوں کے اثر و رسوخ کے باعث میں اس میں کامیاب تو ہو گیا لیکن رابیل میں معاذ کو دوبارہ قرآن کی جانب نہیں لا سکا۔ وہ نماز پڑھتا ہے لیکن اس نے قرآن چھوڑ دیا۔ اس نے اسے بھلا دیا۔۔“

اس نے قدم ذرا آگے بڑھائے۔ ریسٹورینٹ کا کچن سامنے ہی تھا۔ اس کے آگے ن ئی ے طرز کے لکڑی کے دروازے نصب تھے۔ بہت سے ویٹرز ہاتھوں میں طشتریاں لی ئے آ جا رہے تھے۔ اس نے بھی قدم اسی جانب کو بڑھائے۔۔

”میں نے حبیبہ کے بعد معاذ کو بھی کھو دیا تھا۔ اور اس سب کا ذمہ دار میں خود ہی ہوں۔ میرے ایک غلط فیصلے نے میرے گھر کی ساری خوشیاں مجھ سے چھین لیں۔ وہ گھر جس میں ہر لمحہ سکینت رہا کرتی تھی۔ اس گھر میں اب کہ صرف وحشت رہنے لگی تھی۔“

اس نے دروازہ دھکیلا اور پھر وہ اسے سامنے ہی نظر آ گیا۔ اس کے آس پاس زندگی میں پہلی بار گھنٹی سی بجی تھی۔ مدھر سی گھنٹی۔۔ وہ جو آستینیں کہنیوں تک لپیٹے۔۔ گردن جھکائے۔۔ ماتھے پر گرے بالوں سے بے نیاز۔۔ خاموشی سے مصالحہ بھون رہا تھا۔۔

زندگی میں پہلی بار اسے دیکھ کر وہ لمحے بھر کے لی ئے ساکت ہوئی تھی۔ کیونکہ اس گھنٹی کی آواز اب بھی کہیں پیچھے سے آ رہی تھی۔ وہ دروازے میں کھڑی خاموشی سے اسے دیکھے گ ئی۔ اس لڑکے نے اپنی زندگی میں بہت کچھ کھو دیا تھا۔ یہاں تک کہ اپنا آپ بھی۔۔ اس کا دل ایک بار پھر سے دکھا تھا۔ اسی پل معاذ نے کچھ محسوس کر کے

سر اٹھایا اور پھر اگلے پل وہ اسے دروازے میں کھڑا دیکھ کر حیران رہ گیا۔ رابیل اس کے دیکھنے پر بھی خاموشی سے اسے دیکھے گ ئی تھی۔ ک ئی لمحے آۓ اور گزر گ ۓ۔ دو نفوس ٹکٹکی باندھے ایک دوسرے کی جانب دیکھ رہے تھے۔۔ اور پھر اگلے ہی لمحے۔۔ وہ اس کی جانب بڑھ گ ئی تھی۔

اس نے ک ئی انسانوں کو اپنے ہاتھ میں لی ۓ گ ۓ اس تمانچے سے زخمی کیا تھا۔ ک ئی لوگوں کو اس نے خوفزدہ کر کے ان سے بھتے وصولے تھے۔ وہ ایک طرح کا مافیا راج ہی تھا۔ مافیا عموماً پورے پورے گھرانوں سمیت کام کرتے ہیں لیکن اس علاقے کا باس صرف سلطان میر تھا۔ یہ اس کا علاقہ تھا۔۔ اس کے علاقے کا مطلب تھا کہ یہاں وہ دھندا کر سکتا تھا کوئی اور نہیں۔۔ اس علاقے کی حدود میں وہ بھتہ وصول سکتا تھا کوئی اور یہاں آ کر پر نہیں مار سکتا تھا۔ شروع شروع میں اسے ان کی سیاستیں، ان کے انداز اور ان کی باتیں سمجھ نہیں آیا کرتی تھیں لیکن جیسے جیسے اس نے ان کے ساتھ وقت گزارنا شروع کیا، اسے ان کی باتیں سمجھ آنے لگیں، اسے ان کے ذو معنی سے جملے ڈی کوڈ کرنے آگ ۓ۔ اسے ان کے اشارے سمجھ میں آنے لگے تھے۔ اس نے گنز چلانا سیکھ لیں، ہر گن کو ہینڈل کرنے کا ایک خاص طریقہء کار ہوتا ہے اور اس نے ہر اس طریقہء کار کو جاننا چاہا جس سے وہ ان گنز کو با آسانی ہینڈل کر سکتا۔

سلطان کو اس سے خاص قسم کی اپنائیت تھی۔ وہ اس کی خالی خالی نظروں سے کبھی کبھار حیران رہ جایا کرتا تھا۔ چودہ سال کی عمر میں وہ اس قدر سپاٹ تھا کہ بڑے بڑے عمر رسیدہ لوگوں کی سنجیدگی اس کے سپاٹ سے تاثر کے

آگے مات کھا جایا کرتی تھی۔ اسی اپنائی یت اور لگاؤ کا نتیجہ تھا کہ سلطان نے اسے کبھی فرنٹ لائی ین پر آنے ہی نہیں دیا۔ اسے ڈر تھا کہ وہ کبھی کسی بھی طرح سے پولیس کی تحویل میں آسکتا ہے یا پھر سامنے رہنے پر وہ بہت سوں کی نظروں کا مرکز بن سکتا ہے۔ سو اسے ہمیشہ اسٹیج کے پیچھے کا کام دیا گیا۔ اسے لوگوں کے اثاثہ جات کو چھاننے، ان کی آف شیور کمپنیز کو کھنگالنے اور پھر ان کی کمزوریاں اکھٹی کرنے کے لی ئے رکھا گیا۔ پچھلے ایک سال کے عرصے میں اس نے اتنے لوگوں کی زندگیاں کھنگال لی تھیں کہ اسے اب کہ ان کے نام بھی بھول گ ئے تھے۔ زندگیاں کھنگالتے کھنگالتے اسے اندازہ ہوا کہ جو جیسا ہے وہ ویسا نہیں ہے۔ جو جیسا دکھتا ہے وہ ویسا ہوتا نہیں ہے۔ لوگ جو ہوتے ہیں وہ نظر نہیں آتے اور جو نظر آتے ہیں وہ ہوتے نہیں۔ لوگوں کے ظاہری حلیوں کو دیکھ کر اندازہ لگانا مشکل تھا کہ کس کے اندر کونسا جانور سانس لے رہا ہے۔ اس نے عرصے تک لوگوں کو اس طرح جج کیا تھا۔۔ اسی ججمینٹ کی وجہ سے ک ئی دفعہ اسے اپنے کام میں ناکامی کا سامنہ کرنا پڑا۔ وہ حیران رہ جاتا کہ اس قدر اختلاف آخر لوگوں کے ظاہر اور باطن میں ہو کیسے سکتا ہے۔۔ لیکن پھر اس تاریک دنیا میں رہ کر اسے اندازہ ہو ہی گیا کہ انسان نامی مخلوق کیا چیز ہوتی ہے۔ اس کی کتنی پرتیں ہیں اور وہ کتنی گہری تہوں کے بعد جا کر کھلتا ہے۔

"انسان بہت خوفناک مخلوق ہے معاذ۔۔ اس دنیا کی سب سے خوفناک مخلوق۔۔ انسان کبھی ویسے نہیں ہوتے جیسے نظر آتے ہیں، انہیں کبھی ان کے ظاہری حلیوں سے جج نہیں کیا کرتے۔ کون اپنے اندر کون سی جنگ لڑ رہا ہے اور کون اندر جنگ جیت چکا ہے، تمہیں اس کا اندازہ کبھی نہیں ہو گا۔"

اس کے کام کے تین اصول تھے۔ پہلا، لوگوں کے بول پر کبھی یقین نہ کرنا، دوسرا، انہیں اپنے ارادوں سے کوسوں دور رکھنا اور تیسرا، ہمیشہ اپنی کمزوریوں کی حفاظت کرنا۔

عرصہ ہوا اس نے لوگوں کی زبان پر اعتبار کرنا چھوڑ دیا تھا۔ لوگ جو کہتے تھے وہ سچ یا جھوٹ کی آمیزش کا ایک پیالہ ہوا کرتا تھا اس کے علاوہ کچھ نہیں۔ اس تاریکی میں رہ رہ کر اسکا اپنا وجود بھی آہستہ آہستہ اس تاریکی کا حصہ بنتا جا رہا تھا۔ اس نے نمازیں چھوڑ دی تھیں، قرآن کے بارے میں تو کبھی اس نے دوبارہ سوچنے کی جرأت ہی نہ کی تھی۔

اس میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ اپنے یاد کیے گئے قرآن کی ایک آیت بھی پڑھ سکتا۔ اس نے اس عرصے میں اس معاذ کو کھو دیا تھا جو قرآن پڑھا کرتا تھا، قرآن پڑھنے کا حق رکھتا تھا اور قرآن سے دنیا روشن کرنے کی امنگ لیے زندہ تھا۔ اب کا معاذ تو بس خاموشی سے دیوار کے ساتھ کمر ٹکائے، سیاہی میں گھورتا رہتا۔ اس کا بولنا نہ بولنے کے برابر ہو گیا۔ کوئی اس سے سوال کرتا تو وہ جواب دے دیتا اور بس۔۔ اس سے آگے اسے باتیں کرنے کا کوئی شوق نہیں تھا۔ اسے لوگوں میں دلچسپی نہیں تھی۔

کئی دفعہ اس نے اپنے آپ کو ان لوگوں سے بدلہ لینے سے روکا جس نے اس کی زندگی برباد کی تھی۔ اس کا بس چلتا تو وہ ایک ایک کو ختم کر دیتا۔ وہ ان میں سے ایک ایک کی لاشیں بچھا دیتا لیکن وہ ایسا نہ کر سکا۔ وہ ایسا نہیں کر سکتا تھا۔ اسے وہ آخری یخ سا لمس اب تک یاد تھا۔ اسے سب کچھ بھول گیا تھا لیکن وہ آخری نصیحت۔۔ وہ کہیں اس کے اندر تک گڑ گئی تھی۔۔ صائمہ کے بارے میں جتنی معلومات اس کے پاس تھی شاید ہی کسی کے پاس ہو سکتی تھی۔

وہ جانتا تھا کہ ان کی شادی ہو چکی ہے اور اس شادی کے بعد ان کی اولاد نہ ہونے کے باعث طلاق بھی ہو چکی ہے۔ دوسری شادی کوئی خاص دھوم دھام سے نہیں کی گئی کیونکہ اب کہ شادی ان سے عمر میں کافی بڑے انسان سے ہو رہی تھی۔ عباد کا بارہ سالہ بیٹا بھی تھا۔ اسے اس کے سوتیلے بیٹے کا نام تک پتہ تھا۔ اس کا نام ارحم تھا۔ وہ صائمہ کا سوتیلا بیٹا تھا۔۔ ساری زندگی جن سوتیلے رشتوں سے انہوں نے نفرت کی تھی اب خدا نے ان کی زندگی میں ایک سوتیلی اولاد ڈال دی تھی۔ وہ لڑکا معاذ سے ایک سال چھوٹا تھا۔ اس نے خود کو روک رکھا۔۔ اس نے اس لڑکے کو نقصان پہنچانے سے خود کو باز رکھا۔۔ اسے انہیں معاف کرنا تھا۔۔ اگر اس نے انہیں معاف نہیں کیا تو وہ اس بڑے دن میں اپنی ماں کو کیا منہ دکھائے گا۔۔؟ وہ کیسے ان کا سامنہ کرے گا۔۔ لیکن انہیں معاف کرنا۔۔ انہیں ان کی سیاہ کاریوں پر معاف کرنا اس کے بس میں تھا ہی نہیں۔ کبھی کبھی وہ سختی سے مٹھی بھینچے خود کو ان ساری زہریلی سوچوں سے بچانے کی کوشش کرتا تو سلطان اس کے ساتھ آ بیٹھتا۔

اس کی پیٹھ تھپکتا۔۔ اسے بہلاتا۔۔ وہ اسے جانتا تھا۔ وہ اسے جاننے لگا تھا۔۔ اس کے ہر انداز کو پہچاننے لگا تھا۔ لیکن پھر ایک دن وہ ہوا جس کے بعد معاذ شعروای کی زندگی گویا چلتے چلتے رک سی گئی۔

وہ حسبِ معمول، جینز کی جیب میں گن اڑسے، چہرے پر نقاب چڑھائے، اپنے ایک ساتھی کا انتظار کر رہا تھا۔ یکایک اس کے کانوں میں ایک آواز سی گونجی۔ وہ ماں اور بیٹا تھے جو سڑک کے اس پار سے گزر کر اس طرف کو

آرہے تھے۔ ماں پورے برقعہ اور نقاب میں تھی، ساتھ بیٹا بارہ سال کا تھا۔ اس کے بے داغ سے سفید شلوار کرتے کو دیکھتے وہ گم صم سا ہو گیا۔۔ کچھ چمکا تھا اس کی یادداشت میں۔۔

"تم نے مجھے وہ سورہ سنانی ہے جو تم کل اپنے کمرے میں حفظ کر رہے تھے۔"

ماں نے گردن جھکا کر بیٹے سے کہا تھا۔ بیٹے نے برا سا منہ بنا کر چہرہ اوپر کو اٹھایا۔ اس کے اندر کچھ ڈوبنے لگا تھا۔

"آپ کو میرا قرآن پڑھنا اتنا پسند کیوں ہے۔۔؟"

وہ اب کے چلتے چلتے اس کے قریب سے گزرنے لگے تھے۔ معاذ بنا پلکیں جھپکائے، سکڑتے دل کے ساتھ ان دونوں کو دیکھے گیا۔

"کیونکہ میرا بیٹا جتنا قرآن پڑھے گا، اتنا ہی اس کے حصے کے اجر کا ایک حصہ مجھے بھی ملے گا۔ مجھے وہ حصہ چاہیئے۔۔ ایک بار نہیں۔۔ بار بار چاہیئے۔۔"

اس کی قدم لڑکھڑائے تھے۔ آنکھیں گلابی پڑنے لگیں۔ معاذ احمد شعراوی بہت عرصے بعد لڑکھڑایا تھا۔ یکایک دوسری جانب سے ایک نقاب پوش ان دونوں کی جانب بڑھا۔ وہ اس کا ساتھی تھا اور اکثر خود کا پیٹ پالنے کے لیئے وہ یوں سڑک پر چلتے لوگوں کو لوٹ لیا کرتے تھے۔ چند لمحوں کا کھیل تھا۔۔ چند ساعتوں کا تعین تھا۔۔ اس کے ساتھی نے اس عورت پر بندوق تانی تو اس کی کنپٹیاں جل اٹھیں۔۔ وہ کسی بھی بات کی پرواہ کیئے بغیر آگے بڑھا اور اپنے ساتھی کو گریبان سے پکڑ کر پیچھے دھکیلا۔۔ ماں اور بیٹا اس آفتاد پر ڈر کر پیچھے ہٹے تھے۔ بچہ خوفزدہ ہو کر ماں سے لپٹ گیا تھا۔ اس نے اپنے ساتھی کو پیچھے کی جانب گھسیٹا اور اسے ان سے دور کیا۔۔

منظر بدلنے لگا۔۔ وہ لاؤنج میں بیٹھا روتے ہوئے ان سے بھیک مانگنے لگا تھا کہ اس کی ماں کو چھوڑ دیا جائے۔۔ سب منظر آپس میں گڈمڈ ہو رہے تھے۔ اسے کچھ سجھائی نہ دیتا تھا کہ وہ کیا کر رہا ہے۔ ایک زوردار مکا اس نے اس کے منہ پر مارا تو وہ لڑکھڑا کر پیچھے ہوا۔ اس کا ساتھی اس کے ایسے ردعمل پر حیرت سے اسے دیکھ رہا تھا۔۔ معاذ اس عورت کی جانب گھوما۔۔ وہ گیلی آنکھوں سے اسے ہی دیکھ رہی تھیں۔

"آپ۔۔ آپ ٹھیک تو ہیں۔۔؟"

لیکن عورت نے اسے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کا حلیہ ہی ایسا تھا کہ وہ خوفزدہ ہو کر اپنا بیٹا لیے وہاں سے بھاگ گئی ہیں۔ وہ انہیں دور جاتا ہوا دیکھے گیا۔ دھندلی سی نمی سارے منظر دھندلانے لگی۔۔

رات میں وہ اپنے کمرے کی دیوار سے کمر ٹکائے، سر جھکا کر بیٹھا تھا۔۔ یکایک سلطان اس کے ساتھ آ بیٹھا۔ اس نے سر نہیں اٹھایا۔۔

"اکبر بتا رہا تھا کہ تم نے مارا ہے اسے۔۔"

"مجھے جو ٹھیک لگا میں نے کیا۔۔"

اعمال کی وضاحتیں دینا تو اس نے عرصہ ہوا چھوڑ دیا تھا۔ لوگ صرف انہی باتوں پر یقین کرتے ہیں جن پر یقین کرنا چاہتے ہیں، کوئی کبھی بھی آپ کی وضاحتوں پر یقین نہیں کرتا۔ اس نے بھی ایک سے دوسری بات کرنا خود پر حرام کر رکھا تھا۔

"کیوں خود کو تکلیف دیتے ہو۔۔؟"

اس کی بات پر اس کے چہرے ہر تلخ سی مسکراہٹ ابھری تھی۔۔

"جو تکلیف ملنی ہوتی ہے، وہ مل کر رہتی ہے۔۔"

"جو تکلیف ملنی ہوتی ہے۔۔وہ واقعی مل کر رہتی ہے۔۔بلاشبہ۔۔"

اسے اس سے کوئی اختلاف نہ تھا۔

"لیکن معاذ میں چاہتا ہوں کہ تم یہاں سے دور چلے جاؤ۔۔بہت دور۔۔"

"کسی نے کچھ کہا ہے کیا تم سے۔۔؟"

اس نے تیزی سے اس کی بات کاٹی تھی۔سلطان نے لمحے بھر کو گہرا سانس لیا۔۔پھر اس کی سرمئی آنکھوں میں اپنائیت سے دیکھا۔۔

"تمہارے بابا کے بہت سے بڑے بڑے دوستوں نے مجھ سے رابطہ کرنے کی کوشش کی ہے۔اور ان سب کا مطالبہ یہی ہے کہ میں تمہیں چھوڑ دو۔تم جانتے ہوناں کہ اگر میں نہیں چاہونگا تو تم یہاں سے نہیں نکل سکتے۔۔کبھی بھی کوئی بھی تمہیں یہاں سے نہیں نکال سکتا چاہے کتنا بھی اثرورسوخ رکھتا ہو وہ لیکن میں۔۔میں چاہتا ہوں کہ تم یہاں سے کہیں بہت دور چلے جاؤ۔۔"

اسے اس کے لہجے سے تکلیف ہوئی تھی۔۔

"تم مجھ پر ترس کھا رہے ہو۔۔!جانتے ہوناں مجھے نفرت ہے ایسے لوگوں سے۔۔"

"میں تم پر ترس نہیں کھا رہا معاذ۔ تم معذور یا پھر کسی بھی طرح کمزور نہیں ہو کہ تم پر ترس کھایا جائے۔ تم ایک مضبوط لڑکے ہو۔ تم ایک اچھے بیٹے ہو۔۔ تمہاری اس تاریک دنیا میں کوئی جگہ نہیں۔۔"

اس نے تلخی سے سر جھٹکا۔۔

"میں بالکل بھی اچھا بیٹا نہیں ہوں"

"اگر اچھے نہیں ہوتے تو اب تک وہ سب قبروں میں ہوتے جنہوں نے تمہاری خوشیوں کو قبروں کی راہ دکھائی ہے۔۔"

اس نے بے ساختہ سر اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔

"تم ایک اچھے بیٹے تھے، اچھے بیٹے ہو اور اچھے بیٹے رہو گے۔ میں چاہتا ہوں کہ تم یہاں سے چلے جاؤ۔ جانتے ہو، ہم جیسے ان جرم کی تاریکیوں کو ہینڈل کرنے والے کہیں نا کہیں اندر اس خواہش کے ساتھ زندہ ہوتے ہیں کہ کاش ہم بھی اس عذاب سے نکل سکیں۔۔ ان گناہوں کے دلدل سے خود کو آزاد کروالیں لیکن معاذ۔۔"

اب کہ اس نے اس کی جانب دیکھا تھا۔۔

"انسان ہر گناہ سے نہیں نکل سکتا۔۔ وہ چاہے تب بھی نہیں۔ میں تمہیں ایسی کسی اذیت میں نہیں دیکھنا چاہتا تم چلے جاؤ یہاں سے۔۔ مجھ سے غلطی ہو گئی جو میں تمہیں یہاں لے آیا۔ تم یہاں کے لیے نہیں بنے۔ اندر ہی اندر کہیں میں بھی تمہارے والد کا انتظار کر رہا تھا۔ تمہارے یہاں آنے کے عرصے سے ہی میں چاہتا تھا کہ تم یہاں سے چلے جاؤ۔"

اور اس رات اسے پھر سے یاد نہیں تھا کہ وہ کن راستوں پر چل رہا ہے۔ فٹ پاتھ کے ساتھ لگ کر بیٹھے وہ پوری رات اس نے گزاری تھی۔ لیکن پھر صبح کی سپیدی کے ساتھ ہی اس کے عین ساتھ ایک گاڑی رکی۔ اس نے خشک آنکھیں اٹھائی یں۔ سامنے ہی وقار کھڑے تھے۔ اس سارے عرصے میں وہ اتنے کمزور ہو گ ئے تھے کہ حد نہیں۔ معاذ خاموشی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ آگے بڑھے لیکن وہ بے ساختہ دو قدم پیچھے ہٹا تھا۔ وقار اپنی جگہ پر ہی ساکت ہو گ ئے۔ اور پھر وہ اگلی کوئی بھی بات کی ئے بغیر ہی گاڑی میں جا بیٹھا تھا۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ اب وہ کبھی اس تاریک دنیا کی جانب نہیں پلٹے گا۔ وہ حبیبہ کا بیٹا تھا۔۔ وہ اس تاریکی کے لی ئے نہیں بنا تھا۔ وقار کے ہوا میں معلق ہاتھ بے دم سے پہلوؤں میں آ گرے۔ ان کا معاذ انہیں مل گیا تھا لیکن کیا یہ واقعی وہ ہی معاذ تھا جو ان سے کھو گیا تھا۔۔!

زندگی کے اگلے ک ئی سال یونہی خاموشی سے گزر گ ئے۔ وہ وقار سے بات نہیں کیا کرتا تھا۔ اسے ان سے بہت سے گلے تھے۔۔ بہت سے شکوے تھے۔۔ وہ ایسے کیسے انہیں ان کے فیصلوں پر معاف کر سکتا تھا۔ لیکن وقت کا مدھم پہیہ آہستہ آہستہ ہر زخم کو مندمل کرتا گیا۔ وہ کبھی کبھی سلطان سے ملنے چلا جاتا، اسے کوئی بیماری لگ گ ئی تھی اسی لی ئے اب کہ وہ خاموشی سے ایک جانب پڑا رہتا تھا۔ وہ بھی آہستہ آہستہ ٹھیک ہو گیا۔ اس نے بھی باتیں قبول کرنا شروع کر دیں لیکن انتیس نومبر کی وہ رات۔۔ وہ رات آج بھی کہیں اس میں سانس لے رہی تھی۔ اور اس سانس کی اذیت، اسے ہر لمحہ اپنے اندر اترتی محسوس ہوتی تھی۔۔

معاذ کو بھی اس اندھیری کہف سے نکالنا ہے۔۔۔۔

اور اس کام کے لیے رابیل کو چنا گیا تاکہ وہ اسے نکالے اندھیرے سے۔۔۔۔۔

اور لے آئے روشنی کی طرف۔۔۔۔

اور رابیل کو چنا گیا آسمانوں پر۔۔۔۔

اس کی ہمسفر۔۔۔۔۔

اس کی ہمدرد۔۔۔۔

اس کی ساتھی۔۔۔کے طور پر۔۔

تو پس ثابت ہوا کہ

اللہ کی رسی کو جو مضبوطی سے پکڑلے وہ اسے اکیلا نہی چھوڑتا۔۔۔۔۔

)ایک قاری عالیان سکندر کا خوبصورت تبصرہ(

اس نے حیرت سے اس سیاہ عبائے سے ڈھکی لڑکی کو دیکھا تھا۔چہرے کے گرد سیاہ ہی حجاب لپیٹے وہ اس ٹاٹ کی دنیا میں ریشم کا پیوند لگتی تھی۔عبائے، حجاب اور سفید سنیکرز میں، ہاتھ باندھے دروازے کے ساتھ لگ کر کھڑی وہ اسے ہر گزرتے لمحے میں حیران کر رہی تھی۔پھر یکایک اس نے دیکھا کہ وہ اس کی جانب بڑھ رہی ہے۔اس نے کھنکھار کر آس پاس دیکھا تھا۔بہت سے ورکرز جا چکے تھے اور اکادکا ورکرز اپنے اپنے لباس تبدیل کی ئے اب کہ جانے کی تیاری میں تھے۔رابیل قریب آکر خاموشی سے اس کے سامنے کھڑی ہو گ ئی تھی۔اس نے ایک بار پھر

سے آس پاس دیکھا، ورکرز کے لیے آنکھوں میں واضح تنبیہ تھی۔ دیکھتے ہی دیکھتے سب ورکرز جلدی جلدی باہر نکلے تو وہ دونوں تنہا رہ گئے۔

"یہاں کیوں آئی ہو۔۔؟"

مصالحہ بھون چکا تھا۔ اس نے اس کی آنچ بند کرتے ہوئے سرسری سا پوچھا۔ آنکھوں میں اسے دیکھ کر آجانے والی حیرت کو اس نے اب کہ یوں چھپایا تھا۔

"کیونکہ تم مجھے گھر پر نہیں ملے تھے۔ تو میں یہاں چلی آئی۔۔"

وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ کتھئی آنکھوں کا متورم سا تاثر اب تک اس کی آنکھوں میں چمک رہا تھا۔ معاذ نے اس کی بات پر چہرہ اسکی جانب پھیرا۔ ابرو سوالیہ سے اکھٹا تھے۔

"تم گھر کیوں گئی تھیں۔۔؟"

"تم سے ملنے۔"

اس کی صاف گوئی پر معاذ لمحے بھر کو حیران ہوا تھا۔

"میں مصروف ہوں فی الحال۔۔"

یہ ایک طرح سے وضاحت تھی کہ میں ابھی تم سے بات کرنے کے موڈ میں ہرگز نہیں ہوں۔ اسی لیے تم جا سکتی ہو۔ لیکن رابیل نہیں ہلی۔ ویسے ہی ہاتھ باندھے اسے دیکھے گئی۔۔

"تھوڑی سی بات کرنی ہے۔ تھوڑی سی بات بھی نہیں کرو گے۔۔؟"

چہرہ ذرا آگے نکال کر اسے دیکھنا چاہا۔ معاذ نے ایک بار پھر سے اسے دیکھا تھا۔ کتنی آنکھوں میں جگمگاتی امید لیے وہ اسی کو دیکھ رہی تھی۔ کیا وہ اسے انکار کر سکتا تھا۔۔؟

"اوکے سن رہا ہوں۔۔ کہو۔۔۔"

اس نے سر ہلا کر اسے اجازت دیتے ہوئے، مصالحہ ایک ڈونگے میں نکالا۔ رابیل چند لمحے تو خاموش رہی پھر اداسی سے نظریں اپنے قدموں پر جھکائیں۔

"کیا تم اس رشتے کے لیے راضی نہیں ہو معاذ۔۔؟"

اس کے کام کرتے ہاتھ لمحے بھر کو ساکت ہوئے تھے۔

"یقیناً یہ اندازہ بھی تم نے ہی قائم کیا ہو گا۔ رابیل تم اپنے اندازے اپنے پاس رکھو۔۔"

"ہاں یا نہیں معاذ۔۔ مجھے ہاں یا نہیں میں جواب چاہیے۔"

اور اس کے ایسے انداز پر اس نے پین رکھ کر اس کی جانب ایک لمحے کو دیکھا تھا۔ وہ اسے نہیں دیکھ رہی تھی۔ اس کی نگاہیں اپنے قدموں پر جھکی تھیں۔ یقیناً، وہ اپنی عزت نفس پر پیر رکھ کر یہ بات یہاں کرنے آئی تھی۔

"ہاں۔ میں راضی ہوں اس رشتے کے لیے۔۔ اور کچھ۔۔؟"

اس کی بات پر اس نے بے اختیار سر اٹھایا تھا۔ وہ اب کہ سارے برتن سنک میں دھونے کے لیے جمع کرنے لگا تھا۔

"واقعی۔۔۔؟"!

اس نے کندھے اچکائے تھے۔ وہ پاس چلی آئی۔ بے یقین نگاہیں اب تک اسے تک رہی تھیں۔

"مجھے جھوٹ بولنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے رابیل۔۔"

"تو پھر تم گھر کیوں نہیں آرہے۔۔؟"

"مصروف تھا پچھلے دنوں بہت زیادہ۔۔"

"پھر بھی۔۔ تمہیں کچھ تو خیال کرنا چاہیئے ہمارے مابین رشتے کا۔۔"

اسے ایک دم سے اس پر بہت غصہ آیا تھا۔ لوگ اس کے پیچھے اس کے ساتھ کیا کیا کرنے کو تیار بیٹھے تھے اور یہاں وہ اپنے کاموں میں مصروف تھا۔

معاذ نے ایک نظر اسے دیکھا۔ کوفت زدہ سی نظر تھی وہ۔۔

"اب مجھے تنگ نہ کرو اور جاؤ۔۔"

"میں کہیں نہیں جارہی۔۔ پہلے مجھے بتاؤ کہ تم اتنے غافل کیسے ہو سکتے ہو۔۔! اللہ تعالیٰ دیکھ رہے ہیں تمہیں اور وہ تمہیں گناہ دیں گے تمہاری حرکتوں پر سمجھے۔۔۔"!

آخر میں ذرا بلند آواز سے کہا تھا۔ معاذ نے بیزار سی سانس خارج کی تھی۔ پھر ہاتھ دھو کر جھٹکے اور اسے بازو سے پکڑ کر، درمیان میں لگے میز کی اطرافی کرسی پر لا بٹھایا۔

"اب یہاں بیٹھو اور مجھے ڈسٹرب مت کرو۔۔"

"میں تمہیں ڈسٹرب کر رہی ہوں کہ تم مجھے۔ عجیب ہو بالکل۔۔ ایک تو میں یہاں تم سے بات کرنے آئی ہوں، جناب کو خود تو کوئی ہوش تھا نہیں اور اوپر سے اب یہ نخرے۔۔ دیکھو معاذ۔۔! میں وہ لڑکی نہیں ہوں جو ہر وقت تمہارے نخرے اٹھاتی رہونگی۔ میں ایک مضبوط لڑکی ہوں۔ کچھ الٹا سیدھا کرو گے تو تمہیں ایک منٹ میں "ٹھیک" بھی کر دونگی۔۔"

وہ وہاں بیٹھے بیٹھے بھی باز نہیں آئی تھی۔ معاذ نے زور سے پلیٹ سلیب پر رکھی تھی۔

"تمہیں تھوڑا سا بھی احساس ہے کہ تم کیا کر رہے ہو۔۔؟ تمہیں تھوڑا سا بھی اندازہ ہے کہ لوگ میرے ساتھ تمہارے پیچھے کیا کر رہے ہیں۔۔؟ لیکن تمہیں اس سے کیا۔۔ تم کرتے رہو اپنے کام۔۔ میں تو جاؤں بھاڑ میں۔۔"

معاذ نے اب کہ اس کے حوالے پر لمحے بھر کو اس کی جانب پلٹ کر دیکھا تھا۔ وہ پانی پانی سی آنکھوں سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ کیا اسے پتہ تھا کہ وہ اس سے گلہ کر رہی ہے۔۔؟ کیا وہ جانتی تھی کہ وہ بہت جلدی آگے بڑھ رہی ہے۔۔؟ وہ جانتی نہیں تھی یا پھر معصوم تھی، معاذ کو سمجھ نہیں آیا۔ وہ اس رشتے کو وقت دینا چاہتا تھا۔ وہ جلد بازی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس کے گھر بھی وہ اسی لیئے نہیں گیا تھا کیونکہ وہ فی الحال اسے بھی وقت دینا چاہتا تھا کہ وہ اس رشتے کو قبول کر لے۔ اسے پتہ تھا کہ وہ حساس ہے۔۔ یہ سب قبول کرنے کے لیئے اسے وقت درکار تھا۔ لیکن پھر وہ کیا بات تھی جو اسے یہاں تک کھینچ لائی تھی۔۔؟ کیا کوئی مسئلہ تھا اسے۔۔؟

وہ اس کے چہرے کو چند لمحے جانچتا رہا تو رابیل نے بے ساختہ اس سے نظریں چرائی تھیں۔ یوں لگتا تھا اگر وہ مزید اسے دیکھتی رہی تو وہ اس کے اندر کا حال پڑھ لے گا۔۔ اور ابھی۔۔ ابھی وہ اسے اتنا اندر نہیں اتارنا چاہتی تھی۔۔

اتنی جلدی کیسے وہ اسے اپنے دل تک رسائی کی اجازت دے سکتی تھی۔۔؟ لیکن کچھ تھا۔۔ کچھ تھا جو بلا اجازت ہی اس کے دل میں داخل ہونے لگا تھا۔

اس کے نگاہ چرانے پر اس نے بھی سرعت سے چہرہ موڑا اور برتن دھونے لگا۔ اگلے کئی پل کوئی کچھ نہ بولا۔۔ رابیل اپنی جگہ خاموش ہوگئی تھی اور معاذ۔۔ وہ تو ویسے بھی خاموش رہتا تھا۔ پھر اسے کچھ لمحوں بعد محسوس ہوا کہ جیسے وہ اس کے پاس اٹھ کر آرہی ہے۔ اس نے توجہ نہیں دی۔ خاموشی سے برتن سمیٹ کر ریک میں رکھے۔

"معاذ۔۔۔"

اس کی کمزور سی آواز اسے بالکل اپنے برابر سے سنائی دی تھی۔ لیکن وہ نہیں مڑا۔۔

"معاذ۔۔"

اس نے اس کی کہنی تک مڑی آستین ہلکے سے کھینچی۔۔ جیسے اسے اپنی جانب متوجہ کرنا چاہا۔ وہ نہ چاہتے ہوئے بھی مسکرادیا۔ کیا لڑکی تھی یہ۔۔ اس نے ایسی لڑکی پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔

"آئی ایم سوری۔۔ مجھے پتہ ہے میں اوورری ایکٹ کر رہی ہوں، مجھے پتہ ہے تم سوچ رہے ہوگے کہ میں کتنی عجیب ہوں لیکن تم نہیں سمجھ سکتے کہ میں ایسا کیوں کر رہی ہوں۔ تمہیں میرے مسئلے نہیں سمجھ آئیں گے۔"

اس نے اس کے جھکے سر کو دیکھ کر لمحے بھر کے لیے سر ہلایا تھا۔ لیکن پھر وہ اگلے پل اس کے ساتھ ہی کھنچتا چلا گیا۔ وہ اسے اس کی آستین سے پکڑے کرسی تک لائی۔ وہ آہستہ سے اسے دیکھتے ہوئے بیٹھ گیا۔ پھر وہ اس کے سامنے

بیٹھی۔ چند پل لب کاٹتی رہی۔۔ کچھ دیر پہلے کی ساری ہٹ دھرمی اب کہ خاموش ہوئی اسے دیکھ رہی تھی۔ معاذ نے گہرا سانس لیا۔۔

"تم سمجھاؤ۔۔ میں تمہارے مسئلے سمجھنے کی کوشش کرونگا۔۔ بتاؤ۔۔ کیا ہوا ہے۔۔؟"

اس نے اب کہ بہت نرمی سے کہا تھا۔ جو کچھ بھی ہوا تھا اس میں رابیل کا کوئی قصور نہیں تھا۔ یہ سب اس کا اپنا فیصلہ تھا۔

"ایک بات بتاؤ۔۔ خر کا کیا مطلب ہوتا ہے۔۔؟"

اور وہ جو اس کے مسئلے سننے کے لیئے خود کو تیار کر چکا تھا لمحے بھر کو نا سمجھی سے پیچھے ہوا۔

"یہ کس نے کہا ہے تمہیں۔۔؟"

اسے پتہ تھا کہ خاندان میں کہیں دور دور تک کوئی بھی پٹھان نہیں۔ صرف اس کی دادی ہی پٹھان تھیں جس کی وجہ سے وقار کو پشتو آتی تھی۔ ان کے علاوہ کوئی بھی اس زبان سے واقف نہ تھا۔ لیکن ابھی رابیل کے منہ سے یہ لفظ سن کر وہ لمحے بھر کو حیران ہوا تھا۔

"وقار تایا تمہیں کہہ رہے تھے۔۔"

"اس کا مطلب ہوتا ہے بہت اچھا لڑکا۔۔"

مزے سے کندھے اچکا کر جواب دیا۔ رابیل نے مشکوک سا اسے دیکھا۔۔

"لیکن انہوں نے بہت غصے میں کہا تھا تمہیں۔۔ یہ اس کا مطلب نہیں ہو سکتا۔۔"

اور اس کے جواب پر وہ چہرہ جھکا کر خاموشی سے ہنس دیا تھا۔ کیا کرے وہ اس لڑکی کا۔ رابیل اب کہ ناسمجھی سے اس کی ہنسی کو دیکھ رہی تھی۔ اس نے اسے کبھی بھی ہنستے ہوئے نہیں دیکھا تھا لیکن وہ اسے کہنا چاہتی تھی کہ وہ ہنستے ہوئے اچھا لگتا ہے۔۔

اف۔۔ یہ میں کیا سوچ رہی ہوں۔۔

فوراً سر جھٹکا۔۔

"اس کا مطلب ہوتا ہے۔۔۔ گدھا۔۔"

وہ اب کہ مسکرا رہا تھا۔ رابیل کی آنکھیں لمحے بھر کو پھیلیں۔ معاذ کو اسے ایسے حیران دیکھ کر اور ہنسی آئی تھی۔

"وہ تمہیں گدھا کیوں کہتے ہیں۔۔ ویسے ایک منٹ۔۔ بالکل ٹھیک کہتے ہیں وہ تمہیں۔ کتنا تنگ کرتے ہوگے تم تایا کو۔ پتہ نہیں برداشت کیسے کرتے ہیں وہ تمہیں۔۔"

اسے ایک پل کو تایا پر ترس آیا تھا۔ معاذ ویسے ہی بیٹھا رہا۔ محض کندھے اچکائے۔ یہ اس کا سب سے پسندیدہ تاثر تھا۔ جیسے "جو ہے سو ہے"۔

"پھر کیوں آئی ہو تم یہاں۔۔؟"

اور اس کے اگلے ہی لمحے وہ پرانا معاذ بن گیا تھا۔ وہ خاموشی سے چند پل اس کی سرمئی آنکھوں کو دیکھے گئی۔ کئی لمحے پہلے کی باتیں پھر سے یاد آنے لگی تھیں۔

"تم اس رات گھر کیوں نہیں جاتے معاذ۔۔؟"

اور پھر وہ جو لاپرواہی سے بیٹھا تھا، چونکا۔۔ اسے دیکھا۔ وہ اس کے چونکنے پر بھی نہیں چونکی تھی۔ ویسے ہی اسے دیکھے گ ئی۔

"یہ کس نے۔۔"

وہ کہتے کہتے رک سا گیا۔ لمحے بھر میں سمجھ آیا تھا اسے کہ یقیناً بابا ہی نے اسے اس بارے میں بتایا ہو گا۔۔ ان سے تو خیر وہ بعد میں نبٹے گا۔ پہلے رابیل سے حساب برابر کر لے۔

"دیکھو رابیل۔۔ کچھ معاملات میں، میں کسی کو بھی بات کرنے کی اجازت نہیں دیتا ہوں۔ حتیٰ کہ بابا کو بھی نہیں، تو بہتر ہے کہ تم مجھ سے اس بارے میں کوئی تفتیش مت کرو۔ کیونکہ میری زبان بہت کڑوی ہے۔ لوگوں کے حلق سے ک ئی دنوں تک ان جملوں کی کڑواس نہیں جاتی۔۔"

وہ بہت بے رحمی سے بول رہا تھا۔ رابیل کی آنکھوں میں پانی سا بھرا۔۔ اس کے یہاں تک پہنچ جانے میں اس کے گھر والوں کا ایک بہت بڑا کردار رہا تھا۔ وہ ان سب کی غلطیوں کا ازالہ کرنا چاہتی تھی۔ وہ ان سب کی طرف سے اس سے معافی مانگنا چاہتی تھی۔۔

"تم نے یہ قرآن کیوں چھوڑ دیا معاذ۔؟"

اس نے بہت دکھی دل کے ساتھ یہ سوال کیا تھا۔ معاذ نے بے بسی سے اسے دیکھا۔ پچھلے ک ئی سالوں میں کسی نے اس سے یہ سوال کرنے کی جرأت نہیں کی تھی۔ کوئی یہ جرأت کر ہی نہ سکا تھا۔ اور ایک یہ لڑکی تھی جسے وہ

ٹھیک سے جانتا بھی نہیں تھا۔ وہ اس کے سامنے بیٹھی اس سے وہ باتیں پوچھ رہی تھی کہ جن باتوں کو اس نے خود سے بھی چھپایا تھا۔

"رابیل تم۔۔"

"میں جانتی ہوں معاذ تاریک کہف کی اذیت کیا ہوتی ہے۔ مجھے پتہ ہے کہ اس سیاہی میں انسان کی خوفزدہ سی آواز کہف کی دیواروں سے پلٹ کر واپس آجایا کرتی ہے۔ کوئی بھی لرزتے وجود پر اس سمے چادر ڈالنے والا نہیں ہوتا ہے۔ کوئی انسان اس پکار پر نہیں آتا ہے معاذ۔ ہمیں خود میں خود ہی سمٹ کر خود کی ڈھارس بندھانی ہوتی ہے۔ تنگ و تاریک کہف کا سفر آسان نہیں ہوتا معاذ۔۔ قدموں کے ساتھ ساتھ روح تک زخمی ہو جاتی ہے۔۔"

وہ اسے نہیں سن رہی تھی۔ وہ اسے سنا رہی تھی۔ اس کا سرمئی سا ارتکاز لمحے بھر میں گلابی ہو گیا تھا۔ وہ ہی سیاہ رات ہر سو پھیلنے لگی تھی۔۔ دل سکڑنے لگا تھا۔۔

"میرے گھر والوں نے تمہارے ساتھ اچھا نہیں کیا معاذ۔ ہماری جہالت کی وجہ سے تم نے تائی کو کھو دیا۔ تم نے اپنی زندگی ہماری وجہ سے کھو دی۔ ہم بہت برے لوگ ہیں۔۔ ہم کسی بھی طرح معافی کے قابل نہیں ہیں۔ لیکن ایک بات۔۔ ایک بات جو مجھے یہاں تک کھینچ لائی، وہ تمہارا ظرف تھا۔۔ تم میں اتنا ظرف کہاں سے آگیا، کہ دشمن کے گھر کی بیٹی سے تم نے نکاح کر لیا۔۔؟ تم نے کیوں وقت آنے پر میرے بابا، چچا اور پھپھو کو ذلیل نہیں کیا۔۔؟ تم نے کیوں اس گھر کی بیٹی سے نکاح کر کے ان کی عزت بچا لی۔۔۔؟ تم اتنے اعلیٰ ظرف کیسے ہو سکتے ہو۔۔؟"

اور وہ بیوقوف سی لڑکی اب کہ کیسی دل دہلا دینے والی باتیں کر رہی تھی۔۔! معاذ نے آنکھیں لمحے بھر کو موند کر چہرہ دوسری جانب پھیرا۔ اسے ابھی جواب دینے کا مطلب تھا اسے ہرٹ کرنا۔۔ اور وہ اس لڑکی کو ہرٹ نہیں کرنا چاہتا تھا۔۔ وہ اسے ہرٹ کرنے کا سوچ کر ہی ہرٹ ہونے لگا تھا۔۔ اف۔ یہ کیا ہو رہا تھا اس کے ساتھ۔۔۔!

"تم مجھ پر اپنا غصہ اتار لو معاذ۔ میں مجرم کی بیٹی ہوں۔ میں اس گھر کی بیٹی ہوں جس گھر نے تم سے تمہارا سب کچھ چھین لیا۔ تم مجھے اس رشتے میں باندھ کر اپنا بدلہ لے لو۔۔ لیکن خود کو یوں اذیت مت دو۔۔ اتنا خاموش مت رہو کہ اندر پلتا یہ ناسور تمہیں اندر ہی اندر کھا جائے۔۔ تمہیں خوش رہنے کا حق ہے۔ تمہیں قرآن پڑھنے کا حق ہے۔ اپنے آپ کو یوں ضائع مت کرو۔۔"

اس نے دونوں ہاتھ چہرے پر پھیرے۔ جیسے اپنے چہرے پر پھیلے تکلیف دہ سے تاثر کو زائل کرنا چاہا۔ رابیل دلگرفتہ سی اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ کاش کہ وہ اسکا قرآن اسے واپس لوٹا سکتی۔۔ کاش کہ وہ اس کے لیئے کچھ کر سکتی۔۔

اس نے لمحے بھر کو سر اٹھایا۔ اس کی کتھئی آنکھوں کے نم سے کانچ کو دیکھا۔

"تمہارا کوئی قصور نہیں ہے اس سب میں۔"

اور جب بولا تو آواز بھاری تھی۔ جیسے اس کے حلق میں بہت کچھ ایک ساتھ اٹکا ہو۔

"میں نے قرآن اس لیئے چھوڑ دیا کیونکہ میں قابل نہیں ہوں اس کے۔ میں نے اتنی سیاہی میں وقت گزار لیا ہے کہ میرا دل اب کہ اس کی جانب سے سخت ہو چکا ہے۔ مجھے کچھ بھی محسوس نہیں ہوتا۔"

رابیل اسے چند لمحے یونہی دیکھتی رہی تھی اور پھر جب اس کے لب ہلے تو ان سے وہ مدھر لفظ بہنے لگے۔۔

ثم قست قلوبکم

"پھر سخت ہو گئے دل تمہارے۔۔"!

اور اس کی اگلی بات پر اس نے بے یقینی سے سر اٹھایا تھا۔ وہ اس کی ساکت پتلیوں کو اپنی پتلیوں کی قید میں لیے، زیر لب بہت مدھم آواز سے پڑھ رہی تھی۔

من بعد ذالک

"اس کے بعد۔۔"

معاذ کا چہرہ یکدم سفید ہوا تھا لیکن وہ پھر بھی پڑھتی رہی۔ وہ اسے روکنا چاہتا تھا لیکن وہ اسے نہیں روک سکا۔۔

عرصے بعد کسی نے اس پر قرآن پڑھا تھا۔

فھی کالحجارۃ او اشد قسوہ

"تو وہ ہیں پتھروں کی مانند یا (ان سے بھی زیادہ) سخت۔۔"

وہ سائیں سائیں وجود لیے اسے دیکھے گیا۔ اس کی ساکت پتلیوں کے آس پاس اب کہ سرخ ڈورے چمکنے لگے تھے۔ باہر برستے کہر سے بے نیاز وہ دونوں اس کچن میں جم کر ایک دوسرے کی جانب دیکھ رہے تھے۔ اس کے سیاہ کہف میں یکدم بہت سا نور پگھل کر گرا۔۔

وان من الحجارۃ لما یتفجر منہ الانھر

"اور تحقیق کچھ پتھر البتہ وہ ہیں کہ پھوٹتی ہیں ان سے نہریں۔۔"

رابیل کی آنکھ سے ایک آنسو ٹوٹ کر گرا تھا۔ اس کا اپنا تاریک سا کہف بھی ان آیات کے نور سے جگمگانے لگا۔

وان منھا لما یشقق فیخرج منہ الماء

"اور بلاشبہ کچھ ان میں سے البتہ وہ ہیں جو پھٹ پڑتے ہیں تو نکلتا ہے ان میں سے پانی"

اور معاذ کے ہاتھ بے دم سے ہو کر اس کے پہلوؤں پر گرے تھے۔ وہ بے بسی سے اس کی مدھر آواز کو سنے گیا۔ وہ جو کہتا تھا کہ ساری زندگی قرآن کو ہاتھ تک نہ لگا سکے گا، آج رابیل نے ایک ہی آیت میں اس کی ساری تاویلیں اکھاڑ کر پھینک دی تھیں۔۔

وان منھا لما یھبط من خشیۃ اللہ

"کچھ ان میں سے البتہ وہ ہیں جو گر پڑتے ہیں اللہ کے ڈر سے۔۔"

اس کی آواز آیت کا یہ حصہ پڑھتے ہوئی کانپی تھی۔ یوں لگتا تھا گویا قرآن اس کے دل پر اتر رہا ہو۔ اس کا دل لرز رہا تھا۔ اسے آج سمجھ آیا کہ اگر یہ قرآن کسی پہاڑ پر نازل کیا جاتا تو وہ اس کے خوف سے کیوں دب جاتا۔۔!!

وما اللہ بغافل عما تعملون

"اور نہیں ہے اللہ غافل اس سے جو تم عمل کرتے ہو"

سورہ البقرہ:2/74

چند پل ان میں سے کوئی بھی کچھ نہ بولا۔ کسی میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ اگلا کوئی بھی جملہ بول سکتا۔ معاذ خالی خالی سا اسے دیکھتا رہا۔ اس ایک آیت میں اس نے معاذ کی پچھلی زندگی کھول کر رکھ دی تھی۔ اس ایک آیت نے اس کے دل کو نرم کر دیا تھا۔۔ اس ایک۔۔ بس ایک آیت نے اس کے کہف کو روشن کر دیا تھا۔ اور ایک وہ تھا جو عرصے سے خود کو دھوکا دے رہا تھا۔ اللہ کے قرآن کی بس ایک آیت نے اس کے زندگی بھر کے دھوکے کو دھول بنا کر اڑا دیا۔ اسے گھٹنوں کے بل گرا دیا تھا۔ کیسے اسلام کے سب سے بڑے دشمن اسے سن کر سجدے میں چلے جایا کرتے تھے۔ وہ کلام ہی ایسا تھا۔۔ عاجز کر دینے والا۔۔ مبہوت کر دینے والا۔۔

رابیل نے سر جھکا رکھا تھا۔ پھر چہرہ اٹھایا تو اس کی نم سی آنکھیں سامنے آئی یں۔

"جانتے ہو معاذ۔۔ اس آیت کا پسِ منظر کیا ہے۔۔؟ بنی اسرائیل اللہ کی بہت پسندیدہ قوم تھی۔ اللہ نے ان کو فرعون کے ظلم سے نجات دلا کر ان پر آسمان سے من و سلوی اتارا، انہیں دنیا کی نعمتوں سے نوازا، انہیں اپنا کلام اور اپنا پیغمبر دیا۔۔ انہیں وہ سب دیا جس کی انسانیت کو آج حد سے زیادہ ضرورت ہے۔ لیکن جانتے ہو انہوں نے اس سب کے جواب میں کیا کیا۔۔؟"

وہ خاموش رہا۔۔ اس میں جواب دینے کی ہمت نہیں تھی۔۔

"انہوں نے ناشکری کی معاذ۔ انہوں نے ہر اس نعمت کے جواب میں الٹا عمل کیا۔ شکر گزاری کے بجائے کفرانِ نعمت اختیار کیا، سرِ تسلیم خم کرنے کے بجائے گردنیں اکڑائی یں، احکامات کو جیسے ہیں ویسے لینے کے بجائے ان میں طرح طرح کے جھول پیدا کرنے کی کوششیں کیں، سب سے بڑی بات موسیٰ علیہ اسلام کو ہر آن اذیت سے

دوچار کیا۔۔ اور جب وہ یہ کرتے رہے۔۔ جب وہ اپنے اعمال کی سیاہی میں ڈوب گ ۓ، جب ان کے دل گناہ کرتے کرتے سخت ہوگ ۓ، تب اللہ نے فرمایا کہ ان سب اعمال کے بعد ان کے دل سخت ہوگ ۓ۔ یا پھر پتھروں سے بھی زیادہ سخت۔۔"!

وہ ذرا ٹھہری۔۔ انگلیوں سے آنکھیں رگڑیں۔۔ ناک گلابی ہو کر دہک رہی تھی۔ سانسیں ناہموار تھیں لیکن پھر بھی وہ بول رہی تھی۔۔ وہ بولنا چاہتی تھی۔۔ اس کے پاس اور کچھ نہیں تھا سوائے قرآن کے۔۔ وہ اس قرآن سے اس کا تاریک کہف روشن کرنا چاہتی تھی۔

"ان کے دل پتھروں کی مانند سخت ہوگ ۓ معاذ۔ پتھر، جو لوہے سے بھی زیادہ سخت ہوتا ہے۔ کیونکہ فولاد ہو یا سیسہ، جب اسے آگ میں پگھلایا جاتا ہے تو وہ پگھل جاتا ہے۔ وہ اپنی ہئ ت تبدیل کرلیتا ہے لیکن پتھر۔۔! پتھر اپنی شکل تبدیل نہیں کرتے، پتھر آگ سے نہیں پگھل سکتے معاذ۔ پتھر کسی بھی صورت اپنی اسٹیٹ چھوڑنے پر راضی نہیں ہوتے۔ جیسے تم اپنی اس سختی کو چھوڑنے پر راضی نہیں ہو۔ بالکل اسی طرح وہ بھی راضی نہیں تھے۔ حالانکہ اتنی نشانیوں، اتنے معجزات اور اتنی عظیم نعمتوں کے بعد یہ ممکن نہیں تھا کہ وہ دلوں کی سختی اختیار کرتے۔ تمہیں بھی تو اللہ نے یہ قرآن دیا معاذ۔ یہ قرآن۔۔ جو اس دنیا اور اس دنیا کی ہر شے سے زیادہ بہترین ہے۔ تمہارے قلب کو اللہ نے اس کی ایک ایک آیت حفظ کرنے کا اعزاز عطا فرمایا لیکن تم نے اس نعمت کے بعد بھی دل کی سختی ہی اختیار کی۔۔"

وہ سفید پڑتے چہرے کے ساتھ اسے دیکھ رہا تھا۔ دل کے کہیں بہت اندر تک تکلیف ہوئی تھی۔ اس کا پتھر سا دل لمحے بھر کو اس آگاہی پر کانپا تھا۔ لیکن رابیل۔۔ وہ اس پر ترس کھائے بغیر بولتی رہی۔ وہ چاہتی تھی کہ معاذ تکلیف سے دوچار ہو۔۔ اس نے یہ آیت اس پر پڑھی ہی اسی لیے تھی تاکہ اس کا پتھر سا دل زخمی ہو۔۔ وہ اس دل کو پگھلا نہیں سکتی تھی لیکن وہ اس دل کو توڑ ضرور سکتی تھی۔

"اور جانتے ہو۔۔ پتھروں کو پگھلایا نہیں جاسکتا۔۔ انہیں صرف توڑا جاسکتا ہے۔۔"!

اس کی آنکھوں میں اب کہ ضبط کے باعث گہری سرخی ابھرنے لگی تھی۔ لیکن وہ پھر بھی خاموشی سے اسے دیکھے گیا۔ دل ٹوٹ رہا تھا اور اس دل سے اب کہ پانی رسنے لگا تھا۔۔

"انسان کے اعمال اس کا دل سخت کر دیتے ہیں معاذ یہ سچ ہے۔ اتنا سخت کر دیتے ہیں گویا پتھروں سے بھی زیادہ سخت۔۔! لیکن پھر پتھروں میں سے کچھ ایسے پتھر بھی ہوتے ہیں کہ وہ پھٹ پڑتے ہیں اور ان میں سے بہت سا پانی بہہ نکلتا ہے۔۔"!

معاذ کی آنکھیں گلابی ہونے لگیں۔۔ گردن کی گلٹی ابھر کر معدوم ہوئی۔ بہت عرصے بعد حبیبہ کی نرم سی آواز اس کے آس پاس تحلیل ہونے لگی تھی۔۔

"یہاں پر جو پتھروں کا ذکر ہے ناں، وہ دراصل دل کی اقسام کا ذکر ہے۔ کچھ دل تو ایسے ہوتے ہیں جو پتھروں سے بھی زیادہ سخت ہوتے ہیں جیسے کہ تمہیں لگتا ہے کہ تمہارا دل اب ہو چکا ہے۔ لیکن پھر دلوں میں سے کچھ دل وہ بھی ہوتے ہیں جو آزمائش کی ذرا سی لرزش پر ٹوٹتے ہیں اور ان سے نہریں بہہ نکلتی ہیں۔ پانی۔۔ بہت سارا پانی۔

ایسے دل نرم ہوتے ہیں، بس انہیں آزمائش کی بھٹی میں تپا کر کندن بنانا پڑتا ہے۔۔ لیکن پھر کچھ دل ایسے ہوتے ہیں جو پھٹ پڑتے ہیں اور ان سے ہلکا ہلکا۔۔ باریک باریک سا پانی نکلتا ہے۔۔ مطلب اس دل میں خیر ہوتی ہے لیکن اس کے سخت سے خول کے باعث وہ خیر باہر کو نہیں نکل رہی ہوتی۔ پھر اللہ اس دل کو توڑتے ہیں۔۔ لوگوں کی محبت سے، کڑی آزمائشوں سے، کسی محبوب چیز سے آزما کر، کسی نہ کسی حادثے سے جب ہم پوری طرح سے ہل جاتے ہیں تب دل ٹوٹتا ہے اور اس میں سے خیر بہنے لگتی ہے۔ لیکن تیسرا اور آخری دل۔۔"

وہ لمحے بھر کو ٹھہری۔۔ معاذ خوفزدہ ہوا تھا۔ وہ کیوں خاموش ہوئی۔۔؟ کاش کے وہ کبھی خاموش نہ ہو۔۔ اس کے بے چین دل کو ان لفظوں سے سکون مل رہا تھا۔۔ بے حد سکون۔۔

"یہ وہ دل ہوتا ہے معاذ کہ جس میں اسلام تو ہوتا ہے مگر ایمان نہیں ہوتا۔ ایمان اور اسلام دو الگ الگ باتیں ہیں۔ کچھ لوگ اسلام لے آتے ہیں ایمان نہیں لاتے۔ اسلام کا مطلب ہوتا ہے زبان سے اقرار لیکن اعضاو جوارح کا ان احکامات پر عمل نہ کرنا۔ اور ایمان کا مطلب ہوتا ہے دل کے پختہ ارادے کے ساتھ اللہ پر ایمان لانا اور پھر اس کی خوشنودی کے کام بجالانا۔ یہ تیسرا دل، خیر سے خالی ضرور ہوتا ہے لیکن مایوس نہیں ہوتا۔ یہ غافل دل ہوتا ہے۔۔ اسے بار بار قرآن کی بات سنانی پڑتی ہے۔۔ اسے بار بار انذار سے بیدار کیا جاتا ہے اور جیسے ہی یہ اللہ کا حکم سنتا ہے تو اس کی اپنی کوئی مرضی نہیں رہتی۔ وہ اللہ کے خوف سے گر پڑتا ہے۔ وہ اللہ کے آگے جھک جاتا ہے۔۔"

چند پل کے لیے پھر سے خاموشی چھاگئی تھی۔ رابیل گیلی آنکھوں سے اسے دیکھتی رہی۔۔

"جانتے ہو تمہیں یہ آیت کیوں سنائی میں نے۔۔!وہ اس لیے معاذ، کہ تم کہیں اندر اللہ سے خفا ہو، تم کہیں اندر اپنے قرآن سے ناراض ہو، تم نے بہت دعائیں کیں لیکن تمہاری دعاؤں کا جواب نہیں دیا گیا، تو تم خول میں سمٹ گئے۔ تمہارے دل میں خیر تھی لیکن تم نے سیاہ اعمال سے اس خیر کا راستہ روک دیا۔ تم نے بنی اسرائیل کی روش اختیار کی معاذ۔ میں نہیں جانتی کہ ان تین دلوں میں سے تمہارا دل کونسا ہے۔۔! ہر انسان اس بارے میں بخوبی جانتا ہے کہ وہ دل کی کس قسم میں آتا ہے لیکن ایک بات میں ضرور جانتی ہوں۔ اس آیت کی ایک بات جو مجھے ہمیشہ رلا دیتی ہے۔ وہ یہ ہے کہ آپ جس بھی اسٹیٹ میں ہو، آپ جس بھی آزمائش میں ہو، آپ جس بھی تکلیف سے ٹوٹ رہے ہو، آپ جس بھی سیاہی میں دھنسے ہوئے ہو۔۔ وما اللہ بغافل عما تعملون۔۔ اللہ آپ کی کسی بھی اسٹیٹ سے بے خبر نہیں ہے۔۔ اللہ نے آپ کو کبھی نہیں چھوڑا تھا۔ اللہ انسان کو کبھی نہیں چھوڑتا۔۔ یہ ہم ہوتے ہیں جو اللہ کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اس سے دوری ہم پیدا کرتے ہیں، اور اس دوری کو ختم بھی ہمیں ہی کرنا ہوتا ہے۔۔ اپنے آپ کو ہمیں خود توڑنا ہوتا ہے تاکہ یہ قرآن ہمارے دل میں داخل ہو سکے۔۔ یہ اندر اتر کر ہمارے دلوں میں موجود خیر کو باہر نکال سکے۔۔"

معاذ نے گہرا سانس لے کر اندر جمع ہوتی کثافت کو باہر نکالا تھا۔ وہ اسے کوئی جواب دینا چاہتا تھا۔ اپنے اس عمل کی کوئی جسٹیفکیشن اس کے سامنے رکھنا چاہتا تھا۔ وہ اسے بتانا چاہتا تھا کہ اس نے ایسا کیوں کیا لیکن وہ اسے کچھ بھی نہ کہہ سکا۔۔ اس نے تو اپنی طرف سے کوئی بات کی ہی نہیں تھی۔ اس نے تو بات شروع ہی اس کلام سے کی تھی کہ جس کی مثال عرب و عجم میں کہیں نہ ملتی تھی۔ وہ اس کلام کے جواب میں بھلا کیا جواب دے سکتا تھا۔۔!

رابیل ہچکچا کر تھوڑا سا آگے ہوئی۔ ڈرتے ڈرتے ہاتھ اٹھائے اور اگلے ہی لمحے پتہ نہیں کیسے لیکن وہ اسے گلے لگا چکی تھی۔ وہ جو گردن جھکائے بیٹھا تھا ساکت رہ گیا۔۔ سانس تک رک گیا تھا۔ لیکن دوسری جانب رابیل اب کے ہولے ہولے اس کی پیٹھ تھپک رہی تھی۔ وہاں کوئی رومانوی سی گھبراہٹ نہیں تھی۔ کچھ بھی ایسا نہیں تھا کہ جس سے رابیل آکورڈ ہو جاتی۔ وہاں صرف اپنائی یت تھی۔۔ تکلیف تھی۔۔ اور شاید کہیں اندر محبت بھی پنپ رہی تھی۔۔

"میں جانتی ہوں تم بہت زخمی ہو۔ میں یہ بھی جانتی ہوں کہ تم نے کبھی کسی کو اپنے پاس نہیں آنے دیا۔۔ مجھے یہ بھی پتہ ہے کہ تم اپنی تکلیف کبھی لوگوں سے بیان نہیں کرو گے۔ لیکن میں جب تک اس رشتے میں ہوں تمہیں console (تسلی) کرنا چاہتی ہوں۔۔ جو تم سے ہم نے چھین لیا وہ تمہیں واپس لوٹانا چاہتی ہوں۔۔"

اس کے ہاتھ اب تک پہلوؤں پر تھے۔ اس نے ہاتھ اٹھا کر اسے خود سے نہیں لگایا۔ اگلے ہی لمحے رابیل اس سے الگ ہوئی۔۔ وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔۔

"ک۔۔ کچھ بولو بھی۔۔"

اس کی خاموشی پر اس نے اصرار کیا تو وہ تھکن زدہ سا مسکرا دیا۔۔

"تم نے ساری باتیں کر لیں۔ مجھے نہیں لگتا مجھے کچھ بولنے کی ضرورت ہے۔۔"

اور اسکے اس جملے پر پہلی بار رابیل کے گلابی رخسار مزید گلابی ہوئے۔ اسے بڑی بہادری سے گلے تو لگا لیا تھا لیکن اب اس کے سامنے یوں بیٹھنا محال ہونے لگا تھا۔

"ت۔۔ تمہیں ایک دوست کی حیثیت سے تسلی دی ہے میں نے۔۔ کوئی غلط مطلب مت نکالنا اس بارے میں۔"

یہ ایک طرح کی وارننگ تھی جس پر وہ گردن جھکا کر ایک بار پھر سے ہنسا تھا۔ وہ اس کی اس ہنسی پر نروس ہونے لگی۔۔

"معاذ ایسے مت ہنسو۔۔"

"پاگل ہو تم بالکل۔۔"

نفی میں سر ہلا کر کہا تھا اس نے۔ وہ عجلت میں اٹھی۔۔ اس کے سامنے اب اور نہیں بیٹھ سکتی تھی۔

"کہاں جا رہی ہو۔۔؟"

اور اب اس کا دل نہیں چاہ رہا تھا کہ وہ اس کے سامنے سے چلی جائے۔۔ وہ لمحے بھر کو رکی۔۔

"گھر جا رہی ہوں اور۔۔ اور تم بھی گھر جاؤ۔۔ باہر بہت ٹھنڈ ہے، ہیرو بننے کی کوشش ہرگز نہ کرنا۔۔"

"رابیل۔۔"

"میں جا رہی ہوں اللہ حافظ۔۔"

ٹاٹا کیا اور جلدی سے باہر نکلی۔ وہ مسکرا کر اس کی عجلت کو دیکھتا رہا۔ جانتا تھا کہ وہ نروس ہو رہی ہے۔۔ اور آج ایک اور انکشاف بھی ہوا تھا اس پر۔۔ وہ بیوقوف نہیں تھی۔۔ وہ بس آکورڈ ہونے پر الٹی سیدھی باتیں کر جایا کرتی تھی۔ اسے پتہ نہیں تھا کہ وہ کتنی عقل مند ہے۔۔ چلو۔۔ کبھی نہ کبھی تو وہ اسے یہ بتا ہی دے گا۔۔

دوسری جانب وہ جلدی سے گاڑی میں آکر بیٹھی۔ دونوں رخساروں پر ہاتھ رکھے۔۔ آنکھیں میچی۔۔ اف اف اف۔۔۔!! اس سے بچ کر تو نکل آئی تھی وہ لیکن اب اس کی سرمئی مسکراتی آنکھوں سے کیسے بچ پائے گی۔۔! یا اللہ۔۔ اس نے ایک بار پھر سے اپنے گلابی رخسار چھپائے تھے۔۔! اندر وہ اب تک اس کی عجلت پر اداسی سے مسکرا رہا تھا۔۔

وہ گھر واپس آئی تو عشاء کی اذانیں تھم چکی تھیں۔ لاؤنج ہی میں اسے سب گھر والے براجمان نظر آگئے۔ وہ سلام کرتی پاس چلی آئی۔ سب سے پہلے عابد ہی نے اس کی جانب دیکھا تھا۔۔ اور پھر سب کی نگاہیں اس پر اٹھیں۔

"کہاں گئی تھیں تم۔۔؟"

وہ ٹیپیکل نہیں تھے ناں ہی اسے کہیں آنے جانے پر پابندی تھی لیکن وہ ایسے کبھی گھر سے نکلتی نہیں تھی اسی لیے ان کی جانب سے ایسا استفسار یقینی تھا۔

"تایا سے ملنے گئی تھی۔۔"

اس نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا، لیکن اس کی بات پر ردا کے علاوہ سب سیدھے ہو بیٹھے تھے۔

"بھائی صاحب سے۔۔ لیکن کیوں۔۔؟"

عابد کے ماتھے پر بے ساختہ ہی بہت سے بل ابھرے تو اس نے تھوک نگلا۔

"ویسے ہی۔۔ کیا میں ان سے ملنے نہیں جا سکتی بابا۔۔؟"

اس نے الٹا انہی سے سوال کر ڈالا تھا جس پر وہ چند لمحوں کے لیئے خاموش سے ہو گئے۔

"تمہیں وہاں نہیں جانا چاہیئے تھا۔۔"

"لیکن کیوں۔۔؟"

وہ ایک بار پھر سے خاموش ہوئے تو اسے ان کی خاموشی بہت ناگوار گزری۔

"میں ان سے ملنے کیوں نہیں جا سکتی بابا۔۔؟ اب تو میرے ان کے ساتھ دو رشتے جڑ چکے ہیں۔ پھر اب ان سے ملنے میں کیا قباحت ہے۔۔؟"

عابد کی آنکھیں لمحے بھر کو سرد ہوئی یں۔۔

"میں چاہتا ہوں کہ تم معاذ سے طلاق لے لو۔۔"!

اور اس نے تو یہ بات پہلے بھی سن رکھی تھی لیکن جتنی تکلیف اسے اس وقت ہوئی تھی پہلے کبھی نہ ہوئی۔ وہ کیسے اسے طلاق کا کہہ سکتے تھے۔۔! آخر بابا کو ہو کیا گیا تھا۔۔ رامین سر جھکائے بیٹھی تھیں جبکہ ردا اور شزا دونوں اسی کی طرح بے یقینی سے عابد کو تک رہی تھیں۔۔

"آپ ایسے کیسے کہہ سکتے ہیں مجھے بابا۔۔"!

وہ ہرٹ ہوئی تھی۔ اس کی آنکھیں سب عیاں کر رہی تھیں۔۔

”یہ سب تمہاری بھلائی ہی کے لیے ہے بیٹا۔ وہ معاذ۔۔ نکاح تو کر لیا لیکن پلٹ کر تمہیں پوچھتا نہیں۔ نہ ہی واپس آکر اس نے اپنی شکل دکھائی۔ بھائی صاحب نے الگ اپنی پشت ہماری جانب کر لی ہے۔ ایسے میں مجھے کچھ نہ کچھ تو سوچنا ہی ہے ناں تمہارے بارے میں۔۔“

”اور آپ نے میرے لیے ایک بار پھر سے ارحم کو سوچ لیا۔۔“!

اس کی آواز زندگی میں پہلی بار سرد ہوئی تھی۔ وہ انسان جس نے اسے بھرے پنڈال میں رسوا کیا تھا۔ اس انسان کو بابا نے ایک بار پھر سے اس کے لیے منتخب کر لیا تھا۔۔

”بیٹا وہ نا صرف معاذ سے بہتر ہے بلکہ مالی حیثیت میں بھی وہ اس سے بہت اچھا ہے۔ اس کے باپ کا اپنا بزنس ہے جس کا وہ اکلوتا وارث ہونے والا ہے۔ ایسے میں تمہارے لیے اس سے زیادہ بہترین انتخاب میری نظر میں اور کوئی نہیں۔۔“

دل پر لگی چوٹیں بابا کے لفظوں سے اور گہری ہونے لگی تھیں۔

”صرف مالی حیثیت کی خاطر آپ میرا نکاح ختم کرنا چاہتے ہیں بابا۔۔۔“!

عابد کی ابھرتی کھنکھار اس پر واضح کر رہی تھی کہ وہ اس موضوع سے غیر آرام دہ ہو رہے تھے لیکن وہ بھی کیا کرتی۔۔! جب تک ان سے دو ٹوک بات نہیں کی جاتی انہیں بات سمجھ نہیں آنی تھی۔

”نہ صرف مالی حیثیت، بلکہ اس کے اخلاق کو بھی دیکھو تم۔ کتنی عزت کرتا ہے سب کی۔ کتنے طریقے سے پیش آتا ہے وہ ہر ایک کے ساتھ۔۔ ملتا ہے تو مسکرا کر ملتا ہے۔ ایسے کہ اگلے بندے کا دل ہی خوش ہو جائے۔۔ لیکن معاذ۔۔“

ان کے تلخی سے سر جھٹکنے پر رابیل کے جانے اندر کیا چبھا تھا۔ اسے بابا کا انداز بالکل بھی اچھا نہیں لگ رہا تھا اس وقت۔۔

”کبھی مسکراتے ہوئے دیکھا ہے تم نے اسے۔۔؟ جب دیکھو ایک ہی تاثر سجائے رکھتا ہے چہرے پر۔ ملتا یوں ہے جیسے کسی نے گن پوائنٹ پر سلام کروایا ہو۔ ایسے ہوتے ہیں لڑکے۔۔! اس طرح نبھاتے ہیں رشتے اور ایسے عزت کرتے ہیں اپنے بڑوں کی۔! تم مانو یہ نا مانو لیکن ارحم ہر لحاظ سے معاذ سے بہتر ہے۔۔“

اور رابیل نے ان کے ایسے موازنے پر لمحے بھر کو اپنی کنپٹیاں جلتی ہوئی محسوس کی تھیں۔۔ معاذ اور ارحم کا مقابلہ آخر تھا ہی کیا۔۔!

”ارحم نے تیرہ سال کی عمر میں اپنی ماں کو اپنے ہاتھوں سے قبر میں نہیں دفنایا تھا بابا۔۔! نہ ہی اس نے اپنا بچپن سڑکوں پر گزارا اور نہ ہی اس پر ایسی کوئی تلخی کبھی بھی زندگی میں وارد ہوئی۔۔ آپ ان دونوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔۔ وہ دونوں ایک طرح سے بڑے نہیں ہوئے بابا۔۔ ایک نے زندگی گھرے جنگل میں گزاری ہے تو دوسرے نے یہ زندگی کسی شاہی شہزادے کی مانند۔۔ آپ کو کیا لگتا ہے کہ آپ ان کا موازنہ یوں کر کے اپنے عمل کو جسٹفائی کر سکتے ہیں۔۔!؟“

اس کی جانب سے ایسا وار بالکل غیر متوقع تھا۔ رامین اور عابد تو چونکے سو چونکے، شزا نے بھی اسے لمحے بھر کو حیرت سے دیکھا تھا۔ لیکن رابی کو اب کسی کی بھی پرواہ نہیں تھی۔ جو ہو چکا تھا وہ ہو چکا تھا لیکن اب وہ انہیں ایک بار پھر سے تاریخ نہیں دہرانے دے سکتی تھی۔۔ ہر گز بھی نہیں۔۔

"تو تم اب اس کل کے لڑکے کے لیئے اپنے باپ سے بحث کر رہی ہو۔۔؟"

"آپ مجھے یہ سب کرنے کے لیئے مجبور کر رہے ہیں بابا۔۔ جب آپ اس رشتے کے لیئے دل سے راضی ہی نہیں تھے تو اس بھرے مجمعے میں آپ نے ہامی کیوں بھری۔۔؟ آپ کے ساتھ تو کسی نے زبردستی نہیں کی تھی کہ میرے رشتے کے لیئے یوں عجلت میں ہاں کر دیں۔۔! اور اب جب کہ میرا نکاح ہو چکا ہے تو آپ اتنے آرام سے اسے ختم کرنے کی بات کر رہے ہیں۔! میرے لیئے یہ سب نارمل نہیں ہے بابا۔ آپ پلیز کچھ تو خیال کریں۔۔"

اور اس نے اب کہ فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ اس رشتے کو بچانے کے لیئے جس بھی حد تک جانا چاہے گی جائے گی۔ کیونکہ وہ اس رشتے کو ختم نہیں کرنا چاہتی تھی۔۔ وہ معاذ کو نہیں چھوڑنا چاہتی تھی۔ اور اس ارحم کے لیئے تو بالکل بھی نہیں۔۔

"اس میں ایب نارمل کیا ہے مجھے صرف یہ بتاؤ۔۔"

عابد بجائے ٹھنڈے دماغ سے سوچنے کے الٹا طیش سے آگے ہو کر بیٹھے تھے۔ رامین نے پہلو بدلا۔۔ ساتھ رابیل کو مزید بحث کرنے سے بھی روکا، لیکن وہ ان کی جانب متوجہ نہیں تھی۔

”بابا میرا نکاح ہوا ہے۔۔ نکاح ایک بہت مضبوط اور گہرا رشتہ ہوتا ہے۔۔ یہ منگنی کے دو بول کی طرح نہیں ہوتا کہ دو بول سے ٹوٹ جائے۔۔ یہ اللہ کا بنایا ہوا تعلق ہے۔۔ اور آپ اسے ایسے بلا وجہ نہیں توڑ سکتے۔۔“

عابد کی آنکھیں آہستہ آہستہ سرخ ہونے لگی تھیں۔ ان کی حساس سی رابی کب اتنی مضبوط ہوئی انہیں اندازہ نہ ہو سکا۔۔ لیکن اب انہیں اچھے سے اس بات کا اندازہ ہو رہا تھا۔۔

”میرے پاس وجہ ہے اس رشتے کو توڑنے کی۔۔“

ماحول میں، ہر گزرتے لمحے کے ساتھ تناؤ بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ رابیل کو سانس لینے میں دشواری ہونے لگی تھی۔۔

”آپ کی ہر وجہ اس رشتے سے چھوٹی ہے بابا۔۔“

”اچھا۔۔“!

وہ مسکرا کر پیچھے ہو بیٹھے تھے۔ پھر سر جھٹکا۔۔

”اتنا ہی یقین ہے تمہیں اس رشتے پر تو لے کر آؤ معاذ کو میرے سامنے۔ وہ آئے اور ہم سب کے سامنے اقرار کرے کہ وہ اس رشتے کو نبھانا چاہتا ہے تو ہم تمہیں اس کے نکاح میں رہنے پر کبھی کچھ نہیں کہیں گے لیکن اگر رابیل۔۔“

وہ آگے کو ہوئے۔۔ تنبیہی نگاہوں سے اسے دیکھا۔۔ اس کا دل لمحے بھر کو رکا تھا۔۔

”اگر وہ یہاں آ کر دو لفظوں کی صاف بات نہ کر کے گیا تو میں تمہیں ہرگز بھی نہیں دیکھوں گا۔ میں یہ رشتہ ختم کروا دوں گا۔ اور ایک بات اور۔۔“

وہ اٹھ کھڑے ہوئے تو رامین بھی میکانکی سے انداز میں ان کے ساتھ ہی اٹھیں تھیں۔ رابیل نے گیلی گیلی آنکھوں سے انہیں دیکھا تھا۔

"میں نے اس وقت تمہارے رشتے کے لیئے ہامی صرف اس لیئے بھری تھی کیونکہ میں اپنی اور بے عزتی نہیں کروانا چاہتا تھا۔ جتنی باتیں تمہارے اس دوپٹے اور مدرسے کی وجہ سے میں نے سنی تھیں میں سن چکا۔۔ مجھ میں مزید ہمت نہیں تھی کسی کی بکواس سننے کا۔۔ لیکن مجھے اندازہ نہیں تھا کہ سوتیلا خون ہمیشہ سوتیلا ہی رہے گا۔۔ دیکھو۔۔ دکھا دیا ناں انہوں نے اپنا آپ۔۔ کیسے ایک بار بھی پلٹ کر خبر نہ لی تمہاری۔۔ اس وقت نکاح بھی صرف اس لیئے کیا تھا تاکہ خاندان بھر میں نام کما سکیں جو وہ کما چکے لیکن اب میں انہیں اپنی اور بے عزتی کرنے نہیں دے سکتا۔۔ سمجھ لو اس بات کو۔۔"

وہ اتنی سرد مہری سے بول رہے تھے کہ بے ساختہ ہی اسکی آنکھوں سے آنسو ٹوٹے۔ آخر اور کیا کیا سہنا رہ گیا تھا۔ بابا کا ایک ایک لفظ اس کے دل میں گڑ گیا تھا لیکن انہیں کوئی پرواہ نہیں تھی۔ سر جھٹک کر آگے بڑھے تو رامین بھی ان کے پیچھے گئیں۔ اس نے سر دونوں ہاتھوں میں گرا لیا۔۔ ہاتھ لرز رہے تھے اور دل سکڑ رہا تھا۔۔

شزا نے گہرا سانس لیا تھا اور ردا۔۔ وہ آہستہ آہستہ اس کی پشت سے سہلا رہی تھی۔ رابی کو لگا تھا کہ اب سب ٹھیک ہو گیا ہے۔۔ اب سب ٹھیک ہو جائے گا۔۔ اس کا نکاح معاذ سے ہو گیا ہے تو اب کسی میں ہمت نہیں ہو گی اسے مزید پریشان کرنے کی لیکن اب۔۔ ایک بار پھر سے بابا اس کے لیئے آزمائش کا گڑھا کھود رہے تھے۔ وہ کیا کرے۔ یا اللہ وہ کہاں چلی جائے۔۔!

سب اپنے اپنے کمروں کی جانب ہولے تو اب کہ وہ لاؤنج میں تنہا رہ گئی۔ بے ساختہ ہی اسے اپنے کندھوں پر تھکن محسوس ہوئی تھی۔ اس نے آہستہ سے لاؤنج سے اٹھ کر قدم اپنے کمرے کی جانب بڑھائے۔ ٹک ٹک کرتی گھڑی رات کے دس بجا رہی تھی۔ اس نے برقعہ اتارا اور شاور لینے چلی گئی۔ روح پر جمی کثافت ایسے ہی چھٹ سکتی تھی۔ نیم شاور لینے کے بعد اس نے بال خشک کیئے۔۔ سنگھار آئینے میں عکس دیکھتے ہوئے یکدم سرمئی آنکھیں اس کے سامنے چمکی تھیں۔ کتنی تکلیف تھی ان آنکھوں میں۔۔ کیا کچھ سہہ لیا تھا ان آنکھوں نے۔۔ پھر بھی رونا بھول گئی تھیں وہ آنکھیں۔۔

تولیئے سے بالوں کو خشک کرتے اس کے ہاتھ لمحے بھر کو سست ہوئے تھے۔ وہ ان آنکھوں میں اترنے لگی تھی۔۔ یا شاید وہ آنکھیں اس میں اترنے لگی تھیں۔۔ لوگ اس کا موازنہ ارحم سے کر رہے تھے۔۔ لوگ ایسا کیسے کر سکتے تھے۔۔ کتنے بے رحم ہوتے ہیں یہ لوگ۔۔! لیکن وہ لڑے گی۔۔ وہ اس کے لیئے لڑے گی۔۔ وہ اپنے لیئے لڑ رہی تھی تو اس کے لیئے بھی لڑ سکتی تھی۔

بالوں کو اس نے پیچھے پھینکا تو وہ پشت پر لہرائے۔ کندھوں سے تھوڑے نیچے آتے بالوں سے پانی موتیوں کی صورت ٹپک رہا تھا۔ اس نے ایک بار پھر سے اپنا عکس سنگھار آئینے میں دیکھا تھا۔ رخسار یکدم گلابی ہوئے۔۔ کچھ یاد آگیا تھا اسے۔۔ معاذ کا گردن جھکا کر ہنسنا۔۔ اف۔۔ اس نے مسکرا کر آنکھیں میچیں۔۔ اس کی یاد اس خارسی دنیا میں شبنم کے نرم قطروں کی مانند تھی۔ اس نے خود سے بھی اس سے نگاہیں چرائی تھیں۔

دوسری جانب معاذ اپنے کمرے میں اندھیرا کیے، گلاس ڈور کے ساتھ لیٹا ہوا تھا۔ گلاس ڈور سے باہر چاندنی سی پگھل رہی تھی۔ چاندنی کا کچھ حصہ اس کے کمرے میں گر کر اس کی تاریکی کو سلب کر رہا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھ سر کے نیچے رکھے ہوئے تھے۔ خوبصورت سی سرمئی آنکھیں خاموشی سے چھت کو تک رہی تھیں۔ اور ان نگاہوں کے پار وہ حبیبہ کا چہرہ تک رہا تھا۔۔ ان کا وہ پاکیزہ سا بابرکت چہرہ۔۔ جو کبھی اس کی یادوں سے اوجھل نہ ہوا تھا، آج پوری آب و تاب سے اس کے آگے جگمگا رہا تھا۔ یکدم ہی اس کی نگاہوں کے سامنے ایک اور پاکیزہ سا چہرہ گھوما۔۔ ناچاہتے ہوئے بھی وہ اس کی حرکتیں یاد کر کے مسکرایا تھا۔۔ کتنی نرم تھی وہ۔۔ ساری دنیا دل توڑنا جانتی تھی لیکن ایک وہ تھی کہ اسے دل جوڑنے آتے تھے۔۔ لوگ اسے کم عقل کہتے تھے، بیوقوف اور کسی حد تک بیک ورڈ بھی۔۔ لیکن وہ ان سب کے ساتھ ہی تو خوبصورت تھی۔ اس چھوٹی سی لڑکی کو ایسی باتیں کرنے آتی تھیں جو کسی بڑی اور میچور لڑکی سے بھی متوقع نہیں تھیں۔ جانے وہ کیسے مل گئی اسے۔۔! کیسے مل سکتی تھی وہ اسے۔۔ اسے تسلی دینے کے لیے اپنی جھجھک کی پرواہ کیے بغیر اس نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگایا تھا۔ اسے تھپکا تھا۔۔ اس نے کبھی بھی کسی کو اپنے اتنے نزدیک نہیں آنے دیا تھا لیکن وہ اسے۔۔ وہ اسے چاہ کر بھی روک نہیں پایا تھا۔۔ وہ اس کی قربت سے گھبرایا نہیں تھا۔۔ کیونکہ وہ غیر آرام دہ نہیں کیا کرتی تھی۔ وہ خود آکورڈ ہو جاتی تھی لیکن آگے والے کو آخری حد تک سکون پہنچانے کی کوشش کرتی تھی۔۔ کیا تھی یہ رابیل۔۔

اور رابیل نے اس وقت عشاء کے فرائض سے سلام پھیرا تھا۔ زیر لب تسبیحات پڑھتے ہوئے اس نے چہرے پر ہاتھ پھیرے۔۔ پھر انہی ہاتھوں کو دعا کے لیے بلند کیا۔۔ چھم سے وہ ایک بار پھر اس کے سامنے آیا تھا۔۔

”اللہ تعالیٰ۔۔ میں چاہتی ہوں کہ آپ معاذ کو اس کا قرآن لوٹا دیں۔۔ پلیز اللہ۔۔ اسے اس دنیا اور آخرت کی بھلائی یاں عطا کریں۔۔“

اور معاذ شعراوی آہستہ سے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ واش روم کی جانب بڑھا۔۔ واپس پلٹا تو آستینیں کہنیوں تک لپٹی ہوئی تھیں۔۔ بال ہلکے سے گیلے ہو کر ماتھے پر گر رہے تھے۔ وضو کا پانی ٹھوڑی سے ٹپک رہا تھا۔ کسی کی دعاؤں کا اثر تھا جو اس پر ہو رہا تھا۔۔ آگے بڑھ کر جائے نماز بچھائی اور پھر نیت باندھ لی۔

رابیل اب کے سکون سے رکوع میں جھکی ہوئی تھی۔ مدھم سی آواز میں تسبیحات پڑھتے ہوئے اس کا سارا بوجھ اتر رہا تھا۔ وہ اللہ سے بات کر رہی تھی۔۔ وہ اللہ سے اپنے غم کی فریاد کرنے آئی تھی۔۔ بھلا اس کا دل کیسے نہ ہلکا ہوتا۔۔!

دوسری جانب وہ بھی اب کہ اسی سکون کے ساتھ رکوع میں جھکا ہوا تھا۔ اندر کا سپاٹ پن اب تک ویسا ہی تھا لیکن اب کہ اس خول میں دراڑیں بخوبی محسوس کی جا سکتی تھیں۔ رابیل نے پر سکون سی نماز پڑھ کر سلام پھیرا تو ہر جانب سلامتی کی خوشبو سی بکھر گئی۔ اس کا کہف امن و سکون کا گہوارہ لگتا تھا۔ دعا مانگ کر جائے نماز تہہ کرتی اٹھی اور چہرے کے گرد لپٹے دوپٹے کی تہیں کھولیں۔ کٹھئی سے بال اب کے سوکھ کر کندھوں پر پھسل رہے تھے۔ اس نے دوپٹہ اسٹڈی ٹیبل کے آگے رکھی کرسی پر ڈالا اور کرسی کھینچتی بیٹھ گئی۔ ابھی اسے بہت سے اسائنمنٹس بنانے تھے اور مدرسہ کے کچھ ادھورے کام بھی کرنے تھے۔ نماز پڑھنے کے بعد بابا کی باتوں سے جو دل پریشان ہوا تھا وہ یکدم شانت سا ہو گیا۔ سکون ہی سکون پھیل گیا ہر سو۔۔ اس نے سیاہ روشنائی والا قلم کھولا اور

پھر کورے کاغذ پر لکھنے لگی۔ بال جب پھسل پھسل کر اسے تنگ کرنے لگے تو اس نے ہاتھ آگے بڑھا کر کلپ اٹھایا اور بالوں کو ہاف باندھ لیا۔ اب کہ وہ گردن ترچھی کیئے اپنا اسائی منٹ بنانے میں پوری طرح سے مصروف دکھتی تھی۔

معاذ نے بھی اپنی نماز سے سلام پھیرا اور پھر ہمیشہ کی طرح دعا کیئے بغیر اٹھ گیا۔ الماری کے اوپر گرد سے اٹی وہ کتاب اب بھی رکھی ہوئی تھی۔ اس نے ایک پل کو رک کر اس کتاب کی جانب دیکھا۔۔ بہت کچھ ایک ساتھ نگاہوں کے سامنے گھوما۔۔ لیکن ابھی۔۔ اتنی جلدی وہ آگے بڑھ کر اسے اٹھانے کی ہمت خود میں نہیں پاتا تھا۔ سو گہرا سانس لے کر وہیں گلاس ڈور کے پاس جا کر دوبارہ سے لیٹ گیا۔۔ ہاتھ سر کے نیچے رکھ لیئے۔۔ لیکن اب کہ اس کے اندر کی بے چینی مفقود تھی۔۔ اب کہ اس کے کہف میں بھی صرف سکینت تھی جو محسوس کی جا سکتی تھی۔۔ اور یہ سکینت کس کی برکت سے تھی، اس کا اندازہ اسے بخوبی تھا۔

دوسری صبح وہ دیر سے اٹھی۔ وہ عموماً دیر سے ہی اٹھا کرتی تھی۔ کتنی ہی دفعہ استاذہ نے اسے سمجھایا تھا کہ دیر سے اٹھنا بالکل بھی درست نہیں لیکن وہ اپنی اس عادت کو نہیں چھوڑ سکی تھی۔ اسے بہت نیند آتی تھی۔۔ بہت سے مراد اچھی خاصی نیند۔۔ رات جلدی سونے پر بھی وہ دیر ہی سے اٹھتی تھی۔ صبح کے گیارہ بج رہے تھے۔ اس نے خود کو کوستے ہوئے کمبل خود سے ہٹایا اور پھر بستر سے باہر نکل آئی۔ فجر پڑھ کر وہ جو سوتی تھی تو اسی وقت اٹھتی۔ گھر والے اس کی عادت سے واقف تھے سو اسے تنگ نہیں کیا کرتے تھے۔ اس نے منہ دھو کر دوپٹہ گلے میں لے

کر اس کا ایک پلو سر پر لیا اور کمرے سے باہر چلی آئی۔ کچن میں رامین کھانا پکا رہی تھیں۔ اس نے سلام کیا لیکن انہوں کی کوئی جواب نہ دیا۔ یقیناً کل کی باتوں پر وہ اس سے ناراض تھیں۔۔

وہ گہرا سانس لے کر آگے بڑھی اور اپنے لیئے ناشتہ بنانے لگی۔ پھر اپنا مختصر سا ہاف فرائی ڈانڈے والا ناشتہ لیئے درمیانی ٹیبل پر آ بیٹھی۔ گلا کھنکھار کر رامین کو متوجہ کیا۔۔

"ماں۔۔ آپ نے کر لیا ناشتہ۔۔؟"

"ہوں۔۔"

اس "ہوں" میں بھی سرد مہری تھی۔ اس نے مایوس ہو کر اپنی توجہ پوری طرح سے ناشتے کی جانب کر لی۔ ناشتے سے فراغت کے بعد اس نے رامین کے ساتھ مل کر روٹیاں پکائی یں۔ کچن کا باقی کام تو اسے نہیں آتا تھا لیکن وہ ماسی کے چھٹی کرنے پر روٹیاں پکا لیا کرتی تھی۔ رامین نے اسے اپنی مدد کرنے سے نہیں روکا۔ مطلب صاف تھا۔۔ وہ اس سے نالاں تھیں مگر اس حد تک بھی نہیں کہ وہ انہیں منا ہی نہ سکتی۔۔

"ویسے تو بڑی باتیں کر رہی تھیں کل تم۔ کھانا پکانا آتا ہے تمہیں جو دوسرے گھر جا کر رشتے نبھاؤ گی۔۔؟"

یکدم رامین نے اس سے کہا تو اس نے چونک کر ان کی جانب دیکھا۔

"کھانا پکانا تو نہیں آتا۔۔"

"پھر کیا کرو گی دوسرے گھر جا کر۔۔"!

وہ اس کی لاپرواہی پر غصہ ہوئی تھیں۔ اس نے کندھے اچکائے۔۔

”معاذ کو آتا ہے۔۔“

مزے سے کہا۔۔رامین نے نا سمجھی سے اسکی جانب دیکھا تھا۔۔

”کیا آتا ہے اسے۔۔؟“

”کھانا پکانا۔۔“

”تو وہ اب مرد ہو کر کھانا پکائے گا۔۔“

”تو کیا ہو گیا ماں۔۔ دنیا میں زیادہ تر مرد ہی شیف ہوتے ہیں۔اگر وہ کھانا پکا لے گا تو اس میں کیا ہو جائے گا۔۔“

”یا اللہ میں کیا کروں اس لڑکی کا۔ مطلب تم نے نہیں سیکھنی گھر داری۔وہ بیچارہ باہر بھی سنبھالے، گھر بھی دیکھے۔۔ پھر تم کیا کرو گی۔۔؟“

”میں اس کا ہاتھ بٹاؤ نگی جیسے آپ کا بٹاتی ہوں۔“

رامین نے اسے ایک لمحے کو افسوس سے دیکھا تھا۔

”نکل آؤ اپنی اس خیالی دنیا سے اور سیکھ لو کچھ گھر داری۔ ہر وقت وہ تمہارے لیئے کھانے نہیں پکائے گا۔ تم اب بڑی ہو گئی ہو یہ سب سیکھو۔۔ یہ سب سیکھنا ذمہ داری ہے تمہاری۔اگر گھر بنانا ہے تو پہلے کچن سنبھالنا آنا چاہیئے۔ اور یہ جو محترمہ کی دیر سے اٹھنے والی عادت ہے ناں۔ اسے بھی نکالو اپنے اندر سے۔۔ بہت بری عادت ہے یہ۔۔ کسی دوسرے گھر جا کر اپنی ماں کی ناک ہی کٹوانی ہے تم تینوں نے تو۔۔“

اور وہ چپ چاپ ان کی صلواتیں سن رہی تھی۔ کاش کہ وہ بھی ایک سگھڑ لڑکی ہوتی۔ وہ ناولز کی ہیروئنز جیسی۔ یوں جھٹ پٹ ہاتھ چلاتی اور یہ سب کچھ تیار شیار کر کے سامنے لگا دیتی لیکن اسے تو صرف انڈا فرائی کرتے ہوئے اس کی زردی بچانے میں پوری جنگ لڑنی پڑتی تھی۔۔ کہاں تو وہ بڑے بڑے کھانے بنا سکتی۔ لیکن رامین کی باتوں کے بعد اسے احساس ہو رہا تھا کہ اسے کچھ بھی نہیں آتا۔ صرف کتابیں پڑھنے آتی ہیں اور بس۔۔

"میں سیکھوں گی ماں۔۔"

"ہاں بس بس۔۔ سیکھ لیا تم نے اور دیکھ لیا میں نے۔"

"اف ہے بھئی۔ آپ مائیں ہمیشہ ایسے کیوں کرتی ہیں۔ پہلے ہمیں محنت کرنے پر اجاگر کرتی ہیں اور جیسے ہی ہم لڑکیاں ذرا کچھ کرنے کے لیے کہتی ہیں تو جھٹ منہ پر انکار۔۔ ایسے کیسے ہم کچھ سیکھ سکتے ہیں۔۔"

"ہاں اب تو ماں کو ہی کہنا ہے تم نے۔ خود تو کچھ آتا نہیں تمہیں۔"

اس نے سر ہلایا اور آخری روٹی توے سے اتاری۔ ہاتھ سنک سے دھوئے اور پھر ماں کو ان کے کچن کے ساتھ ہی چھوڑ کر باہر نکل آئی۔ نومبر کی اترتی دھوپ بھی اس سمے آسمان میں تیرتی بدلیوں کے پیچھے چھپ گئی تھی۔ یخ سی ہوا سے سب کچھ یخ بستہ ہو گیا تھا۔ اس نے بھی سر پر دوپٹہ لپیٹا اور پھر باہر لان میں چلی آئی۔ اور پھر اس کے اگلے ہی لمحے اس نے بہت ہی برا منظر دیکھ لیا۔ ایسا منظر۔۔ جس سے اس کا حلق تک کڑوا ہو گیا تھا۔۔ وہ بلاشبہ ارحم ہی تھا جو سیاہ قمیض شلوار میں ملبوس آنکھوں سے چشمہ ہٹاتا اسی جانب بڑھ رہا تھا۔ اس کے ماتھے پر بے ساختہ ہی بل ابھرے تھے۔ اور اب کے اگلے لمحے چہرے پر فاتحانہ سی مسکراہٹ لیے وہ اس کے سامنے کھڑا تھا۔ اس نے

سرد نگاہوں سے اسے دیکھا اور واپس پلٹی۔ وہ گھوم کر اس کے سامنے آیا تھا۔ اس کی پشت بنگلے کی جانب تھی اور رابیل کی گیٹ کی طرف۔

"اب تم مجھ سے بات بھی نہیں کرو گی۔۔"

"جی بالکل۔ مجھے کوئی بات نہیں کرنی آپ سے۔"

اس نے بیزار ہو کر کہا تھا۔ ارحم نے افسوس سے اس کی جانب دیکھا۔

"کیا حال کر دیا ہے چند ہی دنوں میں اس معاذ نے تمہارا۔ میری محبت میں تم کیسے جگمگایا کرتی تھیں۔۔"

اس کی ایسی گھٹیا بات پر اس کے کانوں سے دھواں نکلنے لگا تھا۔ اس جنگلی انسان سے اب اسے ہر گزرتے لمحے نفرت ہوتی جا رہی تھی۔

"میں نے کبھی بھی آپ سے محبت نہیں کی تھی ارحم۔ فار یور کائنڈ انفارمیشن۔۔"

"تم کہتی نہیں تھیں وہ الگ بات ہے۔ لیکن تمہاری آنکھوں نے ہمیشہ مجھ سے بات کی ہے۔"

ذرا رکا۔۔ پھر آہستہ سے جھکا تو وہ پیچھے ہوئی۔

"ہماری محبت کی بات۔۔"

اس نے دانت کچکچائے تھے۔ کیسے یہ گھٹیا بندہ ہر بات کو اپنا ہی رنگ دیئے جا رہا تھا۔ اس کا دل کیا ایک تھپڑ تو جڑ ہی دے اس کے منہ پر۔

"بکواس بند کریں اپنی۔۔"

اس نے ضبط سے بس اتنا ہی کہا تھا۔ وہ اس کے کھول کر کہنے پر ہنس دیا۔ پھر دیر تک ہنستا ہی رہا۔

"میں تم سے شادی کر کے ہی رہو نگا رابیل۔ تمہیں میرے پاس ہی آنا ہے۔۔"

اس نے جیسے ان دیکھی سی گرد جھاڑی تھی کندھے سے۔ رابیل یکدم مسکرائی تھی۔

"آپ کو اور آپ جیسے ہر لڑکے کو کیا لگتا ہے ارحم کہ وہ یہ۔۔ یہ اوچھی حرکتیں کر کے کوئی سپر ہیرو لگتے ہیں۔ وہ زبردستی شادیاں کر کے کوئی بہت بڑا کارنامہ انجام دیتے ہیں۔ وہ ایک کمزور سی لڑکی پر اپنا زور چلا کر کسی سلطنت کے بادشاہ بن جاتے ہیں۔۔! مجھے کبھی بھی ایسے اوچھے لڑکے نہیں پسند تھے۔ ہر وقت اپنی مرضی مسلط کر کے خود کو کوئی سلطان سمجھنے والوں کو پتہ نہیں کہ وہ پاکستانی فلموں کے سلطان راہی لگتے ہیں۔۔ وہ ہی جس کے ہاتھ میں گنڈاسہ ہوا کرتا تھا۔۔"

اس نے ایک مزاق اڑاتی نگاہ ڈالی تھی اس پر۔ ارحم نے دانت پیسے۔۔

"آپ کو اور آپ جیسے ہر سو کالڈ لڑکے کو سمجھ لینا چاہیئے کہ ہمیں آپ اپنی مرضی مسلط کرتے ہوئے ہرگز بھی ہیرو نہیں لگتے ہیں۔ جو لڑکے کچھ نہ کہہ کر بھی بہت کچھ کہہ جائیں ہم لڑکیوں کو ایسے لڑکے پسند ہوتے ہیں ارحم۔۔ جو ہر چھوٹی چھوٹی بات کو اپنی یہ فضول سی انا کا مسئلہ نہ بنالیں ہمیں ایسے لڑکے اپنی جانب کھینچتے ہیں۔۔ جو عزت سے پیش آئیں اور بے عزتی کرنے والے کا منہ توڑ کر رکھ دیں ہم لڑکیاں ایسے لڑکوں سے وابستہ کرنا چاہتی ہیں خود کو۔ آپ تو اتنے چھوٹے ہیں کہ میرے ایک ذرا سے حجاب پر اپنی بلبلائی انا کو خاموش نہ کروا سکے۔۔ آپ کیا مجھ سے محبت کریں گے۔۔"!

اس کے تڑاتڑ جملوں نے جیسے ہر طرف تباہی کر دی تھی۔ ارحم کو حیرت ہوئی۔۔ کیسے وہ کمزور اور ڈری سہمی سی لڑکی اب یوں سامنے کھڑی لفظوں سے اسے تار تار کر رہی تھی۔

"تم سے ایک آخری بار پوچھونگا۔۔ شادی کرو گی مجھ سے یا نہیں۔ اور اگر اس کا جواب نہیں ہوا تو تم ابھی مجھے جانتی نہیں ہو رابیل۔۔ بتاؤ۔۔ جواب دو۔۔"

اور اس نے اگلے ہی پل لب کھولے تھے لیکن کسی نے اسے کہنی سے پکڑ کر اپنے پیچھے کیا۔ اس نے حیرت سے اسے دیکھا۔ وہ بلیو جینز پر سیاہ ٹی شرٹ پر سیاہ ہی جیکٹ پہنے ہوئے تھا۔ رف سا۔۔ ماتھے پر گرتے بالوں سے بے نیاز۔

"مجھ سے پوچھو۔۔ میں بتاتا ہوں تمہیں۔۔ بتاؤ۔۔ زبان سے سمجھاؤں یا پھر ہاتھوں کی بات سمجھ آتی ہے تمہیں۔۔"!

اور وہ وہی تھا۔۔ وہ ہی جو ارحم سے کہیں زیادہ وجیہہ تھا۔ نہ صرف شکل و صورت میں بلکہ اپنی عزت کرنے میں بھی۔۔ اس نے چہرہ اٹھا کر اسے دیکھنا چاہا۔ لیکن اس کی پشت اس کے جانب تھی۔ وہ اس کے پیچھے چھپ سی گ ئی تھی۔ ارحم نے حیرت سے ایک لمحے کو معاذ کی جانب دیکھا تھا جو کڑے تیور لی ۓ خاموشی سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ یہ جرأت وہ ہی کر سکتا تھا۔۔ ہاں اتنی ہمت معاذ شعروای میں ہی تھی کہ یوں اسے کہنی سے پکڑ کر اپنے پیچھے کرتا اور پھر آگے والے سے ان کے جملوں کا حساب بھی لے لیتا۔ زبان سے نہیں تو پھر ہاتھوں سے۔۔ وہ اس کا حساب لے رہا تھا۔۔ وہ اس کا حساب اب کہ ان میں سے ایک ایک سے لینا چاہتا تھا۔ بہت ہو گیا یوں خاموش رہنا۔ بہت

دیکھ لیا اس نے سب کو۔ اب وہ ان سب کو اپنے طریقے سے سمجھانا چاہتا تھا۔۔ سیدھے طریقے سے نہیں تو پھر الٹے طریقے سے سہی۔۔

اور اس نے اس دن جان ہی لیا کہ اسے معاذ کتنا اچھا لگنے لگا تھا۔ یوں اسٹینڈ لیتا ہوا وہ کتنا اچھا لگتا تھا۔۔ چلو ایک نہ ایک دن تو وہ اسے ضرور بتائے گی کہ وہ یوں تیوری چڑھا کر آگے والے کو جھاڑتا ہوا کتنا اچھا لگتا تھا۔۔!

معاذ کو دیکھتیں اس کی نگاہیں ارحم پر پھسلی تھیں۔ وہ اس کے یوں لمحے بھر میں سامنے آنے پر حیران ہوا تھا۔ لیکن اگلے ہی لمحے اس کی پیشانی پر بل پڑے۔ رابیل جو معاذ کے ساتھ سے اب کے نکل کر کھڑی ہو گئی تھی، اس نے بے ساختہ دیکھا تھا اسے۔

"تم درمیان میں کیوں آ رہے ہو۔۔؟"

"میں تو اب درمیان میں آ چکا ہوں۔"

اس کا جملہ سادہ نہیں تھا اور اس کا مطلب ارحم کو بخوبی سمجھ بھی آ گیا تھا اسی لیے دانت کچکچا کر اب کے معاذ کو دیکھا تھا اس نے۔

"میں تم سے بات نہیں کر رہا۔۔"

"لیکن میں تمہی سے بات کر رہا ہوں۔ کیا پوچھنا تھا تم نے۔۔ پوچھو اب۔۔ بہت اچھے سے جواب دوں گا میں تمہیں۔۔"

"رابیل اور میرے درمیان آ کر تم نے بہت بڑی غلطی کی ہے معاذ۔۔"!

اس کی سرد سی آواز پر معاذ نے تلخی سے مسکرا کر سر جھٹکا تھا۔ پھر سرمئی آنکھوں کے کانچ اس کی آنکھوں میں گاڑے۔ ان آنکھوں کا کانچ اس سمے سیاہ دکھ رہا تھا۔۔ جیسا کہ ہمیشہ طیش میں آنے پر اس کا ارتکاز سیاہ ہو جایا کرتا تھا۔ رابیل سانس روکے ان دونوں کو تک رہی تھی۔

"جن غلطیوں کے نتائج درست نکل آئیں۔ میرے یہاں انہیں غلطیاں تسلیم نہیں کیا جاتا۔"

"لیکن میرے یہاں انہیں پھر بھی غلطی ہی تسلیم کیا جاتا ہے۔۔"

"تو یہ تمہارا مسئلہ ہے، ہمارا نہیں۔۔"

رابیل نے یکدم اس کے "ہمارا" کہنے پر اسے چونک کر دیکھا تھا۔ ارحم نے اس کا چونکنا دیکھ لیا تھا۔ اسی لیے کڑوی سی مسکراہٹ کے ساتھ معاذ کو دیکھا۔

"کیا اپنے یہاں کے قانون اس بھولی لڑکی کو سمجھائے ہیں تم نے یا پھر اسے بھی اپنی غلطیوں کی طرح اچھے سے تسلیم کرنے کے عادی ہو تم۔۔"!

وہ طنز تھا۔۔ ایک کڑا طنز۔۔ معاذ کے جبڑے بھنچ گئے۔ ابرو تن گئے۔ سرمئی ارتکاز مزید سیاہ ہونے لگا۔

"یہ بھولی لڑکی اب میری بیوی ہے۔ بہت اچھے سے یہ بات تم بھی جانتے ہو اور تمہارے گھر والے بھی۔ اسی لیے تمہیں اس بابت پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے کہ میں کس کو کتنا آگاہ کرتا ہوں اور کس کو۔۔"

ایک نگاہ اوپر سے لے کر نیچے تک اس نے ارحم پر ڈالی تھی۔

"کس کو اپنی آگاہی کی ہوا بھی نہیں لگنے دیتا۔۔"

"تم۔۔"!

ارحم نے بے ساختہ لبوں پر آتی کوئی گالی روکی تھی شاید۔ رابیل نے بے یقینی سے اسے دیکھا تھا۔ اس انسان سے کبھی اس نے امیدیں وابستہ کی تھیں۔! کتنی بے وقوف تھی تب وہ۔۔ لیکن معاذ ویسے ہی کھڑا رہا، بنا کوئی تاثر دی ئے۔

"اپنی ذات کے گٹر کو بند رکھو۔ اور آئی ندہ رابیل کا راستہ روکنے کی کوشش بھی مت کرنا نہیں تو راہ چلتے کتوں کے آگے لاش ڈال دونگا تمہاری۔ ابھی جانتے نہیں ہو تم مجھے۔ جتنی میری مافیا راج میں دوستیاں ہیں، اتنی ساری دنیا میں تمہاری رشتے داریاں نہیں ہونگی۔۔ سمجھے۔۔"!

آخر میں جھڑک کر کہا تو رابیل لمحہ بھر کر سہم سی گ ئی۔ ارحم تو ایک پل کے لی ئے مافیا کا نام سن کر ہی گنگ ہو گیا تھا۔ اسے ایسے لوگوں سے ہمیشہ سے خوف آتا تھا، کجا یہ کہ وہ ان سے یوں روبرو بات کرتا۔ اور اسے معاذ کی اس بات پر یقین بھی نہیں آنا تھا لیکن پچھلے دنوں معاذ کو چھانتے ہوئے اسے اندازہ ہوا تھا کہ اس کی "دوستیاں" یقیناً اچھے لوگوں کے ساتھ نہیں تھیں۔

"آئی ندہ۔۔"

اس نے انگشتِ شہادت اٹھائی تھی۔

"میں زبان سے نہیں سمجھاؤ گا۔ یاد رکھنا۔۔"!

اس نے ایک آخری سرد نگاہ اس پر ڈالی اور پھر رابیل کو ہاتھ سے پکڑے آگے بڑھ گیا۔ وہ اس کے ساتھ خاموشی سے کھنچتی چلی جا رہی تھی۔ داخلی دروازہ پار کرنے کے بعد اس نے نرمی سے اس کا ہاتھ چھوڑ دیا تو وہ بھی یکدم جیسے ہوش میں آئی۔

"تمہیں اتنا۔۔ اممم۔۔ حساس ہونے کی ضرورت نہیں ہے معاذ۔۔ میں ٹھیک ہوں۔۔"

اس نے آہستہ سے کہا تھا۔ معاذ نے لمحے بھر کو اس کی جانب دیکھا۔

"میں حبیبہ کو کھو چکا ہوں۔۔ لیکن میں رابیل کو نہیں کھونا چاہتا۔۔"

اور اس کے اس قدر براہِ راست سے جملے پر رابی نا چاہتے ہوئے بھی چھوٹے بچوں کی طرح آنکھیں پھیلائے اسے دیکھنے لگی تھی۔ وہ سنجیدہ تھا۔۔ بے حد سنجیدہ۔۔

"اور۔۔ اور اگر میں خود اس رشتے سے آزادی چاہوں تو۔۔ کیا کرو گے تم۔۔؟"

اس نے تجسس کے مارے یہ سوال اس سے پوچھ ہی لیا تھا۔ معاذ کی سنجیدگی میں رتی برابر بھی فرق نہ آیا۔۔ نہ ہی آنکھیں حیرت سے پھیلیں اور نہ ہی پیشانی پر کوئی شکن ابھری۔۔

"تو میں تمہیں۔۔ ابھی کہ ابھی آزاد کر دونگا۔۔"

اور جب وہ بولا تو آواز بالکل نارمل تھی۔ رابیل نے یکدم تیزی سے پلکیں جھپکائی یں۔ اسے اس انسان سے بہت دیکھ بال کر سوالات کرنے تھے۔ کیونکہ وہ لگی لپٹی نہیں رکھا کرتا تھا۔ وہ صاف سیدھی بات کرنے کا عادی تھا۔

"لیکن اگر تمہاری رضامندی کے ساتھ کسی نے تمہیں اس رشتے کو لے کر کوئی بھی تکلیف پہنچانے کی کوشش کی تو پھر میں انہیں اپنے طریقے سے سمجھاؤ نگا۔"

"کیا کرو گے تم۔۔؟"

اس نے بنا پلک جھپکائے پوچھا تھا اس سے۔ معاذ اس کے ایسے پوچھنے پر چند پل اسے دیکھتا رہا پھر کندھے اچکائے۔

چلو جی۔۔ وہ اپنے سوئی چ موڈ پر واپس جا چکا تھا۔ اب تو وہ اسے الٹا بھی ٹانگ دیتی تب بھی اس کے اندر سے بات نہیں نکلنی تھی۔ اس نے گہرا سانس لے کر اس بات کو بھول جانے ہی میں عافیت سمجھی تھی۔

"کیسے آگ ئے تم۔۔؟"

"تم نے مجھے اسی رات کیوں نہیں بتایا کہ گھر والے تمہیں پریشرائی ز کر رہے ہیں اس رشتے کے حوالے سے۔۔؟"

اور یکدم اس کے تہہ تک پہنچ جانے پر رابیل نے بے ساختہ شرمندہ ہو کر ادھر ادھر دیکھا تھا۔ اوپر ریلنگ سے ردا اور شزاان دونوں کو دیکھ رہی تھیں۔ اس نے پلکیں جھپکا کر ایک بار پھر سے معاذ کی جانب دیکھا تھا۔

"میں خود کو اور تمہارے سامنے ہلکا نہیں کرنا چاہتی تھی۔ ایک جانب میں اپنے گھر والوں کے لی ئے اس قدر بوجھ بن گ ئی کہ انہوں نے تمہاری رضامندی پر جھٹ سے شادی کے لی ئے ہامی بھر لی لیکن پھر اگلے ہی لمحے جب تم ان کی امیدوں پر پورے نہیں اترے تو انہوں نے تم سے رشتہ توڑنے کے لی ئے مجھ پر زور ڈالنا شروع کر دیا۔ میری عزت نفس اس سارے عرصے میں بہت مجروح ہوئی تھی معاذ۔ میں تمہارے سامنے اپنا بھرم یوں نہیں توڑنا چاہتی تھی۔"

اس کے دکھی ہو کر کہنے پر معاذ نے ایک لمحے کو گہرا سانس لیا تھا۔ پھر سر ہلایا۔۔

"بلاؤ بابا کو۔۔۔ بات کرنی ہے میں نے ان سے۔۔"

"بابا کو۔۔ انہیں کیوں۔۔؟"

اور رابیل جو تہے دل سے چاہتی تھی کہ وہ گھر چلا آئے۔ بابا کے سامنے بیٹھ کر دوٹوک بات کر لے، اس کے اس طرح سے کہنے پر یکدم گھبرا گئی تھی۔ معاذ نے ایک لمحے کو رک کر دیکھا تھا اسے۔

"تم اس رشتے کے لیے راضی ہو۔۔؟"

اس کا سوال اس قدر سیدھا تھا کہ وہ بے اختیار ہی ہامی بھر گئی۔ پھر یکدم سر نفی میں ہلایا پھر نا سمجھی سے ہاں میں۔۔ اف۔۔

"ایسے منواتے ہیں لوگوں سے اپنی بات۔ جاؤ اب بلاؤ انہیں۔ مجھے بات کرنی ہے۔"

"تم ہمیشہ سے ہی اتنے بدتمیز تھے یا پھر مجھ سے ملنے کے بعد ہوئے ہو۔۔؟"

اس کے یوں گھیرنے پر وہ تلملائی تھی۔ معاذ نے کندھے اچکائے۔۔ پھر ٹھوڑی کھجائی۔۔

"ہمیشہ سے تھا۔۔"

"اور اگر میں بابا کو نہ بلاؤں تو کیا کرو گے تم۔۔"

ایک پل کو اپنی ٹھوڑی اٹھا کر بڑے اطمینان سے پوچھا تھا۔ وہ مسکرایا، پھر نفی میں سر ہلایا۔۔

"تو میں یہ کرونگا۔۔"

جھک کر اس کا ہاتھ تھاما اور اپنے ساتھ لیئے زینوں کی جانب بڑھا۔ اسے پہلے تو سمجھ نہیں آیا اور پھر جب سمجھ آیا تو وہ یکدم گھبرا گئی۔

"معاذ نہیں۔۔ معاذ میری بات سنو۔۔ بابا گھر پر نہیں ہیں۔۔ معاذ۔۔"

لیکن وہ اسے اپنے ساتھ لیئے آگے ہی آگے بڑھ رہا تھا۔ کچھ معاملات میں وہ واقعی بہت ٹیڑھا تھا۔ رابیل کو وقار کی پچھلی بات اب سمجھ آئی تھی۔ ردا اور شزا بھی اس کے یوں آرام سے بابا کے کمرے کی جانب بڑھنے پر گڑبڑا کر ان کے پیچھے ہی آئی تھیں۔ رامین اس ہلکے پھلکے سے شور پر کچن سے باہر نکلیں تو دیکھا ارحم داخلی دروازے ہی میں ایستادہ تھا۔ وہ اسے دیکھ کر چونکیں۔۔ پھر مسکرا کر اسے بیٹھنے کو کہا۔۔ وہ چاروناچار لاؤنج میں آکر بیٹھ ہی گیا تھا۔ اس کے چہرے کی فاتحانہ سی چمک غائب تھی۔ معاذ اور رابیل کو یوں ایک ساتھ دیکھ کر اسے بہت کچھ غارت ہوتا ہوا نظر آرہا تھا۔۔

اس نے عابد کے کمرے کے باہر رک کر دروازہ کھٹکھٹایا۔ رابیل کی جانب دیکھا۔۔ جو مسلسل نفی میں سر ہلا کر اسے روک رہی تھی۔

"معاذ نہیں۔۔ معاذ پلیز۔۔"

لیکن پھر اگلے ہی لمحے وہ دروازہ کھول کر اندر داخل ہو رہا تھا۔ عابد جو راکنگ چیئر پر جھولتے کوئی کتاب پڑھ رہے تھے لمحے بھر کو معاذ اور رابیل کو یوں ساتھ دیکھ کر ٹھٹھکے۔۔ ان کی جھولتی کرسی تھم گئی تھی۔ وہ سیاہ جیکٹ میں ملبوس اس سادہ سے قمیض شلوار والی رابیل سے اونچا تھا۔

اس نے کمرے میں آکر اس کا ہاتھ چھوڑ دیا تھا لیکن اس نے یہ عابد کو دکھا کر چھوڑا تھا۔ وہ واقعی لفظوں سے پہلے ہی انسان کو سمجھانے کا عادی تھا۔ اس کے اس عمل نے عابد کو بھی لمحے بھر میں بہت کچھ سمجھا دیا تھا۔

"اسلام علیکم۔۔ کیسے ہیں چچا آپ۔۔؟"

اور پھر وہ ان کے عین سامنے صوفے پر جا بیٹھا۔ ردا اور شزا بھی دروازے میں آ کھڑی ہوئی تھیں۔ عابد کو سلام کا جواب دینے میں چند لمحے لگے۔ رابیل تو اپنی جگہ پر ہی جم گ ئی تھی۔

"م۔۔ میں ٹھیک ہوں۔۔ تم کیسے ہو۔۔؟"

"ٹھیک۔۔"

چند لمحوں کے لی ئے سارے کمرے میں سناٹا چھا گیا تھا۔ پھر رابیل ہی نے کھنکھار کر بات کا آغاز کرنا چاہا تو اسی وقت معاذ کی آواز ابھری۔

"آپ اس رشتے سے خوش نہیں ہیں چچا۔۔؟"

اف۔۔ کوئی اتنا صاف گو کیسے ہو سکتا ہے۔۔! رابیل کا دل کیا وہ سب چھوڑ چھاڑ کر یہاں سے بھاگ جائے۔ اس کی صاف گوئی پر عابد بھی چند لمحوں کے لی ئے بری طرح سے گڑبڑائے تھے۔ انہیں سمجھ ہی نہیں آیا کہ اسے کیا جواب دینا چاہی ئے۔۔

"خوش ہیں تب بھی مجھے بتا دیں اور اگر خوش نہیں ہیں تب بھی بتا دیں۔ میں آپ کے ساتھ کوئی زبردستی نہیں کروں گا۔۔"

معاذ کا لہجہ اس کے مخصوص لہجے سے خاصہ مختلف تھا۔ بالکل نرم اور ہموار سا۔۔ جانے یہ شخص اور کتنی پر تیں لی ئے ہوئے تھا خود میں۔ لوگ جو اندازے اس کے بارے میں قائم کیا کرتے تھے اگلے ہی لمحے وہ کسی ایسے نرم سے انداز سے ان کے اندازے، انہی پر الٹ دیا کرتا تھا۔۔ جیسے کہ اس نے ابھی یہی عابد کے ساتھ کیا تھا۔۔

"تم اتنے دن کہاں غائب تھے۔۔؟

"میں تو اتنے سالوں سے غائب تھا چچا کیا فرق پڑتا ہے اس سے۔ لیکن میں اگر کسی بات پر آپ کو زبان دے کر گیا تھا تو اس کا مطلب تھا کہ میرا پلٹنا یقینی سی بات ہے۔ اس کے لیے آپ کو کسی پر بھی دباؤ ڈالنے کی ضرورت نہیں تھی۔۔"

اور عابد کی نگاہ اگلے ہی لمحے رابیل پر اٹھی تھی۔ اس نے سر پورا جھکا رکھا تھا۔ وہ ابھی اپنی صفائی میں کہنے کے لیے کچھ بھی ساتھ نہ لائی تھی۔ یا اللہ وہ کیا کرے۔

"میں بیٹی کا باپ ہوں۔ پریشان نہ ہوتا تو کیا کرتا بھلا۔۔؟"

" کسی اور کے پاس جانے سے پہلے مجھ سے بات کرتے آپ۔ سارا مسئلہ ختم ہو جاتا۔"

اس نے گھٹنوں پر رکھی کہنیوں کی ہتھیلیاں باہم ملا رکھی تھیں۔ سنجیدگی اس قدر گہری تھی کہ عابد اس کی کسی بھی بات ہر ہلکا پھلکا سا تاثر دے ہی نہیں سکتے تھے۔ اس لڑکے کو رشتے سنبھالنا آتے تھے۔۔ اسے رشتے بچانا آتے تھے۔ انہیں اندازہ ہو رہا تھا۔۔

"مجھے واقعی تم سے بات کرنی چاہیئے تھی۔"

اور ان کے اس طرح سے اپنی غلطی تسلیم کرنے پر رابیل نے جھٹکے سے سر اٹھایا تھا۔ ردا اور شزا نے حیران ہو کر ایک دوسرے کو دیکھا۔

"مجھے اگر اس رشتے سے مس ئی لہ ہوتا تو میں پہلی دفعہ ہی اس کے لی ئے ہامی نہیں بھرتا چچا۔ لیکن مجھے اس سے کوئی مس ئی لہ نہیں ہے۔ ان فیکٹ جتنے مس ئی لے تھے وہ بھی سلجھادی ئے ہیں کسی نے۔۔"

ایک نظر اٹھا کر رابیل کو دیکھا تھا، وہ بے یقین نگاہوں سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ ردا اور شزا نے بے ساختہ ابھرتی مسکراہٹ دبائی تھی۔ آہ۔۔ وہ معاذ تھا۔۔ اس پر صرف حیرت ہی کی جاسکتی تھی۔ عابد کنھکھار کر سیدھے ہوئے۔

"تو تمہیں اس رشتے سے واقعی کوئی مس ئی لہ نہیں۔۔؟"

"نہیں۔۔"

اور اس کے اس یک لفظی جواب پر رابیل کے کندھے بے ساختہ ہی بوجھ سے آزاد ہوئے تھے۔ عابد کے چہرے پر حیرت اب تک رقم تھی۔ وہ اگلے ہی لمحے اٹھ کھڑا ہوا۔ عابد بھی اسی کے ساتھ اٹھے تھے۔

"آئی ندہ کوئی بھی مس ئی لہ ہو، تو چچا سب سے پہلے مجھ سے بات کیجی ئے گا آپ۔ میں یقیناً آپکو جھوٹی امیدیں نہیں دلاؤ نگا۔"

اور عابد نے پہلی بار اس کے کہنے پر مسکرا کر سر ہلایا تھا۔ اور ان کے اس جواب پر وہ کسی جذباتی سے لڑکے کی طرح آگے بڑھ کر ان کے گلے نہیں لگ سکتا تھا۔ وہ کبھی بھی ان سے بے تکلف نہیں تھا۔ اسی لی ئے اس نے آگے بڑھ

کران سے محض مسکراتے ہوئے مصافحہ کیا تھا۔ پھر سر ہلا کر پلٹ گیا۔ رابیل، ردا اور شزا تینوں اس کے ساتھ ہی کمرے سے باہر نکلی تھیں۔ پیچھے عابد نے گہرا سانس لے کر ہلکے کندھوں کے ساتھ کتاب ایک بار پھر سے کھولی اور راکنگ چی ئی ر پر بیٹھ گ ئے۔

"مجھے تم سے یہ امید نہیں تھی معاذ۔۔"

وہ خفا تھی یا خوش۔۔ اسے خود بھی سمجھ نہیں آ رہا تھا۔

"پھر کیا امید تھی تمہیں مجھ سے۔۔؟"

وہ تینوں اس کے ساتھ ساتھ چل رہی تھیں۔ ردا اور شزا ان سے ایک قدم پیچھے تھیں۔ جبکہ معاذ اور رابیل ایک قدم آگے۔

"تم ایسے کیسے بابا سے بات کر سکتے ہو۔۔؟"

"تو پھر کیسے بات کرنی چاہی ئے تھی مجھے۔۔؟"

"ایٹ لیسٹ تھوڑا سا تو جھجھکتے۔ بات کرتے ہوئے جگہ جگہ رکتے تا کہ بابا کو لگتا کہ تم اس رشتے کے لی ئے کتنے حساس ہو۔ یہ کیا تم گ ئے، اور بھ ئی دھڑ دھڑ۔۔ ایسے تھوڑی ہوتا ہے۔۔"

اسے تو صدمہ ہی پہنچ گیا تھا۔ ردا اور شزا رابیل کی بات پر ہنس دی تھیں اور معاذ نے لبوں پر امڈتی مسکراہٹ بے ساختہ ہی روک لی تھی۔

"مجھے تو بس ایسے ہی بات کرنے آتی ہے۔"

پھر سے کندھے اچکائے تو رابیل کا دل کیا ساتھ رکھا گل دان اس کے سر پر دے مارے۔ ہر وقت کندھے اچکا کر سارا قصہ ہی مکا دیا کرتا تھا وہ۔ برا سا منہ بنا کر وہ وہیں رک گئی تو وہ چلتے چلتے بے ساختہ رکا۔ اسے پلٹ کر دیکھا۔ ردا اور شہزا نے بھی اسے پلٹ کر دیکھا تھا۔ اسے لگا کہ وہ ابھی آگے آئے گا۔۔ ایک بار پھر سے اسے ہاتھ سے پکڑ کر پرٹوکول کے ساتھ نیچے لے کر جائے گا لیکن نہ بھئی۔ وہ معاذ ہی کیا جو آپ کو نظر انداز نہ کرے۔ اگلے ہی لمحے وہ سر ہلا کر نیچے اترا تو رابیل بھی گہرا سانس لے کر آدھے راستے سے بابا کے کمرے کی جانب پلٹ گئی۔ اسے ابھی ان سے کچھ حساب چکتا کرنے تھے۔ کچھ باتوں کی وضاحت اسے ابھی چاہیئے تھی۔

اسے زینوں سے اترتا دیکھ کر رامین حیرت سے اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔ وہ بھی نرم سا تاثر لیئے صوفے کی پشت تک چلا آیا۔ لاؤنج میں بیٹھے ارحم کو یکسر نظر انداز کیا۔

"بیٹا معاذ۔۔ آپ۔۔۔ آپ کب آئے۔۔؟"

"بس تھوڑی دیر پہلے ہی آیا تھا چاچی۔ عابد چچا سے بات کرنی تھی کچھ۔ آپ ٹھیک ہیں۔۔؟"

"جی جی بیٹا۔۔ آپ بیٹھو ناں۔۔"

رامین کو سمجھ ہی نہ آیا کہ اس کے یوں سامنے ہونے پر کس طرح کا رد عمل دینا چاہیئے۔ اس نے ہلکی سی مسکراہٹ کے ساتھ نفی میں سر ہلایا تھا۔

"بس چاچی چلتا ہوں۔ آپ خیال رکھیئے گا اپنا۔۔"

اور اگلے ہی لمحے وہ داخلی دروازے سے باہر تھا۔ہاں وہ آج بھی اتنا ہی کم گو تھا جتنا کہ اس پہلے دن۔ لیکن اب اس کے انداز کی بیزاریت بہت حد تک کم تھی۔ غیر آرام دہ سے ارحم نے بھی پہلو بدلا پھر اٹھ کھڑا ہوا۔

"میں بھی چلتا ہوں مامی۔۔"

رامین اسے روکتی رہ گئیں لیکن وہ نہ رکا۔اگلے ہر گزرتے لمحے کے ساتھ اس کے کندھوں پر بوجھ مزید بڑھ رہا تھا۔کیسے وہ بابا کی دیوالیہ ہوئی کمپنی کو مزید چھپا سکے گا۔۔؟اور اگر وہ چھپا نہ سکا تو ان سے وہ پیسے کیسے وصول سکے گا۔۔اسے جلد از جلد کچھ سوچنا تھا۔چہرے پر ناقابلِ فہم تاثرات سجائے وہ آگے بڑھا تو رامین نے حیرت سے پلٹ کر ردا اور شزا کو دیکھا۔۔

"اسے کیا ہوا۔۔؟"

"جھاڑ پڑی ہے معاذ بھائی سے۔۔"

مزے سے کہنے والی ردا تھی۔ لیکن اس کی بات پر رامین نے پریشانی سے وضاحت کے لیے شزا کی جانب دیکھا تھا۔

"رابی کو تنگ کر رہے تھے۔ معاذ بھائی نے دیکھ لیا تو سیدھا کر دیا۔ ہم دونوں پچھلی بالکونی سے دیکھ رہے تھے۔۔"

"اور اوپر کیا بات ہوئی۔۔؟"

وہ حیرتوں میں گھری، بے اختیار بولیں تو ردا دلچسپی سے آگے کو ہوئی۔

"یار ماں۔۔ معاذ بھائی کیا اسٹریٹ فارورڈ ہیں۔ بڑی سے بڑی بات یوں کر جاتے ہیں جیسے کوئی مس ئی لہ ہی نہیں۔"

"کیا بات ہوئی۔۔؟"

"بات کیا ہونی تھی۔۔؟ جاتے ہی بابا سے پوچھا کہ انہیں اس رشتے پر کوئی اعتراض تو نہیں۔ انہوں نے کہا نہیں۔۔ پھر وہ آرام سے تسلی دے کر گ ئے کہ اگر کوئی مس ئی لہ ہوتا تو وہ پہلے ہی بتا دیتے۔ لیکن انہیں کوئی اعتراض نہیں۔ رابی کو تو بات ہی نہیں کرنے دی انہوں نے اور ایک طرح سے اچھا ہی کیا۔ رابی نے سو دفعہ تو ہچکچانا تھا۔ بات کیا خاک مکمل کرتیں وہ۔"

"یا اللہ تیرا شکر۔۔"

رامین نے بے اختیار شکر کا کلمہ پڑھا تھا۔ شنزا اس سب میں البتہ بالکل خاموش سی بیٹھی ہوئی تھی۔ کچھ تھا جو اس کے چہرے پر نظر آرہا تھا لیکن ردا اور رامین نے اس کی جانب توجہ ہی نہ کی۔

وہ دوبارہ ان کے کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی تو اپنی کتاب کی جانب متوجہ عابد نے اسے بے اختیار دیکھا۔ وہ وہیں ہاتھ باندھے دروازے ہی میں کھڑی ہو گ ئی تھی۔ انہوں نے آہستہ سے کتاب بند کی اور اسے تپائی پر رکھ اس کی جانب متوجہ ہوئے۔

"تو آپ راضی تھے اس رشتے کے لی ئے۔۔؟"

عابد اس کے سوال پر حیران نہیں ہوئے۔ مسکراتے ہوئی اسے دیکھے گ ئے۔

"ہاں۔۔"

"تو پھر آپ نے مجھے وہ سب کیوں کہا۔۔۔؟ آپ نے وہ سب باتیں ماں سے کیوں کہیں کہ میں اس رشتے کے لی ئے راضی نہیں ہوں یا آپ میرا نکاح ارحم سے کرنا چاہتے ہیں۔۔؟ جب آپ شروع دن سے ہی اس سب کے لی ئے راضی تھے تو آپ نے ایسا کیوں کیا بابا۔۔؟"

وہ حیران تھی۔۔ اور ذرا خفا بھی۔۔ اسی لی ئے ہاتھ باندھے اب تک دروازے کے آگے ہی کھڑی رہی تھی۔ عابد نے گہرا سانس لیا۔ پھر اسے دیکھا۔

"میں اس رشتے کے لی ئے راضی ہوں یہ سچ ہے۔ لیکن مجھے ارحم کے رشتے پر بھی کوئی اعتراض نہیں تھا۔"

"لیکن بابا۔۔"!

"ہاں ٹھیک ہے میں نے وہ سب کہا۔ لیکن جانتی ہو میں نے وہ سب کیوں کہا تھا۔۔؟ کیونکہ تم اس حوالے سے بالکل بھی دلچسپی نہیں لے رہی تھیں۔ تم نے سب کچھ ایک دم خاموشی سے قبول کر لیا یہاں تک معاذ کی غیر حاضری بھی۔ تمہیں یہ سب ٹھیک لگ رہا تھا رابیل لیکن یہ سب اصل میں ٹھیک نہیں تھا۔ جب ہم رشتے جوڑتے ہیں، تو ان رشتوں کی پائیداری کے لی ئے ان پر محنت بھی کرتے ہیں۔ میں نے تو بس ایسا موقع پیدا کیا تھا کہ تم اپنے اس ن ئے رشتے پر محنت کرو۔ تم اسے سنجیدگی سے لو۔ چھوٹی ہو ابھی تم۔۔ اتنی بڑی نہیں ہو کہ میں معاملات تمہارے ہاتھ میں دے کر آرام سے بیٹھ جاتا۔ اور جہاں تک رہی بات معاذ کی۔۔"

وہ رکے۔۔رابیل خاموشی سے انہیں سن رہی تھی۔ساتھ ساتھ خفگی بھی سمٹ رہی تھی۔

"اسے میں جانتا ہوں۔مجھے اندازہ تھا کہ وہ آئے گا لیکن اتنی جلدی وہ آجائے گا۔۔مجھے اس بات کا اندازہ نہیں تھا۔۔"

انہوں نے اپنی بات ختم کر کے ایک بار پھر سے شفقت کے ساتھ مسکرا کر اسے دیکھا تو وہ بے اختیار ہی آگے بڑھ آئی۔ان کے گھٹنوں کے عین سامنے پنجوں کے بل بیٹھی۔

"آپ جانتے ہیں میں آپ کے اس فیصلے سے کتنا ڈر گئی تھی۔۔"

عابد نے مسکرا کر اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔۔

"جانتا ہوں۔تم ڈر گئی تھیں جبھی تو آگے بڑھ کر اس رشتے کو بلا خوف و جھجھک قبول کرنے کی جرأت کی تھی تم نے۔ہم جب تک ڈرتے نہیں ہیں تب تک ہم میں ہمت نہیں آتی۔ڈر کے آگے جیت ہے۔۔"

وہ آخر میں ان کے ایسے انداز پر ہنسی تو عابد بھی ہنس دیئے۔بہت دنوں بعد اس نے پرانے والے عابد کو دیکھا تھا۔نہیں تو پچھلے مہینے کی مستقل چلتی چپقلش اور ناہموار واقعات نے،اس کے اور عابد کے درمیان بہت سا فاصلہ کھڑا کر دیا تھا۔

"آپ میرے حجاب لینے سے ناخوش ہیں بابا۔۔؟"

اس نے نرمی سے پوچھا تو وہ مسکرائے۔۔پھر اس کی کٹھئی سی آنکھوں کو اپنائیت سے دیکھا۔

"سچ پوچھو تو میں خود کوئی بہت مذہبی آدمی نہیں ہوں لیکن پھر بھی مجھے تمہارے اس دوپٹے سے کوئی مسئلہ نہیں۔ پریشان میں تب ہوا تھا جب اس سب کا اثر تمہارے رشتے پر پڑا۔ لیکن پھر تمہارے اس اٹل فیصلے کو دیکھ کر مجھے اندازہ ہو گیا تھا کہ تم صائمہ کے گھر کے لیئے مناسب نہیں ہو۔ تمہارے رشتے کے لیئے بھی اسی وجہ سے اتنی جلدی ہامی بھری تھی میں نے کیونکہ میں دل سے اس پر راضی تھا۔۔"

وہ حیرتوں میں گھری انہیں سن رہی تھی۔ اس نے کبھی نہیں سوچا تھا کہ بابا اس کے بارے میں اتنا حساس ہو کر سوچتے ہونگے۔۔

"مجھے تو پتا ہی نہیں تھا کہ آپ میرے بارے میں اتنے سینسٹو ہیں۔۔"!

"تمہارے بارے میں سینسٹو کیوں نہیں ہونگا۔۔؟ مجھے ردا اور شزا کی اتنی فکر نہیں ہوتی جتنی تمہاری ہوتی ہے۔ ان کا مجھے پتا ہے، کوئی بھی غلط بات ان سے کرے گا تو بچ کے نہیں جا سکتا لیکن وہ ہی بات اگر تم سے کوئی کرے گا تو تم اسے جواب دینے کے بجائے ہرٹ ہو کر واپس آ جاؤ گی۔ مجھے تمہارے معاملے میں حساس ہونا ہی پڑتا ہے۔"

اس نے مسکرا کر انہیں دیکھا تھا۔ اندر کہیں شرمندگی بھی ہوئی۔

"میں۔۔ میں اب اتنی بھی کمزور نہیں ہوں۔ مجھے بھی لوگوں کو جواب دینے آتے ہیں۔ مجھے بھی ان کی طبیعت درست کرنے آتی ہے۔ پہلے مجھے یہ سب نہیں آتا تھا لیکن اب آتا ہے۔ کیونکہ مجھے لگتا ہے کہ یہ سب مجھے آنا چاہیئے۔۔"

"بالکل۔۔"

وہ متفق ہو کر سیدھے ہو بیٹھے۔۔

"لیکن ابھی بھی تم کچی ہو۔ ابھی تمہیں تھوڑی اور محنت کی ضرورت ہے۔ بلکہ تھوڑی کیوں۔۔ ابھی تمہیں بہت محنت کی ضرورت ہے۔ تم قدرتی طور پر حساس ہو۔۔ ان باتوں کو بھی محسوس کر لیتی ہو جو بہت باریک ہوتی ہیں۔ لہجوں کی ہلکی سی تلخی اور آنکھوں کے کنایوں پر بھی تمہارا دل بوجھل ہو جاتا ہے۔ تمہیں خود پر ابھی اور محنت کی ضرورت ہے۔"

"لیکن بابا۔۔ پھر یہ تو میری نیچر ہے ناں۔۔ میں اسے اپنے اندر سے کیسے نکالوں۔۔؟ آپ سچ کہہ رہے ہیں۔۔ یہ بہت چھوٹی باتیں ہیں، لیکن مجھے تکلیف دے جاتی ہیں۔ میں کوشش کرتی ہوں کہ انہیں خود پر حاوی نہ ہونے دوں لیکن میرے لیے یہ ناممکن سی بات ہے۔۔"

عابد نے سر ہلایا تھا۔

"ایسا ہی ہے۔ تم اسے مکمل طور پر کبھی بھی اپنے اندر سے نہیں نکال سکتیں۔ لیکن تم خود پر محنت کر کے، خود کو مضبوط کرنے کے بعد لوگوں کا مقابلہ با آسانی کر سکتی ہو۔ تکلیف تو ساتھ ہی رہے گی۔ کیونکہ کچھ تکلیفیں، انسان کو زندہ رکھنے کے لیے ساری زندگی انہیں تحفے میں دی جاتی ہیں۔ تمہاری یہ حساسیت بھی تحفہ ہے۔ اسی لیے تم وہ سب بھی محسوس کرتی ہو، جو ہم میں سے کوئی بھی نہیں کر سکتا۔۔"

وہ اداسی سے مسکرائی۔ پھر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"اور حساس ہونے کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہوتا کہ آپ۔۔"

اس نے جملہ ادھورا چھوڑ کر جگمگاتی آنکھوں سے عابد کی جانب دیکھا۔ وہ بے ساختہ کچھ یاد آنے پر مسکرائے تھے۔

"کہ آپ مضبوط نہیں بن سکتے۔۔"

انہوں نے جملہ مکمل کیا تو وہ کھکھلائی۔ یہ جملہ بچپن میں اسے عابد اکثر کہا کرتے تھے۔ اور اس کے یوں عین موقع پر یاد آجانے سے وہ دونوں ہی درمیان میں کھڑی اس برف سی فصیل کو پگھلا چکے تھے۔

"کیا ہوا۔۔۔ تمہارا چہرہ کیوں اترا ہوا ہے۔۔؟ تم تو عابد کی طرف گئے تھے ناں۔۔ کیا بنا۔۔؟"

وہ کچھ دیر پہلے ہی گھر آیا تھا۔ لیکن صائمہ کی جانب کوئی بھی خوشخبری لے جانے کے بجائے جب وہ اپنے کمرے میں چلا آیا تو انہیں اس کے پیچھے آنا ہی پڑا۔ وہ جو کھڑکی کے ساتھ لگ کر کھڑا تھا۔ کڑوی نگاہ ان پر ڈال کر دوبارہ سے وہیں متوجہ ہو گیا۔ صائمہ اس کے ایسے دیکھنے پر ٹھٹکی تھیں۔ پھر ذرا سنبھل کر آگے ہوئیں۔

"کیا ہوا ہے ارحم۔۔؟"

اس کے بازو پر ہاتھ رکھا تو اس نے ہاتھ جھٹک دیا۔ وہ حیران ہو کر اسے دیکھنے لگی تھیں۔

"ہونا کیا ہے۔۔؟ آپ کا وہ سوتیلا بھتیجا اس راستے کا سب سے مشکل کانٹا ہے۔ ممی سب برباد کر دیا آپ کی ضد اور آپ کی اس سو کالڈ انا نے۔۔"

اس کی تلخی پر پہلی بار صائمہ کی پیشانی شکن آلود ہوئی تھی۔

"کیا کیا ہے معاذ نے۔۔؟"

”کرنا کیا تھا اس نے۔۔؟ میں رابیل سے بات کرنے گیا تھا۔ دوسرے لفظوں میں دھمکانے گیا تھا اس بدھو لڑکی کو لیکن وہ جانے کہاں سے درمیان میں آ گیا۔ ایسے کہنی سے پکڑ کر رابیل کو اپنے پیچھے کیا جیسے میں تو اسے کھا ہی جاؤں گا۔۔! میری سمجھ سے باہر ہوتا جا رہا ہے یہ معاذ۔۔“!

اس نے مٹھی زور سے دیوار پر ماری تھی۔ صائمہ نے سرد نگاہوں سے اب کہ کھڑکی سے باہر سے دیکھا تھا۔ چہرے پر کڑواس ہی کڑواس پھیل گئی تھی۔

”اس لڑکے کو اس کی اوقات یاد دلانی ہی پڑے گی۔“!

اس نے جھٹکے سے انہیں مڑ کر دیکھا تھا۔ طیش جیسے یکدم ہی ابلا تھا اس کے اندر۔

”اچھا۔۔ آپ کو لگتا ہے کہ وہ وہی معاذ ہے جو تیرہ سالوں پہلے تھا۔۔ سچ میں ممی۔۔ کس دنیا میں رہتی ہیں آپ۔۔! جانتی بھی ہیں کیسے لوگوں سے دوستیاں ہیں اس کی۔! ایسے لوگوں سے دوستیاں ہیں کہ اگر آپ نے ان میں سے کسی کی شکل ایک بار دیکھ لی ناں تو زندگی کے اگلے کئی دنوں تک نیند نہیں آئے گی آپ کو۔۔۔“!

صائمہ نے اس کی بات ناسمجھی سے دیکھا تھا اسے۔

”تم بزدل بن رہے ہو۔۔! اگر اس کی ایسی دوستیاں ہیں تو تم۔۔۔“

”میری دوستیاں ہیں ممی۔۔ لیکن راتوں رات قتل کر کے گندے نالوں میں لاشیں پھینک دینے والوں کے ساتھ میری دوستیاں نہیں ہیں۔ وہ ایک وقت تک اس جگہ پر رہا ہے۔ اور یہ کرمنلز۔۔ یہ کرمنلز کسی کے نہیں ہوتے

لیکن جس کے ہوتے ہیں، اس کا ساتھ مرتے دم تک نہیں چھوڑتے یہ لوگ۔۔ آپ کو لگتا ہے کہ میں اس معاذ کا مقابلہ کر سکتا ہوں۔۔"!!

وہ اس کی ایسی وضاحت پر اس سارے عرصے میں اب کہ پہلی دفعہ پریشان ہوئی تھیں۔

"تو۔۔ ہم پھر ایسے میں کیا کریں گے ارحم۔۔! تمہاری رابیل کے ساتھ شادی بہت ضروری ہے۔ جانتے ہو ناں تمہارے باپ کے غلط فیصلوں نے کمپنی کو کہاں تک پہنچا دیا ہے۔ ہمیں اسے دوبارہ کھڑا کرنے کے لیئے بہت پیسہ چاہیئے بیٹا۔۔ ہم ایسے پیچھے نہیں ہٹ سکتے۔۔"

اس نے بھی بیزار ہو کر گہرا سانس لیا اور چہرہ ایک بار پھر سے کھڑکی کی جانب پھیر لیا۔ خواہ مخواہ کی مصیبت سر پر آگئی تھی اس کے۔

"مجھے فی الحال کچھ بھی سمجھ نہیں آرہا ہے ممی۔ میں کیسے اس نکاح کو ختم کروں۔۔ مجھے کچھ بھی سمجھ نہیں آرہا ہے۔۔"

"کچھ تو سوچو بیٹا۔۔۔ ہم ہاتھ پر ہاتھ دھر کر نہیں بیٹھ سکتے۔۔ تمہیں کچھ تو کرنا ہی ہو گا۔۔ کیا میں کچھ کروں۔۔؟"

ایک پل کو رک کر پوچھا تو اس نے بے اختیار ہی ہاتھ اٹھا کر انہیں منع کر دیا۔

"مہربانی کر کے اب آپ کچھ مت کریں۔ مجھے کرنے دیں۔۔ سوچنے دیں مجھے کچھ۔۔"

وہ چند پل خاموشی سے کھڑیں اسے دیکھتی رہیں۔ پھر آہستہ سے بولیں۔

"کیوں ناں ہم رابیل کو اپنے گھر بلالیں چند دنوں کے لیے۔اسے دھمکائیں۔۔ڈرائیں۔۔کہ۔۔کہ اگر اس نے یہ نکاح خود ختم نہ کیا تو ہم اس کے ساتھ بہت برے طریقے سے پیش آئیں گے۔۔کیا خیال ہے۔۔!وہ کسی کو بتائے گی تب بھی کوئی اس کی بات پر یقین نہیں کرے گا۔ہم اس سے اپنی بات منوا سکتے ہیں۔۔وہ ڈرپوک ہے۔۔ڈر کر مان جائے گی۔۔"

اس نے ایسی بات پر کوفت زدہ سی سانس کھینچ کر لی تھی۔پھر قہر آلود نگاہ ممی پر ڈالی۔

"اچھا۔۔کوئی یقین نہیں کرے گا اس کا ٹھیک ہے مان لیا لیکن وہ معاذ۔۔وہ اس کا یقین ضرور کرے گا ماں۔۔اور اسکے بعد جانتی ہیں کیا ہو گا۔۔کتوں کے آگے پڑی ہو گی آپ کے بیٹے کی لاش۔۔"

"اللہ نہ کرے۔۔"

انہوں نے دہل کر اس کی جانب دیکھا تھا۔لیکن اس نے سر جھٹکا۔سب کچھ اس کے ہاتھوں سے نکلتا جا رہا تھا۔

"یہی کہا تھا اس نے۔کہ مجھے کتوں کے آگے ڈال دے گا۔اور جانتی ہیں اس کا مطلب کیا ہوتا ہے۔۔اس کا مطلب گلی کے آوارہ کتے ہر گز نہیں ہوتے۔۔اس کا مطلب ہوتا ہے وہ غنڈے جو انسان اعضاء بیچنے کے کاروبار میں سرگرم ہوتے ہیں۔۔وہ مجھے ان کے آگے ڈال دے گا۔پھر وہ جو چاہیں کریں میرے ساتھ۔۔"!

"یا اللہ ارحم۔۔اب ہم کیا کریں گے۔۔!مجھے تو خوف آرہا ہے۔۔کچھ کرو بیٹا۔۔"

اس نے خاموشی سے سر ہلایا۔۔پھر آنکھیں سکیڑیں۔۔

"کچھ ایسا سوچنا ہو گا جس سے سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔۔"!

باہر پھیلی ٹھنڈ سے بے نیاز کچھ تھا جو کہ اب آہستہ آہستہ جمنے لگا تھا۔ ان کے ناپاک عزائم کی وہ گھٹن زدہ سی بو تھی جو کہ اس سارے ماحول میں تحلیل ہو کر ہر شے پر کثافت کا ورق چڑھا رہی تھی۔

اگلے دن وہ ظہر پڑھ کر فارغ ہوئی تو اس کی نگاہ ردا پر پڑی۔ اپنے مخصوص جینز اور شرٹ والے حلیے میں، نماز کے گزرتے وقت سے غافل وہ اپنے ہی کاموں میں مگن تھی۔ اس نے لاؤنج سے جائے نماز سمیٹا اور اسے ایک طرف رکھتے ہوئے ردا کو دکھ سے دیکھا۔ اس کے گھر میں کوئی بھی نماز کی پابندی نہیں پڑھا کرتا تھا اور پہلے تو وہ بھی اتنی پابندی سے نہیں پڑھا کرتی تھی نماز۔۔ لیکن پھر اس سے غفلت کی بھاری سزا سن کر اس کے تو رونگٹے ہی کھڑے ہو گئے تھے۔

اور اب یوں اپنے گھر والوں کو نماز سے غفلت برتتا دیکھ کر اس کا دل دکھتا تھا۔ وہ ان سے کچھ بہت زیادہ نہیں چاہتی تھی۔ وہ ردا اور شزا کو سر پر دوپٹہ ڈالنے کے لیے نہیں کہہ رہی تھی۔ ناں ہی کوئی بہت مشکل مطالبہ کر رہی تھی۔۔ لیکن وہ ان سے صرف یہ چاہتی تھی کہ کم از کم وہ اپنی نمازوں کی پابندی کریں۔ وہ انہیں باقاعدگی سے ادا کرتے رہیں۔ اس نے بارہا انہیں کہا بھی تھا لیکن اس کی بات کا کوئی بھی اثر لیے بغیر ہی سر جھٹک دیا جاتا تھا۔

بوجھل دل لیے وہ آج مدرسہ چلی آئی تھی۔ آج پیر تھا اور کلاسس اپنے معمول کے مطابق ہو رہی تھیں۔ اس نے بھی اپنی کلاس میں آ کر بیگ کرسی پر رکھا اور خاموشی سے بیٹھ گئی۔ کچھ ہی دیر پہلے تفسیر کی کلاس مکمل ہوئی تھی اور اب، نماز کے مسائل کی کلاس تھی۔ اس نے کتاب کھول کر کرسی کی ہتھی پر رکھی اور آج کا موضوع

دیکھنے لگی۔ چند لمحوں بعد، ساری لڑکیاں سیدھی ہو بیٹھیں۔ میڈم صباحت اپنا آج کا لیکچر شروع کر رہی تھیں۔ انہوں نے ابھی بات شروع ہی کی تھی کہ رابیل کے ساتھ بیٹھی لڑکی نے اپنا ہاتھ ہوا میں معلق کیا۔ سب نے چونک کر اسے دیکھا تھا۔

"کچھ پوچھنا ہے آپ نے۔۔؟"

میڈم نے نرمی سے پوچھا تو اس نے اثبات میں سر ہلایا۔ پھر اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میں ایک ایلیٹ گھرانے سے تعلق رکھتی ہوں میڈم۔ اور مجھے بہت شرمندگی بھی ہے کہ اپنی اس کلاس کی وجہ سے میرے گھر والے دین سے بہت دور ہیں۔۔ میں انہیں نماز کی جانب بلانے لگتی ہوں۔۔ انہیں مزید احکامات کی جانب راغب کرنے لگتی ہوں تو وہ الٹا مجھے جھاڑ دیتے ہیں۔۔ مجھے اپنے لفظوں سے تکلیف دیتے ہیں۔ مجھے نہیں سمجھ آرہا استاذہ۔۔ کہ ایسے میں میرا کیا کردار ہونا چاہیئے۔۔؟"

وہ بہت دکھی لگ رہی تھی۔ حد سے زیادہ۔ اس کی بھاری سی آواز سے لگتا تھا گویا وہ گھنٹوں اپنے گھر والوں کی کسی بے اعتنائی پر روتی رہی ہو۔ رابیل کو اسے دیکھ کر یکدم اپنا وقت یاد آیا تھا۔ لیکن میڈم صباحت اپنی جگہ نرمی سے مسکرائیں۔ اس مدرسہ کی ہر دوسری لڑکی، اپنے گھر والوں کی دین سے دوری پر رویا کرتی تھی۔۔ یہ ان کے لیئے اب نئی بات ہرگز بھی نہیں تھی۔

"اللہ جانتے ہیں کہ تمہارا سینہ تنگ ہوتا ہے بوجہ اس کے جو وہ کہتے ہیں۔"

وہ کسی آیت کا مفہوم تھا۔۔ ساتھ بہت سی لڑکیاں اپنے آنسو روکے میڈم کی جانب متوجہ تھیں۔۔

”ایسا ہی ہوتا ہے بچے۔ جب اپنے ہی ہمارے حق ہونے سے انکار کر دیں تو اتنی ہی تکلیف ہوتی ہے لیکن ہم اس تکلیف کے پیشِ نظر اپنا کام نہیں چھوڑ سکتے۔ ہم اس چھوٹی سے اذیت کے خاطر انہیں بڑی جہنم میں نہیں دھکیل سکتے۔ ہمیں انہیں ہر حال میں اس دین کی طرف، اس قرآن کی جانب اور اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کی جانب بلانا ہی ہے۔ لیکن پھر سوال یہ ہے کہ ہم انہیں اس طرف بلائیں کیسے۔۔ ہم ایسا کیا کریں کہ وہ دین کی جانب راغب ہو جائیں۔۔“

سب دم سادھے سن رہے تھے۔ رابیل کے ہاتھ میں کھلی کتاب کے صفحے کھڑکی سے اندر گرتی ہوا کے باعث پھڑ پھڑانے لگے۔

”ہمارے لیے رہنما کون ہیں۔۔؟ اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم۔۔ ٹھیک۔۔ انہوں نے کیسے اپنے گھر والوں کو اس دین کی جانب بلایا تھا۔۔؟“

کلاس میں سناٹا چھایا ہوا تھا۔ لیکن میڈم کی نرم آواز کا ارتعاش ان سب لڑکیوں کو اپنے دلوں میں بخوبی محسوس ہو رہا تھا۔

”قرآن کے ذریعے۔۔“

کسی طالبہ کے جواب پر میڈم نے میڈم کی نے خوش ہو کر سر ہلایا تھا۔

”بالکل۔۔ انہوں نے کہیں سے بھی تمہید نہیں باندھی۔ بلکہ اپنی بات شروع ہی اس قرآن سے کی۔ انہوں نے کسی سے بھی لمبی لمبی بحثیں نہیں کیں۔ بلکہ یہ قرآن سنا کر انہیں زیر کر دیا۔ اور اس قرآن کے اترنے سے قبل ان

کی چالیس سالہ زندگی ان کے گھر والوں کے سامنے تھی۔ کہ آپ محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم کیسے اخلاق کے مالک تھے۔ آپ کتنی نرمی سے چلا کرتے تھے۔ ہمیں پہلے انہیں خود کے ساتھ مانوس کرنا ہے، کچھ باتیں ان کی ماننی ہیں تب جا کر وہ ہماری بات مانیں گے۔ کچھ دے کر ہی انسان کو کچھ ملتا ہے۔ آپ اپنا وقت، اپنا اخلاق اور قرآن دے کر دیکھیں۔ وہ آپ کی جانب پلٹ آئی یں گے۔

جانتے ہیں ہمارے اپنے اس دین کی جانب کیوں نہیں آتے۔؟ یا پھر آپ اپنی پچھلی زندگی دیکھیں۔۔ کہ آپ اس کی جانب کیوں نہیں آیا کرتے تھے۔۔؟"

"میں اس کی جانب اس لیے نہیں آئی تھی کیونکہ مجھے لگتا تھا کہ اسلام صرف انسانوں پر پابندیاں عائد کرنا جانتا ہے۔۔"

ایک طالبہ نے یکدم جواب دیا۔۔ اسی سمے کوئی اور طالبہ کہیں اور سے بولی۔۔

"میں نے کبھی اس پر پہلے توجہ اسی لیے نہیں دی کیونکہ اکثر دیندار لوگ بہت کرخت ہوتے تھے۔ وہ جان بوجھ کر ہم جیسے لوگوں کے سامنے موٹی موٹی اصطلاحات کا استعمال کر کے اپنی دھاک بٹھا کر آخر میں پوچھا کرتے تھے کہ کیا تمہیں یہ سب پتا ہے۔۔! اگر نہیں پتا تو تم کیسی مسلمہ ہو۔۔ دوسرے معنوں میں مجھے ڈی گریڈ کرتے تھے جو مجھے بالکل بھی نہیں پسند تھا۔۔"

میڈم سر ہلا کر ان سب کی تائید کر رہی تھیں۔ ان کے جوابات کو سراہ رہی تھیں۔۔ اسی اثناء میں ہال کے بالکل پیچھے سے آواز آئی۔۔ وہ ایک کمزور سی لڑکی تھی۔۔ جو کھڑی ہو کر اپنی بات میڈم کے گوش گزار کر رہی تھی۔

"مجھے اس دین سے چڑ صرف اور صرف اپنے والد صاحب کی وجہ سے ہوئی تھی۔ وہ کہتے تھے کہ اسلام میں عورتوں کو زیادہ پڑھنے کی اجازت نہیں۔ ان کے اس قول کے باعث میری بڑی بہن کو اپنی پڑھائی کو خیر باد کہنا پڑا۔ حالانکہ ان کا خواب تھا بہت پڑھنا۔ جبکہ اللہ نے تو نازل ہی کتاب کی ہے۔ اور کتاب سمبل ہوتا ہے علم کا۔ اگر ہمارا دین کتابوں کے پڑھنے سے منع کرتا تو خود کبھی کتاب کی صورت نہ اترتا، کبھی کتابوں کی صورت نہ پھیلتا، کبھی یہ کتابیں پڑھ کر لوگ مسلمان نہ ہوتے۔"

"کیا عجب ہے کہ جس قوم کا آغاز ہی اقراء سے کیا گیا تھا وہ ہی قوم پڑھنے پر پابندی عائد کر رہی ہے۔"

میڈم نے گہرا سانس لے کر نرمی سے اس لڑکی کے جواب میں کہا تھا۔ اب کہ ہر جانب کلاس روم سے آوازیں آرہی تھیں۔ کوئی کہہ رہا تھا کہ انہیں درست دین کبھی پڑھایا ہی نہیں گیا تو دوسرا کہہ رہا تھا کہ انہیں اللہ کی بات سنانے کے بجائے، قصے کہانیوں کی جانب بلایا گیا۔ آخر میں میڈم نے مسکرا کر ان سب لڑکیوں کو دیکھا جو اب ان ساری غلط فہمیوں کو رد کیے، ایک چھت تلے اللہ کا کلام پڑھنے بیٹھی تھیں۔

"ہمیں اپنے گھر والوں کو بلانا ہی اللہ کی بات سے ہے۔ ہمیں اس مشن کو اپنی انا کا مسئلہ نہیں بنانا کہ اگر کوئی ہماری بات نہیں مان رہا تو یہ ہماری بے عزتی ہے۔ اس میں بے عزتی کی کوئی بات نہیں۔ دین آپ کو کبھی بھی زبردستی کا درس نہیں دیا کرتا۔ اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے کبھی لوگوں پر سختی سے اس دین کو مسلط نہیں کیا تھا۔ آپ کا کام صرف نصیحت پہنچانا ہے۔ آپ نے صرف اللہ کی بات لوگوں تک پہنچانی ہے۔ وہ قرآن کی ایک آیت کا مفہوم ہے ناں کہ آپ۔۔ اے اللہ کے نبی محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم.. آپ ان لوگوں پر

داروغہ نہیں ہیں۔ آپ لوگوں پر ڈنڈا لے کر مسلط نہیں ہو سکتے۔ آپ نے بس انہیں اپنے اچھے اخلاق اور نرمی کے ساتھ دین کی جانب بلانا ہے۔ کوئی اگر نہیں بھی آتا تو آپ نے اس کی بے عزتی نہیں کرنی۔ کوئی اگر آپ کے ساتھ بدتمیزی سے پیش آئے تو جواب میں آپ نے ان کے درجے پر گر کر محاذ نہیں کھڑا کرنا۔ آپ کا کام صرف بلانا ہے۔ دعا کرنا ہے۔ صبر کا مظاہرہ کرنا ہے۔۔ بس۔۔ فل اسٹاپ۔۔ اس کے بعد دلوں پر لگی مہر تو اللہ ہٹا سکتا ہے۔ ہم جسے چاہیں اس ایمان سے بہرہ مند نہیں کر سکتے۔ یہ اللہ کا فیصلہ ہوتا ہے کہ کس کا دل ایمان سے روشن کرنا ہے اور کس کا نہیں۔۔"

وہ خاموش ہوئی یں تو ہر طرف سکون سا تحلیل ہو گیا۔ رابیل واپسی کے سارے راستے خاموش رہی۔ وہ جو اپنے گھر والوں کو بار بار دین کی جانب بلا رہی تھی تو شاید یہی وجہ تھی کہ کبھی انہوں نے اس کی باتوں پر کان نہیں دھرے تھے۔ اس نے کبھی ان کو قرآن سنایا ہی نہیں تھا۔ اس نے تو ہمیشہ ان سے اپنی بات کہی تھی۔ اب کی بار کوتاہی اسکی جانب سے کی گ ئی تھی۔

وہ گھر واپس پلٹی تو مغرب کا وقت ہو رہا تھا۔ اس نے عبایا چینج کر کے کچن میں آ کر کافی بنائی، پھر ساتھ اسنیکس بھی بنائے، ایک ٹرے میں سب کچھ سجا کر اب کہ وہ لاؤنج میں چلی آئی تھی۔ اسے پتا تھا کہ ردا اور شزا شام کی چائے پی چکی ہونگی لیکن وہ ایک بار پھر سے انہیں کافی پلا کر خود سے مزید مانوس کرنا چاہتی تھی۔

اس نے زینوں کے اس پار بنے ان کے کمرے کے دروازے پر دستک دی اور پھر چہرہ اندر کیا۔ ردا بیڈ سے آدھی نیچے لٹکی کوئی میگزین پڑھ رہی تھی اور دوسری جانب شنزا بور سی لیٹی اپنے موبائل پر اسکرولنگ میں مصروف تھی۔

"کافی کون کون پیئے گا۔۔؟"

اس نے اندر جھانکا۔۔

"میں۔۔"

دونوں نے بیک وقت کہا تھا۔ وہ مسکرائی۔۔

"فٹافٹ آجاؤ لاؤنج میں۔۔ میں نے کافی بنا کر رکھی ہے۔ ایک تو ٹھنڈ اوپر سے رابی کے ہاتھ کی گرما گرم کافی۔۔ تھینکس می لیٹر۔۔"

شرارت سے کہہ کر دروازہ بند کیا اور جھپاک سے باہر۔ وہ دونوں اٹھیں۔۔ اور اس کے پیچھے ہی چلی آئیں۔ ردا اپنے مخصوص جینز اور ٹی شرٹ میں ملبوس تھی اور شنزا نے ٹائٹس پر شارٹ شرٹ پہن رکھی تھی۔ وہ دونوں ہی اسٹائلش لگتی تھیں اور ان کے برعکس رابی۔۔ کیوٹ۔۔ سادہ سے سفید شلوار قمیض میں ملبوس بالوں کو ہاف باندھے، دوپٹہ کندھوں پر لیے وہ عام سے حلیے میں بھی اچھی لگتی تھی۔

"اممم رابی۔۔ بہت مزے کی ہے۔۔ کتنے دنوں بعد تمہارے ہاتھ کی کافی پی ہے۔۔ مزہ آگیا۔۔"

شنزا نے بھی ایک گھونٹ لے کر مزے سے سر ہلایا تھا۔ رابیل ہنس دی۔

"تمہیں پتا ہے۔۔ پرسوں ہم جائیں گے اقبال کے گھر۔ زرتاشہ چاچی نے سب لڑکیوں کو بلایا ہے خاندان کی۔"

"کیوں۔۔؟ وہ بھی خاندان کی سب لڑکیوں کو۔۔؟ خیریت تو ہے ناں۔۔؟"

وہ اپنے ہی مسائل میں الجھی ہوئی تھی۔ خبر ہی نہ تھی کہ خاندان میں چل کیا رہا ہے۔۔ آگے بڑھ کر سنیک لیتے ہوئے اس نے پوچھا تو شزا بتانے لگی۔

"ویسے ہی۔ خاندان کی دعوتوں میں کسی کو وقت ہی نہ مل سکا تھا حریم سے بات کرنے کا۔ اب وہ تو نئی نویلی دلہن ہے۔ آئی بھی دور سے رخصت ہو کر ہے۔ اسی لیے اس کے خاطر چاچی نے ایک گیٹ ٹو گیدر رکھ لیا، جس میں صرف لڑکیاں ہی انوائیٹڈ ہیں۔ تم چلو گی۔؟"

آخر میں سوال کیا تو اس نے کندھے اچکائے۔ پھر یکدم کچھ یاد آیا۔ (کسی کی عادتیں آتی جا رہی تھیں اس میں۔) اسے مسکراتا ہوا دیکھ کر ردا نے شزا کو آنکھوں ہی آنکھوں میں اشارہ کیا تو وہ اس کے کان کھینچنے کے لیے سیدھی ہو بیٹھی۔

"آہم۔۔ ویسے یہ معاذ بھائی کن مسائل کی بات کر رہے تھے آج۔۔؟"

"ہوں۔۔۔؟"

وہ جو اپنے خیالات میں تھی یکدم چونکی۔ ان دونوں کی جانب دیکھا۔ وہ دونوں بے حد سنجیدہ تھیں۔ اس کے رخسار یکدم گلابی ہوئے تھے۔

"وہ تو ویسے ہی۔۔"

"تمہیں نہیں لگتا شزا کہ معاذ بھائی کو ہماری رابی اچھی لگنے لگی ہے۔؟"

وہ ابھی انہیں ٹالنے ہی لگی تھی کہ ردا کی پھلجڑی پر اس نے اسے آنکھیں دکھائی ہیں۔ شزا نے بھی یکدم امڈتی مسکراہٹ روکی تھی۔

"ہاں ہاں بالکل۔۔ آج دیکھا تھا کیسے ارحم بھائی کو جھاڑا تھا انہوں نے۔ اور وہ جو رابی کو ہاتھ سے پکڑ کر اندر لائے تھے وہ۔۔ وہ بھی تو یاد کرو۔۔"

شزا نے رابیل کی شکل دیکھ کر بہت مشکل سے ہنسی روکی تھی۔ پھر دل جلانے والے انداز میں بولی۔۔

"ان کے مس ئی لے کیسے سالو کرلی ئے تم نے۔۔؟ اپنے تو سالو ہوتے نہیں تم سے۔"

اور اب وہ دونوں پورے طریقے سے میدان میں اتری تھیں اسے تنگ کرنے۔ اس نے دانت پیس کر معاذ کو دل ہی دل میں کوسا۔ بدتمیز نہ ہو تو۔۔

"ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔۔"

اس نے کہہ کر بے ساختہ گرم گرم کافی حلق میں انڈیلی۔

"پھر کیسا ہے۔۔۔؟"

"خیالی پلاؤ ہی پکاتے رہو تم دونوں۔ ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔ میں تو اسے ٹھیک سے جانتی بھی نہیں ہوں۔۔"

اس نے بہت کمزور سی دلیل دی تھی خود کے دفاع میں۔

"تو کیا ہوا۔۔؟ جاننے تو لگی ہو ناں۔۔"

اور اب کے اس کے کان تک سرخ ہو گئے تھے۔ وہ دونوں ڈھٹائی سے ہنسیں تو رابیل کا دل کیا دونوں پر کافی الٹ دے۔

"کچھ زیادہ ہی نہیں ناولز پڑھنے لگی ہو تم دونوں۔"

"میں نہیں صرف شزا۔۔ مجھے تو ہنسی آجاتی ہے ناولز پڑھ کر۔۔ مطلب اتنا unrealistic (غیر حقیقی) بھی کچھ ہو سکتا ہے کیا۔۔"

وہ کہہ کر ہنسی تو شزا نے اسے کندھے پر دھپ رسید کی۔

"میرے ناولز کو کچھ مت کہو۔ وہ حقیقت سے بھلے ہی کتنے بھی دور ہوں میرے دل سے بہت قریب ہیں۔ کیوں رابی۔۔ تم نے بھی پڑھا تھا ناں پچھلی دفعہ۔۔ کتنا اچھا لگا تھا تمہیں۔۔"

اس نے اتفاق کرتے ہوئے سر ہلایا تھا۔

"بہت اچھا ناول تھا وہ۔۔ اور مجھے بس وہ ہی اچھا لگا تھا۔۔ کیونکہ میں نے صرف وہ ایک ہی ناول پڑھا تھا۔۔"

ساتھ ہی دانت بھی نکالے تو ردا ہنس دی۔ شزا نے اسے برا سا منہ بنا کر دیکھا تھا۔

"جو بھی ہو۔۔ مجھے تو نہیں اچھے لگتے فضول سے ناولز۔۔ بس بلاوجہ کا اپنی طرف سے کچھ بھی۔۔ بھلا آپ نے کبھی سنا کہ کسی لڑکے نے کسی لڑکی سے زبردستی شادی کرلی ہو۔ کچھ بھی مطلب۔۔"

اور اس سے پہلے کہ شزا اس کا سر کچل دیتی رابیل نے سر نفی میں ہلایا۔۔ جیسے اسے اس کی بات سے اختلاف ہو۔

"پہلی بات تو یہ ہے ردا بچے، کہ فکشن کہتے ہی اس چیز کو ہیں جو آپ نے فرض کر کے لکھا ہو۔ مطلب وہ جو حقیقت سے بہت دور ہو۔ لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس میں لکھی ہر بات ہی جھوٹ یا پھر تخیلاتی ہے۔ ایک اعلیٰ پائے کے لکھاری کا کہنا ہے کہ ہر انسان اپنے اپنے دائی روں میں زندگی گزارتا ہے ٹھیک۔۔"

وہ روانی سے بولتے بولتے ذرا ٹھہری۔ اپنا خالی کپ درمیانے ٹیبل پر رکھا۔ پھر ٹیبل سے سامان ہٹا کر جگہ خالی کی۔ اس پر انگلی سے ان دیکھے سے دائی رے کھینچے۔ وہ دونوں توجہ سے اسے ہی دیکھ رہی تھیں۔

"اب یہ دائی رہ ہے شزا کی زندگی کا ٹھیک۔۔ یہ دوسرا دائی رہ میری زندگی کا ہے اور یہ تیسرا تمہاری زندگی کا۔ اب ہم اپنے اپنے دائی روں میں بہت سے لوگوں کو جانتے ہیں۔ تمہارے جاننے والے ہو سکتا ہے کچھ لوگوں کو شزا نہ جانتی ہو اور میرے بہت سے جاننے والوں کو تم دونوں نہیں جانتی ہو گی۔ اسی طرح ہمیں نہیں پتا کہ کس کے دائی رے میں کیا چل رہا ہے۔ ہم بس اپنے محدود دائی رے کو دیکھتے ہوئے آگے والے پر ججمنٹ پاس کر رہے ہوتے ہیں۔ ہمارا علم بہت محدود ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ ساری دنیا کے لوگوں کی زندگیوں کے دائی روں میں کیا کیا کہانیاں پنپ رہی ہیں۔ تم نہیں جانتیں۔۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ایسا ہوتا ہی نہیں ہو گا۔۔ ہو سکتا ہے دنیا کے کسی کونے میں ہماری کہانیوں کے کردار زندہ ہوں۔۔۔ لیکن کون جانے۔۔"!

شزا نے آخر میں تالیاں بجائی تھیں لیکن ردا نے مسکرا کر صرف سر ہی جھکایا تھا۔ اس کے تاثرات سے ہی لگ رہا تھا کہ وہ قائی ل ہو چکی ہے۔۔

”لیکن اس کا مطلب یہ تو نہیں ہے کہ ہم ہر اس چیز کو ہی سچ ماننا شروع کر دیں۔ ان رائیٹرز نے لڑکیوں کا معیار اتنا اونچا کر دیا ہے کہ وہ کسی عام سے لڑکے کو پسند ہی نہیں کرتی ہیں۔ ایسے تو نہیں ہوتا ناں اب۔۔“

رابیل جو اٹھنے ہی لگی تھی واپس بیٹھ گئی۔ اسے نرمی سے دیکھا۔۔

”کہانیاں یہ نہیں دکھاتیں کہ دنیا کیسی ہے۔ کہانیاں یہ دکھاتی ہیں کہ یہ دنیا کیسی ہونی چاہیئے۔ یہ ہمیں بتاتی ہیں کہ ہمیں کیسا ہونا چاہیئے۔ بہت سے لڑکوں کو میں نے مزاق بناتے ہوئے بھی دیکھا ہے کہ یہ دیکھو جی۔۔ اب سالار جیسا کون ہو سکتا ہے۔۔ کیا بیوقوف بناتے ہیں۔ بٹ اس قسم کے کردار دراصل سیدھا ان پر چوٹ ہوتے ہیں اسی لیئے برے لگتے ہیں انہیں۔ سمجھ آیا کچھ۔۔۔؟“

”کچھ نہ کچھ تو آ ہی گیا ہے۔“

ردا نے ہنس کر جواب دیا تو وہ بھی اب کہ مسکرا کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ کچن میں جا کر اس نے برتن رکھے اور پھر ایک لمحے کو کچن کے دروازے سے ہلکا سا جھانک لاؤنج میں دیکھا۔۔ وہ دونوں آپس میں باتیں کر رہی تھیں۔ اس نے گہرا سانس لے کر فیصلہ کیا اور پھر سے لاؤنج میں چلی آئی۔۔

”نماز پڑھی تھی تم دونوں نے مغرب کی۔۔؟“

اس نے موبائیل ہاتھ میں لیئے سرسری سا پوچھا تو وہ دونوں چونکیں۔ پھر شرمندگی سے ادھر ادھر دیکھا۔

”امم۔۔ وہ۔۔ میں اپنا کالج کا کام کر رہی تھی تو نہیں پڑھی۔۔“

اس نے شزا سے نگاہ ہٹا کر ردا کو دیکھا۔ وہ پورے دانت نکال کر مسکرا رہی تھی۔ رابی کو نہ چاہتے ہوئے بھی ہنسی آگئی تھی۔

”نماز پڑھنا مشکل لگتا ہے۔۔؟“

اس نے اب کہ واضح طور پر پوچھا تو ان دونوں نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔ رابیل نے گہرا سانس لیا۔

”ایک کام کرتے ہیں۔ کل سے تم دونوں صرف نماز کے فرائض پڑھنا۔“

”بس فرض۔۔! کیا پڑھ سکتے ہیں۔۔؟“

”ہاں تم دونوں ساری نمازوں کے فرض پڑھ لینا۔۔ لیکن نماز کوئی نہیں چھوڑنی تم دونوں نے۔۔“

وہ اتنی نرمی سے کہہ رہی تھی کہ ان دونوں نے جلدی سے سر ہلایا۔۔

”تم شیور ہوناں کہ ہم فرض پڑھ سکتے ہیں۔۔؟“

شزا کے پوچھنے پر وہ مسکرائی تھی۔

”دیکھو شزا یہ درست تو نہیں ہے لیکن بالکل ہی نماز نہ پڑھنے سے بہتر ہے کہ ہم چھوٹے چھوٹے قدم اٹھا کر کم از کم اپنے اندر نماز پڑھنے کی عادت تو ڈال ہی لیں۔ ایک وقت آئے گا کہ مجھے بولنا بھی نہیں پڑھے گا اور تم دونوں اپنی پوری نمازیں ادا کرو گی۔ بس اس وقت تک تم دونوں کو فرائض باقائدگی سے پڑھنے ہیں۔۔“

”اوکے۔۔“

وہ دونوں اس ہلکے سے کام پر راضی ہوئی ہیں تو رابیل کا دل ہلکا پھلکا سا ہو گیا۔ اس کی کوششیں ناکام نہیں جا رہی تھیں۔ ایک ساتھ نہیں تو آہستہ آہستہ وہ دونوں اس کی بات مان ہی لیں گی۔ انہیں بس اللہ کی کتاب سے انہیں اس جانب بلاتے رہنا ہو گا۔ ہاں۔۔ اسے اپنی کوشش جاری رکھنی ہو گی۔۔ کسی بھی طرح۔۔ کسی بھی حال میں۔۔

اگلا ایک ہفتہ اسی خاموشی سے گزر گیا۔ گھر والوں کا رویہ اس کے ساتھ پہلے سے خاصہ بہتر ہو گیا تھا۔ لیکن وہ پھر بھی اندر کہیں اداس تھی۔ پچھلے دنوں ہی جب وہ اپنی دوستوں سے ملنے گئی تھی تب اسے ان سب کے رویے سے بے حد تکلیف پہنچی تھی۔ وہاں سب لڑکیاں بہت ماڈرن تھیں، وہاں پر وہ سب اپنے خوبصورت بال لہراتی ہوئی ہیں اس ساری محفل میں جگمگا رہی تھیں۔ وہ کچھ پل تو خاموشی سے بیٹھی رہی۔ ایک دو دوستوں سے بات کرنے کی کوشش کی تب بھی اسے اس کے حجاب کی وجہ سے بہت بری طرح نظر انداز کیا گیا تھا۔ ان سب کا ایک ہی مطالبہ تھا کہ اس ہوٹل میں کوئی لڑکا ہے ہی کہاں اسی لیے وہ اپنا یہ حجاب اتار دے۔ لیکن وہ ایسا نہیں کر سکتی تھی۔ ہوٹل میں کام کرتے ورکرز اور بہت سے غیر محرم لڑکے یہیں سے آ جا رہے تھے۔ وہ کیسے ان کے سامنے اپنے بال کھول سکتی تھی۔

جب کسی نے بھی کافی دیر تک اس کی جانب توجہ نہیں کی۔ تو وہ خاموشی سے وہاں سے اٹھ آئی۔ اسے لگا تھا کہ اگر اسے اس کے گھر والوں نے قبول کر لیا ہے تو سب کر لیں گے لیکن ایسا نہیں تھا۔ ایسا بالکل بھی نہیں تھا۔۔

سوسائٹی کی نظر میں وہ اپنے اس دوپٹے کی وجہ سے آج بھی زیرو تھی۔ واپسی کے سارے راستے اس کا دل گہری

تکلیف کے زیر اثر رہا۔ ایسی ہی تکلیف ہوتی ہے جب، آپ ایک عرصے تک کسی محفل کی جان رہے ہوں اور آپ کے ایک فیصلے کے بدلے وہ آپ کو اٹھا کر ایک جانب پھینک دیں تو ایسی ہی تکلیف ہوا کرتی ہے۔ لیکن وہ پھر بھی نہیں روئی۔ ہر وقت رونا اچھی بات نہیں ہوتی۔

”تم بہت ایب نارمل لگ رہی ہو رابیل۔۔ تم ہم جیسی نارمل نہیں لگ رہی ہو۔۔“

ایک دوست کا مزاق اڑاتا ہوا تبصرہ اسے یاد آیا تو تکلیف مزید گہری ہو گ ئی۔

جب وہ وقت سے پہلے ہی گھر آ گ ئی تو لاؤنج میں بیٹھیں رامین نے اسے حیرت سے دیکھا۔ ان کے ساتھ ہی دوسرے صوفے پر زرتاشہ چاچی بیٹھی تھیں۔ انہوں نے بھی اسے گردن پھیر کر دیکھا تھا۔

”یہ تم اتنی جلدی کیوں آ گ ئی یں۔۔؟“

انہوں نے پوچھا تو اس کا دل کیا کہ دھاڑے مار کر وہیں رونا شروع کر دے لیکن وہ پھر بھی خاموش رہی۔ دکھتے گلے سے بہت سا تھوک نگل کر اس نے بمشکل چند لفظ کہے۔۔

”مجھے اچھا نہیں لگ رہا تھا وہاں۔ اسی لی ئے واپس آ گ ئی۔۔“

رامین کے سبزی کاٹتے ہاتھ لمحے بھر کو رکے تھے۔ چہرہ حیرت سے اٹھا کر اسے دیکھا۔

”کیا مطلب۔۔؟ کیا اچھا نہیں لگ رہا تھا تمہیں۔۔؟“

”وہ۔۔ ماں۔۔ مجھے میری طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی تھی۔۔“

اس کی بات پر زرتاشہ نے معنی خیزی سے مسکرا کر سر جھٹکا تو اسے کہیں بہت اندر تک تکلیف ہوئی۔ آنکھیں بلاوجہ ہی گلابی ہو گئی یں۔

"صاف ظاہر ہے بھابھی کہ اسے وہاں کسی نے بٹھانا پسند ہی نہیں کیا۔ اس کے دوپٹے کی وجہ سے۔ بھلا لڑکیاں کہاں پسند کرتی ہیں ایسی اولڈ فیش لڑکیوں سے بات کرنا۔ کیا ملتا ہے تمہیں یہ سب کر کے رابیل۔۔"

وہ اب تک مسکرا رہی تھیں۔ اس کا دل زخمی ہونے لگا۔ گلا اب کہ بہت دکھنے لگا تھا لیکن وہ نہیں روئے گی۔۔

"اپنے اس معمولی سے حجاب کی خاطر تم نے اپنا رشتہ تک خراب کر لیا اور جواب میں رشتہ جوڑا بھی تو کس کے ساتھ۔۔! وہ معاذ۔۔"

انہوں نے بے ساختہ جھرجھری لی تھی۔ رامین بھی اسے افسوس سے دیکھ رہی تھیں۔

"عجیب ہی ہے وہ تو۔۔ پتا نہیں تم جیسے لڑکی رہے گی کیسے اس کے ساتھ۔ ارحم جیسا آپشن تمہیں ساری زندگی نہیں مل سکتا لیکن افسوس۔۔ تم نے اپنی ہڈ دھرمی کی وجہ سے کھو دیا۔ کیا مل گیا تمہیں اسے یوں سر پر لپیٹ کر۔۔"

انہوں نے بات ختم کر کے سر ایک بار پھر سے جھٹکا۔ رخ اب کہ پوری طرح سے رامین کی جانب کر چکی تھیں وہ۔ رامین نے بھی اس کے دفاع میں کوئی لفظ نہ کہا تھا۔ کہیں اندر وہ بھی اسی قسم کی رائے رکھتی تھیں اس کے بارے میں۔ اس نے دکھتے دل کے ساتھ خاموشی سے قدم اپنے کمرے کی جانب پھیرے اور دروازہ بند کر کے بیڈ تک چلی آئی۔ سنگھار آئی ینے میں اس کا زخمی سا عکس جگمگا رہا تھا۔ اس نے چہرہ موڑ کر اپنا عکس دیکھا۔ سیاہ عبائے میں اس کا متناسب سراپا گہری تکلیف کے زیر اثر لگتا تھا۔ وہ انہیں جواب دینا چاہتی تھی لیکن چاچی نے بات ہی اتنی بے

رحمی سے شروع کی تھی کہ اس کے سارے الفاظ ہی اس سے گم ہو گئے تھے۔ وہ دھندلی آنکھوں سے اپنا عکس اس آئینے میں دیکھے گئی۔

کیا مل گیا تھا اسے یہ حجاب اپنے سر پر لپیٹ کر۔۔!

سب اس سے ایک ہی بات پوچھ رہے تھے کہ اسے کیا مل گیا یہ سب کر کے۔۔ اب وہ انہیں کیا بتاتی کہ اسے کیا کیا مل گیا تھا۔ کاش کہ وہ انہیں سمجھا سکتی کہ اللہ کی محبت میں ابلتے آنسو بہانے کی لذت کیا ہوا کرتی ہے۔ کاش وہ ان سب کو سمجھا سکتی کہ رات کے کسی پہر آنکھ کھلنے پر، خود کو پانی سے بھگونے کے بعد اس کے سامنے گردن جھکا کر کھڑے ہونے کی کیفیت کیا ہوتی ہے۔ اس سے چلتے پھرتے باتیں کرنے کی عادت کیا ہوتی۔۔ اس سے اپنے غم کی فریاد کرنے کی لذت کیا ہوا کرتی ہے۔۔ اپنے تاریک کہف میں اسے کمزور سی آواز کے ساتھ پکارنے کی اذیت کیا ہوا کرتی ہے۔۔ اور قرآن کے ذریعے اس سے قرب کی راہوں پر چلنے کی چاہ کیا ہوا کرتی ہے۔۔!!

کاش کہ کبھی وہ ان سب کو یہ سمجھا سکتی۔۔ کاش کہ وہ انہیں یہ سب بتا سکتی۔۔ لیکن وہ جانتی تھی کہ وہ ان سب کو یہ سب کبھی نہیں سمجھا سکتی تھی۔ وہ کوشش بھی کر لیتی تب بھی اسکی بات کسی کو سمجھ میں نہیں آنی تھی۔ اللہ کی محبت کا مرکز تو دل ہوا کرتا ہے۔ اور دلوں کو پھیرنے کی طاقت صرف اللہ کے پاس ہے۔ وہ انہیں اپنے لفظ دے سکتی تھی لیکن وہ انہیں ان کیفیات سے نہیں گزار سکتی تھی۔ وہ تو کسی کسی کو عطا کی جاتی تھیں۔ اللہ کی محبت ہر کسی کو تھوڑی دی جاتی ہے۔ یہ تو صرف اسے ہی دی جاتی ہے کہ جو شدت سے اس کے لیے گڑگڑاتا ہے۔۔ تڑپتا ہے۔۔ اپنے تنہا کہف میں سسک کر اسے پکار رہا ہوتا۔۔ تب ہی تو یہ دل پلٹ جاتے ہیں۔ تبھی تو کمزور انسانوں میں اتنی

ہمت آجاتی ہے کہ وہ سارے عرب کے سامنے للکار کر کہتے ہیں کہ اگر میرے ایک ہاتھ پر سورج اور دوسرے پر چاند رکھ دو تب بھی وہ اللہ کا کنڈا نہیں چھوڑنے والے۔۔۔

وہ اپنی جگہ سے آہستہ سے اٹھی۔ بہت دنوں بعد اس کے آس پاس وہی مدھر سی آواز تحلیل ہونے لگی تھی۔ تو یہ ثابت ہوا کہ یہ قرآن اسے تب ہی سمجھ آئے گا جب وہ کڑی آزمائشوں سے گزر کر اپنا دل توڑ لے گی۔۔ قرآن اتارنے کے لیۓ انسان کو ایک دفعہ تو ٹوٹنا ہی پڑتا ہے۔ وہ بھی اس سمے ٹوٹ رہی تھی۔ اسٹڈی ٹیبل پر رکھی اس کی کتاب لمحے بھر کو سنہری سی روشنی سے چمکی تھی۔ اس نے پلکوں پر ٹھہرے آنسوؤں کے ساتھ اس کتاب کو دیکھا اور پاس چلی آئی۔

"آپ کہاں ہیں اللہ۔۔ میں ٹوٹ رہی ہوں۔۔ میرا دل ٹوٹ رہا ہے۔۔ آپ کہاں ہیں۔؟ آپ کی مدد کب آئے گی۔۔؟ آپ کی مدد کب آتی ہے۔۔"!

اس نے اس قرآن کا دروازہ کھولنے کے لیۓ ہاتھ بڑھایا۔ اگلے ہی لمحے قرآن سے پھوٹتے نور کے باعث اس کی آنکھیں لمحے بھر کو چندھیا گئی تھیں۔

وہ مدھر آواز اب کہ اس کی سماعت کہ کہیں بہت قریب گونجنے لگی۔

وَاِذَا سَاَلَکَ عِبَادِی عَنِّی

"اور جب سوال کریں آپ سے میرے بندے میرے بارے میں۔۔"

وہ اس مدھر آواز کو دم سادھے سنے گ ئی۔ وہ آواز اس سے کچھ کہہ رہی تھی۔۔ وہ آواز بہت خوبصورت تھی۔۔ وہ آواز دلوں کو اطمینان پہنچایا کرتی تھی۔۔ رابیل کا سارا جسم لمحوں ہی میں برف بننے لگا تھا۔ سانسیں تیز ہونے لگیں۔ کچھ تھا جو اس کے اندر اتر رہا تھا۔۔ اس کے سوالوں کے جواب اتنی جلدی اسے مل جایا کرتے تھے کہ وہ کبھی کبھی خود بھی ورطہ حیرت میں ڈوب جاتی۔

فَاِنِّی قَرِیب

”تو بلاشبہ میں، بہت قریب ہوں۔۔“

اس کے ہاتھ کانپنے لگے تھے۔ سانس تک کسی نے روک دیا تھا۔ اللہ اس کے قریب تھا۔۔ اللہ اس کے بہت بہت قریب تھا۔۔ وہ اسے باہر کی دنیا میں تلاش کر رہی تھی لیکن وہ تو اس کے اندر کی دنیا میں تھا۔ وہ تو اس کی شہہ رگ کے پاس تھا۔ اس نے بہت ضبط سے اپنے آنسو روکے رکھے۔

اُجِیبُ دَعوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ

”میں قبول کرتا ہوں پکارنے والے کی پکار جب (بھی) وہ پکارے مجھے“

وہ اللہ کو پکار رہی تھی۔ اور اس کے دل کی چوری بھی لمحے بھر میں پکڑی گ ئی تھی۔ اس محفل سے اٹھ کر آنے کے عرصے میں اس کا دل مایوس ہونے لگا تھا کہ اگر وہ اللہ کو پکارے گی بھی تو وہ اسے جواب نہیں دے گا۔ ہوتا ہے۔۔ اکثر کڑی آزمائشوں پر انسان ضبط ہارنے لگتا ہے۔ وہ بھی ہارنے لگی تھی اور اسی ایک کمزوری کو بڑی نرمی سے سمجھا کر اللہ اسے یقین دلا رہا تھا کہ وہ اس کی ہر پکار کو قبول کرنے والا ہے۔ وہ اس کی ہر پکار کا جواب دینے والا

ہے۔ جیسے وہ ابھی اسے اس کی پکار کا جواب دے رہا تھا۔ آنسو ٹپ ٹپ اسکی آنکھوں سے گرنے لگے تھے۔ وہ اس کہف میں ٹوٹنے لگی تھی۔

فَلیَستَجِیبُوا لِی وَلیُو مِنُوبِی

''تو چاہیئے کہ وہ (بھی) مانیں میرا حکم اور چاہیئے کہ وہ لائیں ایمان مجھ پر''

وہ بے دم ہونے لگی تھی۔ وہ اس کی محبت میں آہستہ آہستہ اترنے لگی تھی۔ یہ ایسے نہیں ہوتا کہ خالی خولی دعاؤں کے ساتھ اللہ کو پکارا جائے۔ یقین سے خالی دعائیں مانگنا اس کی شان کے خلاف ہے۔ اسے پکارا جائے تو پورے ایمان کے ساتھ پکارا جائے۔۔ دعائیں کرنے کے ساتھ ساتھ اس پر یقین رکھا جائے کہ وہ ان دعاؤں کو ان کے درست وقت اور ان کے درست موقع کے ساتھ قبول کرے گا۔ اسے اس پر ایمان رکھنا ہوگا کہ وہ ضرور اسے جواب دے گا۔ اگر وہ اس ایمان سے خالی دعائیں مانگے گی تو کبھی ہدایت یافتہ لوگوں میں شامل نہ ہو سکے گی۔

لَعَلَّھُم یَرشُدُونَ

''تاکہ وہ ہدایت پائیں۔۔''

اور بات ختم ہو چکی تھی۔ کبھی کبھی اسے لگتا تھا کہ وہ اس پورے قرآن کو نہیں لے سکے گی۔ کیونکہ اکثر کوئی ایک ہی آیت اس پر اس قدر بھاری ہوتی تھی کہ پورے قرآن کا سوچ کر ہی اس کی طاقت سلب ہونے لگتی۔ لیکن وہ اس قرآن کے ساتھ ساری زندگی گزارنا چاہتی تھی۔ کیونکہ اس بڑے دن میں۔۔ جب کوئی کسی کا نہیں ہو گا۔۔ جب کوئی کسی کو دیکھے گا بھی نہیں۔ تب یہ قرآن اپنے پڑھنے والوں کے لیئے گواہ بن کر آئے گا۔ اپنے پڑھنے

والوں کو یہ قرآن اس دن تنہا نہیں کرے گا۔ وہ بھی اس بڑے دن میں اس قرآن کو اپنا گواہ بنانا چاہتی تھی۔ وہ اس کے ذریعے اپنی تاریک قبر کو روشن کرنا چاہتی تھی۔

اس نے آنسو صاف کی ئے اور پھر مسکرا کر اپنا آپ سنگھار آئی ینے میں دیکھا۔

ایک آیت انسان کی زندگی بدل دیتی ہے۔۔ بس ایک آیت۔۔ (نمرہ احمد)

۔۔۔۔۔۔۔

مغرب کی پھیلی اداسی میں اس نے نماز پڑھ کر قدم باہر کی جانب بڑھائے۔ رخ ردا اور شزا کے کمرے کی جانب تھا۔ اس نے دروازہ کھولا ہی تھا کہ سامنے کا منظر دیکھ کر اسے اپنی آنکھوں ہی پر یقین نہ آیا۔

شزا اپنے گرد بڑی سے سفید چادر لپیٹے، رکوع کے لی ئے جھکی ہوئی تھی، وہ ابھی اسے حیرت سے تک ہی رہی تھی کہ اسکی نظر دوسری جانب پڑی۔ ردا سنگھار آئی ینے کے سامنے کھڑی اپنے چہرے کے گرد دوپٹہ لپیٹ رہی تھی۔ جینز پر آج اس نے گھٹنوں تک آتا کرتا زیب تن کر رکھا تھا۔ دوپٹہ لینے کی عادت نہیں تھی اسی لی ئے اس کا دوپٹہ بار بار سرک کر پیشانی پر آ رہا تھا۔ رابیل ان دونوں کو خاموشی سے دیکھتی رہی۔ بے اختیار ہی اس کے دل پر شکر گزاری کے بہت سے آنسو گرے تھے۔۔ اگر ایک جانب سے اسے تکلیف مل رہی تھی تو دوسری جانب سے اللہ اس کے گھر والوں کو دین عطا کر رہا تھا۔ اس سے زیادہ خوشی اس کے لی ئے اور کسی چیز میں ہو ہی نہیں سکتی تھی۔

رابیل عابد کے ارد گرد پھیلی اداس سی مغرب شکر گزاری کے آنسوؤں سے بھیگنے لگی تھی۔

اسکی دعائیں رائیگاں نہیں جا رہی تھیں۔ اللہ اس کی پکار کا جواب دے رہا تھا۔۔ اللہ تو ویسے بھی انسان کو کبھی نہیں چھوڑتا۔۔ ہمیشہ ہم اللہ کو چھوڑتے ہیں۔

ردا کی نگاہ بے ساختہ اس پر پڑی تو وہ فوراً اس کی جانب گھومی۔

"یار رابی۔۔ پلیز یہ دوپٹہ ٹھیک سے باندھ دو۔ میں کب سے لگی ہوئی ہوں اس کے ساتھ۔۔"

اور وہ مسکراتی ہوئی اندر چلی آئی تھی۔ آنکھیں فرطِ جذبات سے بھیگ گئی تھیں۔

"تم رو رہی ہو۔۔؟"

"ارے نہیں۔۔"

وہ ہنس دی۔ پھر ہتھیلیوں سے آنکھیں رگڑیں۔ ہر آنسو تکلیف کے آنسو نہیں ہوا کرتے۔ کچھ آنسو اپنے اندر ڈھیروں خوشیاں سمیٹے ہوتے ہیں۔ اس کے آنسوؤں میں بھی آج خوشی کا ہر رنگ تھا۔

"تو پھر یہ آنکھوں میں آنسو کیوں ہیں۔۔؟"

"ویسے ہی بس۔۔ پتا نہیں کیا ہو جاتا ہے مجھے۔۔"

اس نے ہاتھ بڑھا کر اس کی چادر درست طریقے سے چہرے کے گرد لپیٹی۔ ردا کا کیوٹ سا چہرہ اس ہالے میں اور بھی پیارا لگ رہا تھا۔ اور اسلام کی خوبصورتی ہی یہی تھی۔ دو دھاری تلوار جیسے حسن والی لڑکیوں پر یوں چادر ڈال دی جائے تو وہ اپنے آپ ہی معصوم لگنے لگتی ہیں۔ بقول ہاشم ندیم کے، دین تو انسان کو معصیت سے معصومیت تک لے کر جانے کا راستہ ہے۔

"تم آج کل بہت رونے لگی ہو رابی۔ اتنا مت رویا کرو۔"

"میں کوشش کرتی ہوں بہت، لیکن نہیں ہو پاتا۔ مجھے بہت غصہ آتا ہے خود پر، پھر بھی میں اپنے آنسوؤں پر قابو نہیں رکھ پاتی۔ سہی کہتا ہے وہ۔۔ پاگل ہوں میں بالکل۔۔"

اس نے مسکرا کر کہا تو ردا بھی مسکرا دی۔ پھر اس کے گلابی سے گال پر چٹکی کاٹی۔ اور جائے نماز کی جانب بڑھ گ ئی۔ ان دونوں کو یونہی چھوڑ کر اب کہ وہ مسکراتی ہوئی اپنے کمرے کی جانب بڑھ رہی تھی۔ دل میں پچھلی تکلیف اب تک باقی تھی لیکن اس خوبصورت منظر کے بعد اس تکلیف کا اثر کچھ حد زائ ل ہو گیا تھا۔

کچھ ہی دیر بعد وہ دونوں ایک بار پھر سے اس کے سر پر سوار تھیں۔ اور ان کا مطالبہ ایک ہی تھا کہ وہ ان کے ساتھ زرتاشہ چاچی کے گھر چلے۔ ان کا گیٹ ٹوگیدر کسی وجہ کے باعث موخر ہو گیا تھا۔ لیکن رابیل نہیں جانا چاہتی تھی۔ وہ اچھی خاصی خوشی کو خاک نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"تم چل رہی ہو رابی اور بس۔۔"

شزا نے دھونس بھرے انداز میں کہا تو اس نے بے بسی سے سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ اسٹڈی ٹیبل پر بکھرا بہت سا کام ابھی اس کا منتظر تھا لیکن وہ دونوں تھیں کہ اسے ساتھ لے جانے پر مصر تھیں۔

"یار پلیز شزا مجھے کام ہے۔۔ میں نہیں جا رہی۔۔"

"رابی پتا ہے حریم بھابھی پچھلی دفعہ بھی پوچھ رہی تھیں تمہارے بارے میں۔ایک تو پہلے ہی تم نے ڈھنگ سے کوئی فنکشن اٹینڈ نہیں کیا اوپر سے اب اس چھوٹی سی تقریب میں بھی نہیں چل رہی ہو۔۔صرف لڑکیاں ہی تو ہونگی وہاں۔۔"

"پلیز چلو ناں۔۔۔پلیز پلیز پلیززززز۔۔۔"

اور ان دونوں کے اس قدر اصرار پر اس نے سر نفی میں ہلا کر گہرا سانس لیا تھا۔

"تم دونوں کسی دن مجھ سے مار کھاؤ گی۔۔"

اور جب وہ اسٹڈی ٹیبل سے اٹھی تو ان دونوں ایک ساتھ تالیاں پیٹی تھیں۔

"لیکن ایک شرط پر ہی جاؤ نگی میں۔"

"کیا۔۔۔؟"

دونوں اس کی جانب سوالیہ سی گھومیں۔۔

"میں خود تیار ہو نگی۔۔"

"اوکے۔۔لیکن ایسا مت تیار ہونا کہ لگے ہم میلاد میں شرکت کر رہے ہیں۔۔"

شزا نے باہر نکلتے نکلتے اسے تنبیہہ کی تھی۔اس نے آنکھیں گھمائی یں۔پھر خود کو شیشے میں دیکھا۔

"یوں چھپ کر نہیں بیٹھتے رابیل۔۔بلکہ سب کو فیس کرتے ہیں۔تمہیں ابھی مضبوط بننا ہے۔بہت بہت مضبوط۔۔"

خود کو مسکرا کر دیکھا اور وارڈراب کی جانب بڑھ گ ئی۔ لباس تبدیل کی ئے اب وہ آئی ینے کے سامنے کھڑی، ریشمی سے گھنے بالوں کو جوڑے میں لپیٹ رہی تھی۔ سیاہ چوڑی دار پجامے اور سیاہ ہی باریک ستاروں والی لمبی قمیض پہنے وہ بہت خوبصورت لگ رہی تھی۔ بالوں کو اس نے جیسے تیسے جوڑے میں لپیٹ کر سر پر حجاب لیا اور کمرے سے باہر چلی آئی۔ ردا اور شزا بھی تیار ہی کھڑی تھیں۔ پھر تینوں ہی گھر سے نکل آئی یں۔ سڑک کے اس پار عین سامنے زاہد چچا کا گھر کا۔

گھر کے اندر تو گویا رنگ و بو کا سیلاب اُمڈ آیا تھا۔ لاؤنج میں بہت سی کزنز بیٹھی تھیں۔ زرتاشہ چاچی، حریم کے ساتھ بیٹھیں ایک ایک کزن کا اس سے تعارف کروا رہی تھیں۔ اس کی نگاہ اب کے حریم پر پڑی۔ وہ ایک اسٹائی لش سی، خوبصورت لڑکی تھی۔ سیاہ بال اسٹیپس میں کٹے ہوئے تھے۔۔ ردا اور شزا کے ساتھ ہی اس نے بھی قدم لاؤنج کی جانب بڑھائے۔

"اسلام علیکم۔۔"

سب نے ان تینوں کی جانب دیکھا تھا۔ ایک جانب صوفوں پر زرتاشہ چاچی کی تین بھانجیاں، رمشہ، شمائلہ اور زارا بیٹھی تھیں۔ سامنے کے صوفے پر اس کے فرسٹ کزن انور بھائی کی بہنیں آمنہ اور فاطمہ براجمان تھیں۔ اس طرف کے صوفے پر رافیہ چاچی، کی بیٹیاں شاہین اور دعا بیٹھی تھیں۔ اس کی کبھی بھی ان لڑکیوں سے کچھ خاص بنی نہیں تھی۔ شاید وجہ ان کی سوچ تھی۔ وہ کبھی ایسی لڑکیوں سے بے تکلف نہیں ہوا کرتی تھی جو اپنے اوپر الگ

طرح کا خول چڑھا کر، خود کو بنا کر پیش کیا کرتی تھیں۔ اس کی صرف صاف، سیدھے لفظوں میں بات کرنے والے لوگوں سے بنتی تھی جو کہ یہ لڑکیاں ہرگز بھی نہیں تھیں۔

ردا اور شزا سے ہوتی نگاہیں اس تک پھسلی تو اس نے مسکرا کر سب کو سلام کیا۔

"اور یہ عابد کی بڑی بیٹی ہے۔ ارحم کی منگیتر جو تھی۔۔"

اور زرتاشہ چاچی کے اس طرح سے کہنے پر رابیل کا دل کیا زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائے۔ اس کے آس پاس ایک دم ہی بہت سی شرمندگی پھیل گ ئی تھی۔

"تھی مطلب۔۔؟"

حریم نے نا سمجھی سے چاچی کی جانب دیکھا۔

"ٹوٹ گ ئی منگنی۔۔"

اور ان کے جواب پر حریم کے لب "اوہ" میں سکڑے تھے۔ اسے جیسے افسوس ہوا تھا۔ رابیل نروس سا مسکرائی۔ ایک دم سب کچھ بہت آکورڈ ہو گیا تھا۔ آہ۔۔ ہمیشہ کیوں ہوتا تھا ایسے۔۔!!

"منگنی کیوں ٹوٹ گ ئی آپی۔۔؟

حریم کو افسوس کے ساتھ ساتھ حیرت بھی تھی۔ اس کے رخسار شرمندگی سے گلابی ہوئے تھے۔ ردا اور شزا بھی غیر آرام دہ ہو رہی تھیں۔

"اس کے منگیتر کو اس کا یوں دوپٹہ لپیٹنا پسند نہیں تھا۔ اسی لی ئے اس نے منگنی توڑ دی۔۔"

"کیا۔۔! ایک دوپٹے کی وجہ سے آپ نے رشتہ ہی توڑ دیا۔۔! مطلب۔۔ کیسے ہو سکتا ہے ایسے۔۔؟"

لاؤنج میں براجمان ہر لڑکی اس بے وقت کی بحث سے بہت محظوظ ہو رہی تھی۔ رابیل کا سینہ گھٹنے لگا۔ اسکا زخمی دل مزید زخمی ہونے لگا تھا۔

"میرے لیے یہ زیادہ ضروری تھا۔۔"

اپنے دفاع میں اس نے بس اتنا ہی کہا تھا۔ وہ زیادہ تھے، رابیل ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔

"ایسے تھوڑی کرتے ہیں۔ یوں آپ نے بس ایک چیز کو لے کر اتنا بڑھا چڑھا لیا کہ اس کے پار آپ کو کچھ نظر ہی نہیں آیا۔ کسی کو تو سمجھانا چاہیئے تھا آپ کو۔ اچھے رشتے بار بار نہیں ملا کرتے۔۔"

اس نے تھوک کے ساتھ بہت سے آنسو بھی اپنے اندر اتارے تھے۔ پھر چہرہ اٹھایا۔۔ مسکرا کر انہیں دیکھا۔۔

"مجھے کسی نے سمجھا دیا تھا جبھی تو یہ رشتہ بچ نہ سکا۔۔"

"کس نے سمجھایا تھا آپ کو۔۔؟"

وہ سیدھی ہو بیٹھی۔ بحث بہت ہی دلچسپ رخ اختیار کر رہی تھی۔

"اللہ کی کتاب نے۔۔"

اور اس کے جواب پر حریم کا منہ ہی کھل گیا تھا۔ لاؤنج میں بیٹھی لڑکیوں کی دبی دبی سی ہنسی گونجی تھی۔

"رابیل مجھے اس بات کی امید نہیں تھی تم سے یار۔ مطلب۔۔ کونسے وقت میں زندہ ہو تم۔ دنیا کہاں سے کہاں پہنچ گئی ہے لیکن تم ابھی تک ان کتابی باتوں ہی میں اٹکی ہوئی ہو۔ تم جیسی پڑھی لکھی لڑکی سے یہ سب امید نہیں تھی کسی کو بھی۔۔"

زرتاشہ چاچی کی بھانجی شمائلہ نے نخوت سے کہہ کر ناک سے مکھی اڑائی تھی۔ وہ بمشکل جم کر بیٹھی رہی۔

"اچھا چلو۔۔ ناؤ لیو۔۔ جو بھی ہے تمہارا یہ دوپٹہ وغیرہ۔۔ ٹھیک ہے۔۔ لیکن ابھی تو یہاں کوئی مرد نہیں ہے ناں۔ ابھی پلیز اسے سر سے ہٹا دو۔ پھر سب ایزی ہو جائیں گے۔ یو نو۔۔ تم اس طرح دوپٹہ لپیٹ کر دادی والا ورژن لگتی ہو۔ ہم لڑکیوں کو عجیب لگتا ہے پھر۔۔ یہاں اتار دو کوئی نہیں ہے۔۔"

لیکن وہ یوں، یہاں ان سب کے سامنے اسے سر سے اتارنے کے خیال سے ہی بے چین ہوئی تھی۔ ٹھیک ہے ابھی کوئی نہیں تھا لیکن کوئی آ تو سکتا تھا ناں اور وہ خود کا مزاق نہیں بنوانا چاہتی تھی۔

"میں۔۔ میں ٹھیک ہوں ایسے ہی پلیز۔۔"

اس نے فاطمہ کو جواب دیا لیکن وہ اس کے دوپٹے کی جانب اپنا ہاتھ بڑھا چکی تھی۔

"پلیز فاطمہ میں ٹھیک ہوں۔۔"

لیکن اگلے ہی لمحے اس نے اس کے دوپٹے کی پن کھولی تو وہ ریشمی ہونے کے باعث کھل کر اس کی گود میں آ گرا۔ بال جو جوڑے میں باندھ رکھے تھے کندھوں پر پھسل گئے۔ اسی وقت اقبال جانے کہاں سے پیچھے آ کھڑا ہوا تو اس کا سانس ہی لمحے بھر کو رک گیا۔ جلدی سے اس نے دوپٹہ ایک بار پھر سر پر لیا اور عجلت میں اٹھ کھڑی ہوئی۔

ریشمی دوپٹہ، اس کے ریشمی بالوں کے باعث بار بار پھسل کر گر رہا تھا۔ اس کے ہاتھ کانپنے لگے تھے۔ وہ جلد بازی میں باہر کی جانب بڑھنے لگی تو سائیڈ ٹیبل پر رکھے شیشے کے گلدان سے ٹکرا گئی۔ چھن چھن۔۔ شیشے ٹوٹ کر سارے لاؤنج میں بکھر گئے تھے۔ اس نے پیچھے مڑ کر دیکھنے کے بجائے تیز لرزتے قدموں سے لان عبور کیا اور دوپٹے کو کس کر پکڑے اپنے گھر کی جانب آگئی۔ دل اس قدر تیزی سے دھڑک رہا تھا لگتا تھا ابھی باہر آگرے گا۔ آنکھوں سے بے اختیار گرم گرم آنسو پھسل کر رخسار پر گر رہے تھے۔ اس قدر توہین۔۔ اس قدر ہتک اور اس قدر تمسخر اس نے چند ہی لمحوں میں سہہ لیا تھا کہ اس کا سینہ اب کہ تکلیف سے گھٹنے لگا تھا۔ وہ لان سے بھاگتی ہوئی گھر کے اندر داخل ہوئی تو ٹھٹھک کر رک گئی۔ سامنے ہی وہ اپنے سیاہ سے شیڈ کے برعکس آج سفید ٹی شرٹ پر بھوری جیکٹ پہنے ہمیشہ کی طرح وجیہہ لگ رہا تھا۔

دھیمی آواز میں رامین سے کوئی بات کرتے ہوئے اس نے کچھ محسوس کر کے یکدم چہرہ پھیرا اور پھر اگلے ہی لمحے اس کے ابرو حیرت سے اوپر کو اٹھے۔ اس سیاہ جھلملاتی قمیض پر وہ جھلملاتی آنکھوں لیے اسے ساکت کر گئی تھی۔ اسکی آنکھیں سرخ متورم ہو رہی تھیں۔ دوپٹہ کس کے ٹھوڑی کی جانب سے پکڑے وہ اس سمے اسے بہت بکھری بکھری سی لگی۔ رامین نے بھی حیرت سے اسے دیکھا تھا۔

"کیا ہوا۔۔؟ تم پھر اتنی جلدی واپس آگئی ہیں۔۔"!

انہیں اب اس پر سخت طیش چڑھا تھا۔ اس نے کچھ بولنا چاہا لیکن لب لرز کر رہ گئے۔ آنکھوں کی سرخی ضبط کے باعث گہری ہونے لگی تھی۔

"کیا ہوا ہے۔۔؟ اتنی جلدی کیوں واپس آگ ئی ہو۔۔؟ یقیناً پھر کوئی بدمزگی ہوگ ئی ہوگی تمہاری وجہ سے۔ رابیل تمہیں کتنی دفعہ میں نے سمجھایا ہے کہ پلیز اب بس کردو یہ سب۔۔! ہر دفعہ کیا تماشہ کھڑا کرنا لازمی ہے۔۔"!!

اور اس کا دل اس سمے اس قدر بھر آیا لگتا تھا پھٹ جائے گا۔ لیکن وہ مٹھی بھینچے کھڑی رہی۔ دوپٹہ جو ٹھوڑی سے پکڑ رکھا تھا چھوڑ دیا۔ چہرے کے اطراف میں لٹیں بکھر گ ئی یں۔

"میری طبیعت ٹھیک نہیں ہے ماں۔۔ میں کمرے میں۔۔"

"چاچی۔۔ میں دراصل رابیل کو ہی لینے آیا تھا۔ کیا میں لے جاؤں اسے۔۔؟"

اس کے اس قدر سعادت مندی سے پوچھنے پر جہاں رامین کو خوشگوار سی حیرت ہوئی وہیں رابیل نے آنکھیں پھیلا کر اسے دیکھا تھا۔ یوں لگتا تھا گویا اس نے لمحوں میں بیٹھے بیٹھے اسے لے جانے کا فیصلہ کیا ہو۔

"میں۔۔ مجھے نہیں۔۔"

"ہاں ہاں بیٹا۔۔ ضرور لے کر جاؤ آپ۔۔ ویسے بھی اس کا دماغ آج کل بہت زیادہ خراب رہنے لگا ہے۔ بہتر ہے کہ یہ اس گھر سے کچھ لمحوں کے لی ئے باہر نکل جائے۔"

اس کی جانب دیکھ کر ہلکی سی سختی کے ساتھ کہا تو وہ بے بسی سے معاذ کو دیکھ کر رہ گ ئی۔ اسے وہ اس وقت بہت برا لگ رہا تھا۔ لیکن وہ اس کی جانب متوجہ تھا ہی نہیں۔ اس نے شکستہ سے قدم کمرے کی جانب بڑھائے اور لرزتے

ہاتھوں سے عبایا پہننے لگی۔ عبایا پہنتے ہوئے اسے احساس ہوا کہ وہ واقعی یہاں سے بہت دور چلی جانا چاہتی ہے۔ اس گھر سے۔۔ اس گھر کے مکینوں سے۔۔

اور پھر کچھ لمحوں بعد وہ خاموشی سے اس کے برابر والی سیٹ پر بیٹھی، ضبط سے باہر دیکھ رہی تھی۔ معاذ نے بھی اسے متوجہ کرنا مناسب نہ سمجھا۔ خاموشی سے ڈرائیو کرتا رہا۔

اگلے ہی لمحے اب وہ اس کے پیچھے پیچھے خاموشی سے چل رہی تھی۔ وہ اسے قریبی پارک میں لے آیا تھا۔ رات کے اس خنک سے پہر میں لوگوں کی موجودگی نا ہونے کے برابر تھی۔ وہ خاموشی سے سنگی بینچ پر آ بیٹھا تو رابیل بھی اس کی تقلید کرتے ہوئے اس بینچ پر آ بیٹھی تھی۔ درمیان میں نا محسوس سا فاصلہ تھا۔

چند پل کوئی کچھ نہ بولا۔

"کیوں لے کر آئے ہو تم مجھے یہاں۔۔۔؟"

اس کی آواز اب بھی پھٹی پھٹی سی تھی۔ معاذ نے خاموشی سے اس کی کھوئی آنکھوں کو دیکھا۔ وہ اس کے ایسے دیکھنے پر لمحہ بھر کو کسمسائی تھی۔

"تم رو لو رابیل۔۔"

لیکن اس کی اگلی بات پر اس نے حیران ہو کر چہرہ اٹھایا۔ وہ نرم نگاہوں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"تم۔۔ تم میرا مزاق اڑا رہے ہو۔۔؟"

اس کی آنکھوں میں ایک بار پھر سے نمی تیرنے لگی تھی۔ معاذ نے گہرا سانس لیا۔ پھر اسے دیکھا۔۔

"تمہیں لگتا ہے میں تمہارا مزاق اڑا رہا ہوں۔۔؟"

اور اس نے ایک دم اتنے مان سے پوچھ لیا تھا کہ رابیل کا دل جو پہلے ہی بوجھل تھا مزید بوجھل ہونے لگا۔ اگر وہ اسی طرح دیکھتا رہتا تو وہ خود پر قابو کیسے رکھے گی۔۔!

"مجھے کوئی رونا وونا نہیں ہے۔ مجھے گھر جانا ہے۔۔"

وہ بے ساختہ اٹھ کر آگے بڑھنے لگی تو معاذ نے اس کی کلائی تھامی۔ وہ اپنی جگہ پر ہی ساکت ہو گئی تھی۔ آنکھوں کی نمی سوا ہونے لگی۔ اس نے نرمی سے اسے پیچھے کیا، پھر دوبارہ بینچ پر لا بٹھایا۔ وہ بے بس سی ایک بار پھر سے بیٹھ گئی تھی۔

"میں نے کہا ناں۔۔ رو لو تم آرام سے۔ اتنا سب کچھ اندر نہیں رکھتے اپنے۔ تکلیف بڑھ جائے تو جان لے لیتی ہے۔ رونا انسان کو صحت مند رکھتا ہے۔ رو لو تم۔ میں بیٹھا ہوں یہاں۔۔"

"تم بھی مزاق اڑاؤ گے میرا۔۔ سب میرا مزاق اڑا رہے ہیں۔ کسی کو میری تکلیف کا کوئی اندازہ نہیں۔ ک۔۔ کوئی بھی میرے نظریے سے نہیں سوچ رہا۔ سب کو اپنی زبان کا چٹخارہ چاہیئے۔ بولنے سے پہلے ایک دفعہ بھی اگر سوچ لیں یہ لوگ تو کبھی اتنی اذیت نہ ہو مجھے۔۔ تم بھی سب جیسے ہو۔۔ تم بھی میرا مزاق اڑاؤ گے۔۔ مجھے پتا ہے سب کا۔۔"

اگلے ہی پل وہ اب آنکھوں پر بچوں کی طرح بازو رکھے رو رہی تھی۔ پھوٹ پھوٹ کر۔۔ اندر پلتی اذیت کو جیسے بہت دنوں بعد کسی کے سامنے نکلنے کا موقع مل گیا تھا۔ اس کا تھکا تھکا سا دل اب کہ پوری شدت سے بھنچ رہا تھا۔ معاذ گھٹنوں پر کہنیاں رکھے، ہتھیلیاں باہم ملائے جھک کر بیٹھا تھا اور وہ بچوں کی طرح رو رہی تھی۔ پھر بازو سے ہی آنکھیں صاف کرنے لگی تو معاذ سیدھا ہو بیٹھا، ہتھیلی پر لپٹا رومال کھول کر اس کی جانب بڑھایا۔ پھر اس کی طرف دیکھا۔ اس نے چونک کر معاذ کی جانب دیکھا تھا۔ اس کی سرمئی آنکھوں میں نرمی تھی۔۔ صرف نرمی۔۔ رابیل نے بہت دنوں بعد کسی کی آنکھوں میں اپنے لیے آج نرمی دیکھی تھی۔ اس کا لرزتا دل آہستہ آہستہ سنبھلنے لگا تھا۔

اس نے ہاتھ بڑھا کر اس کا رومال تھاما۔ اور پھر آنسو صاف کرنے لگی۔

"کیا ہوا تھا۔۔؟"

اس کے پوچھنے پر رابیل نے اس سے نگاہ چرائی۔ چہرہ جھکا لیا۔

"کچھ نہیں۔۔"

"کسی نے بدتمیزی کی۔۔؟ کچھ کہا۔۔؟ ہوں۔۔؟"

یا اللہ وہ ایسے کیوں پوچھ رہا تھا۔ اس کا دل بے اختیار ہی اس کی جانب کھنچنے لگا تھا۔ اسے یہ والے معاذ کی عادت نہیں تھی۔

"کچھ نہیں ہوا۔۔ بس ویسے ہی۔۔ چھوڑو۔۔"

”ہر وقت باتوں کو پسِ پشت نہیں ڈالتے رابیل، میں نے تمہیں سجھایا تھاناں کہ لوگوں کو اپنے اعمال کی وضاحتیں نہیں دیا کرتے۔ نہیں تو وہ آپ کو جیسے چاہیں ویسے ٹرک کر سکتے ہیں۔ صرف ہاں یاناں میں بات کیا کرو۔۔“

”میں تمہاری طرح نہیں ہوں۔۔ مجھے ایسے بات کرنے نہیں آتی۔ بہت روڈ ہے یہ۔۔ کوئی ہرٹ ہو گیا تو۔۔“!

اور وہ بے ساختہ ہی مسکرادیا تھا۔ کبھی کبھی وہ اسے پوری طرح سے حبیبہ جیسی لگتی تھی۔ جسے اپنی کوئی پرواہ نہیں تھی لیکن اس کی وجہ سے آگے والا زخمی ہوا تو یہ اس کے لیئے زندگی اور موت کا مسئلہ تھا۔

”پاگل ہو تم بالکل۔۔“

سر ہلا کر کہا تو اس نے یکدم ابرو اکھٹے کر کے اسے دیکھا۔ گویا برا مان کر دیکھا۔

”یہاں کیوں لے کر آئے ہو تم مجھے۔۔؟“

”ویسے ہی۔۔ سوچا تمہیں یہ پارک دکھادوں۔۔“

اس نے بھی کندھے اچکا کر کہا تو رابیل کا دل ہی جل گیا۔ کیا وہ یہ نہیں کہہ سکتا تھا کہ مجھے تمہاری فکر تھی۔ (بدتمیز نہ ہو تو۔۔)

”مجھے گھر جانا ہے۔۔ میں تھک گئی ہوں، مجھے سونا ہے۔۔ معاذ تم سن رہے ہو ناں مجھے۔۔؟“

اس کی غائب دماغی پر اس نے آخر میں اس سے پوچھ ہی لیا۔ وہ کسی غیر مرئی نکتے کو دیکھ رہا تھا پھر یکدم ہی اٹھ کھڑا ہوا۔ رابیل نے نا سمجھی سے بھیگی بھیگی آنکھوں سے دیکھا تھا اسے۔

"تمہیں پتا ہے تم کتنی کمزور لڑکی ہو۔۔! بات تک کرنے نہیں آتی تمہیں لوگوں سے۔ جو بھی سنائے تم چپ چاپ سن کر آجاتی ہو ان کی بکواس۔۔"

اس نے یکدم اس قدر برہمی سے کہا کہ وہ جو بے یقینی سے اس کا چہرہ تک رہی تھی بے ساختہ اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کی سرمئی آنکھوں میں اپنی آنکھیں گاڑی۔

"میں۔۔ کمزور۔۔ نہیں۔۔ ہوں۔۔ سمجھے تم۔۔"!

اس نے اس قدر درشتی سے کہا لیکن پھر بھی مقابل کو فرق نہیں پڑا تھا۔ مسکرا کر سر جھٹکا جیسے اس کی بات کا مزاق بنایا ہو۔۔

"اچھا۔۔! تو تم کمزور نہیں ہو۔۔! پھر کیوں سن کر آئی یں تم ان سب کی باتیں۔۔ یقیناً کوئی جواب نہیں ہو گا تمہارے پاس انہیں دینے کے لیے۔۔ ٹھیک کہہ رہا ہوں ناں میں۔۔"!

لیکن وہ بپھر کر یکدم دو قدم اس کے قریب آئی تھی۔ متورم آنکھیں دہکنے لگی تھیں۔

"میرے پاس جواب تھا۔۔"!

"پھر جواب دیا کیوں نہیں۔۔؟"

"میں۔۔ میں نے جواب اس لیے نہیں دیا کیونکہ وہ سب میرا اس جواب کے بعد مزید مزاق بناتے۔ اور مجھے اپنا مزید تماشہ نہیں بنوانا تھا۔"

"اور تم انہیں اپنا تماشہ بنانے دیتیں۔۔! آگے بڑھ کر ان میں سے کسی ایک کو مکا کیوں نہیں مارا تم نے۔۔؟ مکا مارنا آتا ہے تمہیں۔۔؟"

وہ چند لمحے خاموش سی ہو گ ئی۔ پھر چمک کر اسے دیکھا۔

"آتا ہے مجھے۔۔"

اور معاذ شعراوی بے ساختہ گردن جھکا کر ہنس دیا تھا۔ وہ اس کے یوں ہنسنے پر ہتھے سے ہی اکھڑ گ ئی۔ اسے گریبان سے پکڑ کر اپنی جانب متوجہ کیا۔ وہ بمشکل اپنے لبوں کو دبائے مسکراہٹ کو روکے ہوئے تھا۔

"میرا مزاق مت اڑاؤ۔۔ تمہیں ابھی پتا نہیں ہے رابیل عابد کا۔ میں اگر بولتی نہیں ہوں تو اس کا مطلب ہرگز یہ نہیں ہے کہ مجھے بولنا نہیں آتا۔ مجھے بولنا آتا ہے اور اپنی زبان سے لوگوں کی چمڑیاں کھینچنے بھی آتی ہیں لیکن اگر میں خاموش ہوں تو صرف اس کا یہ مطلب ہے کہ میں کسی کو بھی ہرٹ نہیں کرنا چاہتی۔ اس کا مطلب ہرگز بھی یہ نہیں ہے کہ میں کسی کو جواب نہیں دے سکتی۔ میں اگر جواب دینے پر آؤں تو لوگوں کے منہ توڑ دوں لیکن میں یہ نہیں کرتی کیونکہ مجھے یہ نہیں کرنا۔ لیکن اگر۔۔ اگر تم نے ایک اور بار میرا مزاق بنایا تو تم۔۔"

لمحے بھر کو دانت پیسے۔ وہ محظوظ ہوا اس کی شعلہ بیانی سن رہا تھا۔۔

"معاذ شعراوی تم گ ئے۔۔"!

اس نے ایک جھٹکے سے اس کا کالر چھوڑا تو وہ ذرا سا لڑکھڑا کر پیچھے ہوا۔ رابیل گہرے گہرے سانس لے رہی تھی۔ یوں لگتا تھا گویا سینہ کسی بھاری بوجھ سے آزاد ہوا ہو۔ اسے بہت دنوں بعد کھل کر سانس آیا تھا۔ سینے کی تکلیف یکلخت ہی ختم ہونے لگی تھی۔

"واہ رابیل جی۔۔ آپ تو واقعی بولنا جانتی ہیں۔"

اس نے سچ میں قائل ہو کر سر ہلایا تھا۔ رابیل نے کڑوے ہوتے حلق کے ساتھ چہرہ ہی پھیر لیا۔

"ویسے وہ کھمبا دیکھ رہی ہو۔۔ وہ وہاں۔۔؟"

اس نے قریب آ کر ہاتھ لمبا کر کے اسے دکھایا۔ اس نے بس ایک نگاہ اس پر ڈالی تھی۔ ایک قہر آلود نگاہ تھی وہ۔

"اگر تم نے مجھ سے پہلے اسے ہاتھ لگا لیا تو میں واقعی مان جاؤں گا کہ تم ایک بہادر لڑکی ہو۔ ایک مضبوط لڑکی ہو۔ تم کسی کو بھی اپنی بے عزتی نہیں کرنے دے سکتیں۔ کیونکہ اگر میں نے اسے تم سے پہلے ہاتھ لگا لیا تو پھر میں تمہارا مزاق اڑاؤں گا۔۔ بولو۔۔ منظور ہے۔۔؟"

اس نے آر یا پار والے انداز میں اس سے پوچھا تو اس نے کاٹ کھانے والی نظروں سے اسے دیکھا۔

"اسے میں ہی ہاتھ لگاؤں گی تم سے پہلے۔۔ کیونکہ میں ایک مضبوط لڑکی ہوں۔۔"

"او کے۔۔ دیکھتے ہیں۔۔"

اور اگلے ہی لمحے وہ دونوں ایک ساتھ اس دور کھڑے کھمبے کی جانب بھاگے تھے۔ معاذ اس سے چند قدم آگے تھا اور وہ پوری قوت سے بھاگتی ہوئی اس کے پیچھے۔ اس سمے پارک میں لوگ بالکل بھی نہیں تھے اور دو بیوقوف ایک

کھمبے کو پہلے ہاتھ لگانے پر لڑ رہے تھے۔ کھمبے کے تھوڑا قریب پہنچ کر جب معاذ اس سے آگے نکلنے لگا تو اس نے اس کی جیکٹ پکڑ کر اسے اپنے پیچھے دھکیلا۔ وہ اب ہنس رہی تھی۔ معاذ اپنے ہی پیروں میں الجھا اور گر گیا۔ وہ اسے اٹھانے یکدم پیچھے آئی تو وہ اسے ڈاج دے کر ایک بار پھر سے اٹھ بھاگا۔

"معاذ۔۔ بدتمیز۔۔"!!

وہ بھی اسے کوستی ہوئی اس کے پیچھے ایک بار پھر سے بھاگی۔ اور آخر کار اس نے معاذ کو ہرا ہی دیا وہ بھاگتے بھاگتے جانے کیسے اپنی رفتار کم کر گیا تھا۔ لیکن رابیل کو اس کی چالاکی سمجھ نہیں آئی۔ جلدی سے آگے بڑھ کر کھمبے کو ہاتھ لگایا اور پھر خوشی سے ہنس ہنس کر اسے منہ چڑانے لگی۔ وہ گھاس پر پھولا سانس لیے بیٹھا ہوا تھا۔ اسے دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ وہ اب اس کے قریب آکر اسے زبان دکھا رہی تھی۔

"تم۔۔ تم ہار گئے معاذ اور میں جیت گئی۔ مجھے پہلے ہی پتہ تھا کہ میں ہی جیتو نگی۔ تم مجھ سے زیادہ تیز نہیں بھاگ سکتے۔ کیونکہ جن کا قد چھوٹا ہوتا ہے وہ تیز بھاگتے ہیں۔۔ اور تم۔۔"

وہ کہتے کہتے رکی۔ پھر ہنس پڑی۔۔ کچھ یاد آگیا تھا اسے۔

"تم تو بیچ میں گر بھی گئے تھے۔ افف کتنے عجیب لگ رہے تھے تم گرتے ہوئے۔۔"

وہ پیٹ پر ہاتھ رکھے گردن پیچھے پھینک کر ہنستی ہی جا رہی تھی۔ وہ اسے دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ پھر وہ قریب چلی آئی۔ معاذ کو ہاتھ دے کر اٹھایا۔ رابیل کا چہرہ دیکھ کر اسے بے ساختہ ہی شرارت سوجھی تھی۔

"آہ۔۔"

اس کی کراہ پر اس نے چونک کر اسے دیکھا۔

"ٹھیک ہو ناں تم۔۔؟ کیا ہوا۔۔؟ کہیں لگ گئی کیا تمہیں۔؟"

اس نے بے اختیار ہی پریشان ہو کر پوچھا تو معاذ نے شکل اور بیچاری بنالی۔ ماتھے پر گرتے بال ہولی ہولی ہوا سے اڑ رہے تھے۔

"ہاں۔۔ شاید گرنے سے ٹانگ پر چوٹ آئی ہے۔۔"

"اوہ۔۔ زیادہ درد تو نہیں ہو رہا۔۔؟"

"ہو رہا ہے۔۔"

وہ اسے ساتھ لگائے بینچ تک لائی۔ اسے بٹھایا۔ پھر عین اس کے سامنے بیٹھی۔ جیسے ہی اس کی جینز کو ہاتھ لگایا اس نے پیر بے ساختہ پیچھے کیا تھا۔ رابی نے چونک کر اسے دیکھا۔ لیکن وہ گھٹنوں پر ہاتھ رکھے ذرا آگے جھکا۔ وہ آنکھیں پھیلائے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"تو ثابت ہوا کہ مس رابیل بہت مضبوط ہیں۔۔ روتے ہوئے بھی اچھی لگتی ہو۔۔ لیکن رلاتے ہوئے زیادہ اچھی لگو گی۔ آئندہ کبھی کسی کی بکواس سن کر نہ آنا۔ لوگ رلائیں تو تم بھی انہیں رلا کر آنا۔"

وہ نرمی سے کہہ رہا تھا۔ چہرے کی سنجیدگی واپس لوٹ آئی تھی۔ وہ یک ٹک اسے تک رہی تھی۔

"اور۔۔ اور اگر ایسے میں کسی نے مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش کی تو۔۔ مجھے مکا مارنا نہیں آتا۔۔"

معاذ نے اسکے دونوں ہاتھ تھامے۔۔ اس کے یخ سے ہاتھ اب معاذ کی مضبوط ہتھیلیوں میں تھے۔ وہ سانس روکے دیکھ رہی تھی اسے۔

"تو پھر معاذ اسے خود دیکھ لے گا۔ تمہیں اس کے آگے کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہیں بس لوگوں کو اتنی اجازت نہیں دینی کہ وہ آئیں اور تمہیں ہرٹ کر کے چلے جائیں۔ تم نے اپنے لیۓ خود اسٹینڈ لینا ہے۔ آئندہ تم نے رلا کر آنا ہے رابیل۔۔ میں تمہیں اب یوں شکستہ سا روتا ہوا نہ دیکھوں۔۔"!

اور اسے اسی وقت ان سرمئی آنکھوں سے محبت ہوئی تھی۔ وہ آنکھیں گہری تھیں۔۔ اسے لگا وہ ڈوب جائے گی۔

"میں آئندہ کبھی بھی کسی کو اتنی اجازت نہیں دونگی معاذ۔۔ میں اب کبھی کسی کو مجھے ہرٹ کرنے نہیں دونگی۔۔"

اس نے ان آنکھوں کے سحر میں ڈوبتے ہوئے بے ساختہ کہا تو وہ مسکرایا۔ وہی ہلکی سی اپنائیت بھری مسکراہٹ۔

"کیونکہ تم اب صرف تمہاری نہیں ہو۔ تم اب میری ہو۔۔"!

اور یہ لفظ کہہ کر تو اس نے رابیل عابد کو آج کہیں اپنے اندر ہی قید کر لیا تھا۔ وہ آہستہ سے اسے اپنے ساتھ لے کر ہی اٹھا۔ اس نے گردن جھکا کر اس کی ٹانگ کو دیکھا، معاذ جو اس کی نظروں کے زاویے ہی کو دیکھ رہا تھا یکدم اپنی امڈتی مسکراہٹ روکی۔ رابی نے مشکوک سا آنکھیں چھوٹی کر کے دیکھا تھا اسے۔

"تمہاری تو ٹانگ میں درد تھا ناں۔"!

"ختم ہو گیا۔۔"

"جنگلی خر۔۔"!

اور اس کی بہت مدھم سی سرگوشی پر وہ ایک بار پھر سے اپنی امڈتی مسکراہٹ سمیٹ رہا تھا۔۔ وہ دونوں ساتھ چلتے اب کہ اس دھند میں نظروں سے اوجھل ہوتے جا رہے تھے۔ رابیل مسلسل اسے کوس رہی تھی اور وہ مستقل سر نفی میں ہلا کر اس کی ہر بات رد کرتا جا رہا تھا۔ اس خنک سی رات میں دور کہیں تاروں کے پار حبیبہ اداسی سے مسکرائی تھیں کیونکہ ان کے دونوں بچے۔۔ ان کے دونوں بچے آج خوش تھے۔۔!

۔ اب کے اس کے ساتھ گاڑی میں بیٹھے اس کا دم نہیں گھٹ رہا تھا۔ ناں ہی دل تنگ ہو رہا تھا اور ناں ہی اب کہ وہ ہونٹوں کو سکیڑ کر اپنے آنسو ضبط کرنے کی کوشش میں ہلکان ہو رہی تھی۔ اب کہ اس کا دل پر سکون تھا، سانسیں ہموار تھیں اور آنکھوں میں بکھری نمی فطری سی تھی۔ اس نے ایک نگاہ پھیر کر معاذ کو دیکھا۔ وہ مکمل طور پر ڈرائیونگ کی جانب متوجہ تھا۔ اس کے ماتھے پر گرے سیاہ بال، کھڑکی سے اندر گرتی ہوا سے ہولے ہولے پھڑ پھڑا رہے تھے۔ رابیل کی نگاہیں اس کے اسٹیرنگ کو پکڑے ہاتھوں پر پھسلیں۔ اس کے ہاتھ محنت کرنے کے عادی لگتے تھے۔ دور سے دیکھنے پر بھی صاف نظر آتا تھا کہ وہ ہاتھ سخت اور مضبوط تھے۔

اسے بے اختیار ارحم کے ہاتھ یاد آئے۔ اس کے ہاتھ نرم تھے۔۔ نرم اور محنت سے عاری۔۔

دھیرے دھیرے اس کی نگاہیں واپس اس کے چہرے پر پلٹی تھیں۔ پرکشش نقوش لیے، وہ اکھڑا سا بندہ کب اس کے دل میں اترا۔۔ اسے پتا ہی نہیں چلا۔۔

ہوا کے ایک سر سراتے جھونکے سے اس کے ماتھے پر گرے بال لمحے بھر کو لہرائے، تو رابیل کا دل کیا ہاتھ ہلکے سے بڑھا کر اسکی پیشانی کو ان بالوں سے آزادی دلوا دے۔ لیکن اگلے ہی پل اس نے بے ساختہ اپنی اس سوچ پر لب کاٹے تھے۔

"اگر مجھے دیکھنے سے فرصت مل گ ئی ہو تو ایک بات پوچھوں۔۔؟"

اور رابیل نے گڑبڑا کر رخ جلدی سے کھڑکی کی جانب پھیرا تھا۔ پلکیں تیزی سے جھپکائی ں۔ اسے کیسے پتا چل گیا۔۔!

"م۔۔ میں تمہیں نہیں دیکھ رہی تھی۔۔"

"پھر۔۔۔؟"

اس نے آرام سے پوچھ کر موڑ کاٹا۔ رابیل نے ہاتھوں کی انگلیاں باہم پھنسا رکھی تھیں۔ اپنی چوری پکڑی جانے پر لمحے بھر کو آنکھیں بھی میچی تھیں اس نے۔

"میں تمہارے دوسری طرف دیکھ رہی تھی۔۔"

گہرا سانس لے کر مزے سے کہا۔ دل اب تک دھک دھک کر رہا تھا۔ معاذ نے ایک۔۔ بس ایک نگاہ ڈالی تھی اس پر۔ اف۔۔ اور وہ جانتا تھا کہ وہ اس کے دوسری طرف ہر گز بھی نہیں دیکھ رہی تھی۔

"پھر کیا دیکھا تم نے میرے دوسری طرف۔۔؟"

"ہاں۔۔ وہ۔۔ وہ میں نے۔۔"

"رابیل تمہیں پتا ہے تمہیں جھوٹ بولنا بالکل بھی نہیں آتا ہے۔"

"میں جھوٹ نہیں بول رہی۔۔"

یکدم برامان کر کہا تو معاذ نے ایک بار پھر سے اس پر نگاہ ڈالی۔ پھر سمجھ کر سر ہلایا۔۔

"اچھا ٹھیک ہے، دیکھ سکتی ہو تم جتنا بھی دیکھنا ہے۔ مجھے کوئی مس ئی لہ نہیں ہے۔۔"

اور رابیل کو اس سیاہی میں بھی پتا تھا کہ اس کے گلابی رخسار مزید گلاب رنگ ہو گ ئے ہیں۔ ایک چور نگاہ اس بدتمیز پر ڈال کر اس نے گہرا سانس لیا۔ کچھ بھی بول دیتا تھا۔۔ کوئی بات مس ئی لہ ہی نہیں تھی اس کے لی ئے۔۔

"تم کیا پوچھنے والے تھے مجھ سے۔۔؟"

جلدی سے سوال کیا۔ فی الحال ایک ہی طریقہ تھا اپنی جھینپ مٹانے کا۔ وہ کچھ دیر تک تو خاموش رہا پھر گہرا سانس لے کر آنکھیں سکیڑیں۔

"ارحم ردا اور شزا سے کتنا بے تکلف ہے۔۔؟"

اور اس کے ایسے غیر متوقع سوال پر اس نے حیران ہو کر اس کی جانب دیکھا تھا۔ وہ اسی سکون کے ساتھ ڈرائی یو کر رہا تھا۔

"تم کیوں پوچھ رہے ہو۔۔؟"

"ویسے ہی۔۔"

"کوئی بھی ایسے ویسے کسی سے کچھ نہیں پوچھتا۔ مجھے بتاؤ۔۔ کیا دیکھا ہے تم نے۔۔؟"

اس کے اس سوال پر معاذ نے چونک کر اس کی جانب دیکھا۔ اسے شاید اس سے اتنے جارحانہ انداز کی توقع نہیں تھی۔

"کچھ نہیں دیکھا ہے میں نے۔ ویسے ہی پوچھ رہا ہوں۔ میں جاننا چاہتا ہوں کہ دونوں کی نیچر کس طرح کی ہے۔ تمہاری طرح بیوقوف ہیں یا پھر کچھ عقل ہے ان میں۔۔"

واضح طور پر مسکراہٹ دبا کر کہا تھا اس نے۔ رابیل نے دانت پیس کر اسے دیکھا۔

"ضروری ہے کہ تم ہمیشہ مجھے غصہ ہی دلاؤ گے۔۔! میں انکی بڑی بہن ہوں تو ظاہر ہے میں ان سے زیادہ عقل مند بھی ہونگی۔ اپنے دماغ سے اس خناس کو نکال دو کہ میں بیوقوف ہوں۔ میں عقل مند ہوں۔۔ اور۔۔ اور بہت زیادہ ہوں۔۔"

اپنی آخری بات پر تو اسے خود بھی یقین نہیں تھا لیکن اس کے سامنے خود کو بیوقوف تسلیم کرنا اس کی انا کے خلاف تھا۔ اسی لیۓ جی کڑا کر، مزے سے مبالغہ آرائی سے کام لیا تھا اس نے۔

"میں دیکھ رہا ہوں کہ تم پہلے ایسی نہیں تھیں۔۔"

معاذ کو اچانک ہی ایک گہرے قسم کے افسوس نے گھیر ا تھا۔

"میں ہمیشہ سے ایسی ہی تھی لیکن تم مجھے ابھی جانتے نہیں ہو۔ ابھی تمہیں پتا ہی کیا ہے رابیل عابد کے بارے میں۔"

ناک سے مکھی اڑا کر کہا تو، معاذ یکدم ہنس پڑا۔ رابیل نے چونک کر دیکھا تھا اسے۔ بہت کم ہنستا تھا وہ ایسے۔ اور جب ہنستا تھا ناں تو۔۔ اس نے فوراً سر جھٹکا۔۔

"ہنس کیوں رہے ہو۔۔؟"

"ایک پرانا لطیفہ یاد آ گیا تھا مجھے۔۔"

"تم مجھے لطیفے سے تشبیہ دے رہے ہو۔۔؟"

تیوری چڑھا کر پوچھا۔ تو اس نے جلدی سے سر نفی میں ہلایا۔

"میری یہ مجال۔۔"

رابیل اس کے اس قدر سعادت مندی سے کہنے پر لمحے بھر کو مسکرائی تھی۔ پھر ہاتھ باندھ کر رخ اس کی جانب پھیرا۔

"بالکل۔۔ مجال ہونی بھی نہیں چاہیئے تمہاری۔ مجھے مکا مارنا نہیں آتا تو کیا ہوا۔۔ بال کھینچنے آتے ہیں مجھے۔۔"

"اوہو۔۔ اتنا پسند کرتی ہو تم مجھے۔۔ کہ میری وجہ سے اپنے بال کھینچ لو گی۔۔؟"

حیران ہو کر سوال کیا۔ اف۔۔ رابیل کا دل کیا کچھ اٹھا کر اس کے سر پر دے مارے۔

"بالکل بھی پسند نہیں کرتی میں تمہیں۔ نکل آؤ ان خوش فہمیوں سے۔"

"ہاں بالکل۔ جبھی میرے دوسری طرف کیا دیکھ رہی تھیں تمہیں نظر ہی نہیں آیا۔۔"

سمجھ کر سر ہلایا تھا اس نے۔ اس کے برجستہ جملوں نے رابیل کو لاجواب کیا تھا۔ روانی سے اسے جملے لوٹاتا ہوا وہ ہمیشہ اس کا ضبط آزمایا کرتا تھا۔

"خوش فہمی یہ بھی۔۔"

"غلط فہمی کیا ہے پھر۔۔؟"

"یہی کہ میں تمہیں پسند کرتی ہوں۔۔"

"کیا نہیں کرتیں۔۔؟"

"نہیں۔۔"

"اچھا۔۔ پھر جو مجھے لگا شاید وہ میرا وہم ہی ہو گا۔۔"

"کیا لگا تھا تمہیں۔۔"

نا سمجھی سے اس کی جانب دیکھ کر پوچھا تھا۔ اسے معاذ کو سمجھنے کے لیے کسی اور طرح سے سوچنا ہو گا۔ ہر بات میں ذو معنی جملے بولتے ہوئے وہ جانے کیا کیا کہہ جاتا تھا۔

"شاید اتفاق ہی ہو۔ چھوڑو اس بات کو۔۔"

اس نے کندھے اچکا کر کہا تو رابیل کی سنجیدہ نگاہیں اب کہ اس کے چہرے پر جم سی گئی یں۔ پھر وہ ہلکا سا مسکرائی۔ معاذ نے نا سمجھی سے دیکھا تھا اس کی جانب۔۔

"اس دنیا میں اتفاق نام کی کوئی چیز نہیں ہوتی معاذ احمد شعراوی۔۔ سب کچھ طے شدہ ہوتا ہے۔۔ پری پلینڈ۔۔"

"یہ کس کا ڈائی یلاگ ہے۔۔؟"

اسے شک سا گزرا تھا۔ ایسی باتیں رابیل کو کرنے نہیں آتی تھیں، اتنا تو اسے پتا ہی تھا۔ لیکن دوسری جانب رابیل جو سیدھی ہو کر بیٹھ رہی تھی لمحے بھر کو ٹھہر گ ئی۔ بے یقینی سے اسکی جانب دیکھا۔

"تمہیں نہیں پتا یہ کس کا ڈائی یلاگ ہے۔۔؟"

معاذ نے ابرو اکھٹے کر کے لاعلمی سے اس کی جانب دیکھا تھا۔ پھر ہولے سے نفی میں سر ہلایا۔

"تو تم نہیں جانتے کہ ولی احمد کون تھا۔۔؟ کیا واقعی۔۔"!

وہ اب تک بے یقین تھی۔ معاذ نے بیزار ہو کر گہرا سانس لیا تھا۔

"کون ولی احمد۔۔؟ میں نہیں جانتا۔۔"

"تم کتابیں نہیں پڑھتے کیا۔۔؟"

"نہیں۔۔"

اور لمحے کے ہزارویں حصے میں اسے سمجھ آگیا تھا کہ رابیل کس کی بات کر رہی تھی۔ سر نفی میں ہلا کر اس نے ایک بار پھر سے گہرا سانس لیا تھا۔ دوسری جانب اب کہ وہ اپنی پوری تیاری کر رہی تھی اسے ولی احمد سے متعارف کروانے کی۔

"مجھے کوئی شوق نہیں افسانوی کرداروں کی باتیں سننے کا۔۔"

اور وہ جو انگلی اٹھائے ابھی اسے کسی چھوٹے بچے کی طرح ولی احمد سے متعارف کروانے ہی لگی تھی، رک گ ئی۔ کھلے لب بند کر لی ئے۔ لیکن پھر یکدم ہی اس کی آنکھوں میں شرارتی سی چمک لہرائی تھی۔ بند لب پھر سے کھول لی ئے۔ اسے کیا لگا تھا کہ رابیل اتنی آسانی سے مان جائے گی۔ اوں ہوں۔۔

"جانتے ہو کیسا دکھتا تھا وہ۔۔ یہ لمبا، نسواری آنکھوں والا۔۔ ہائے۔۔ سنجیدگی سے ابرو اٹھا کر دیکھتا تھا ناں تو ساری لڑکیوں کے دل رک جایا کرتے تھے۔ تمہیں پتا ہے میرا کرش ہے ولی احمد۔۔ اتنا ہینڈسم اور اتنا پیارا بندہ میں نے زندگی میں کبھی نہیں دیکھا۔ وہ جس طرح اپنی محبت کی حفاظت کرتا تھا اور جیسے وہ اپنی بی بی کے ساتھ نرم رہتا تھا۔۔ اف۔۔ میں کیا کروں۔۔ مجھے ولی احمد چاہی ئے۔۔"

آخر میں افسوس سے ہلکی سے آواز میں کہا تو معاذ نے یکدم زور سے ہارن بجایا۔ وہ اس آواز پر اچھلی تھی۔ پھر چونک کر اس کی جانب دیکھا۔۔ اور اگلے ہی لمحے اس پر آشکار ہوا کہ وہ بے اختیار ہی جیلس ہوا تھا۔ مسکراہٹ دبا کر اس نے اب کے ذرا اس کی جانب جھک کر اسے دیکھا۔۔

"کیا تم مجھے کہیں سے ولی احمد لا کر دے سکتے ہو معاذ۔۔؟"

انتہائی معصوم آواز میں آنکھیں جھپکا کر پوچھا۔ معاذ نے ایک کڑوی نگاہ ڈالی تھی اس پر۔۔

"ہاں بالکل۔۔ کیوں نہیں۔۔ کہیں ملے تو سہی مجھے۔"

لیکن اس کا اگلا جملہ دھمکی آمیز تھا۔ (کہیں ملے تو سہی مجھے، گردن نہ مروڑ دی میں نے تو۔۔) اور رابیل۔۔ پیچھے ہو کر بے ساختہ ہنس دی تھی۔ منہ پر ہاتھ رکھے اب وہ کھڑکی کی جانب چہرہ پھیرے دل کھول کر ہنس رہی تھی۔

"بند کرو اب ہنسنا۔۔"

اسکی تنبیہ نے رابیل کو مزید ہنسنے پر مجبور کیا تھا۔ ہنس ہنس کر سرخ ہوتے چہرے کے ساتھ اس نے پلٹ کر معاذ کو دیکھا۔ وہ ویسے ہی خاموشی سے ڈرائیو کر رہا تھا۔ چہرے کے زاویے بگڑے بگڑے سے تھے۔ لیکن رابیل کی شرارت ابھی ختم نہیں ہوئی تھی۔ ایک بار پھر سے اس کی جانب تھوڑا سا جھک کر بے حد ہلکی آواز میں کہا۔۔

"جانتے ہو معاذ۔۔ تم جیلس ہو رہے ہو۔۔"

اس نے ایک نگاہ اس پر ڈالی۔ کتھئی آنکھوں میں دنیا جہان کی معصومیت سمیٹے وہ اس سمے بہت پیاری لگ رہی تھی۔

"جی نہیں۔۔ تمہیں لگتا ہے کہ میں ایک افسانوی کردار سے جیلس ہونگا۔۔ تمہیں لگتا ہے کہ میں اتنا غیر سنجیدہ انسان ہوں۔۔۔؟"

سوالیہ ابرو اٹھا کر اسے دیکھا تو رابیل نے بمشکل ہنسی روک کر، سادگی سے سر اثبات میں ہلایا۔

"کچھ بھی نہیں ہے ایسا۔۔"

"تمہارے کان بھی سرخ ہو رہے ہیں۔۔"

لیکن وہ اسے نہیں سن رہی تھی۔ اپنی ہی کہے جا رہی تھی۔

"میرے کان اس لیئے سرخ ہیں کیونکہ میری دادی پٹھان تھیں۔ اور پٹھان لوگوں کے کان اکثر سرخ رہا کرتے ہیں۔۔"

"تمہاری سرمئی آنکھوں میں جلن صاف نظر آ رہی ہے۔۔ جانتے ہو۔۔"

اور اب کے بس اس نے ایک نگاہ رابیل پر ڈالی تھی۔ اس نے بے ساختہ ہاتھ اٹھائے۔۔

"اچھا۔۔ بس۔۔ بس اب نہیں۔۔"

لیکن یہ کہتے ہوئے بھی وہ بمشکل ہنسی روک رہی تھی۔ اس نے چہرہ ہی سامنے پھیر لیا۔ اس پر غصہ بھی آرہا تھا اور پیار بھی۔ اسی لیۓ کوئی بھی کمزوری دکھائے بغیر اس نے مزید کوئی بات ہی نہیں کی۔

"ہم کہاں جا رہے ہیں معاذ۔۔؟"

چند لمحوں بعد اب وہ انجان راستوں کو گردن گھما کر دیکھتی پوچھ رہی تھی۔ معاذ نے ایک صاف ستھری سی سوسائٹی میں موڑ کاٹا اور پھر ایک گھر کے سامنے گاڑی روک کر اس کی جانب دیکھا۔ وہ سوالیہ نگاہوں سے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"ملوانا ہے تمہیں کسی سے۔۔"

اب وہ گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکل رہا تھا۔ اس نے حیرت سے اسے اپنی جانب کا دروازہ کھولتے دیکھا۔

"کس سے ملوانا ہے مجھے۔۔؟"

"ہیں کوئی۔۔ آجاؤ۔۔"

گاڑی کی چابی جیب میں اڑس کر وہ آگے بڑھا تو رابیل نے بھی قدم اس کے پیچھے بڑھا دیۓ۔ بڑے گیٹ کا چھوٹا سا دروازہ اندر کی جانب کھلتا تھا۔ اس نے گھر کے اندر قدم رکھا اور پھر آس پاس پھیلے باغ کو دیکھ کر حیران رہ گئی۔

وہ پرانے طرز کا بنا گھر تھا۔ گیٹ سے لے کر داخلی دروازے تک پتھریلی سی روش پر بہت سے زرد پتے بکھرے

پڑے تھے۔ اس نے قدم آگے بڑھادی ئے۔ معاذ اب، داخلی دروازے سے اندر جارہا تھا۔ وہ بھی جلدی سے اس کے ساتھ آملی۔ حیرت سے گردن گھما کر وہ اس گھر کو بھی دیکھتی جارہی تھی۔ جانے کیوں۔۔ لیکن اس گھر سے اسے عجیب سی سکینت کی خوشبو آرہی تھی۔ اب کہ وہ لاؤنج میں چلے آئے تھے۔ لاؤنج خالی پڑا تھا۔ باہر کی خنکی، یہاں کی نرم گرم سی آغوش میں گھل کر ختم ہوگ ئی تھی۔

صاف ستھرے سے لاؤنج میں دیوار کے ساتھ لگی طویل میز پر قرآن کے بیشتر نسخے رکھے ہوئے تھے۔ ایک جانب صوفوں کے ساتھ ہی سبز مخملی سا جائے نماز بھی بچھا ہوا تھا۔ اس نے حیرت سے پلٹ کر معاذ کا چہرہ دیکھا لیکن اب وہ آرام دہ سے انداز میں صوفے پر بیٹھ رہا تھا۔

"سلویٰ۔۔ سلویٰ کہاں ہیں آپ۔۔؟"

اور اسی پہر، کمرے کے کھلے دروازے سے کوئی وجود باہر نکل رہا تھا۔ سبز مخملی جائے نماز جیسے رنگ کا جوڑا زیب تن کی ئے، چہرے کے گرد دوپٹہ لپیٹے وہ کوئی بہت خوبصورت سی لڑکی تھی۔ رابیل کی آنکھیں اسے دیکھتے ہی پھیل گ ئی تھیں۔۔ یوں لگتا تھا گویا اس کے سامنے حبیبہ کھڑی ہوں۔ چند لمحے لاؤنج میں سناٹا چھا گیا تھا۔

"آ۔۔ آپ۔۔۔"!

"ہاں میں۔۔ میں معاذ کی خالہ ہوں۔ سلویٰ انصاری۔۔ آؤ ناں رابی۔۔ وہاں کیوں کھڑی ہو۔۔؟"

"خ۔۔ خالہ۔۔"!

اسے اب تک یقین نہیں آ رہا تھا۔ اس قدر مماثلت پر اس کے حواس گنگ ہو گئے تھے۔ معاذ نے بھی ایک پل کو گردن پھیر کر اسے دیکھا تھا۔

"ہاں۔۔"

وہ مسکرا کر پاس چلی آئی ہیں۔ اس کا ہاتھ تھاما۔۔ رابیل نے آج سے پہلے کبھی اتنا نرم ہاتھ نہیں چھوا تھا۔ یوں لگتا تھا گویا اس نے مخملی سا تخ لباس چھو لیا ہو۔

"آؤ ناں۔"

اب وہ سے ہاتھ سے تھامے لاؤنج میں رکھے صوفوں کی جانب لا رہی تھیں۔ وہ سن ہوئی بنا کوئی تاثر دیئے ان کے ساتھ کھنچی چلی آئی۔ اس گھر سے آتی سکینت کی خوشبو اب کچھ اور گہری ہو چلی تھی۔ محض یہ خیال کہ وہ قرآن پڑھنے والوں کا گھر تھا، قرآن کے ساتھ زندہ رہنے والوں کا آشیانہ تھا، قرآن کے ساتھ سانس لینے والوں کا ٹھکانہ تھا، محض اس ایک خیال نے اس کا دل رعب سے بھر دیا تھا۔ محض اس ایک خیال نے اس کی رگوں میں دوڑتے لہو کو مزید گرم کر دیا تھا۔ اسے ہمیشہ قرآن پڑھنے والوں اور قرآن کے ساتھ زندگی گزارنے والوں کے ساتھ سے ہی اپنے رونگٹے کھڑے ہوتے محسوس ہوتے تھے۔ کیا لوگ ہونگے وہ جو اس قرآن کی آیتوں کی گردان کرتے ہوئے اپنے دن رات گزارتے ہونگے، آخر کیا لوگ ہونگے وہ جو اللہ سے بات کرنے کا طریقہ جانتے ہونگے، اللہ کی عظمت کا علم رکھتے ہونگے۔ ایسے لوگ بلاشبہ عام لوگ نہیں تھے۔ وہ بھی اب ان عام لوگوں میں سے نہیں رہی

تھی۔ وہ بھی اب قرآن والی تھی۔ اور اس قرآن کی بھاری ذمہ داری کو محسوس کرتے بے ساختہ ہی اس کے کندھے بھاری ہو چلے تھے۔ دل یکدم بوجھل ہو گیا تھا۔

"کیسی ہو۔۔؟"

وہ اب محبت سے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں قید کی ئے اس پر اپنی سبز آنکھیں جمائے، پوچھ رہی تھیں۔ اسے جواب دینے میں ذرا وقت لگا۔

"میں ٹھیک۔۔ آپ کیسی ہیں۔۔؟"

"میں بالکل ٹھیک ٹھاک۔ معاذ نے مجھے صبح ہی بتایا تھا کہ وہ تمہیں لے کر آئے گا مجھ سے ملوانے۔ لیکن اس نے مجھے کوئی وقت نہیں بتایا تھا اسی لی ئے میں سارا دن تم لوگوں کا انتظار کرتی رہی۔ فائی نلی رات کے اس پہر وہ تمہیں لے ہی آیا۔۔"

ساتھ ایک خفا نگاہ معاذ پر بھی ڈالی۔ صبح کا بول کر وہ اسے رات میں لے کر آ رہا تھا۔ اور افسوس تو یہ تھا کہ اسے کسی بات کا افسوس بھی نہیں تھا۔ ڈھیٹوں کے سردار کی اعلیٰ مثال بنے، دونوں ہاتھوں کو صوفے کی پشت پر پھیلا کر بیٹھے وہ واقعی معاذ ہی لگ رہا تھا۔ سلویٰ نے برا سا منہ بنا کر اسے دیکھا اور پھر رابیل تک سفر کرتے ہی ان کے چہرے پر پیاری سی مسکراہٹ بکھر گ ئی۔

"معاذ نے مجھے بتایا کہ تم قرآن کی طالبہ ہو۔۔"

اب وہ مسکرا کر گرم جوشی سے پوچھ رہی تھیں۔ رابیل ان کے ایسے انداز پر لمحے بھر کو مسکرائی تھی۔

"جی میں قرآن کی طالبہ ہوں۔اور آپ۔۔؟"

اس کے یکدم پوچھ لینے پر وہ بے ساختہ ہنس دی تھیں۔ کتنی پیاری لگتی تھیں وہ ہنستے ہوئے۔رابیل آنکھیں پھیلائے ان کی پاکیزہ سی خوبصورتی کو دیکھے گ ئی۔

"میں قرآن کی استاذہ ہوں۔مجھے پتا نہیں کیوں لگ رہا ہے کہ ہماری آگے ٹھیک ٹھاک جمنے والی ہے۔یہ معاذ۔۔ اس سے تو میری کبھی بنی نہیں۔کیونکہ اسے ہمیشہ میری باتوں سے ایلرجی ہو جاتی ہے اسی لئے اب ہم اسے دیکھیں گے بھی نہیں۔ہم خوب انجوائے کریں گے ایک دوسرے کی کمپنی۔۔"

رابیل نے بے ساختہ ہنس کر ساتھ ہی بیٹھے معاذ پر نگاہ ڈالی تھی۔اور وہ ایسی نگاہ تھی کہ معاذ مسکرائے بغیر رہ ہی نہ سکا۔

"بالکل ٹھیک کہا آپ نے۔میری بھی اس سے کچھ خاص نہیں بنتی۔ہر وقت پتا نہیں کیوں سڑتا ہی رہا ہے یہ۔مجھے تو نہیں پسند بالکل بھی۔اب ہم واقعی اسے نہیں دیکھیں گے۔ہم خوب انجوائے کریں گے۔۔"

"میرا خیال ہے میں یہاں سے چلا ہی جاتا ہوں۔۔"

وہ یکدم اٹھ کھڑا ہوا تو بیک وقت دونوں لڑکیوں نے اسے گردن اٹھا کر دیکھا۔

"کہاں جا رہے ہو تم۔۔؟"

"ویسے تو آپ دونوں کو میں کچھ خاص پسند نہیں لیکن خیر۔۔کچھ تناول فرمانا پسند کریں گی آپ دونوں۔۔؟"

اسے یوں خالی خولی سا بیٹھ کر بیزاریت ہونے لگی تھی۔ سلویٰ اور رابیل کی آنکھیں بے ساختہ چمکی تھیں۔

"کیوں نہیں۔۔جو بھی بناؤ ہم دونوں کو مت بھولنا اور خبر دار جو تم نے ہمیں ڈسٹرب کرنے کی کوشش کی تو۔۔"

اس نے گہرا سانس لیا اور کچن کی جانب چلا آیا۔اس کے جاتے ہی سلویٰ اور رابیل نے مسکرا کر ایک دوسرے کو دیکھا تھا۔پھر سلویٰ نے ہولے سے اس کا ہاتھ تھپکا۔وہ ان کے یوں تھپکنے پر چونکی تھی۔

"کیسی ہو۔۔۔؟"

"میں ٹھی۔۔"

"حجاب، قرآن، نماز۔۔۔میں جانتی ہوں یہ سب باتیں تمہیں ٹف ٹائی دے رہی ہیں۔تمہاری آنکھوں سے لگ رہا ہے کہ کچھ وقت پہلے ہی بہت رو کر آئی ہو تم۔مجھے بتایا تھا معاذ نے تمہارے بارے میں۔اور یقین کرو تب سے ہی تمہارا انتظار کر رہی تھی میں۔تمہارے اور معاذ کے نکاح میں تو نہیں شرکت کی میں نے لیکن تم دونوں کے لیۓ خوش بہت ہوں میں۔وہ ٹھہرا اصدا اکا اکھڑ اور تم۔۔"

اس کی ٹھوڑی کو پیار سے چھوا۔۔

"تم ہر دل میں گھر کرنے کا سا ہنر رکھنے والی۔"

رابیل ان کی باتوں پر لمحہ بہ لمحہ حیران ہو رہی تھی۔دل پر جما ہر بوجھ جیسے پانی بن کر بہنے لگا تھا۔

"آ۔۔آپ کو کیسے پتا کہ میں۔۔"

"پتا ہے۔۔ آنکھوں کی چمک بتا دیتی ہے رابیل۔۔ کہ یہ خوشی کی نمی ہے یا تکلیف کی۔۔ اور شاید اسی لیے بھی پتا چل گیا کیونکہ ایک لمبے عرصے تک میں بھی یوں کمروں کے دروازے بند کر کے رویا کرتی تھی۔ مجھے پتا ہے کہ رونے کے بعد آنکھیں کس قسم کا منظر پیش کر رہی ہوتی ہیں۔"

"آپ شروع سے ایسی نہیں ہیں۔۔؟ حبیبہ تائی تو اپنے آبائی گھر سے ہی اسلام سے بہت قریب تھیں۔ پھر آپ کو کس مخالفت کا سامنہ تھا۔۔؟"

اسے لمحے بھر کو حیرت ہوئی تھی۔ کیا اس گھر میں تحلیل سکینت کی خوشبو شروع سے ہی یہاں نہیں تھی۔۔؟ کیا اس خوشبو کو اس ماحول کا حصہ بنانے کے لیے سلویٰ نے اپنی جان ماری تھی۔۔؟ کیا کہف کا کوئی اور رخ ابھی اسے دکھایا جانا باقی تھا۔

"مجھے۔۔"

وہ لمحے بھر کو مسکرائی تھیں۔ اس مسکراہٹ میں کچھ ٹوٹے کانچ سا تھا۔۔ کچھ بہت تکلیف دہ۔۔

"مجھے خود کی مخالفت کا سامنہ تھا۔ ابھی بھی ہے۔۔ ساری زندگی رہے گا۔۔ ساری زندگی جنگ لڑنی ہے میں نے۔۔ باہر کی مخالفت کا رخ بدل جاتا ہے رابیل۔۔ انسان کی اپنی مخالفت کا رخ قبر کی مٹی تک نہیں بدلتا۔۔"

آخر میں معاذ کی طرح ہی کندھے اچکائے لیکن رابیل نہیں مسکرا سکی۔ اس پر جیسے بہت کچھ چند ہی لمحوں میں آشکار ہو گیا تھا۔ ان کے نرم سے ہاتھوں میں قید اپنا ہاتھ اب یخ ہاتھوں میں قید لگ رہا تھا۔ انسان کی اپنی مخالفت سے بڑی کوئی مخالفت نہیں ہوا کرتی۔ ہو ہی نہیں سکتی۔۔

"آپ نے بھی ایک سخت وقت گزارا ہے مطلب۔۔"

"ہاں۔۔ گزارا تو ہے۔۔ بہت تکلیف دہ وقت گزارا ہے۔۔ لیکن ان آنسوؤں کا، تکالیف کا ثمر بہت میٹھا ہے۔ بہت پرسکون، مطمئن اور دلوں کو راحت بخشنے والا ہے۔ اب لگتا ہے کہ میں نے خود کو ضائع نہیں کیا۔۔"

"اور اس احساس سے زیادہ اب آپ کے لیے کچھ بھی قیمتی نہیں ہے ناں۔۔؟"

اپنے ازلی پیارے سے انداز میں پوچھتے ہوئے وہ سلویٰ کو مسکرانے پر مجبور کر گئی تھی۔

"اور قیمتی احساسات انسان کی جان سینچ کر اس کے وجود کا حصہ بنتے ہیں۔ اس دنیا میں ہر گزرتے لمحے کے ساتھ ہمیں اس تکلیف کا احساس رہتا ہے لیکن میں نے اللہ کی کتاب پڑھنے والوں کو کہتے سنا ہے کہ جنت میں داخل ہوتے ہی انسان اس دنیا کی ہر تکلیف بھول جائے گا۔ میں بس اس داخلے کی منتظر ہوں۔۔ مجھے یقین ہے کہ اس دروازے کو پار کرتے ہی میری ہر تکلیف، خوشی میں بدلنے والی ہے۔"

رابیل کی آنکھوں میں بے ساختہ کچھ پگھل کر گرا تھا۔ اپنے جیسے لوگوں کے ساتھ اٹھتے بیٹھتے انسان کو اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کیا بنتا جا رہا ہے۔ انسان کی بیٹھک اس کا عکس ہوتی ہے۔ اسے بھی اس کا عکس نظر آنے لگا تھا۔

"کبھی کبھی لگتا ہے کہ میں کبھی بھی وہاں تک نہیں پہنچ سکونگی۔ کبھی لگتا ہے کہ میں کہیں درمیان ہی میں اپنا ساتھ چھوڑ دونگی۔ مجھے کبھی کبھی بہت ڈر لگتا ہے سلویٰ۔۔"

اس کے منہ سے سلویٰ نکلا اور یہی طے پا گیا۔ جو وہ معاذ کے لیے تھیں اب وہی اس کے لیے بھی تھیں۔

"مومن کی زندگی خوف اور امید سے عبارت ہوتی ہے رابیل۔ یہ احساس اس بات پر گواہی ہے کہ تم وہاں تک پہنچنے کے لیے ہر دن خود کو مارتی ہو۔ اللہ تمہاری کوشش دیکھے گا۔ کوشش کرنے والے، پا لینے والے ہوتے ہیں۔"

وہ ان کی بات پر مسکرائی تھی۔ پھر کھوئی سی چمکتی نمی سمیت انہیں دیکھا۔

"آپ واقعی قرآن کی استاذہ ہیں۔ مجھے کوئی شک نہیں اب اس بات میں۔۔"

وہ اس کی بات پر ہنسی تھیں۔

"ایسا کیوں لگا تمہیں۔۔؟"

"میں اکثر سوچتی ہوں کہ سب قرآن والوں میں مشترکہ بات کیا ہوتی ہے۔۔؟ ایسا ان میں کیا ہوتا ہے کہ وہ کہیں بھی ہوں۔۔ دنیا کے کسی بھی ملک کا حصہ ہوں۔ کسی بھی چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی گلیوں سے گزرنے والے ہوں۔۔ وہ ہمیشہ ایک جیسے کیسے ہو سکتے ہیں۔۔ جانتی ہیں۔۔ وہ ایک جیسے کیسے ہو سکتے ہیں۔۔؟"

سلویٰ کی آنکھیں اسی پر جمی تھیں۔

"وہ امید سے بھرپور ہوتے ہیں۔ وہ مایوس نہیں ہوتے۔ دنیا کے کسی بھی حصے میں رہتے ہوں۔ لیکن ان کی امید سے بھرپور شخصیت تاریک اوقات کی تاریکی میں بھی جگمگا رہی ہوتی ہے۔ میں جن لوگوں سے قرآن پڑھ رہی ہوں وہ بھی آپ جیسے ہیں اور اب مجھے سمجھ آیا کہ آپ سب۔۔ بلکہ ہم سب ایک جیسے کیسے ہیں۔۔ ہم سب امید والے لوگ ہیں۔۔ ہم مایوس ہو ہی نہیں سکتے۔۔"

اور اس نے پہلی بار سلویٰ کی سبز آنکھوں کو بہت باریک سی نمی میں ڈوبتے دیکھا تھا۔ مگر ان کے لب مسکرا رہے تھے۔ وہی امید اور خوف کے درمیان زندہ رہنے والا طرز زندگی۔۔!

"واقعی۔۔ ہم سب امید والے لوگ ہیں۔ ہم امید کو وجود میں لانے والے کے بندے ہیں۔ مایوسی ہمارے لیے کفر کے مترادف ہے۔ بلاشبہ ہم امید والے ہیں۔ ہم قرآن والے ہیں۔۔"

اور اب کہ لاؤنج سے آتی وہ نرم گرم سی خوشبو مزید گہری ہو گئی تھی۔ انسانی امید کی مٹھاس بھی اس پُر خنک سے وقت میں تحلیل ہونے لگی تھی۔ قدیم زمانوں کا کوئی سحر تھا جو ہر سو بکھرنے لگا تھا۔ اور اس سحر کو اس جگہ کا احاطہ کرنے میں کتنا عرصہ لگا تھا۔۔ رابیل نے گہرا سانس لیا۔۔ وہ اب اندازہ کر سکتی تھی۔

اسی پہر اب وہ اٹھ کر اسے اپنے قرآنی نسخے دکھا رہی تھیں۔ ان کے پاس ہر طرز کا قرآنی نسخہ موجود تھا۔ سادہ ترجمے والا، بنا ترجمے والا، بھاری تفاسیر، محض قرآنی حاشیہ۔۔ غرض یہ کہ ان کے پاس ہر طرح کا نسخہ اس بات کی دلیل تھی کہ وہ واقعی قرآن کی استاذہ تھیں۔

وہ اب رابیل کو مسکرا کر ہر قرآن کی خصوصیات سے آگاہ کر رہی تھیں اور وہ بس نرم مسکراہٹ کے ساتھ ان سفید اوراق پر لکھے لفظوں کو چھو کر محسوس کر رہی تھی۔ اس میٹھے سے سحر کی خوشبو اب کہ تیزی سے لاؤنج میں تحلیل ہونے لگی تھی۔۔

رات کے اس پہر وہ اقبال کے گھر سے واپس آئی تھیں۔ رابی کے جانے کے بعد ماحول خاصہ آکورڈ ہو گیا تھا لیکن پھر بھی انہیں مجبوراً وہاں بیٹھ کر اپنی اور رابیل کی پوزیشن کلیئر کرنی پڑی۔ ردا تو آتے ہی اپنے بیڈ میں گھس کر موبائل چلانے میں مصروف ہو گئی تھی لیکن دوسری جانب شزا اپنے گلے میں موجود باریک سی زنجیر کو دو انگلیوں سے چھوتے کسی گہری سوچ میں غرق نظر آ رہی تھی۔

"تمہیں پتا ہے کہ تم اپنی بہن سے زیادہ خوبصورت ہو۔۔"!

ارحم کی بات پر اس نے چونک کر اسے پلٹ کر دیکھا تھا۔ وہ کب اس کے پیچھے آ کھڑا ہوا تھا اسے پتا نہ چل سکا۔ چونکی تو وہ تب جب اس کی آواز عقب سے ابھری۔ یہ اقبال کی مہندی والے دن کی کہانی تھی۔ اور شزا جو اس واقعے کے بعد بری طرح ارحم کے رویے سے الجھ گئی تھی، کسی سے بھی اس کی بابت بات نہ کر سکی۔۔

"نہیں ارحم بھائی۔۔ رابیل ہم سب میں خوبصورت ہے۔ بس اسے ٹھیک سے خود کو کمپوز کرنا نہیں آتا۔ اگر وہ خود کا خیال رکھنا شروع کرے تو ہم سب سے خوبصورت لگے۔۔"

اس نے اسکے لہجے کی بھاری دھمک کے بعد بھی بہت سبھاؤ سے بات سنبھالی تھی لیکن ارحم کے تیور ٹھیک نہیں تھے۔ معنی خیزی سے مسکرا کر سر جھٹکا تو شزا کا دل عجیب ہونے لگا۔

"اس میں وہ بات نہیں ہے جو تم میں ہے۔ پتا ہے، آج میں اسے اور تمہیں دیکھ رہا تھا اور یقین کرو میں دنگ رہ گیا کہ تم اس کی بہن ہونے کے باوجود بھی اس سے کس قدر مختلف ہو۔۔ اتنی مختلف کہ میری نگاہوں کا رخ تم پر بار بار پلٹ کر مجھے ڈسٹرب کر رہا تھا۔۔"

اس کا دل بے اختیار زور سے دھڑ کا تھا۔یوں لگتا تھا کہ ابھی دل باہر آ گرے گا۔اس کے لرزتے قدم لمحے بھر کو پیچھے ہوئے تھے۔

"ایسی بات نہیں ہے ارحم بھ۔۔"

"اب بھائی بھائی مت بولا کرو یار۔۔ سوٹ نہیں کرتا تمہارے ساتھ۔۔ایسے مجھے شرمندہ مت کرو۔۔"

اس نے یکدم اس کے چہرے پر آتی لٹ کو چھوا تو وہ بے اختیار تیزی سے پیچھے ہوئی۔اس کی پشت سنگھار آئی ینے سے جا لگی تھی۔

"م۔۔میں ابھی آتی ہوں ارحم بھائی۔۔مجھے پھپھو بلا رہی تھیں۔۔"

اور اگلے ہی لمحے ہوا کے تیز جھونکے سے بھی زیادہ تیزی سے وہ اسکے برابر سے نکلی تھی۔قدم بری طرح لرز رہے تھے اور رگوں سے گویا کوئی جان سینچنے لگا تھا۔بھاگتے ہوئے کمرے سے نکلتے وقت وہ سامنے سے آتے معاذ سے بری طرح ٹکرائی تھی۔اتنی زور سے کہ وہ پیچھے کی جانب جا گری۔وہ اس کے یوں آناً فاناً ٹکرانے سے چونکا تھا اور پھر جیسے ہی اسے اٹھا کر کھڑا کیا تو وہ اس کے چہرے کو دیکھ کر لمحے بھر کو ٹھٹکا۔اگلے ہی لمحے ہی اندر تک اترتی اسکی نگاہوں نے شزا سے اسکے پیچھے کمرے تک سفر کیا۔اس کا چہرہ معاذ کی نگاہوں سے بے اختیار ہی سفید پڑ گیا تھا۔

"شزا ٹھیک ہو۔۔؟ کیا ہوا۔۔؟"

اس کی نگاہوں کے برعکس اس کا لہجہ سادہ سا تھا۔مگر وہ نگاہیں۔۔شزا کی گردن کے بال کھڑے ہونے لگے تھے۔

اس نے جلدی سے تھوک نگلا۔

"ک۔۔ کچھ نہیں معاذ بھائی۔۔ وہ۔۔ وہ پھپھو نے بلایا تھا تو وہیں جا رہی ہوں۔۔"

معاذ نے اس کے ہاتھ کو دیکھا جو خواہ مخواہ ہی بار بار اس کے بالوں کو چھو رہا تھا۔ مٹھیاں بھینچ کر کھولتی وہ اپنے آپ پر قابو پانے کی بھرپور کوشش کر رہی تھی۔ خشک پڑتے لبوں پر زبان پر پھیرتے وہ بمشکل مسکرائی تو معاذ اس کے سامنے سے ہٹ گیا۔ وہ جلدی سے آگے بڑھی تو وہ دور تک اسے دیکھتا رہا۔ اسی پہر کمرے کا دروازہ کھلا تو اس نے چونک کر گردن اس جانب کو موڑی۔ ارحم اپنا کالر جھاڑتا ہوا کمرے سے باہر نکل رہا تھا۔ اس کے ابرو حیرت سے اوپر کو اٹھے۔ وہ اسے دیکھ چکا تھا لیکن اس پر دوسری کوئی بھی نگاہ ڈالے بغیر آگے بڑھ گیا۔ اور بے ساختہ اس کی چھٹی حس اسے کچھ گڑبڑ ہونے کا عندیہ دینے لگی تھی۔ اس نے سکڑی آنکھوں کو دوبارہ اسی راستے پر ڈالا اور کچھ سوچتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

"شزا۔۔ شزا۔۔! کہاں گم ہو۔۔؟"

ردا کی کان پھاڑتی آواز پر وہ ماضی سے حال میں آئی تھی۔ چونک کر سنگھار آئینے میں ردا کا عکس دیکھا۔ اس کا دماغ اب بھی حاضر نہیں تھا۔ یہ ایک احساس کے معاذ۔۔ معاذ سب کچھ نہیں تو کچھ نہ کچھ تو جانتا ہوگا۔۔ اس کی جان اکثر ختم کر دیا کرتا تھا۔ گہرا سانس لے کر اس نے ردا کی جانب دیکھا۔ وہ اس سے کچھ پوچھ رہی تھی۔

اسی پہر معاذ جو سلویٰ کو خدا حافظ کہہ کر باہر نکل رہا تھا بجتے فون کی جانب متوجہ ہوا۔ فون کان سے لگاتے اس کی نگاہوں نے رابیل کو دیکھا جو سلویٰ سے مسکرا کر گلے ملتی انہیں خدا حافظ کہہ رہی تھی۔

"بولو۔۔"

”معاذ بھائی۔۔ ارحم کے میسجز کے اسکرین شارٹس میں آپ کو بھیج رہا ہوں۔ باقی فیصلہ آپ خود کر لیں کہ وہ اس لڑکی کو تنگ کر رہا ہے یا نہیں۔۔“

اس نے جواب دیئے بغیر فون کان سے ہٹا کر جیب میں اڑسا اور گہرا سانس لیتا گاڑی کا دروازہ کھولتا اندر بیٹھ گیا۔ رابیل بھی اس کی دوسری جانب کا دروازہ کھولتی اندر بیٹھ رہی تھی۔

”سلویٰ بہت اچھی ہیں معاذ۔۔ مجھے بہت اچھا لگا ان کے ساتھ۔ وہ اتنی پیاری ہیں۔۔ بالکل حبیبہ تائی جیسی لگتی ہیں۔۔ ویسے کتنی بڑی ہیں وہ تم سے۔۔؟ معاذ تم سن رہے ہو مجھے۔۔؟“

اس کی غائب دماغی دیکھ کر اس نے آخر میں پوچھا تو اس نے خالی نگاہیں اس کی جانب پھیریں۔ وہ یقیناً اس کی جانب متوجہ نہیں تھا۔

”کیا سوچ رہے ہو۔۔؟“

”ہاں۔۔ نہیں۔۔ کچھ نہیں۔۔“

”بتاؤ ناں سلویٰ کتنی بڑی ہیں تم سے۔۔؟“

”تین سال بڑی ہیں۔۔“

”تم کتنے سال کے ہو۔۔؟“

”اٹھائیس۔۔“

"اٹھائی یس۔۔ مطلب تم مجھ سے گیارہ سال بڑے ہو۔ یا اللہ تم مجھ سے اتنے بڑے ہو۔ ویسے میں نے سنا ہے کہ جو لڑکے بڑے ہوتے ہیں وہ بہت خیال رکھتے ہیں اپنی بیوی کا۔ تم بھی ایسے ہو کیا۔۔؟ ویسے مجھے لگتا نہیں ہے کہ تم ایسے ہو گے۔۔"

معاذ نے اسے ٹیڑھی نگاہوں سے دیکھا تھا۔

"جی بالکل۔۔ میں ایسا ہی ہوں۔ خیال رکھنے والا اور کئیرنگ تو بالکل بھی نہیں ہوں۔ کیونکہ ان سب باتوں کے لیئے بہت سارا فالتو وقت چاہیئے جو میرے پاس ہرگز بھی نہیں ہے۔"

اور وہ وہی معاذ تھا۔۔ بدتمیز والا۔۔

"اچھا پتا ہے زیادہ اپنی تعریفیں مت کیا کرو۔ تو اس کا مطلب ہوا کہ سلویٰ اکتیس سال کی ہیں۔ تم انہیں خالہ کیوں نہیں بولتے۔۔؟"

اس نے موڑ کاٹتے ہوئے کندھے اچکائے تھے۔

"خالہ مجھے لگتا ہے کہ زرا بھاری سا نام تھا ان کے لیئے اسی لیئے میں شروع سے ہی انہیں سلویٰ کہتا ہوں۔"

"ہوں۔۔"

اس نے سمجھ کر سر ہلایا تھا۔ پچھلے واقعے کا شائبہ تک اب اس کے چہرے پر نہیں تھا۔ سلویٰ سے ملنے کے بعد دل کو جو راحت اور خوشی ملی تھی وہ تو بیان سے ہی باہر تھی۔

"تم ٹھیک ہو اب۔۔؟"

کچھ دیر بعد معاذ کی نرم سی آواز اسے سنائی دی تھی۔ اس نے کھڑکی سے چہرہ اس کی جانب پھیرا۔ پھر ہلکا سا مسکرائی۔۔

"ہاں۔۔ اب بہت بہتر ہوں۔۔"

لیکن یکدم وہ کچھ بولتے بولتے رک گئی تھی۔

"تھینک یو۔۔"

معاذ نے محض سر کے خم سے اس کا شکریہ قبول کیا تھا۔ وہ اس کے اتنے اپنائیت بھرے سے انداز پر اداسی سے مسکرائی تھی۔ وہ اس سے گیارہ سال بڑا تھا۔ وہ اس سے زیادہ سمجھدار تھا۔۔ وہ اس سے زیادہ معاملات سنبھالنا جانتا تھا۔ اسے پتا تھا کہ غصہ کب کرنا ہے اور ٹھنڈا کب رہنا ہے۔ وہ واقعی اس سے بڑا تھا۔ وہ اس سے اچھا تھا۔ اسے دیکھتے ہوئے وہ سوچ رہی تھی۔ یہ جانے بغیر کہ وہ ایک بار پھر سے محو ہو کر اسے دیکھ رہی ہے۔

گھر کے سامنے گاڑی رکی تو رابیل چونکی۔ پھر خجل ہو کر لب کاٹتی باہر نکل آئی۔ وہ بھی اس کے ساتھ ہی باہر نکلا تھا۔

"اندر نہیں آؤ گے۔۔؟"

اسے جانے کیا بات نروس کر رہی تھی۔ معاذ نے مسکرا کر نفی میں سر ہلایا۔ پھر اس کے جھکے سر کو دیکھا۔

"ادھر دیکھو۔۔"

اس نے بے ساختہ سر اٹھایا تھا۔ اس کی سرمئی نگاہوں میں عجیب رنگ تھے۔ رابیل کو ان رنگوں کی کہانی سمجھ نہیں آئی۔ جلدی سے نگاہوں کا زاویہ موڑا۔

"میں نے کہا ادھر دیکھو۔۔"

اور اب کہ اس نے جی کڑا کر اس کی سرمئی آنکھوں میں دیکھا تھا۔ اف۔۔ کتنا مشکل تھا یہ۔۔

"کیا میرے دوسری طرف تمہیں کچھ نظر آرہا ہے۔۔؟"

وہ لب دبائے اپنی شرارت چھپا رہا تھا۔ رابیل جھینپ کر ہنس دی۔ جانتی تھی وہ پکڑی گئی ہے۔ لیکن یہ سچ تھا کہ اسے دیکھتے ہوئے اس کے آس پاس کی ہر شے دھندلا گئی تھی۔ وہ ان آنکھوں میں دیکھتے ہوئے ہامی بھرنے کی ہمت نہیں کر پا رہی تھی۔ معصومیت سے نفی میں سر ہلایا تو وہ ہلکا سا ہنس دیا۔

"یہ صرف تمہارے ساتھ نہیں ہو رہا۔ جب تم مجھے دیکھ رہی تھیں تب میرے آس پاس بھی بہت کچھ دھندلا رہا تھا۔ ایسے مت کیا کرو۔ جب ڈرائیو کر رہا ہوں تب تو بالکل بھی نہیں۔ یہ جو کتھئی آنکھیں ہیں ناں تمہاری۔۔ تمہیں اندازہ نہیں کہ کیا ہیں یہ۔ پاگل۔۔ اب جاؤ اندر۔۔ اور آرام سے سو جاؤ۔۔ کچھ بھی بلاوجہ سوچنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کوئی بات پریشان کرے تو مجھے ہر گز بھی تنگ مت کرنا اور مہربانی کر کے اب رونا مت۔ کوئی رلائے تو بتا دینا انہیں کہ رابیل عابد کس کا نام ہے۔ ٹھیک ہے۔۔؟"

اس نے اثبات میں سر ہلا کر اس کی یقین دہانی کروائی تھی۔ اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر ہولے سے اسکا سر ہلایا اور پھر گاڑی کی جانب چلا آیا۔ وہ اسے دور جاتا دیکھتی رہی۔ دل اس کے لفظوں سے اس قدر مطمئن اور شانت ہو گیا تھا کہ اس کی آنکھوں میں بے ساختہ نمی گھلنے لگی۔ صرف ایک اس انسان کے آجانے سے اس کا تاریک کہف روشن ہونے لگا تھا۔ اس کی زندگی آسان ہو رہی تھی۔ وہ خوش ہو رہی تھی۔ آسودہ سی سانس خارج کرتے ہوئے اندر کی

جانب بڑھتے اب اس کے قدموں میں لرزش نہیں تھی۔ اب وہاں صرف اطمینان اور اعتماد تھا۔ وہ اعتماد جو معاذ نے اسے دیا تھا۔ اسے اس اعتماد کو تھام کر چلنا تھا۔ اسی میں عافیت تھی اور عزت بھی۔

اگلے دن وہ ریسٹورینٹ کے لیئے چابیاں اٹھاتا کمرے سے باہر نکل رہا تھا کہ لاؤنج میں براجمان صائمہ کو دیکھ کر لمحے بھر کو اپنی جگہ پر ہی ساکت رہ گیا۔ بڑے صوفے پر صائمہ اور ارحم براجمان تھے اور ان کے عین مقابل وقار۔۔ صائمہ نک سک سے تیار، کانوں میں ہیرے جڑے موتی پہنے، آسمانی رنگ کے لباس میں ملبوس آج بھی کسی کھلے گلاب کی سی تصویر پیش کر رہی تھیں۔ دوسری جانب ارحم نے تھری پیس زیب تن کر رکھا تھا۔ یوں لگتا تھا گویا وہ آفس کو جاتے جاتے یہاں کوئی اہم بات کرنے کے لیئے ٹھہرے ہوں۔ اس کی نگاہیں جو سرمئی تھیں اگلے ہی لمحے سیاہ ہوگئیں۔ گہری سیاہ۔۔ خوفزدہ کر دینے والی سیاہ۔۔ رف جینز پر ٹرٹل نیک سوئٹر پر ہمیشہ کی طرح سیاہ جیکٹ پہنے وہ آج بھی بہت معمولی اور عام سا ہی لگ رہا تھا۔

صائمہ نے اسکے ساکت وجود کو گردن گھما کر دیکھا اور پھر معنی خیزی سے رخ دوبارہ پھیر لیا۔ اس نے مٹھی بے ساختہ بھینچی تھی۔ دانت جم گئے۔۔

"کیسے آنا ہوا صائمہ۔۔؟ اور وہ بھی اتنی صبح صبح۔۔"!

وقار جوان کے یوں اس طرح سے آنے پر گڑبڑائے تھے اب آرام دہ سے ہو کر بیٹھے۔ لیکن ان کے انداز کی بے چینی بخوبی دیکھی جاسکتی تھی۔ صائمہ کی موجودگی ویسے بھی بہت سے لوگوں کے لیے بے چینی کا باعث ہوا کرتی تھی۔

"بات کرنے آئے ہیں آپ سے بھائی صاحب۔۔ جو آپ ہمارا لے چکے ہیں اسے واپس لینے آئے ہیں۔ دوسروں کے حق پر ڈاکہ مارنے والی اس عادت سے آپ آج تک باز نہیں آئے ناں۔۔ لیکن وہ کیا ہے ناں بھائی صاحب۔۔ کہ میں بھی صائمہ ہوں۔۔ لوگوں کے حلق تک میں ہاتھ ڈال کر ان سے اپنا نوالہ چھین لیتی ہوں۔ آپ سے بھی اپنا نوالہ چھیننے آئی ہوں۔۔"

عقاب جیسی تیز نگاہیں اور تیکھے ابرو لیے وہ شاطر عورت واقعی لوگوں کے حلق میں ہاتھ ڈال کر اپنا نوالہ چھیننا جانتی تھی۔ معاذ کی رگیں تن گئی تھیں۔۔ سیاہ آنکھیں سپاٹ ہو گئی یں۔۔ بہت کچھ ایک ساتھ سامنے گردش کرنے لگا تھا۔

"ایک جیتے جاگتے انسان کو اپنا نوالہ کہنا، بتاتا ہے کہ تم کتنی ظالم اور تکلیف دے کر مارنے والی عورت ہو۔ اسی لیے اس دن۔۔ چالیس لوگوں کے درمیان میں نے اس انسان کو تم سے لے لیا تھا کیونکہ تم۔۔"

وہ آگے ہو کر بیٹھے۔۔ سرخ کان اور تپتی نگاہوں سے صائمہ کو دیکھا۔۔

"تم اس انسان کے لائق نہیں تھیں۔۔"

وہ بے اختیار قہقہہ لگا کر ہنس پڑی تھیں۔ سارا لاؤنج لمحے بھر کو گونج اٹھا۔ وہ ہنسی بلاشبہ بہت مکروہ تھی۔۔

"جو میرا ہے وہ میرا ہی رہتا ہے بھائی صاحب۔ یہ بات آپ بھی اچھے سے جانتے ہیں اور وہ بھی جس نے میری چیز مجھ سے چھینی ہے۔۔"

معاذ آہستہ سے چل کر ارحم کے عین سامنے آ بیٹھا۔

"بالکل۔۔ لیکن کیا آپ اس کو جانتی ہیں جس نے آپ کی چیز آپ سے چھینی ہے۔۔؟"

اس نے بیٹھتے ہی صائمہ کو کوئی بھی موقع دیے بغیر لفظوں کا چانٹا رسید کیا تھا۔

"آپ لوگوں کے حلق سے نوالہ جانتی ہیں تو میں بھی ہر اس ہاتھ کو کاٹ کر پھینکنا جانتا ہوں جو میرے حلق تک پہنچے۔۔ کیا آپ کے بیٹے کا حلق کاٹ کر اس کا سر رات کی سیاہی میں آپ کے گھر کی بالکنی میں لٹکا کر یقین دلاؤں یا لفظوں کی بات دماغ میں گھس جاتی ہے۔۔؟؟"

وہ پوچھ نہیں رہا تھا۔۔ بتا رہا تھا۔۔ صائمہ کے ابرو بے اختیار تنے تھے۔ ارحم کا سانس لمحے بھر کو خشک ہوا تھا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ یہ دھمکی نہیں تھی۔ معاذ کو دھمکیاں دینے نہیں آتی تھیں۔۔

"دھمکی ہے کیا یہ۔۔؟"

"حقیقت ہے۔۔ کبھی مافیا راج میں قدم رکھ کر میرے بارے میں پوچھیے گا۔ اندازہ ہو جائے گا کہ کس کام کے لیے مشہور تھا میں۔۔"

"میری بات کان کھول کر سنو لڑکے۔ رابیل کو جلد از جلد طلاق دو کیونکہ یہی تمہارے اور تمہارے اس باپ کے حق میں بہتر ہے۔"

"نہیں دے رہے ہم طلاق۔۔ اکھاڑ لیں جو اکھاڑنا ہے۔"

کہنیاں گھٹنوں پر ٹکا کر وہ ذرا جھک کر بیٹھا۔ اپنی سیاہ آنکھیں صائی مہ کی آنکھوں میں گاڑیں۔ لیکن اسکی بات پر ارحم اور صائی مہ نے معنی خیزی سے ایک دوسرے کو دیکھا۔ معاذ نے بغور ان کی مسکراہٹ کو چبھتی نگاہوں سے دیکھا۔

"جانتے ہو کیا۔۔"

وہ ٹانگ پر ٹانگ چڑھا کر آرام دہ سی ہو کر بیٹھیں۔ چہرے پر زہریلی مسکراہٹ اور تیز نگاہیں معاذ پر جمائے۔۔ وہ اب کہ اپنے اصل مدعے کا آغاز کر رہی تھیں۔

"انسان مر جاتے ہیں لیکن ان کے ساتھ جڑی رسوائیاں ہمیشہ زندہ رہتی ہیں۔۔"

"ہر دفعہ ایسا نہیں ہوتا محترمہ، بعض دفعہ انسان زندہ رہتے ہیں اور ان سے جڑی رسوائیاں مر جاتی ہیں۔۔"

اسکے بے حد آرام دہ سے جواب نے لمحے بھر کو صائی مہ کو ساکت کیا تھا۔ بات بالکل انہی سے کی جا رہی تھی اور انہی کی بابت کی جا رہی تھی۔ ان کے سر سے لیکر پیر تک اس جملے پر گویا لہر گزر گئی تھی۔ ایسی لہر جس سے جسم ہتک سے سرخ پڑ جایا کرتا ہے۔

"بکواس بند کرو اپنی اور آئندہ میری بات نہیں کاٹنا۔۔"

طیش یکدم ہی ابلا تھا۔ معاذ نے مسکرا کر سر جھٹکا۔ پھر سپاٹ نگاہوں کا زاویہ ایک بار پھر سے ان کی جانب پھیرا۔

"بکواس کون کر رہا ہے یہ آپ بھی اچھے سے جانتی ہیں اور میں بھی۔ اسی لیے مجھے مزید مت اکسائیں کہ میں اپنے لفظوں سے آپ کی راتوں کی نیند تک چھین لوں۔ جو بھی ارادہ لے کر آئی ہیں ابھی کہ ابھی اس ارادے کے ساتھ ہی واپس چلی جائیں کیونکہ مجھے اپنی باتیں بار بار دہرانے کی عادت نہیں۔۔ اور رہی بات رابیل کی۔۔ تو ناں آپ اور ناں ہی آپ کا یہ نامرد بیٹا اس کے قابل ہے۔ اسی لیے اپنی اس چھپکلی کو ساتھ لیں اور لمحے کے اگلے حصے میں میری نگاہوں سے غائب ہو جائیں۔۔"

وہ لفظ نہیں تھے۔۔ چٹاخ چٹاخ روح پر برستے کوڑے تھے۔ وقار نے کھنکھار کر اسے تھمنے کا اشارہ کیا لیکن فی الحال وہ ان کی جانب متوجہ نہیں تھا۔ صائمہ نے گود میں رکھی مٹھی بھینچی تھی۔

"اگر تمہیں اپنی ذلت بھول گئی ہے تو میں یاد کروا دوں معاذ شعراوی۔۔"!

اس نے ٹانگ پر ٹانگ چڑھائی اور صوفے سے پشت ٹکا کر بیٹھا۔

"اگر میں کچھ بھول جاتا تو شاید آج اس حال میں نہیں ہوتا بی بی لیکن مسئلہ یہ ہے کہ میں کچھ بھولا ہی تو نہیں ہوں۔ اور دعا کریں کہ مجھے ان یادوں کی اوراق کے پھڑپھڑاتے صفحات پر کبھی طیش نہ آ جائے، نہیں تو اس روئے زمین پر آپ کا کوئی نام لینے والا بھی زندہ نہیں رہے گا۔"

"سمجھتے کیا ہو تم خود کو۔۔؟ کہیں کے غنڈے ہو کیا تم۔۔؟ بات موت سے شروع کر کے موت پر ہی ختم کرنا جانتے ہو۔ اپنی شکل دیکھی ہے کبھی آئینے میں۔ رابیل کبھی بھی تم جیسے جانور کے ساتھ نہیں رہ سکتی۔ کبھی اسے بھی

بتاؤ اپنی حقیقت کے بارے میں۔ بلکہ اسے کیا۔۔اس کے باپ کو بھی بتاؤ کہ تم کس گندے نالے کے کیڑے ہو۔۔"

"صائمہ یہ بہت۔۔"

"میں جہاں کی پیداوار ہوں وہاں بات موت نہیں قتل سے شروع کر کے اسی پر ختم کی جاتی ہے اور جہاں تک بات گندے نالے میں پل کر بڑے ہونے کی ہے تو آپ بھی اسی گندے نالے کی پیداوار ہیں۔ کیا نہیں ہیں۔۔؟ وہ کون تھا پھر جس نے رات کی تاریکی میں اپنے ہی شوہر کے کمرے میں نقب لگا کر اسے زدو کوب کرنے کی کوشش کی تھی۔۔؟ اور کیا یہی وجہ نہیں تھی جس کے بعد طلاق ہوئی تھی آپ کو۔۔؟ بس یا اور کچھ بتاؤں۔۔؟ ادھر میری ایک بات کان کھول کر سنیں آپ۔۔ جتنا آپ خود کو نہیں جانتی ہونگی میں اتنا جانتا ہوں آپ کو۔ اسی لیئے اب مزید میرا دماغ خراب کرنے کے بجائے میرے گھر سے چلی جائیں آپ۔۔"!

اس نے زناٹے دار سا کہہ کر جیکٹ درست کی اور اٹھ کھڑا ہوا۔ صائمہ کا سارا وجود لمحے بھر کو سفید پڑ گیا تھا۔ ارحم نے اس کے حوالے پر حیرت سے اپنی ماں کو دیکھا اور دیکھ تو اسے وقار بھی رہے تھے۔ حیرت و تحیر سے۔۔

"کیا اسے بھول گئے جس کے ساتھ منہ کالا کیا تھا تمہاری ماں نے۔؟"

اور وہ جو آگے بڑھنے ہی لگا تھا اپنی جگہ پر ہی جم گیا۔ ایک ساتھ ہی رگوں میں گرم کڑوا سا سیال خون کی جگہ بہنے لگا تھا۔ وقار جو ابھی پہلے ہی جھٹکے سے نہ سنبھلے تھے، برف بن گئے۔ صائمہ جو فضا میں خالی نگاہوں سے گھور رہی تھیں اس کی جانب اپنی نگاہیں پھیریں۔ لیکن وہ تو بت بن گیا تھا۔ یوں لگتا تھا سانس تک رک گیا ہو۔

"کیا تمہیں وہ یاد ہے یا میں یاد دلاؤں معاذ شعراوی۔۔؟ میں نے کہا تھا ناں کہ انسان مر جاتے ہیں لیکن یہ ظالم دنیا اس کی رسوائیاں زندہ رکھتی ہے۔ میں بھی اس ظالم دنیا کا حصہ ہوں۔ بتاؤ۔۔ کیا تمہیں یاد ہے یا میں پھر تمہارے ساتھ خاندان کے ایک ایک فرد کو وہ سب کچھ یاد دلاؤں۔۔ وہ سب کچھ جس نے تمہاری زندگی برباد کر دی تھی۔۔"!

اس نے دانت جما کر حلق میں جما ہوتے بہت سے احساسات کو ایک ساتھ ہی اندر اتارا تھا۔ مٹھی سختی سے بھینچے آنکھیں لمحے بھر کو موند کر کھولتا وہ اس وقت ایک دم ہی بہت ٹوٹا ہوا نظر آنے لگا تھا۔ سرمئی ارتکاز پلٹنے لگا۔۔ سیاہی گھلنے لگی۔۔ گلابی سی دھند ہر سو چھانے لگی۔۔

"نام کیا تھا بھلا اس کا۔۔؟ ارشد۔۔ ارشد ملک۔۔ بالکل یہی نام تھا اس کا۔۔ کیا جانتے ہو اس ایک شخص کی گواہی تمہیں سارے خاندان کے سامنے کس طرح ذلیل کرے گی۔۔ ارے لیکن اس سے بھی پہلے تمہارے مسلمان دل کا کیا کریں گے ہم۔۔ کیا منہ دکھاؤ گے اپنی ماں کو بروز قیامت۔۔؟ کیا کہو گے اس سے۔۔ کہ میں آپکے مردہ وجود کی عزت کو بھی بچا نہ سکا۔۔ چچ۔۔۔ کیسے بیٹے ہو تم معاذ۔۔"!

انسانی جسم برفانی مجسمہ بننے لگا۔ سرمئی ارتکاز رخصت ہو گیا، نگاہیں سیاہ ہو گئیں، مٹھی جو بھینچ رکھی تھی کھل گئی۔ کڑوا مادہ رگوں میں تیزی سے گردش کرنے لگا۔ ضبط کا بہت کڑا بند ٹوٹنے لگا تھا۔ وقار کی آنکھوں کی چمکتی نمی نے ان کا ہر منظر نم کر دیا تھا لیکن معاذ کی طرح وہ بھی اس وار پر اپنا زخمی زخم ادھڑنے کی اذیت سے دوچار ہونے لگے تھے۔ سب کچھ برف بننے لگا تھا۔

"میں بھی کسی مردہ وجود کو اذیت نہیں دینا چاہتی معاذ اسی لیئے میری بات مانو اور رابیل عابد کو ابھی کہ ابھی اپنے نکاح سے آزاد کر دو۔ نہیں تو پھر اپنی بچی کچھی عزتوں کا جنازہ دیکھنے کے لیئے خود کو تیار کر لو۔۔ کیونکہ اس بار میں۔۔ اس بار میں صرف حبیبہ کی مردہ عزت کا نہیں بلکہ رابیل کی زندہ عزت کا بھی جنازہ نکالنے سے نگاہ نہیں پھیرونگی۔۔ کیا تم چاہتے ہو میں اپنا آخری انسانی چولہ بھی اتار پھینکوں۔۔؟ اور دیکھو اگر ایسا ہوا تو میرے حیوان بننے کے ذمے دار صرف اور صرف تم اور تمہارا یہ باپ ہو گا۔۔"

وہ اپنی زہر اگلتی زبان کا اثر ان دونوں کے چہروں پر دیکھ رہی تھیں۔ ان دونوں چہروں پر سفیدی کے بعد نیلے زہر کے نشان نظر آنے لگے تھے۔ لاؤنج کی فضا میں کافور تحلیل ہونے لگا تھا۔ سب کچھ نیلے سے زہر میں ڈھلتا جا رہا تھا۔۔

"اللہ کا خوف کرو صائی مہ اور ڈرو اس کی بے آواز لاٹھی سے۔ اپنی ذات پر اتنا گہرا ظلم نہ کرو کہ اس کی تاریکی تمہیں اپنے اندر ہی اندر نگل لے۔ ہمیں اور رسوا مت کرو۔۔"

وقار کے کانپتے لہجے نے صائی مہ اور ارحم دونوں کو مزہ دیا تھا۔ کام بننے لگا تھا۔۔ ان کا پلان اپنی درست سمت میں سفر کر رہا تھا۔۔ اسی پل انہوں نے چہرہ پھیر کر معاذ کی جانب دیکھا۔

"کیوں صاحب بہادر۔۔؟ کیا کوئی اور راستہ ہے تمہارے پاس اس سب سے نگاہیں چرانے کا۔۔؟"

وقار، ارحم اور صائی مہ اب کہ تینوں اس کی جانب متوجہ تھے۔ اس نے سیاہ نگاہیں صائی مہ کی جانب پھیریں۔ چہرہ اس قدر سپاٹ تھا کہ خوفزدہ کرنے لگا۔ ارحم نے بے اختیار ہی جھرجھری لی تھی۔

”کیوں نہیں۔۔ راستہ ہمیشہ ہوتا ہے اور اس راستے کو تلاشنے میں صرف پل بھر ہی لگتا ہے۔۔“

اگلے ہی لمحے اس نے ارحم کو ہاتھ سے پکڑ کر ایک جھٹکے سے کھڑا کیا اور جانے کب اس نے اپنی آستین سے ہتھیلی جتنا تیز دھار چاقو نکال کر اس کی شہہ رگ پر بھی رکھ دیا۔ سب کچھ اس قدر تیزی سے ہوا تھا کہ دیکھنے والوں کی نگاہیں حیرت سے پھٹ کر باہر آنے لگیں۔ صائمہ اور وقار ایک ساتھ ہی اپنی جگہوں سے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ وہ اس غیر متوقع سے عمل کے لیئے تیار نہیں تھے۔ اس نے ارحم کا سر بالوں سے پکڑ کر اونچا کیا اور اب کہ اس کا چاقو بالکل اس کی شہہ رگ پر تھا۔ معاذ اب کہ معاذ نہیں لگ رہا تھا۔۔ بلکہ وہ تو اب انسان ہی نہیں لگ رہا تھا۔۔ وہ تو اب جانور کا سا منظر پیش کر رہا تھا۔۔ زخمی اور خطرناک۔۔

”میرے بیٹے کو چھوڑ دو۔۔ تمہارے اس عمل سے تمہاری ماں کی ذلت، عزت میں نہیں بدل جائے گی سمجھے۔۔“!!

وہ اس پر چلائی تھیں۔۔ لیکن معاذ انہیں نہیں سن رہا تھا۔ مزاحمت کرتے ارحم کو اس نے ایک جھٹکے سے سیدھا کیا اور چاقو کا دباؤ اس کی گردن پر سرخ نشان چھوڑنے لگا۔ صائمہ اس پر ایک بار پھر چلائی تھیں۔ ارحم رو رہا تھا اور وقار۔۔ وہ اس اجنبی سے معاذ کو آج دیکھ رہے تھے۔

”معاذ چھوڑ دو ارحم کو۔۔ ہم آرام سے بات کرلیں گے۔۔ چھوڑو اسے۔۔“

وقار اس پر گرجے لیکن وہ سننے اور سمجھنے کی صلاحیت سے عاری ہوتا جا رہا تھا۔

”ایک منٹ اور تیس سیکنڈ۔۔ اس سے بھی کم کا عرصہ لگے گا مجھے آپ کے اس بیٹے کی جان لینے میں۔ اور جانتی ہیں سب سے خوفناک بات کیا ہوگی پھر۔۔؟ یہی کہ مجھے اسے مارنے کا افسوس بھی نہیں ہوگا۔۔ کیوں۔۔ کیا میں نے

آپ کو وارن نہیں کیا تھا کہ مجھے مت اکسائی یں۔۔ کیا میں نے آپ کو سمجھایا نہیں تھا کہ مجھے مت چھیڑیں۔۔ کیوں آپ نے پھر سے ان زخموں کو نوچا جن سے خون رسنا آج تک بند ہی نہ ہوا تھا۔۔"

وہ ان پر اس قدر زور سے چلایا کہ حلق میں خراش پڑ گ ئی۔ کنپٹی پر بہت سی پسینے کی بوندیں ایک ساتھ لڑھک کر اسکی گردن میں گر رہی تھیں۔۔

"میں نے کہا میرے بیٹے کو چھوڑ دو تم۔۔ ابھی کہ ابھی چھوڑ دو اسے نہیں تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا معاذ۔۔ میں تمہیں اور تمہاری اس زندگی کو آگ لگا دونگی۔۔ چھوڑ دو میرے بیٹے کو ابھی کہ ابھی۔۔"

وہ اب بہت زور زور سے بول کر اس سے اپنے بیٹے کے ل ئے التجا کر رہی تھیں۔

"معاذ خدا کے لی ئے ارحم کو چھوڑ دو۔۔ یہ تم کیا کر رہے ہو۔۔؟ ہوش میں آئو۔۔ انسان بنو تم جانور کیوں بن رہے ہو۔۔؟"!

وقار نے آگے بڑھ کر اسے روکنے کی کوشش کی تو اس نے چاقو کی چمکتی دھار ارحم کی گردن میں مزید گاڑی۔ خون کی چند بوندیں پھسل کر اس کے لباس پر گری تھیں۔ ارحم کے حلق سے خوف کے باعث عجیب آوازیں نکل رہی تھیں۔

"بھائی صاحب اسے روکیں ابھی کہ ابھی۔۔ اس جانور سے میرے بیٹے کو آزاد کروائی یں۔۔"

صائمہ اب کہ بے بسی سے رونے کو تھیں کہ اس نے ایک جھٹکے سے ارحم کو دھکا دے کر چھوڑا۔ اس کا سر زمین پر لڑھکنے کے باعث سینٹرل ٹیبل سے بری طرح ٹکرایا تھا۔ معاذ کے ہاتھ بے دم ہو کر پہلوؤں میں آگرے۔ پھر اس نے انہی گلابی آنکھوں سے صائمہ کو دیکھا۔

"جس ارشد نامی شخص کی دھمکی دینے آپ مجھے آئی ہیں اسے میں نے۔۔ اپنے۔۔ ہاتھوں سے۔۔ ناکارہ کیا تھا۔۔ "

اور اب کہ انسانی وجود بالکل برف بن چکا تھا۔ صائمہ جو ارحم کو سیدھا کرنے کے لیئے جھک رہی تھیں اپنی جگہ ہی ٹھہر گئی یں۔ وقار نے تکلیف سے آنکھیں موند لیں۔ بہت سے آنسو لڑھک کر رخساروں پر گرے تھے۔ نمازیں پڑھانے والا لڑکا کیسے دل دہلا دینے والے انکشافات کر رہا تھا۔ کوئی اسے سمجھائے کہ وہ ایسی باتیں نہ کرے۔۔ وہ ایسی باتیں کرتے ہوئے قابل ترس لگتا ہے۔۔ کوئی اسے روکے۔۔۔ لیکن وقار میں اسے روکنے کی ہمت نہیں تھی۔۔ ان میں اب کہ ایک آواز بھی دینے کی ہمت باقی نہ رہی تھی۔۔

"کیا کہا تم نے۔۔؟"

"میں نے کہا کہ میں نے اسکا وجود کچھ سالوں پہلے ہی ناکارہ کیا تھا۔ اب وہ اپنے گھر کے بستر پر پڑا اسڑ رہا ہے۔۔ میں نے اسے زندہ رکھا۔۔ کیونکہ وہ عبرت کا نشان رہنے والا تھا تم جیسے لوگوں کے لیئے۔۔ اور جانتی ہو۔۔"

معاذ گردن جھکا کر ہنسا۔ خون آلود ہاتھ اور ماتھے پر بکھرے بال، سفید چہرہ اور برف وجود۔ وہ انسان نہیں لگ رہا تھا۔

”مجھے آج بھی افسوس نہیں کہ میں نے ایسا کیوں کیا۔۔میں آج بھی اپنے دل میں اس عمل پر اطمینان محسوس کرتا ہوں۔ تو اگر تم چاہتی ہو کہ تمہارا یہ ارحم بھی کسی قسم کے ناکارہ پن کا سامنہ نہ کرے تو آئندہ میرے سامنے مت آنا۔۔ یہ میری آخری وارننگ ہے۔“

اس کے لرزتے قدم پیچھے ہوئے۔۔وہ وقت تاریکی اور نور کا وقت تھا۔۔وہ وقت ظلمت اور روشنی کا وقت تھا۔ اس نے گلابی آنکھیں جیکٹ کی آستین سے رگڑیں اور باہر کی جانب بڑھ گیا۔ اسے پتا تھا اس نے اپنے انتقام کا اعلان کر کے اپنے خلاف شہادتیں اکھٹی کرلی ہیں لیکن وہ اب اس سب کو اپنے اندر رکھ کر مزید یہ سب برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ وہ جانتا تھا کہ وہ حیوان اور انسان کا روپ ہے۔ لیکن جو تھا وہ بدل نہیں سکتا تھا۔ اس نے اپنے پیچھے گاڑی کا دروازہ بند کیا اور چرچراتے ٹائیرز سمت کا تعین کیئے بغیر سڑک پر بے ہنگم دوڑنے لگے۔ تیرہ سالہ معاذ ایک بار پھر سے اس کے اندر سانس لینے لگا تھا۔ سب کچھ تھم گیا تھا۔۔وقت، سانسیں اور گردش کرتی ہوائیں۔۔ آج وہ اس دنیا اور اس دنیا کے لوگوں سے دور جانا چاہتا تھا۔۔بہت دور۔۔وہاں جہاں اسے کوئی پہچان نہ سکتا۔۔جہاں وہ خود کا بھی عکس نہ دیکھ سکتا۔۔ہاں وہ آج ایسی کسی جگہ جانا چاہتا تھا۔۔!

وہ مغرب کے بعد مدرسہ سے واپس آئی تھی اور اب نماز پڑھنے کے بعد اسٹڈی ٹیبل پر بیٹھی اپنا کام کر رہی تھی۔ اس نے بہت سے کاغذات سمیٹ کر فائل میں لگائے اور پھر جمائی روکتی ہوئی فائل ایک طرف کرنے لگی۔ آج

صبح جلدی اٹھی تھی اور فجر کے بعد سے مصروف ہونے کی وجہ سے اسے بے اختیار ہی نیند آنے لگی تھی۔ کتابوں کو ایک جانب کرنے کے بعد اس نے ہاتھوں کی پشت پر اپنا رخسار رکھا اور بوجھل پلکیں موند لیں۔۔

معاذ خاموشی سے نہر کے بہتے پانی کو خالی خالی نگاہوں سے تک رہا تھا۔ اس کی نگاہوں میں بالکل باریک سی نمی تھی۔ نہر کا پانی مغرب کے اس اداس وقت میں گہرا نیلا سا معلوم ہو رہا تھا۔ اس نے اپنی پشت درخت کے تنے سے ٹکائی اور آہستہ سے بیٹھتا چلا گیا۔ دونوں ہتھیلیوں سے پانی پانی سی آنکھیں ڈھکیں۔

"میرا معاذ ایسا نہیں تھا۔۔ میرا بیٹا جانور نہیں تھا۔۔ تم اب میرے بیٹے نہیں ہو معاذ۔۔ تم نے اپنا قرآن کھو دیا تو سمجھو تم نے اپنی ماں کو بھی کھو دیا۔۔"

اس نے جلتی آنکھیں مسلی تھیں۔ یادوں کا دھواں اس کی روح تک کو جھلسا رہا تھا۔

"ہمیشہ کی جنتوں میں داخلہ صرف انہیں ملتا ہے جو اپنی محبت اور نفرت، انتقام اور قصاص کا مرکز اللہ کی ذات کو رکھیں۔ جو ان سب باتوں میں اپنے نفس کی پیروی کرتے ہیں، جہنم کی گہری گھاٹیوں میں جا گرتے ہیں۔۔"

حبیبہ کی وہ آواز اب کے بہت ظالم ہوتی جا رہی تھی۔ اس کا وجود ٹوٹنے لگا۔۔ جلتی آنکھوں میں بہت سا نمکین پانی اترنے لگا۔۔

دوسری جانب رابیل نے کہف کی تاریک دیواروں کو ٹٹولا تھا۔ اس نے راستہ جانچنے کے لیے اس مدھم سی روشنی کی پیروی کرنی شروع کی تھی۔ یکایک اسے احساس ہوا کہ وہ اس کہف میں تنہا نہیں تھی۔ کوئی تھا جو اس کے دوسرے سرے پر موجود تھا۔ وہی جس کی بے بس سسکیاں اسے اپنی ہر تکلیف بھلائے دے رہی تھیں۔ وہ خواب

جو اس رات مکمل نہیں ہو سکا تھا آج مکمل ہو رہا تھا۔ کہف کی روشنی فضا میں دھواں بن کر تحلیل ہونے لگی تھی مگر وہ آواز۔۔ وہ اب بھی کہف کے درو دیوار سے پلٹ کر واپس آ رہی تھی۔ وہ کوئی لڑکا تھا جو کہف کی دیوار سے پشت ٹکائے رو رہا تھا۔۔ ہاں وہ ہی تھا۔۔ جس نے اپنی معصومیت کو کھو دیا تھا۔۔ جس نے اپنی ماں کو کھو دیا تھا۔۔ اور جس نے اپنے قرآن کو ان تاریک راتوں میں خود کے وجود سے عنقا ہوتے محسوس کیا تھا۔۔

اس نے آگے بڑھ کر اس مدھم ہوتی روشنی میں اس آواز تک پہنچنا چاہا۔ لیکن وہ غار۔۔۔ وہ غار بہت طویل تھا۔۔ نہ ختم ہونے والا۔۔ پیروں میں کھبتے بہت سے کانٹوں اور پسینے سے شرابور ہوتے جسم کی پرواہ کیئے بغیر وہ تیزی سے آگے بڑھ رہی تھی۔

درخت کے تنے سے ٹکا معاذ ابلتے آنسوؤں کو اپنی ہتھیلیوں سے اب تک رگڑ رہا تھا۔ اس نے انتقام اور نفرت میں اپنے نفس کی پیروی کی تھی۔ اس نے قرآن کو یاد کر کے بھلا دیا تھا۔۔ اس نے اپنی ماں کو تکلیف دی تھی۔۔ وہ ایک برا انسان تھا۔۔ اس کا تاریک کہف بہت تاریک تھا۔۔ تنہا، اجاڑ اور خاموش۔۔

رابیل ان سسکیوں سے بس چند قدموں کے فاصلے پر رک گ ئی تھی۔ کہف کی مدھم روشنی تیزی سے ہر جانب پھیلنے لگی۔ اس روشنی میں وہ لڑکا واضح ہونے لگا تھا۔ اسکی آنکھیں حیرت سے پھیلیں۔۔

”معاذ۔۔“!!

اس کے لب بہت ہولے سے پھڑپھڑائے تھے لیکن پھر بھی لڑکے نے چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا۔ سرمئی اور کتھ ئی سا ارتکاز گڈمڈ ہونے لگا۔۔ خواب کیا تھا اور حقیقت کیا۔۔ کچھ سجھائی نہ دیتا تھا۔

میں تمہیں پہچان نہیں پا رہی معاذ۔۔ تم میرے بیٹے نہیں ہو۔۔"

اس نے بے دردی سے آنکھیں رگڑیں اور وہاں سے اٹھ آیا۔ رابیل کی آنکھ بے ساختہ کھلی تھی۔ اس نے گھبرا کر چہرہ اٹھایا۔ آس پاس بے یقینی سے دیکھا۔ یہاں نہ معاذ تھا اور نہ وہ کہف۔۔ اس کا کمرہ خاموشی سے اسے تک رہا تھا۔ اسے اپنے چہرے پر کچھ محسوس ہوا تھا۔۔ کچھ گیلا سا۔۔ چونک کر اپنے رخساروں کو چھوتے اسے احساس ہوا کہ وہ رو رہی تھی۔ اس نے حیرت سے انگلی کے پوروں پر جمے آنسو کے ننھے قطرے کو دیکھا۔ پھر جلدی سے بالوں کو سمیٹ کر کرسی سے اٹھی۔ اس کا دل بے حد گھبرا رہا تھا۔ سینہ گھٹ رہا تھا۔ خواب حقیقت سے زیادہ بھاری اور بھیانک ہوا کرتے ہیں۔۔ اس کا اندازہ اسے پہلے ہی ہو چکا تھا۔

وہ واپس پلٹا تو شدید بارش ہو رہی تھی۔ اس نے تھکے قدم اندر کی جانب بڑھائے تو دیکھا وقار خاموشی سے لاؤنج ہی میں براجمان تھے۔ لاؤنج کی ساری بتیاں گل تھیں۔۔ آج ان بتیوں کو کسی نے روشن نہیں کیا تھا۔ وہ آگے بڑھ کر خاموشی سے وقار کے ساتھ سے گزر کر آگے بڑھنے لگا تھا کہ ان کی اجنبی سی آواز پر ٹھہر گیا۔

"کیا کیا تھا تم نے اس آدمی کے ساتھ۔۔۔؟"

وہ اپنی جگہ پر ہی ٹھہر گیا۔ پلٹ کر وقار کا سامنہ کرنے کی ہمت نہیں تھی اس میں۔ وہ اٹھ کر اس کے قریب آئے اور اسے اپنی جانب قوت سے پکڑ کر گھمایا۔ اس کی گیلی سی جیکٹ سے پانی کے بہت سے چھینٹے اڑے تھے۔ ماتھے پر بکھرے بال نم تھے۔

"اپنے آپ کو حبیبہ کا بیٹا کہتے ہو تم ہاں۔۔"

ایک زناٹے دار چانٹا اس کے رخسار پر پڑا تھا۔ وہ مردہ وجود لیے ہولے سے پیچھے کو لڑکھڑایا۔ نگاہیں اب بھی جھکی تھیں۔ وقار اس کی بے حسی پر آگے بڑھے۔ ایک اور تھپڑ اس کے رخسار پر رسید کیا۔

"چھوڑ دو رابیل کو ابھی کے ابھی۔۔ قابل نہیں ہو تم اس نیک لڑکی کے۔ تم جیسے جانور کے ساتھ زندہ نہیں رہ سکے گی وہ۔ مر جائے گی۔۔۔ دم گھٹ جائے گا اس کا تمہارے ساتھ۔۔ انسان کہتے ہو خود کو تم۔۔"!!

اسے پوری قوت سے دھکا دیا تو اسکی پشت بری طرح طویل ٹیبل سے جا ٹکرائی تھی۔ پیچھے رکھا کانچ کا شو پیس کرچی کرچی ہو گیا۔ اس نے بے دھیانی میں ہاتھ ٹیبل پر رکھا تو بہت سے کانچ ہاتھ میں کھب گئے۔ تکلیف کا اثر نہ ہونے کے برابر تھا۔ خون کی بہت سی بوندیں اس کے ہتھیلی سے ٹپکنے لگی تھیں۔

"شرم آتی ہے مجھے تم جیسے حیوان کو اپنا بیٹا بولتے ہوئے۔۔ حیرت ہوتی ہے کہ انسان بڑا کیا ہے میں نے یا جانور۔۔۔"!

وہ سرخ آنکھوں کے ساتھ اس پر گرج رہے تھے۔ پھر تھک کر سر دونوں میں ہاتھوں میں گرائے بے دم سے صوفے پر گر سے گئے۔ اس کے سفید لب سختی سے آپس میں پیوست تھے۔ سینے میں اٹھتی تکلیف بڑھنے لگی تھی۔ اس نے قدم آگے بڑھائے اور خاموشی سے باہر نکل گیا۔ آسمان بری طرح گرج برس رہا تھا۔ اس نے جیبوں میں ہاتھ اڑسے اور سڑک پر گردن جھکائے تھکا ہارا سا چلنے لگا۔ اس کے جاتے ہی وقار نے جلدی سے اٹھ کر باہر کا دروازہ دیکھا تھا۔ دروازہ کھلا تھا اور معاذ جا چکا تھا۔

اسی پل کھلے دروازے سے رابیل اندر داخل ہوئی تھی۔ چھتری تھامے وہ بھاگتی ہوئی اسی طرف آرہی تھی۔ بارش اس قدر تیزی سے برس رہی تھی کہ کان پڑی آواز سنائی نہ دیتی تھی۔

"تایا معاذ اندر ہے۔۔؟"

اس نے عجلت میں قریب آکر پوچھا تھا۔

"نہیں۔۔وہ۔۔وہ چلا گیا۔۔"

"چلا گیا۔۔ لیکن کہاں۔۔؟"

اسے حیرت ہوئی تھی۔ وقار نے کانپتے ہاتھوں سے آنکھیں رگڑیں۔ پھر پھوٹ پھوٹ کر رو دیئے۔۔

"میں نے اسے بہت برا بھلا کہا تو وہ ناراض ہو کر چلا گیا۔ پتا نہیں کہاں گیا ہے۔۔ مجھے نہیں پتا رابیل۔۔"

اس نے بے چینی سے پلٹ کر دروازے کو دیکھا۔ پھر جلدی سے تایا کی جانب گھومی۔۔

"آپ پریشان مت ہوں تایا۔ میں جا رہی ہوں اسے ڈھونڈنے۔۔ یہیں ہو گا کہاں جانا ہے اس نے۔۔ آپ اندر جائیں میں لاتی ہوں اسے۔۔"

بارش کے باعث قدرے بلند آواز سے بول کر وہ جلدی سے پلٹی۔ کھلے گیٹ سے نکلتے ہوئے اس کا دل ایک ہی دعا کر رہا تھا کہ وہ ٹھیک ہو۔ اسے کچھ ہو نہ گیا ہو۔ وہ کہیں چلا نہ گیا ہو۔ سڑک پر اندھا دھند بھاگتے ہوئے وہ رک رک کر لوگوں کو دیکھ رہی تھی۔ ہر دفعہ وہ اس کے پیچھے آتا تھا، کبھی تو اسے بھی جانا چاہیئے۔ اس نے چھتری سختی سے

تھام رکھی تھی اور برستی بارش میں چھم چھم کرتی سڑک پر اسے وہ چلتا ہوا نظر آ ہی گیا۔ اتنی دور سے بھی وہ اسے پہچان گ ئی تھی۔

بارش میں بھیگتے ہوئے وہ تھکے قدموں سے سڑک عبور کر رہا تھا۔ بے اختیار اس کے سر پر پڑتی بوچھاڑ تھمی تو اس نے حیرت سے سر اٹھا کر دیکھا۔ وہاں پر سیاہ چھتری تنی تھی۔ اس نے بے ساختہ اپنے ساتھ نگاہ ڈالی تو رابیل کو دیکھ کر حیران رہ گیا۔ لیکن اگلے ہی لمحے اس کا سپاٹ پن لوٹ آیا تھا۔

”اتنی بارش میں تم باہر کیا کر رہے ہو۔۔؟ منع کیا تھا ناں میں نے ہیرو بننے سے۔ لیکن نہیں۔۔ تمہیں تو کوئی بات سمجھ آتی ہی نہیں ہے۔“

”کیوں آئی ہو تم۔۔؟؟“

اس نے تیزی سے اس کی بات کاٹی تو رابیل کی زبان رکی۔ حیرت سے چہرہ اس کی جانب موڑا۔ برستی بارش میں سڑک کے کنارے پر وہ دونوں کھڑے تھے۔ سیاہ عبائے میں ملبوس لڑکی چھتری تھامے دونوں کو بھیگنے سے بچا رہی تھی لیکن اس کے مقابل کھڑا لڑکا ساری دنیا سے خفا لگ رہا تھا۔

”کیا مطلب کیوں آئی ہوں۔۔ تمہیں لینے آئی ہوں۔۔ چلو بارش بہت تیز ہو رہی ہے اور ٹھنڈ بھی زیادہ ہے۔ بیمار ہو جاؤ گے تم۔۔“

اس نے اسے کہنی سے پکڑ کر اپنے ساتھ چلنے کا کہا لیکن معاذ نے اسکا ہاتھ جھٹک دیا تھا۔ رابی نے تحیر سے چونک کر سر اٹھایا تھا۔

"معاذ تم۔۔"

"چلی جاؤ۔۔"

تیز لہجے میں کہا اور آگے بڑھ گیا۔ وہ چند پل تو کھڑی رہی پھر جلدی سے اسکے پیچھے آئی۔ چھتری ایک بار پھر اس کے سر پر تانی۔۔ وہ ضبط سے آنکھیں بند کر کے رک گیا تھا۔

"رابیل میں نے کہا مجھے اکیلا چھوڑ دو اور جاؤ یہاں سے۔۔ سمجھ نہیں آتی تمہیں ایک دفعہ کی بات۔۔"!!

وہ اس پر چیخا تھا۔ زندگی میں پہلی بار۔ رابیل کی آنکھ سے پتا نہیں کیسے آنسو ٹوٹ کر گر پڑا۔

"تم ایسے کیوں۔۔"

"میں ایسا ہی ہوں۔۔ سمجھی تم۔۔ اب جاؤ یہاں سے۔۔"

سرمئی سی سیاہ آنکھوں نے رابیل کو خوفزدہ کیا تھا لیکن وہ اسے ایسے چھوڑ کر نہیں جا سکتی تھی۔

"نہیں جاؤ نگی۔۔ کیا کر لو گے تم۔۔؟"

جی کڑا کر کہا۔ معاذ چند پل اسے دیکھتا رہا اور پھر اس کا ہاتھ پکڑ کر اپنے ساتھ گھسیٹتا ہوا قریبی پارک میں لے آیا۔ وہ اس کے ساتھ کھنچی چلی جا رہی تھی۔ پھر بینچ کے قریب لا کر اس نے اسکا ہاتھ چھوڑ دیا۔ گہرے گہرے سانس لے کر خود پر قابو پانے لگا۔ رابیل لب دبائے بمشکل آنسو روکے کھڑی تھی۔

"کیا چاہتی ہو تم۔۔؟"

"تم میرے ساتھ گھر چلو بس مجھے نہی۔۔"

"جانتی ہو کون ہوں میں۔۔؟"

اس نے اسے بازوؤں سے پکڑ کر اونچا کیا تھا۔ گیلی آنکھیں اس پر جمائے وہ دانت جمائے پوچھ رہا تھا۔ اس قدر سختی سے کہ رابیل کا نرم دل لرزنے لگا۔ ہاتھ میں پکڑی چھتری لڑھک کر ایک جانب ہو گئی۔

"حیوان ہوں۔۔ لوگ جانور کہتے ہیں مجھے۔۔ ایسے انسان کی فکر ہے تمہیں۔۔!! بولو۔۔ ایسے انسان کی پرواہ کرتی ہو تم۔۔"

اس نے ایک بار پھر اسے جھٹکا دے کر خود سے قریب کیا تھا۔

"انسانوں کی زندگیاں تباہ کرتا رہا ہوں میں۔ ساری زندگی بھی چاہوں تو اس سیاہ گلٹ سے نہیں نکل سکتا۔۔ ساری زندگی اس عذاب سے آزاد نہیں ہو سکتا میں اور تم۔۔ تمہیں میری فکر ہے۔۔ مرنے دو مجھے۔۔"

"ہاں تو مجھے بتاؤ کہ تم نے ان انسانوں کی زندگیاں کیوں تباہ کی تھیں۔۔؟ مجھے بتاؤ وہ کیا احساس تھا جس نے تمہیں حیوان بننے پر مجبور کیا۔۔ مجھے بتاؤ۔۔ میں تمہیں جج نہیں کرونگی۔۔ یوں خود کو تکلیف مت دو معاذ۔۔ ایسے مت کرو۔۔"

اس نے حیرت سے اسے دیکھا تھا۔ یہ لڑکی آخر کیسے بے بس کر دیتی تھی اسے۔ اس کی آنکھ سے باوجود ضبط کے ایک آنسو لڑھکا تھا۔ اس برستی بارش میں بھی رابیل نے اس کی آنکھ سے گرتا وہ آنسو پہچان لیا تھا۔ ہولے سے لرزتا ہاتھ آگے بڑھا کر اس کے گیلے چہرے کو صاف کیا۔

"کیا کر رہی ہو تم یہ۔۔؟"

وہ بے بس ہونے لگا تھا۔ رابیل کی آنکھوں سے متواتر آنسو گرنے لگے۔

"لوگوں نے تمہیں بہت آنسو دیئے ہیں۔ میں ان آنسوؤں کو سمیٹ رہی ہوں۔ میں آخر تک انہیں سمیٹنا چاہتی ہوں۔ میں تمہیں، تمہارے سیاہ اور سفید کے ساتھ قبول کر چکی ہوں معاذ۔۔ میرے لیئے اور کچھ اہم نہیں۔۔ میرے لیئے کسی کا کوئی بیان معنی نہیں رکھتا۔۔"

"تمہارے لیئے سب کا بیان معنی رکھنا چاہیئے رابیل۔ دنیا کی عدالتوں سے بچ بھی گیا تو اس عدالت سے کبھی نہیں بچ سکونگا جس کا منصف، انصاف کے علاوہ کسی بات کا سودا نہیں کرتا۔ میں تمہاری زندگی برباد نہیں کرنا چاہتا۔ چلی جاؤ۔۔"

اس نے اسے نرمی سے چھوڑ دیا تھا۔ پھر پلٹ گیا۔ رابیل نے چھتری پھینکی اور اسکے پیچھے بھاگی۔ اس کی جیکٹ کی آستین پکڑ کر اسے اپنی جانب گھمایا۔۔

"کہف کی تاریک دیواروں کے درمیان صرف تم نہیں تھے۔ میں بھی وہیں موجود تھی۔۔"

اس نے لمحے بھر کو حیرت سے رک اسے دیکھا تھا۔ بارش اب کہ تھمنے لگی تھی۔ گو کہ ہلکی ہلکی بوچھاڑ اب بھی جاری تھی لیکن پچھلا زور ٹوٹ چکا تھا۔

"میں جانتی ہوں کہ تم بھی میری طرح اس کہف کا خواب دیکھتے ہو۔ میں جانتی ہوں کہ تم اس کہف میں خود کو ہمیشہ روتا ہوا دیکھتے ہو لیکن معاذ کیا تم جانتے ہو کہ آج اس کہف میں تم تنہا نہیں تھے۔۔"!

وہ اپنی جگہ ساکت ہوا اس کی بات سن رہا تھا۔

"تمہیں کیسے پتا کہ میں۔۔"

"اور تم ہمیشہ اس خواب کے بعد روتے ہوئے اٹھتے ہو۔۔ بولو۔۔ کیا نہیں ہے ایسا۔۔؟"

اس کے لب ادھ کھلے تھے۔۔ اور آنکھیں بے یقینی سے وا تھیں۔۔ رابیل کے انکشاف نے اسے ہلا کر رکھ دیا تھا۔ کیونکہ اپنے اس خواب کے بارے میں اس نے کبھی کسی سے کوئی بات نہیں کی تھی۔۔ یہاں تک کہ بابا سے بھی نہیں۔۔

"آج اس خواب میں، میں بھی تھی معاذ۔۔ اور ہم دونوں۔۔ ہم دونوں اس تاریکی کا حصہ تھے۔۔ اور اس خواب سے جاگنے کے بعد میں رو رہی تھی۔۔ کیا تمہیں لگتا ہے کہ میں اب تمہیں چھوڑ سکتی ہوں۔۔؟"

برستی بارش اب کہ باریک قطروں میں بدل گ ئی تھی۔ دو نفوس ساکت ہوئے ایک دوسرے کو تک رہے تھے۔ کہف کی دیواریں آس پاس کھڑی ہونے لگیں۔ مدھم روشنی فضا میں گھلنے لگی۔۔ منظر بدلنے لگا۔ تو وہ کہف میں تنہا نہیں تھا۔ رابیل اس کے کہف کی ساتھی تھی۔ وہ اسے خود سے چاہ کر بھی الگ نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ اس کا ساتھ

کہیں اوپر طے کیا گیا تھا۔ یہ اس کے بس سے باہر کی بات تھی۔ وہ لڑکی تو اس کے تاریک خوابوں کا حصہ بنتی جارہی تھی۔ کیا اب وہ اسے خود سے جدا کر سکتا تھا۔۔؟؟

آسمان سے برستی بارش میں وہ دونوں اب تک کھڑے تھے۔ خاموشی سے ایک دوسرے کو دیکھتے۔۔ وہ کیا کہہ کر اسے خود سے دور کرتا۔۔ لفظ سمٹ گ ئے تھے، صرف کہف کی دیواریں بول رہی تھیں۔۔ ادھورا خواب پورا ہونے لگا تھا۔ مدھم روشنی بکھرنے لگی تھی۔ ایک اپنا سب کچھ گنوا کر اس کہف میں پناہ لی ئے ہوئے تھا تو دوسرا۔۔ دوسرا اپنا سب کچھ لٹنے سے بچانے کے لی ئے اس کی پناہ میں تھا۔۔

اور اب تو یہ رب ہی جانتا تھا کہ ان کا ساتھ اس طویل کہف تک تھا یا پھر اس کہف سے باہر کی زندگی تک۔۔

کیونکہ۔۔ جانتے ہیں کیا۔۔ نیند پوری ہونے کے بعد۔۔ نوجوان کچھ لمحات تک زندہ رہے اور پھر جب نشانی مکمل ہوگ ئی۔۔ حجت کا اتمام ہوگیا۔۔ اس کے بعد وہ دوبارہ اپنی نیند سے کبھی نہیں اٹھے۔۔! کون جانے کے یہ نفوس بھی کہف تک زندہ رہنے والے تھے۔۔ لیکن کون جانے۔۔!! موت اور زندگی کے فیصلے کرنے والا تو وہ رب ذولجلال تھا۔۔ انہیں بھی اس کے فیصلوں تک زندہ رہنا تھا۔۔!

تین سال قبل۔۔

اس نے تاریک سی طویل راہداری بنا چاپ پیدا کی ئے عبور کی اور تیزی سے آگے بڑھنے لگا۔ اس راہداری کے آخری سرے پر ہی اسے سلطان مل گیا تھا۔ اس کے بڑھتے قدم بے ساختہ رکے تھے۔ اسے سلطان سے سامنہ

ہو جانے کی امید نہیں تھی۔ سلطان جو شاید اسی کا انتظار کر رہا تھا، ٹھنڈی آنکھوں سے اس کے وجود کو دیکھا۔

چہرے پر چڑھا سیاہ ماسک، چہرے کو ڈھانپتی سیاہ ہی کیپ، ہاتھوں میں دستانے اور سیاہ جیٹک اور جینز سے ڈھکا سراپا۔۔ یہ اس کا مخصوص حلیہ تھا اور اس حلیے کے پیچھے کی کہانی اکثر سلطان کو معلوم ہو جایا کرتی تھی۔

"کام ہو گیا۔۔۔؟"

اس نے چونک کر اس کی جانب دیکھا تھا۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ وہ اسے اتنی جلدی سر سے پکڑ لے گا۔ لیکن اگلے ہی لمحے کسی بھی قسم کی نفی کے بجائے اس نے محض سر اثبات میں ہلا کر چہرے سے ماسک اتارا تھا۔

"مطمئن ہو اس سب کو کرنے کے بعد۔۔؟"

وہ سوال بلاشبہ بہت یخ تھا۔ اس کی ریڑھ کی ہڈی لمحے بھر کو چٹخی تھی۔

"اگر مطمئن نہیں ہوتا تو کبھی یہ قدم نہیں اٹھاتا میں۔۔"

"تازہ تازہ انتقام لے کر آئے ہو ناں۔ اسی لئے جلتی نفس پر چند لمحوں کے لئے اطمینان کی بارش برستی رہے گی۔ کچھ عرصے بعد جب یہ بارش گرم ابلتے لاوے میں بدلے گی ناں معاذ۔ تب تمہیں سلطان بہت یاد آئے گا۔۔"

اس نے ہر جذبے سے عاری آنکھیں اس کے نیم روشن چہرے پر جمائی تھیں۔

"اپنی ماں کا انتقام لیا ہے میں نے۔ تمہیں لگتا ہے کہ کبھی یہ بات مجھے تکلیف میں مبتلا کرے گی۔۔؟"

"انتقام اور بدلہ۔۔ سکون نہیں دیا کرتے۔۔ بلکہ انسان کے اندر گرتے آنسوؤں کو خشک کر دیتے ہیں۔ تم بھی کچھ عرصے بعد بنجر ہو جاؤ گے۔ میں تمہارے عمل کی مذمت نہیں کر رہا۔ شاید تمہاری جگہ میں ہوتا تو اس کے ہزار

ٹکڑے کرتا۔۔ لیکن میں صرف تمہیں اس حقیقت کا آئی ینہ دکھا رہا ہوں، جس سے جلد ہی سامنہ ہونے والا ہے تمہارا۔۔"

وہ کہہ کر پلٹا تو معاذ نے تیزی سے قدم اس کے پیچھے بڑھائے۔

"کہنا کیا چاہتے ہو تم۔۔؟"

"صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کہ خود کو اس اذیت کے لی ئے تیار رکھو۔۔"

"میں ہر اذیت کے لی ئے تیار ہوں۔"

اس کی سرد آواز سلطان کو سنائی دی تو وہ لمحے بھر کو مسکرایا۔ پھر اس کے کندھے پر اپنائی یت سے اپنا ہاتھ رکھا۔ معاذ نے بری طرح اس کا ہاتھ جھٹکا تھا لیکن سلطان کو کوئی فرق نہ پڑا۔ اسے معاذ کے ایسے رویے کی عادت تھی۔

"ہمیں اندھیرے جمع کرتے ہوئے اندازہ نہیں ہوتا لڑکے، کہ ایک دن ہمیں انہی اندھیروں میں زندہ رہنا ہوگا۔ انہی اندھیروں میں سانس لے کر خود کی زندگی باقی رکھنی ہوگی۔ تم بھی اپنے لی ئے اندھیرے جمع کر رہے ہو۔ میں صرف اتنا کہہ رہا ہوں کہ ان اندھیروں میں زندہ رہنے کی ہمت بھی برقرار رکھنا اور اگر۔۔"

وہ ٹھہرا۔ معاذ نے سرمئی آنکھیں اس پر اٹھائی تھیں۔

"اگر ان اندھیروں کے ساتھ زندہ نہ رہ سکو تو کبھی انہیں اکھٹا کرنے کی غلطی مت کرنا۔"

"مجھے کبھی افسوس نہیں ہو گا۔ میں اپنی ماں کو اس دن منہ دکھانے کے قابل ہو نگا۔ میں انہیں بتا سکو نگا کہ میں انہیں بھولا نہیں تھا۔ میں نے انہیں زندگی کی ہر گزرتی گھڑی میں یاد کیا تھا۔ میں انہیں کبھی بھلا نہیں سکا۔ میں اپنی عزت رکھنا چاہتا ہوں ان کے سامنے اس دن۔"

بولتے بولتے اس کے حلق میں کچھ اٹکا تو وہ خاموش ہو گیا۔

"اپنی ماں کو یاد رکھو لیکن اس سب میں خود کو نہ بھلا دینا۔ خود کو وہ نہ بنا دینا کہ تمہاری ماں تمہیں اس بڑے دن میں پہچان ہی نہ سکے۔ ایک بات میری ہمیشہ یاد رکھنا معاذ۔ انسان کے اعمال کے ساتھ ہی اس کی زندگی جڑی ہوتی ہے۔ تم جتنے گناہ کرتے جاؤ گے تمہارے وجود کا ایک حصہ اسی گناہ کے ساتھ مردہ ہو جائے گا۔۔ جیسے ابھی۔۔"

اس نے آگے بڑھ کر اس کے دل پر انگلی رکھ کر بجائی تھی۔

"ابھی تمہیں اپنی یہ جگہ خالی لگتی ہے، کل کو سارا وجود خالی لگنے لگے گا۔ خود کو تم نے کیا بنانا ہے یہ تم خود طے کرو گے۔ میں نے کئی سالوں پہلے تمہیں یہاں سے کیوں بھیج دیا تھا۔۔ جانتے ہو۔۔! صرف اسی لیئے کہ مجھے پتا تھا تم خطرناک ہو۔ تمہاری رگوں میں یادیں زہر بن کر گردش کرتی ہیں۔ میں اگر تمہیں یہاں رہ کر ڈھیل دیتا تو آج تم خود کو بھی پہچان نہ سکتے لیکن میں ایسا نہیں کر سکا۔۔ خود کو ضائع مت کرو۔ اور چلے جاؤ اس دنیا سے۔۔"

اس نے ہولے سے اسکا کندھا تھپکا اور آگے بڑھ گیا۔ لیکن معاذ۔۔ وہ اپنی جگہ ہی ٹھہر سا گیا تھا۔ انسان کی بیٹھک اسکا عکس ہوتی ہے۔۔ اسے بھی اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ کیا بنتا جا رہا تھا۔ اس نے پلٹ کر کمرے کے واش روم کا دروازہ کھولا اور سامنے لگے آئینے میں چند پل کے لیئے خود کا عکس دیکھے گیا۔ یہ اس رات کی بات تھی جب اس نے

ارشد کے جسم کو ناکارہ کیا تھا۔ وہ اب اس جگہ بہت کم آیا کرتا تھا لیکن چونکہ یہاں پر کام کرتے کچھ لوگ اس کے ساتھ ملوث تھے تو اسے یہاں کا رخ کرنا ہی پڑا تھا۔

کیپ سر سے اتار کر اس نے ایک طرف رکھی اور پھر جھک کر نلکے سے ابلتی دھار کو ہتھیلی کے پیالے میں جمع کر کے زور سے منہ پر چھینٹے مارے۔ بہت دفعہ اپنا چہرہ دھونے کے بعد بھی اسے وہ چہرہ مکروہ لگ رہا تھا۔ جھک کر بیسن کا کنارہ تھامتے اس کے ہاتھ ہولے سے لرز رہے تھے۔ ماتھے پر گرے بال ہلکے نم معلوم ہوتے تھے لیکن وہ خود۔۔ وہ خود بے حد سرد لگ رہا تھا۔ سیاہ اور سرد۔۔!

کچھ لمحوں کے لیے خود کو خالی خالی سا دیکھنے کے بعد وہ سیدھا ہوا۔ اپنی پشت واش روم کی دیوار سے لگائی اور پھر آہستہ سے اکڑوں بیٹھ گیا۔ خاموشی سے سر گھٹنوں پر رکھ لیا۔ ویران آنکھیں اور کھنڈر وجود لیے وہ آج اپنی زندگی کی آخری متاع بھی لٹا آیا تھا۔ شاید سلطان ٹھیک کہتا تھا۔ انسان کے اعمال کے ساتھ ہی اس کی زندگی جڑی ہوتی ہے۔ جیسے جیسے اس کے گناہ بڑھتے جاتے ہیں، اس کے وجود کا ایک ایک حصہ ان سب کے ساتھ ہی مردہ ہونے لگتا ہے۔ شاید وہ بھی کہیں اندر سے مردہ ہو رہا تھا۔ کھوکھلا ہو رہا تھا۔۔ اس نے سر تھک کر دیوار سے لگایا۔۔ آنکھیں جو کچھ لمحے پہلے تک گہری سیاہی کے زیر اثر تھیں، اب اپنے ازلی سرمئی سے رنگ میں ڈھلی نظر آرہی تھیں۔

"ماں۔۔۔"

اس نے ہولے سے پکارا۔ اتنی ہلکی آواز میں کہ اسے خود کی بھی آواز سنائی نہ دی۔ پیچھے کمرہ تاریک تھا اور واش روم میں روشن مدھم زرد سی روشنی ماحول کو مزید خاموش بنا رہی تھی۔

"میں آپ کو بہت یاد کرتا ہوں ماں۔ مجھے آپ بہت یاد آتی ہیں۔"

اس کی آنکھ سے آنسو پھسلا۔ ضبط کے باعث بصارت گلابی پڑنے لگی تھی۔

"میں خود سے نفرت کرنے لگا ہوں۔ مجھے خود سے گھن آنے لگی ہے۔ مجھے بس ایک بار کہہ دیں کہ میں آپ کا اچھا بیٹا ہوں۔"

اس نے بازو آنکھوں پر رکھ کر خود کو رونے سے روکا تھا۔ دل میں جمع ہوتا گھٹن زدہ سا اندھیرا اسے سانس لینے میں دشواری دینے لگا تھا۔

"میں روز رات کو اس غار میں خود کو روتا ہوا دیکھتا ہوں۔ مجھے اس غار کی تکلیف سے اب تک خوف آتا ہے ماں۔ میں بہت اکیلا ہوں۔ مجھے نہیں پتا کہ میں کیا بنتا جا رہا ہوں۔"

اس نے گہرا سانس لے کر سر ایک بار پھر دیوار سے ٹکایا تھا۔ پلکوں پر بہت سے قطرے ٹھہرے ہوئے تھے اور سانسیں ناہموار تھیں۔

"مجھے لگتا ہے میں شیطان بنتا جا رہا ہوں ماں۔ آپ کا معاذ اب شیطان بن رہا ہے۔ میرے اندر کی آگ نے مجھے راکھ کر دیا ہے۔ میرے پاس اب کچھ بھی نہیں بچا۔۔! میں تاریک ہوتا جا رہا ہوں۔۔ میں برف بنتا جا رہا ہوں ماں۔۔"!!

دل بہت بھاری ہو رہا تھا۔ یوں لگتا تھا کہ بوجھ سے پھٹ جائے گا۔ ادھڑے زخم تکلیف دینے لگے تھے۔ اس نے دونوں ہاتھوں سے آنکھیں رگڑیں اور آہستہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ چہرے پر ماسک چڑھایا۔۔ سر پر کیپ پہنی اور ایک نظر خود کو آئی ینے میں دیکھا۔ لیکن اگلے ہی لمحے اس نے اپنے قدم باہر کی جانب بڑھا دی ئے تھے۔ کیونکہ خود کو مزید آئی ینے میں دیکھنے کا مطلب تھا خود سے مزید نفرت۔۔ اور نفرت جو کہ اب اس کے لہو کے ساتھ بہنے لگی تھی۔

وہ اب تک ساکت ہوا اس سیاہ عبائے میں لپٹی لڑکی کو بے یقینی سے تک رہا تھا۔ اسے اندازہ نہیں تھا کہ وہ یوں اس کے خواب کا حصہ بن جائے گی۔ رابیل نے آگے بڑھ کر اس کی جیکٹ کی آستین تھامی اور اسے اپنے ساتھ لی ئے آگے بڑھ گ ئی۔ وہ اس قدر ششدر تھا کہ کوئی رد عمل ہی نہ دے سکا۔ خاموشی سے اس کے ساتھ کھنچتا چلا گیا۔ اپنی گری چھتری اٹھا کر اس نے دونوں کے سر پر تانی پھر پلٹ کر خفا نگاہوں سے اسے دیکھا۔

"میں، ہم دونوں کو بارش سے بچا رہی تھی لیکن تم لائی ق ہی نہیں ہو انسانیت کے۔ ٹھیک کرتے ہیں تایا تمہارے ساتھ جو کھینچ کر رکھتے ہیں تمہیں۔ مطلب کوئی طریقہ ہوتا کسی بات کا۔ لیکن نہیں۔۔ تمہیں ابھی بھی بچوں کی طرح بنیادی باتیں سمجھانی پڑتی ہیں۔۔ یعنی کے حد ہو گ ئی ہے۔۔"

"رابیل۔۔"

"چپ کرو بالکل اور میری بات کان کھول کر سنو۔۔"

وہ دو قدم مزید قریب آئی تھی۔ اس کی آنکھوں میں اپنی کھڑی غصہ غصہ سی آنکھیں گاڑی۔

" آئی ندہ اگر تم نے مجھ پر غصہ کیا تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا پھر۔ اور سمجھتے کیا ہو تم خود کو۔۔؟ جب چاہو گے خود کو تکلیف دے دو گے اور جب چاہو گے خود کو کسی بھی طرح ٹریٹ کر لو گے۔ معاذ شعر اوی۔۔ تم اب صرف تمہارے نہیں ہو۔۔ تم اب میرے بھی ہو۔۔"!

وہ آنکھیں پھیلائے اسے تیز تیز بولتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔ ابرو اکھٹے کیئے وہ جس خفگی سے بول رہی تھی، معاذ کے کندھوں سے بہت سا بوجھ سرکنے لگا تھا۔

" اب گھر چلو انسانوں کی طرح اور یہ ہاتھ کو کیا کیا ہے۔۔؟ یا اللہ میں کیا کروں اس لڑکے کا۔۔ جب دیکھو خود کو زخمی کر لیتا ہے۔"

اس پر ایک کوفت زدہ سی نگاہ ڈال کر اس نے اس کی آستین مضبوطی سے تھامی اور اپنے ساتھ لیئے آگے بڑھنے لگی۔ سارے راستے وہ اسے ڈانٹتی رہی تھی اور معاذ خاموشی سے اس کی ڈانٹ سنتا رہا تھا۔ کیا کوئی اور راستہ تھا اس کے پاس رابیل کی ڈانٹ سے بچنے کا۔۔ اوں ہوں۔۔

گھر آ کر اس نے اسے کمرے میں جانے کا اشارہ کیا اور خود تایا کی جانب چلی آئی۔ وہ اپنے کمرے میں راکنگ چیئر پر بے چینی سے جھول رہے تھے۔

" تایا۔۔ وہ معاذ گھر آ گیا ہے۔"

انہوں نے حیرت سے پلٹ کر اسے دیکھا تھا۔ پھر ہولے سے مسکرا دی ئے۔ اگلے ہی لمحے وہ اپنا چہرہ دوبارہ سے پھیر چکے تھے۔ یہ اس بات کی جانب اشارہ تھا کہ وہ ابھی اس سے نہیں ملنا چاہتے۔۔

"باہر ٹیبل پر فرسٹ ایڈ باکس رکھا ہے رابیل۔ اس کا ہاتھ زخمی ہے۔۔ خیال رکھنا اس کا۔۔"

اس نے سر اثبات میں ہلایا اور دروازہ بند کرتی پلٹ گ ئی۔ باہر آ کر پہلے فرسٹ ایڈ باکس تلاشا۔ پھر وہ ساتھ لی ئے معاذ کے کمرے میں چلی آئی۔ دروازہ کھلا رہنے دیا۔ جانے کیوں دروازہ بند کرنا عجیب لگ رہا تھا۔

"سب کچھ تمہاری وجہ سے ہوا ہے۔ اپنے ساتھ ساتھ میرے کپڑے بھی بھگا دی ئے تم نے۔ بدتمیز۔۔"

تپ کر اپنے گیلے عبائے کو دیکھا تھا اس نے۔ معاذ جو خاموشی سے صوفے پر بیٹھا تھا گہرا سانس لے کر اسے دیکھا۔

"اب میرے پاس صرف میرے کپڑے ہیں۔ اگر پہننے ہیں تو پہن لو لیکن مجھے اب مزید مت ڈانٹو۔ تم کب سے مجھ پر غصہ ہو رہی ہو۔۔"

اور اب وہ بالکل بھی صبح والا معاذ نہیں لگ رہا تھا۔ اب وہ بہت معصوم سا بچہ لگ رہا تھا۔

"تم لائ ق ہو اسی ڈانٹ اور غصے کے۔"

معاذ نے اسے خفا نگاہوں سے دیکھا پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر الماری سے اس کے لی ئے کپڑے نکالنے لگا۔ وہ اب کہ غصے میں نہیں لگ رہا تھا۔ بلکہ اب کہ وہ بہت تھکا ہوا لگ رہا تھا۔ رابیل نے گہرا سانس لے کر اسے دیکھتے سر ہلایا تھا۔ جانے کب سے وہ اپنے اندر یہ سب لی ئے جی رہا تھا۔

کچھ دیر بعد ایک جینز اور سفید ٹی شرٹ لیئے وہ اس کی جانب پلٹا تو رابیل نے اس سے جھپٹ کر کپڑے لیئے۔ اس نے بے اختیار ہی ڈر کر ہاتھ پیچھے کیئے تھے۔ پھر جھر جھری لے کر خود بھی کپڑے بدلنے چلا گیا۔

کچھ دیر بعد وہ واش روم سے نکلی تو معاذ صوفے پر بیٹھا اپنے بالوں کو تولیئے سے رگڑ رہا تھا۔ دروازہ کھلنے کی آواز پر بے ساختہ سر اٹھا کر اسے دیکھا اور پھر جلدی سے مسکراہٹ چھپانے کے لیئے چہرہ پھیر لیا۔ رابیل اس کے کپڑوں میں بھالو لگ رہی تھی۔ لمبی جینز کو ٹخنوں سے موڑے، ڈھیلی سی سفید ٹی شرٹ پہنے جو کہ گھٹنوں سے ذرا اوپر تھی۔

"ہنسو مت اب۔۔ سب کچھ تمہاری وجہ سے ہوا ہے۔۔"

اس کے ایسے ردعمل پر اسے اور طیش چڑھا تھا۔ دوپٹہ نہ ہونے کے باعث اس نے تولیہ کندھوں پر پھیلا کر لے رکھا تھا۔ چندپل تو سمجھ ہی نہیں آیا کہ کیا کرے۔ لیکن پھر معاذ خود ہی اٹھ گیا۔ الماری کھول کر اندر کچھ تلاشنے لگا۔ تھوڑی سی جدوجہد کے بعد اسے اس کی مطلوبہ شے مل ہی گئی تھی۔ الماری کا پٹ بند کرتے دوسرے ہاتھ سے اس نے رابیل کو سفید ململ کا دوپٹہ دیا تو اس نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا۔۔

"کس کا دوپٹہ ہے یہ۔۔؟"

"ماں کا۔۔"

اس نے ایک بار پھر سے بال تولیئے سے رگڑے اور پلٹ گیا۔ اس نے گہرا سانس لے کر دوپٹے کو شانوں پر پھیلایا اور پھر بالوں کو انگلیوں سے آزاد کر کے شانوں پر ہی کھلے رہنے دیا۔

"ہاتھ دکھاؤ اپنا۔۔"

"میں ٹھیک ہوں رابیل پلیز۔۔"

اس نے بہت بیزار ہو کر کہا تو رابی نے بے ساختہ ہی لب بھینچے۔ ابرو تان کر اسے دیکھا۔

"میرا دماغ مزید مت خراب کرو۔۔"

"تمہیں نہیں لگتا کہ تم مجھ پر کچھ زیادہ ہی غصہ ہو رہی ہو۔"

"جی بالکل۔۔ میں آپ پر غصہ ہو رہی ہوں کیونکہ آپ اسی لائق ہیں۔۔"

ڈھٹائی کے ساتھ اس کے برابر میں بیٹھی اور پھر اس کا زخمی ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر دیکھا۔ ہتھیلی پر بہت گہرا سا زخم آیا تھا۔ یوں جیسے کوئی کانچ بہت گہرائی سے گوشت میں پیوست ہوا ہو۔ اس نے لمحے بھر کو آنکھیں اٹھا کر اسے افسوس سے دیکھا تھا۔

"کتنے ظالم ہو تم۔۔ ہمیشہ خود کو زخم دیتے ہو۔۔"

"سو تو ہے۔۔ جبھی تم سے کہا تھا کہ چلی جاؤ نہیں تو کون جانے کہ تم بھی اس سب کا نشانہ بن جاؤ۔۔"

اس نے آرام سے کہہ کر اس کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ نکالا تھا۔

"تو تم کس لیۓ ہو۔۔؟ اگر مجھے کوئی بھی ظلم و زیادتی کا نشانہ بنانے کی کوشش کرے گا تو کیا بچ جائے گا تم سے۔۔؟ مجھے تم بچاؤ گے۔۔ میری حفاظت تمہارے زمے ہے۔۔ اور تمہارے زخموں کا مرہم میرے زمے۔۔"

اس نے نرمی سے کہہ کر اس کا ہاتھ ایک بار پھر سے اپنے ہاتھ میں لیا تھا۔ پھر ساتھ رکھا فرسٹ ایڈ باکس کھول کر اندر سے دوائی نکالی۔ روئی سے پہلے جمع خون صاف کیا اور پھر بہت احتیاط سے زخم پر مرہم لگانے لگی۔ وہ خاموشی سے اسے یہ سب کرتے ہوئے دیکھ رہا تھا۔

"تمہیں یہ سب کرنے کی ضرورت نہیں رابیل۔۔"

اس کی بات پر اس نے چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔ کتھئی آنکھوں میں جمی نرمی دیکھ کر معاذ پگھلنے لگا تھا۔ اسے اتنی نرمی کی عادت نہیں تھی۔

"سوچنا بھی مت کہ میرے علاوہ کوئی دوسری یہ کام کرے گی۔ اگر ایسا کچھ بھی ہوا تو جان لے لونگی تمہاری۔۔"

اس کی دھمکی سن کر وہ بے ساختہ ہنس دیا تھا۔ ماتھے پر گرے بال ہلکے ہلکے سے خشک ہونے لگے تھے۔

"کبھی کسی کو اتنی اجازت نہیں دی میں نے کہ کوئی یوں۔۔ اس طرح میرا ہاتھ پکڑ کر میرے زخم پر مرہم لگائے۔ مجھے نہیں پسند کہ لوگ میرے جسم کو ہاتھ لگائیں۔ ہمیشہ اپنے زخموں کو یا تو خود صاف کیا یا پھر کبھی تو یونہی ادھڑا رہنے دیا۔ کیا فرق پڑتا ہے ویسے بھی۔۔"

لاپرواہی سے کہہ کر سر جھٹکا تو اس نے بے یقینی سے سر اٹھا کر اس کے ظالم تبصرے پر اسے دیکھا۔

"تم مجھے ہمیشہ حیران کرتے ہو۔ کیوں خود کے ساتھ نرمی سے نہیں چلتے تم۔۔؟ اس سب میں تمہاری غلطی کہیں بھی نہیں تھی معاذ۔۔ تم شروع سے ہی معصوم ہو۔۔"

"رابیل عابد۔۔ ایک بات میری ہمیشہ یاد رکھنا۔ معاذ سب کچھ ہو سکتا ہے مگر معصوم کبھی نہیں ہو سکتا۔ میں معصوم نہیں ہوں اور جو لوگ مجھے معصوم سمجھنے کی غلطی کرتے ہیں بہت جلد ہی اپنی غلطی پر کف افسوس بھی ملنے لگتے ہیں۔ اسی لیے تم بھی سمجھ لو کہ میں۔۔ معصوم نہیں۔۔ ہوں۔۔ میں۔۔ خطرناک۔۔ ہوں۔۔"

اس نے آخری لفظ بہت دھیمی سی سرد آواز میں کہے تھے۔ رابیل کے جسم میں لمحے بھر کو لہر سی دوڑ گئی تھی۔ کیونکہ اس کی سرمئی آنکھیں اس ایک لمحے میں بہت تیزی سے سیاہ ہوئی تھیں۔

"تم مجھے ڈرا رہے ہو اب۔۔"

اس کے کہنے پر اس نے چہرہ اس کی جانب پھیرا لیکن وہ گردن جھکائے اب زخم پر پٹی باندھ رہی تھی۔ اس نے مسکرا کر اس کے چہرے پر آتی لٹ کان کے پیچھے اڑسی۔ اس کی انگلی کے پوروں نے بے حد نرمی سے اس کے رخسار کو چھوا تھا۔ رابیل نے تیزی سے پلکیں جھپکائی تھیں لیکن نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھنے کی غلطی وہ نہیں کر سکتی۔

"تم کیوں ڈر رہی ہو۔۔؟"

وہ اب اسے دیکھتا بہت نرمی سے پوچھ رہا تھا۔

"یہ کیسے کر لیتے ہو تم۔؟۔۔"

"کیا۔۔؟"

"یہی۔۔پل میں تمہاری آنکھیں سرمئی اور پل میں سیاہ ہو جاتی ہیں۔ کبھی اتنے نرم ہو جاتے ہو کہ میں تمہیں پہچان ہی نہیں پاتی اور کبھی اتنے سرد ہو جاتے ہو کہ معاذ ہی نہیں لگتے۔۔کیسے کرتے ہو یہ تم۔۔؟ بیک وقت کتنی زندگیاں گزار رہے ہو۔ایک ہی وقت میں کتنے انسان سانس لے رہے ہیں تمہارے اندر۔۔؟"

اس کی الجھن پر وہ بہت اداسی سے مسکرایا تھا۔ تھکن زدہ سا۔۔

"تم مجھے ڈیزرو نہیں کرتیں رابیل۔ ٹھیک کہتے ہیں سب۔ تمہارا میرے ساتھ گزارا مشکل ہے۔"

"کیوں۔۔کیوں مشکل ہے گزارا۔۔؟"

اسے اس کی بات بہت ناگوار گزری تھی۔ چہرہ اٹھا کر خفگی سے کہا تو وہ خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔

"تم بہت اچھی ہو۔ میرے جیسے حیوان کے ساتھ کیسے رہو گی تم۔۔؟"

"کس نے کہا تم حیوان ہو۔۔؟"

اس کا ہاتھ اب تک رابیل کے ہاتھ میں تھا۔ بہت سنجیدہ نگاہیں معاذ پر جمائے اس نے استفسار کیا تھا۔

"جتنے لوگ جانتے ہیں۔۔وہ سب یہی کہتے ہیں۔ بلکہ اب تو میں خود کو بھی حیوان کہتا ہوں۔۔"

صاف گوئی سے بتاتے ہوئے اس نے یونہی سر کے پیچھے ہاتھ پھیرا تھا۔ کبھی کسی کے سامنے خود کے متعلق بات نہیں کی تھی تو اب بات کرتے ہوئے عجیب لگ رہا تھا۔ لیکن وہ اسے بتانا چاہتا تھا کہ وہ اصل میں تھا کیا۔ وہ اس پیاری سی لڑکی کو کسی دھوکے میں نہیں رکھنا چاہتا تھا۔ وہ اسے ہرٹ نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"مجھے کسی اور کے بارے میں نہیں پتا لیکن جتنا عرصے تم میرے ارد گرد رہے ہو اس سارے عرصے میں، میں نے تمہیں انتہائی بے ضرر سا انسان پایا ہے۔ تم بلاوجہ کسی پر اپنا غصہ نہیں اتارتے، تم بغیر کسی وجہ کے کسی کے پیچھے بات نہیں کرتے، تم اپنے سامنے ہوتے ظلم کو برداشت نہیں کرتے۔ تم جرأت سے آگے بڑھ کر سامنے والے کا منہ توڑ دیتے ہو۔ مجھے بتاؤ۔۔ کہاں سے حیوان ہو تم۔۔؟ یہ سب تو انسان ہونے کی علامات ہیں۔۔"

اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے وہ بے حد مضبوطی سے کہہ رہی تھی۔ اتنے وثوق سے کہ معاذ لمحے بھر کو ساکت ہوا تھا۔ اسے کبھی کسی نے اتنے وثوق سے اس کے انسان ہونے کا یقین نہیں دلایا تھا۔ یہ صرف رابیل ہی تھی۔۔ یہ صرف رابیل ہی کر سکتی تھی۔ ہاں وہی۔۔ جو جانتی تھی کہ تاریک کہف کی اذیت کیا اذیت ہوتی ہے۔

"جن لوگوں نے تمہاری حیوانیت بھگتی ہے وہ لائق تھے اس سب کے۔ ہر عمل کے پیچھے وجہ ہوتی ہے معاذ۔ بلاوجہ کبھی کچھ نہیں ہوتا۔ تم نے جو کچھ بھی کیا تم اس کو جسٹفائی کر سکتے ہو۔ کیا نہیں کر سکتے۔۔؟"

اس کے پوچھنے پر اس نے میکانکی انداز میں سر ہلایا تھا۔

"جس نے جو کیا ہوتا ہے وہ اس پر ضرور پلٹتا ہے۔ جیسے انہوں نے جو کیا وہ تمہارے ذریعے اللہ نے ان پر الٹا دیا۔ یہ سب ایسے ہی ہونا تھا۔۔ اس سب کو ایسے ہی انجام تک پہنچنا تھا۔۔ اب گزرے اوقات کے باعث خود کو سوچ سوچ کر مزید عذاب کا شکار کرنا عقل مندی نہیں بیوقوفی گردانی جاتی ہے۔ اسی لیے تم بھی۔۔"

اس نے مسکرا کر اس کے ماتھے پر گرتے بال بکھیرے تھے۔

"تم بھی اب اس گلٹ سے نکل آؤ۔ کیونکہ میری قرآن کی استاذہ کہتی ہیں کہ کوئی گناہ ایسا نہیں جو سچی توبہ کے پانی سے دھل نہ سکے۔"

وہ چند لمحوں کے لیٔے اسے اس دنیا کی نہیں لگ رہی تھی۔ یوں لگ رہا تھا گویا وہ آسمان سے اتری کوئی پاکیزہ سی مخلوق ہو۔ صاف، شفاف اور معصوم۔۔ اسے یہ لڑکی کیسے مل سکتی تھی۔۔؟ لیکن حقیقت تو یہ تھی کہ وہ اسے مل گ ئی تھی۔ اور اب جب وہ اسے مل گ ئی تھی تو وہ اسے۔۔ ہاں وہ اسے اس لمحے میں کھونے سے خوفزدہ ہوا تھا۔

"کہاں سے سیکھی ہیں تم نے ایسی باتیں۔۔؟"

وہ جو اس کا ہاتھ احتیاط سے اس کی گود میں رکھ کر فرسٹ ایڈ باکس کو بند کر رہی تھی، اس کے سوال پر نا سمجھی سے اس کی جانب گردن گھمائی۔۔

"مطلب۔۔؟ کونسی باتیں۔۔؟"

"تم کیسے تھوڑے سے لفظوں سے مردہ وجود کو زندگی دے دیتی ہو۔۔؟ تم یہ کیسے کر لیتی ہو۔۔؟"

اور اس کا سوال سمجھ کر وہ بے ساختہ ہنس پڑی تھی۔ پھر کتھ ئی آنکھوں میں جہاں بھر کی شرارت سمیٹ کر اسکی جانب دیکھا۔

"قرآن پڑھنے والے کبھی بھی امید سے خالی نہیں ہوتے۔ میں نے قرآن کے الفاظ سے مردہ ارواح کی آبیاری ہوتے دیکھی ہے۔ اور جہاں تک بات رہی میری تو معاذ احمد۔۔"

وہ ہولے سے اسکی جانب جھکی۔ ساتھ ساتھ لب بھی دبا رکھے تھے۔

"میں ہمیشہ سے اتنی ہی اچھی، پیاری اور معصوم سی لڑکی ہوں۔ اسی لیے اپنے آپ کو اذیت دینا بند کرو اور شرافت سے مجھے اچھے سے ٹریٹ کرو۔۔ بیویوں والا پروٹوکول دو۔۔ میرے لیے لوگوں کو مارو پیٹو۔۔ پھر دیکھنا کتنی جلدی ٹھیک ہو جاؤ گے تم۔۔ لیکن خبردار جو اب تم نے خود کو زخمی کیا ہے تو۔ اگر اب کچھ بھی ایسا ویسا کیا ناں۔۔ تو پھر دیکھنا رابیل عابد کیا کرتی ہے تمہارے ساتھ۔۔"

ساتھ ہی بچوں کی طرح دونوں آنکھیں زور سے میچ کر کھولیں تو وہ اس کی حرکت پر نا چاہتے ہوئے بھی مسکرا دیا۔

"کیا کرو گی پھر۔۔ آج بتا ہی دو۔۔"

اس نے بھی مسکراہٹ روک کر پوچھا تھا۔

"تو میں تمہیں بہت مارو نگی۔۔ سمجھے۔۔"!

اور وہ اس کے جواب پر گردن جھکا کر ہنس دیا تھا۔

"اپنی جسامت دیکھو پہلے پھر مجھے مارنا۔ اتنی سی ہو تم۔۔ میرے سامنے تو اتنی سی لگتی ہو۔۔ کھڑے ہو کر مارنے کی کوشش کرو گی تو میرے چہرے تک ہاتھ پہنچنا بھی مشکل ہی ہے۔"

اس کے چھوٹے قد پر مزے سے چوٹ کرتا وہ ایک بار پھر سے رابیل کی گھوری کا شکار ہو رہا تھا۔ اس نے اس کے زخمی ہاتھ کو زور سے پکڑ کر گود میں پٹخا۔۔

"آہ۔۔"

اسکی کراہ بے ساختہ نکلی تھی۔

"کیا ہو گیا اگر میں کھڑے ہو کر نہیں مار سکتی تو۔۔؟ بیٹھ کر تو میں تمہارے برابر آتی ہوں ناں۔ اور میرا قد اتنا بھی چھوٹا نہیں ہے۔ تمہارا قد ضرورت سے زیادہ لمبا ہے۔"

سوکھتے بالوں کو اس نے کوفت سے سمیٹا تھا۔ جانے کون لڑکیاں تھیں جنہیں بال کھول کر سکون مل جاتا تھا۔ اسے تو چہرے پر آتے بالوں سے شدید قسم کی الجھن ہوتی تھی۔

"ظاہر ہے اب اس چھٹکو سے بھالو کو کچھ تو چاہیئے ناں اپنے قد کو جسٹفائی کرنے کے لیئے۔ پھر بھلے ہی وہ میرا دراز قد کیوں نہ ہو۔۔"

کیا اس نے رابیل کو چھٹکو سا بھالو کہا تھا۔ اس نے تپ کر اسے دیکھا۔

"معاذ مجھے غصہ مت دلاؤ۔ پتا ہے جب تم سے نہیں ملی تھی ناں تب مشہور تھی میں اپنے پیشنس اور بردباری میں۔ اور ایک تم ہو۔ جب بھی تمہارے ساتھ بیٹھتی ہوں تمہاری یہ جلی کٹی باتوں سے میرا پارہ ساتویں آسمان پر چلا جاتا ہے۔"

اب کہ وہ بالوں کو جوڑے میں لپیٹ کر چہرے کے گرد سفید دوپٹہ لپیٹ رہی تھی۔ اس نے مسکرا کر اس کا سرخ چہرہ دیکھا۔ جانے کیوں۔۔ اسے تنگ کر کے بہت مزا آتا تھا۔ شاید اس کا چہرہ غصے میں مزید گلابی ہو کر معاذ کو مزہ دیا کرتا تھا۔

"نماز پڑھی تم نے۔۔؟"

کچھ لمحوں بعد رابیل کی آواز پر اس نے چہرہ پھیر کر اسے دیکھا تھا۔ پھر بنا جھجھک سر نفی میں ہلایا۔ اس نے مسکراتی نرم نگاہوں سے اسے دیکھا تھا۔

"پڑھنی ہے نماز۔۔؟"

ایک بار پھر آہستہ سے سر اثبات میں ہلایا تو رابیل اٹھ کھڑی ہوئی۔۔

"چلو نماز پڑھتے ہیں۔ عشاء کا وقت ہو گیا ہے اور پھر مجھے گھر بھی جانا ہے۔"

"میں چھوڑ دونگا تمہیں گھر۔۔"

وہ بھی اس کے ساتھ ہی اٹھا تھا۔ اور اب کے انکی جسامت کا فرق بہت واضح تھا۔ وہ اس سے واقعی لمبا تھا۔ رابیل اس کے کندھے سے بھی نیچے آتی تھی۔

"بالکل بھی نہیں۔۔ آپ زخمی ہیں اور تھکے ہوئے بھی تو انتہائی شرافت کے ساتھ گھر میں آرام کریں گے۔ میں شزا کو کال کر دونگی وہ مجھے لینے آجائے گی اور ساتھ میرا عبایا بھی لے آئے گی۔"

"ویسے ایک بات تو بتاؤ۔۔ یہ ڈانٹتے وقت تم ڈائی ریکٹ "تم" سے "آپ" پر کیوں آجاتی ہو۔۔؟"

اس کے نا سمجھی سے پوچھنے پر وہ بے ساختہ ہنس دی تھی۔ پھر چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا۔ اس سمے اسے شدت سے احساس ہوا تھا اپنے چھوٹے قد کا۔

"بابا سے سیکھا ہے میں نے یہ۔ وہ بھی جب شدید غصے میں ہوتے ہیں تو "تم" سے "آپ" پر سوئچ ہو جاتے ہیں۔ میں نے بھی ان سے اس بات کی وجہ پوچھی تھی تو انہوں نے کہا کہ ایسے کہنے سے انسان کی زبان کا کڑوا بول بھی

میٹھا لگنے لگتا ہے۔ آگے والے کو تکلیف کم ہوتی ہے۔ تب سے میں بھی ایسے ہی کرتی ہوں۔ زبان کی احتیاط بہت ضروری ہے۔ اگر اس کے ساتھ احتیاط نہیں کی جائے تو زندگی بھر کے زخم ساتھ رہ کر تکلیف دینے لگتے ہیں۔"

آگے بڑھ کر سائیڈ ٹیبل سے جائے نماز اٹھا کر ڈالتے اس نے اپنی بات مکمل کی تھی۔ اس نے بھی اس کے پیچھے گہرا سانس لیا اور ساتھ ہی جائے نماز بچھا لی۔ اب کہ وہ دونوں اپنی اپنی نماز میں مشغول دکھ رہے تھے۔ ایک جانب چھوٹا سا بھالو گردن جھکائے اللہ کے حضور پیش تھا تو دوسرا سنجیدہ چہرہ لیئے اپنی تمام تر کمزوریوں کے ساتھ اس کے سامنے گردن جھکائے کھڑا تھا۔ ان کے یوں ساتھ نماز پڑھنے پر تاریک سے کہف میں وہ گل ہوتی روشنی تحلیل ہونے لگی تھی۔ وہ روشنی جسے بچانے کے لیئے رابیل کے پیر بہت زخمی ہوئے تھے۔۔ وہ روشنی ان کی عبادت سے پھیل رہی تھی۔۔ بڑھ رہی تھی۔۔ جس سے وہ دونوں یکسر بے خبر تھے۔

اس نے گردن پر آئے زخم پر بندھی پٹی کو ہاتھ سے چھوا تھا۔ درد کی ہلکی سی ٹیس اٹھی تھی۔ پھر پلٹ کر زخمی نگاہوں سے صائمہ کو دیکھا جو راکنگ چیئر پر جھولتیں جانے کونسی سوچوں میں غرق تھیں۔ وہ ان کی جانب پلٹا۔

"اگر ہمیں وہاں جا کر آپ نے ذلیل ہی کروانا تھا تو جانے کی ضرورت ہی کیا تھی۔۔"!

اس کی پھنکار پر انہوں نے اپنا سیاہ چہرہ اس کی جانب پھیرا۔

"اس میں میری کوئی غلطی نہیں تھی۔ مجھے نہیں پتا تھا کہ وہ پہلے ہی اس آدمی کو راستے سے ہٹا چکا ہو گا۔۔"

”ہاں تو آپکو اس بارے میں پتا کرنا چاہیئے تھا ناں۔۔! جس طرح کے انکشاف وہ آپ کے منہ پر کر رہا تھا یقیناً اب آپ کو اندازہ ہو گیا ہو گا کہ وہ کس قسم کا انسان ہے۔ حیرت ہے ویسے۔۔ میں کبھی سمجھ کیوں نہ سکا کہ آپ کی پچھلی طلاق کس وجہ سے ہوئی تھی۔۔“

وہ بلاشبہ بہت گہری چوٹ تھی۔ صائمہ نے بلبلا کر اس کی جانب دیکھا تھا۔

”اب تم اپنے ماں کے زخموں پر اس طرح سے نمک چھڑکو گے۔۔! وہ بھی اس معاذ کی باتوں میں آکر۔۔“

”ماں یہ آپ بھی جانتی ہیں اور میں بھی کہ وہ کس جگہ سے وابستہ رہا ہے۔ اسے پتا ہے کہ انسانوں کو کیسے کھنگالتے ہیں۔ جو کچھ بھی اس نے کہا مجھے اس میں ایک فیصد بھی شک نہیں ہے لیکن خیر۔۔ ہم ابھی اس بارے میں بات نہیں کر رہے۔۔ میں صرف آپ سے یہ کہہ رہا ہوں کہ اگر اس بات کے ذریعے اسے بلیک میل کرنا ہی تھا تو کم از کم اس کے ہر جھول کو تو مٹا دیتی آپ۔۔ آپ تو بس اس کے سر پر پہنچ گئیں بنا کسی ثبوت کے۔۔ اور اس نے جو میرے ساتھ کیا وہ الگ۔۔“!

اس نے جھرجھری لے کر ایک بار پھر سے سنگھار آئینے میں اپنا زخم پلٹ کر دیکھا تھا۔ صائمہ نے مٹھی بھینچ کر کرسی کے ہتھے پر ماری۔ ان کا بس نہ چلتا تھا معاذ کی گردن مروڑ کر رکھ دیں۔

”ہاں تو پھر تم نے کیوں پیچھے مڑ کر اسے دو تین گھونسے نہیں جڑ دیئے۔۔ تم تو وہاں بچوں کی طرح رونا شروع ہو گئے تھے۔ مجھ پر چوٹ کرنے سے پہلے اپنے آپ کو بھی دیکھ رکھو۔“

”جانتی ہیں اس کی گرفت کتنی سخت اور پروفیشنل تھی۔ مجھے لگا اگر میں نے ہلکی سی بھی مزاحمت کی تو میری زندگی ختم ہو جائے گی۔ اور آپ۔۔ آپ بجائے مجھے بچانے کے پتا نہیں کون کون سی دھمکیاں دینے بیٹھ گئی تھیں اسے۔۔“

”سب کچھ تمہیں بچانے ہی کے لیئے کر رہی تھی میں۔ لیکن تم کیوں میرا احسان تسلیم کرو گے۔ تم تو دوسروں کی باتوں میں آ کر اپنی ہی ماں کو نشانہ بنا رہے ہو۔“

ان کی گیلی سی آواز پر اس نے بے ساختہ پلٹ کر ان کی جانب دیکھا تھا۔ پھر قدم قدم چلتا ان کے عین سامنے آ بیٹھا۔

”واٹ ایور۔۔ مجھے اب کسی کی بھی تکلیف سے کوئی لینا دینا نہیں ہے ممی۔۔ آپ کی تکلیف سے بھی نہیں۔ مجھے اپنی کمپنی بچانی ہے اور اس کے لیئے مجھے بہت سا پیسہ چاہیئے۔۔ جانتی ہیں ہمارا بنا بنایا کھیل صرف آپ کی وجہ سے چوپٹ ہوا ہے۔ جانے عورتوں کے دماغ میں کونسا خناس بھرا ہوتا ہے اناکا، کہ اس دھند کے آگے انہیں کچھ دکھائی ہی نہیں دیتا۔۔“

دل جلی باتیں کر کے وہ اٹھا تو وہ اس پر چلائی یں۔۔

”شرم کرو۔۔ ماں سے ایسی باتیں کرو گے تو کونسی زمین قبول کرے گی تمہیں۔۔“

اس نے بیزار ہو کر سر جھٹکا تھا۔ پھر ان کی جانب مڑا۔ کرسی کے ہتھے پر ہاتھ رکھ کر ہلکا سا جھکا۔

”اب جو بھی کرونگا میں خود ہی کرونگا۔۔ آپ کو اب کسی بھی معاملے کے درمیان میں آنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ آپ عورتوں کو صرف کام بگاڑنا آتا ہے۔۔ بنانا نہیں۔۔ اور ہاں۔“

کچھ یاد آنے پر وہ ایک بار پھر سے اٹھتے اٹھتے جھکا تھا۔ صائمہ کی بے یقین آنکھیں اس کے بدلے تیوروں پر جمی تھیں۔

”اس کمپنی کے جن شیرز کی مالک آپ ہیں۔ ان شیرز کو آپ میرے نام کر رہی ہیں ممی۔۔ اور میں اس بارے میں مزید کوئی بات سننا نہیں چاہتا۔۔“

اتنا کہا اور کمرے کا دروازہ زوردار آواز سے بند کر کے باہر نکل گیا۔ صائمہ کا تاریک وجود اب کہ نیلا پڑنے لگا۔ پھر وہ طیش میں اٹھیں اور سنگھار آئینے پر زور سے پرفیوم کی شیشی اٹھا کر دے ماری۔۔ اب کہ شیشے کے ٹوٹے جالے میں ان کا ٹوٹا سا عکس نظر آرہا تھا۔۔

اس نے اپنی نماز سے سلام پھیرنے کے بعد گردن اس کی جانب موڑ کر اسے دیکھا۔ وہ تشہد میں بیٹھی، دعائیں پڑھ رہی تھی۔ وہ خاموشی سے اسے دیکھے گیا۔ جھکی پلکیں، ہولے ہولے ہلتے لب اور خشوع۔۔ وہ اس پرسکون سے وجود کا اسیر ہونے لگا تھا۔ اسی اثناء میں رابیل نے سلام پھیرا پھر چہرے پر ہاتھ پھیر کر اس کی محو سی نظر کو دیکھا۔ مسکرا کر ابرو اچکاتے ہوئے پوچھا بھی تھا کہ ”کیا ہوا۔۔؟“

”کیا سوچ رہے ہو۔۔؟“

”سوچ رہا ہوں تم بہت خوبصورت ہو۔۔“

اس کے اتنے برجستہ جملے کی رابیل کو بالکل بھی توقع نہیں تھی۔ آنکھیں پھیلا کر بچوں کی طرح اس کی جانب دیکھا۔

”تمہیں کیا ہوا اچانک سے۔۔“

جھینپ کر ہنستے ہوئے اس نے اپنے رخساروں پر ہاتھ رکھے تھے۔ ہاں اسے پتا تھا کہ وہ بلش کر رہی ہے۔ حالانکہ اس نے بہت کوشش کی تھی بلش نہ کرنے کی۔

”نماز پڑھنے کے بعد دعا مانگتے ہیں۔۔“

اس کے دیکھنے پر اس نے اسے یاد دلایا اور پھر ہاتھوں کے پیالے میں اپنا چہرہ چھپا کر دعا مانگنے لگی۔ وہ اس کی اس حرکت پر مسکرایا تھا۔

”میرے حصے کی دعا بھی مانگنا تم۔ میں تو عرصہ ہوا دعا مانگنا بھول چکا ہوں۔۔ مجھے نہیں پتا کہ دعا کیسے مانگتے ہیں۔۔“

اس نے اگلے ہی لمحے چہرے سے چھوٹے سے ہاتھ ہٹائے تھے۔ تلاشتی نگاہوں نے معاذ کو اپنے برابر میں دیکھا لیکن وہ اب گلاس ڈور کے ساتھ لیٹا باہر تاریکی میں ڈوبے باغیچے کو دیکھ رہا تھا۔

اس نے ایک بار پھر سے دعا کے لیئے ہاتھ بلند کیئے تھے۔ اب کہ وہ بے حد سکون سے دعا مانگ رہی تھی۔ معاذ نے ایک ہاتھ گردن کے نیچے رکھا اور پھر چہرہ اس طرف کو موڑ کر اسے دعا مانگتے دیکھنے لگا۔ اسے بلاشبہ بہت سے باتیں اس لڑکی سے سیکھنے کی ضرورت تھی۔ دعا سے فارغ ہونے کے بعد اس نے سامنے رکھے فون سے شزا کو کال

کر کے تایا کے گھر آنے کا کہا اور پھر جائے نماز تہہ کرتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ بیڈ پر بکھرا لحاف درست طریقے سے تہہ کر کے رکھا۔ ادھر ادھر بکھرا سامان سمیٹ کر کمرہ اپنی درست حالت پر لانے کے بعد اس نے معاذ کو دیکھا۔ وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"مت سدھرنا تم۔۔ ہر عادت خراب ہے۔۔"

"اب کیا، کیا ہے میں نے۔۔؟"

"کتنی ٹھنڈ ہے لیکن تم مزے سے ٹھنڈی زمین پر لیٹے ہو۔ ایک تو موسم ایسا اوپر سے جانے کب تک بارش میں بھیگتے رہے ہو تم۔۔ بخار چڑھ گیا ناں تو پھر مجھ سے کوئی امید مت رکھنا۔۔"

وہ اس کے سر پر کھڑی صلاواتیں سناتی بالکل بھی نہیں تھک رہی تھی۔ اس نے نفی میں سر ہلا کر گہرا سانس لیا اور خاموشی سے اٹھ کر بیڈ کی جانب چلا آیا۔ چپ چاپ لیٹ گیا۔ لحاف بھی گردن تک تان لیا۔

"اب سو جاؤ۔۔"

"رابیل۔۔"

وہ جو پلٹنے ہی لگی تھی بے ساختہ اس کی پکار پر رک گ ئی۔ پلٹ کر اسے دیکھا۔

"مت جاؤ۔۔۔"

جانے کیسے اس کے لبوں سے یہ دو بول پھسل گ ئے تھے۔ اپنے کمرے سے اسے جاتے ہوئے دیکھنا ایسا لگ رہا تھا گویا وہ اس کی زندگی سے جا رہی ہو۔ اسے اس کے ساتھ امید نظر آئی تھی۔ وہ چند لمحوں کے لی ئے اپنی

ذات کے اندھیروں کو بھول گیا تھا۔ وہ ان اندھیروں کو کبھی یاد نہیں کرنا چاہتا تھا۔ کچھ لمحے یونہی کھڑے رہنے کے بعد وہ واقعی اس کے قریب چلی آئی تھی۔ پھر آہستہ سے اس کے سرہانے بیٹھ گ ئی۔ لیکن اس کے اس طرح بیٹھنے میں بھی ایک خاص فاصلہ تھا۔ معاذ نے بنا کسی جھجھک کے ہاتھ آگے بڑھایا اور اسے ہاتھ سے پکڑ کر اپنے قریب کیا۔

"میں سو رہا ہوں۔۔ تب تک تم میرے پاس رہو۔۔"

بہت مدھم آواز میں کہہ کر اس نے آنکھیں موند لی تھیں۔ رابیل نے گہرا سانس لیا اور پھر خاموشی سے اس کے سرہانے بیٹھی رہی۔ جب تک وہ سو نہیں گیا تب تک وہ اس کے چہرے کو تکتی رہی تھی۔ کتنا پیارا تھا وہ۔۔ لیکن کیا بنا دیا تھا اسے اس دنیا نے۔۔ جب اسے یقین ہو گیا کہ وہ سو چکا ہے تب وہ آہستہ سے اٹھی۔ اس کا لحاف درست کیا اور ایک آخری نگاہ اس پر ڈال کر کمرے کا دروازہ بند کرتی باہر چلی آئی۔ شزا کی گاڑی کا ہارن اسے لاؤنج تک سنائی دے رہا تھا۔ تایا کو خدا حافظ کہنے کے بعد وہ گھر سے نکل گ ئی تو معاذ کی آنکھ بے ساختہ کھلی۔ زخمی ہاتھ کو نگاہوں کے سامنے کیا۔۔

"تم عادت بنتی جا رہی ہو رابیل۔ وہ عادت۔۔ کہ جسے اپنانے کے بعد میں کبھی شرمندگی اور تاریکی کا شکار نہیں ہوا۔ تم روشنی ہو۔۔ وہ روشنی جو سیاہی کو کاٹ دیا کرتی ہے۔۔ تم معاذ کی روشنی بنتی جا رہی ہو۔۔ بلکہ تم معاذ کی ہوتی جا رہی ہو۔۔ تم پہلے سے زیادہ مجھے میری لگنے لگی ہو۔۔"

پٹی بندھے بازو کو آنکھوں پر رکھ کر اس نے عنقا ہوتی بے چینی کو خیر باد کہا اور دھیرے سے جلتی ذات کے کواڑ بند کرنے لگا۔ کہ اس جلن کا مرہم اب اسے مل گیا تھا۔۔

گیارھویں_قسط

وقت کے چلتے دھاروں میں۔۔

بہت سے اوقات بہہ گۓ تھے۔۔

لیکن کیا عجب تھا۔۔

کہ وہ ان اوقات میں۔۔

اب تک زندہ تھا۔۔

جی رہا تھا۔۔ کہ وہ۔۔

ان گزرے لمحات سے نکلنے پر۔۔

قادر نہیں تھا۔۔

وہ قادر ہو ہی نہیں سکتا تھا۔۔

کیونکہ اس نے۔۔

بھلا دیا تھا۔۔ اپنی ماں کا۔۔

وہ آخری یخ سا لمس۔۔

کہ جس میں نصیحت پنہاں تھی۔۔

خود کو آگ سے بچا کر۔۔

جنت کے راستوں پر گامزن کرنے کی۔۔!

۔۔۔۔۔۔۔

وہ گاڑی میں آکر بیٹھی تو بے حد خاموش لگ رہی تھی۔ شزا نے یونہی گردن پھیر کر اسے دیکھ لیا۔ اسے رابیل کا چہرہ معمول سے زیادہ سنجیدہ لگ رہا تھا۔

"سب ٹھیک ہے ناں رابیل۔۔؟ معاذ بھائی ٹھیک ہیں۔۔؟"

اس نے چند پل تو اس کی بات کا جواب ہی نہ دیا پھر گہرا سانس لے کر پیشانی مسلی۔ اس کا انداز پچھلی والی رابیل سے اب کہ یکسر مختلف تھا۔

"وہ ٹھیک نہیں ہے۔۔"

بے حد مدھم آواز میں کہا تو شزا نے ٹھٹک کر اس کی جانب دیکھا۔ وہ آنکھوں میں ڈھیروں فکر لیئے شیشے سے باہر دیکھ رہی تھی۔

"کیا مطلب۔۔۔؟"

"پھپھو آئی تھیں صبح تایا کے گھر۔۔"

اور اب کے شزا بری طرح چونکی تھی۔

"وہ کیوں یہاں آئی تھیں۔۔؟"

"کیوں آئی ہونگی وہ۔۔ اپنے کڑوے لفظوں سے معاذ کو اذیت دینے آئی تھیں۔ تم جانتی ہوناں کہ وہ حبیبہ تائی کو لے کر کتنا حساس ہے۔ پھپھو آئی یں اور اس کے ادھڑے زخم کو ایک بار پھر سے اپنی زبان کے کڑے بول سے ادھیڑ دیا۔ تایا بھی بہت اداس لگ رہے تھے اور معاذ۔۔ اس کی تو حالت ہی مت پوچھو۔۔"

"تو تمہیں انہیں کمفرٹ کرنا چاہیئے تھاناں۔۔"

شزا نے اب تک چہرہ اس کی جانب پھیر رکھا تھا۔

"میں یہی کر رہی تھی۔ بہت باتیں کیں میں نے اس سے۔ اسے کمفرٹ کرنے کی کوشش کی۔ پچھلی کسی بھی بات کو نہیں دہرایا لیکن پھر بھی شزا۔۔ کچھ ہے جو مجھے پریشان کر رہا ہے۔"

"پریشانی کی بات تو ہے۔۔ پھپھو اب یوں اوچھے ہتھکنڈوں پر اتریں گی تو ظاہر ہے پریشان تو ہونا ہی ہے۔ ان کی عادت سے کون واقف نہیں۔"

"مجھے نہیں سمجھ آرہا کہ وہ یہ سب کیوں کر رہی ہیں۔۔؟ مجھ سے تو کبھی بھی انہیں اتنا لگاؤ نہیں تھا کہ میرے یوں الگ ہونے پر وہ اس طرح کی حرکتوں پر اتر آئی یں۔۔ تمہیں کیا لگتا ہے وہ کیوں کر رہی ہیں ایسے۔۔؟"

اس نے آخر میں استفہامیہ نگاہیں اس پر جمائی یں تو کچھ پل گاڑی میں خاموشی چھا گ ئی۔ شزا کے اسٹیرنگ تھامے ہاتھوں میں جانے کیوں پسینہ آگیا تھا۔ کیا اسے ارحم کے پیغامات اور اس کی ذو معنی باتوں کے بارے میں رابیل کو بتادینا چاہی ئے۔۔؟ اوں ہوں۔۔ وہ اور پریشان ہو جائے گی۔

"مجھے تو کوئی وجہ سمجھ نہیں آرہی۔۔ ہو سکتا ہے کہ تایا یا پھر معاذ بھائی اس وجہ سے واقف ہوں یا۔۔ یا پھر ہم بابا سے بھی بات کر سکتے ہیں اس بارے میں۔۔؟ بابا کو بتائی یں اس سب کے بارے میں۔۔ ہو سکتا ہے کوئی راستہ نکل آئے۔۔"

لیکن اس نے فوراً نفی میں سر ہلا کر اس کی بات کو رد کر دیا تھا۔

"بابا کو بتانے کا مطلب ہے زاہد چچا کو بتانا۔ اور ان کو بتانے کا مطلب ہے بات زرتاشہ چچی کے کان تک پہنچنا۔ جو میں بالکل بھی نہیں چاہتی۔ وہ بات سارے خاندان میں پھیلا دینگی۔۔ میں معاذ یا تایا کو مزید کسی بھی پریشانی میں نہیں ڈالنا چاہتی شزا۔۔ ہمیں کچھ اور سوچنا ہو گا۔۔"

شزا نے بھی اس کی نفی پر سمجھ کر سر ہلایا تھا۔ زرتاشہ چچی کو کون نہیں جانتا تھا۔ جب بھی ایسی کوئی بات خاندان میں ہوتی تھی تو سب سے پہلے اس کی خبر چچی کے پاس آتی تھی اور پھر بات سارے خاندان میں پھیل جاتی۔

"معاذ بھائی نے کچھ بتایا تمہیں کہ پھپھو کیوں کر رہی ہیں ایسے۔۔؟"

"نہیں۔۔ اس نے مجھ سے صبح کے واقعے کے بارے میں کوئی بات نہیں کی۔ یہ بھی میں تایا سے بات کر رہی تھی تو مجھے پتا چل گیا۔ اگر ان سے بات نہیں کرتی تو معاذ مجھے کبھی نہ بتاتا۔۔"

"ہم خود چلیں پھپھو کے گھر۔۔؟ ان سے بات کرنے۔۔؟ ہو سکتا ہے کوئی غلط فہمی ہو گئی ہو۔۔ ہم ان کی غلط فہمی دور کر دیں تو ہو سکتا ہے وہ ہم سب کی جان بخش دیں۔۔"

اس نے بات کا ایک اور رخ سامنے رکھا تو رابیل نے اس کی جانب سوچتی نگاہوں سے دیکھا۔

"کچھ نہ کچھ تو کرنا پڑے گا۔ یہ بات ایسے ختم نہیں ہو گی۔۔"

اس کے کہنے پر شزا نے ایک بار پھر سے ہونٹ آپس میں مس کئے تھے۔ اسے کوئی بات بے حد بے چین کر رہی تھی۔ یوں لگ رہا تھا وہ کوئی چوری کر رہی ہو۔ رابیل سے یہ بات چھپا کر اس کا دل عجیب ہونے لگا تھا۔

"چلو ٹھیک ہے۔ صبح سوچتے ہیں اس بارے میں کچھ۔ تم پریشان مت ہو۔ کوئی نہ کوئی حل تو نکل ہی آئے گا۔ لیکن جہاں تک مجھے لگتا ہے پھپھو کو صرف معاذ بھائی سے مسئلہ نہیں ہے رابی۔ انہیں کچھ اور بھی چاہئے۔ یہ صرف تمہاری بات نہیں ہے اتنا تو میں بتا سکتی ہوں تمہیں۔ اب وہ کیا بات ہے جس کے پیچھے وہ یہ سب کر رہی ہیں۔ ہمیں صرف اس کو ڈھونڈنا ہے۔"

اس کے کہنے پر رابیل یکدم چونکی تھی۔ پھر اس کی جانب دیکھا۔ اس کی آنکھوں میں بے یقینی واضح تھی۔

"ہاں واقعی۔۔ میں نے اس بارے میں کیوں نہیں سوچا پہلے۔۔ انہیں نہ تو مجھ سے کوئی لگاؤ ہے اور نہ ہی معاذ سے۔۔ پھر وہ کیا بات ہے جس کے پیچھے وہ ہم سب کو اذیت کا شکار کر رہی ہیں۔؟"

یوں لگتا تھا گویا بہت سی بند گرہوں میں سے ایک گرہ کھل گئی ہو۔ اس کے ہاتھ کوئی سرا آ گیا تھا۔

"یہی تو۔۔ پھپھو اپنا وقت بلاوجہ یہاں وہاں برباد کرنے والی عورت نہیں ہیں رابیل۔ اتنا تو خیر ہم انہیں جانتے ہی ہیں۔ یقیناً تمہاری وجہ سے معاذ بھائی کو تکلیف دینے کے پیچھے ضرور کوئی بڑی وجہ ہے۔ اور اگر ہم اس وجہ تک پہنچ گئے تو ہو سکتا ہے کہ اس سارے تماشے کو ختم کر سکیں۔۔ ہمیں جلد ہی کچھ سوچنا ہو گا اس بارے میں۔۔"

شزا کے حوصلہ افزاء الفاظ نے اس کی ہمت بڑھائی تھی۔ کچھ سوچ کر اب اس کا پریشان دل آہستہ آہستہ شانت ہونے لگا تھا۔ جتنی مدد وہ معاذ کی اور اپنے اس نکاح کو بچانے کی کر سکتی تھی اتنی مدد اسے کرنی چاہیئے تھی۔ وہ یوں ہاتھ پر ہاتھ دھرے نہیں بیٹھ سکتی تھی۔ اور تب تو بالکل بھی نہیں جب بات اس کے نکاح پر تھی۔ شزا نے اس کی خاموشی سمجھ کر گاڑی آگے بڑھائی اور پھر سارے راستے رابیل یہی سوچتی رہی کہ آخر ایسا کیا تھا جو پھپھو کو اس حد گرا رہا تھا۔ اسے جلد از جلد اس وجہ تک پہنچنا تھا۔

دوسری جانب معاذ نے اپنے اوپر سے لحاف ہٹایا اور بستر سے نکلا۔۔ سنگھار آئینے پر رکھی پی کیپ اٹھا کر سر پر پہنی۔ سائیڈ ٹیبل سے موبائل اور چابیاں اٹھاتا کمرے سے باہر نکل آیا۔ اگلے ہی لمحے اب وہ گاڑی کو سنسان راستوں پر دوڑاتا آگے ہی آگے بڑھ رہا تھا۔ رابیل کو تو اس نے یقین دلا دیا تھا کہ وہ ٹھیک ہو گیا ہے لیکن یہ یقین وہ خود کو کیسے دلا سکتا تھا۔۔ کیا وہ اتنی جلدی ٹھیک ہو جانے والوں میں سے تھا۔۔؟ اگر ایسا ہو سکتا تو کیا اس کی پچھلی زندگی اتنے زخموں سے عبارت ہوتی۔۔! لیکن رابیل کو مزید پریشان کیئے بغیر وہ خاموشی سے اس کی پیروی کرتا رہا۔ ہنستا رہا۔۔ اسے یقین دلاتا رہا کہ وہ ٹھیک ہے۔۔ یہ سب اس کا ماضی تھا۔ یہ سب اس کی تکلیفیں تھیں۔ اس

میں رابیل کا کوئی حصہ نہیں تھا اور ناں ہی وہ تکلیفوں میں اسے اپنا حصہ دار بنانا چاہتا تھا۔ اسے تو صرف یہی بات پریشان کرنے کے لیے کافی تھی کہ وہ لڑکی اب اس کے تاریک خوابوں کا حصہ بننے لگی تھی۔ ان خوابوں کا۔۔ کہ جن سے بچنے کے لیے اس نے کئی راتیں جاگ کر گزاری تھیں۔

سپاٹ چہرہ لیے وہ تیزی سے ڈرائیو کرتا جانے پہنچانے راستوں پر موڑ کاٹ رہا تھا۔ اسے ان راستوں کی عادت تھی۔ ان راستوں نے اسے اس کہف کی اذیتوں میں دھکیلا تھا بھلا وہ ان کو کیسے بھول سکتا تھا۔ کچھ گھنٹے کے سفر کے بعد وہ اسی حویلی میں ایک بار پھر سے داخل ہو رہا تھا کہ جس میں داخل نہ ہونے کا تہیہ اس نے برسوں پہلے سے کر رکھا تھا۔ سردی کے باعث جیبوں میں ہاتھ اڑسے، گردن جھکا کر چلتے بہت سے گارڈز کے سلام کا سر کے خم سے جواب دیتا وہ اپنی ہی سوچوں میں غرق نظر آرہا تھا۔ اگلے ہی لمحے اب وہ سلطان کے سامنے بیٹھا تھا۔ وہ اپنے بیڈ پر دراز تھا۔ کمزور اور خالی خالی سا۔۔ لیکن اس کی آنکھیں۔۔ اس کی آنکھیں اس سیاہی میں بھی چمک رہی تھیں۔ یہ چمک اس کی ذات کا خاصہ تھی۔۔ معاذ کو اس چمک سے ہمیشہ خوف آتا تھا۔ اب بھی آیا تھا۔

"کیسے آنا ہوا۔۔ وہ بھی رات کے اس پہر۔۔! سب خیریت تو ہے ناں۔۔؟"

وہ اپنے ازلی نرم انداز میں گویا ہوا تھا۔ لیکن یہ نرم انداز کب سمندری چٹانوں کی سی سختی میں بدل جاتا۔۔ کوئی ادراک کیسے کر سکتا تھا۔!

"تم نے کہا تھا کہ انسان کے گناہوں، اس کی سیاہ کاریوں اور اس کے اعمال کے ساتھ ہی اس کا اندر مردہ ہونے لگتا ہے۔"

اس نے جھکا سر اٹھایا۔ نیم روشن سے کمرے میں اس کا چہرہ واضح ہوا۔ سر پر پی کیپ ہونے کے باعث اسکی آنکھیں واضح نہیں تھیں اور ناں وہ ان آنکھوں کو اب کسی پر واضح کرنا چاہتا تھا۔ لیکن سلطان۔۔ وہ جانتا تھا۔۔ اسے بغیر دیکھے پتا تھا کہ معاذ کی آنکھیں اس سمے کیسا منظر پیش کر رہی ہونگی۔

"یہی سچ ہے۔۔"

اس نے مسکرا کر سر ہلایا تھا۔

"مجھے اس بات سے اختلاف نہیں ہے سلطان۔ مجھے یقین ہے کہ ایسا ہی ہوتا ہوگا۔۔"

"مجھے پتا ہے کہ تمہیں یقین ہے لڑکے اور تم اس بات کے لیۓ یہاں آۓ بھی نہیں ہو۔ تمہیں یہاں کوئی اور بات کھینچ کر لائی ہے۔۔"

وہ واقعی سلطان تھا۔ اسے واقعی انسانوں کو اخبار کی طرح پڑھنا آتا تھا۔ اس نے اگلے ہی لمحے اسے نگاہیں اٹھا کر دیکھا تھا۔

"میں ٹھیک ہو گیا تھا۔۔"

اس نے بات کا آغاز کیا تو آواز بہت خاموش تھی۔ اتنی خاموش اور تاریک کہ سلطان کو اپنی ساری حسیات اس کی جانب مبذول کرنی پڑیں۔ اسے سمجھنے کے لیۓ ویسے بھی پوری توجہ کی ضرورت پڑتی تھی۔

"مجھے پچھلے مہینے لگا کہ میں بالکل ٹھیک ہو گیا ہوں۔ میرا نکاح ہو گیا ہے۔۔ ایک اور زندگی میرے ساتھ جڑ گئی ہے تو اب میں نارمل زندگی کی جانب واپس آ رہا ہوں۔۔"

وہ جو اپنے بستر پر دراز تھا بے یقینی سے سیدھا ہو بیٹھا۔ پتھرائی نگاہیں اس کے سیاہ وجود پر ہی جمی تھیں۔ اس کے لیے یہ انکشاف بالکل غیر متوقع اور نیا تھا۔ اسے معاذ سے یہ امید کبھی بھی نہیں تھی۔

"نکاح۔۔ کیا شادی کرلی ہے تم نے۔۔؟"

اس کے استفسار پر اس نے آہستہ سے سر اثبات میں ہلایا تھا۔

"صرف نکاح کیا ہے۔ میں ہمیشہ ہی نکاح کرنے یا پھر کسی کو بھی اپنی زندگی کا حصہ بنانے سے خوفزدہ تھا لیکن سلطان۔۔ وہ میری زندگی میں یوں شامل ہوئی کہ مجھے پتا ہی نہ چل سکا۔ اس کی معصومیت اور اس کی پاکیزگی نے مجھے میرے اندھیرے بھلادیئے تھے۔ مجھے لگا میں ٹھیک ہو رہا ہوں۔ میں ریکور کر رہا ہوں۔ مجھے لگا کہ اب میں وہ خواب کبھی نہیں دیکھونگا۔۔ مجھے لگا تھا کہ اب سب ٹھیک ہو جائے گا لیکن جانتے ہو پھر کیا ہوا۔۔؟"

سلطان جو سانس روکے اس کی باتیں سن رہا تھا اس کے سوال پر بھی کوئی ردعمل نہ دے سکا۔ اس کی باتیں بہت غیر یقین تھیں۔ اسے اس پر اعتبار کرنے میں وقت لگ رہا تھا۔

"پھر ایک عورت اور اس کے بیٹے نے آکر مجھ سے میری معصوم روشن سی صبح چھین لی۔ ایک عورت اور اس کے بیٹے نے مجھے ایک بار پھر سے تاریکیوں میں دھکیل دیا۔۔ ایک عورت اور اس کے بیٹے نے میری سوئی تکلیفوں کو پھر سے جگادیا سلطان۔۔ اور اب۔۔ اب مجھے لگتا ہے کہ میں خود کو نہیں روک پاؤنگا۔۔ مجھے لگتا ہے کہ میں سب تباہ کردونگا۔ اور یہ سب کرنے کے بعد میں اس لڑکی کا حقدار نہیں رہونگا کیونکہ وہ۔۔ وہ مجھ جیسے گناہ گار انسان کے ساتھ نہیں رہ سکے گی۔۔"

اس نے گیلی سانس اندر کھینچی تھی۔ناک اور کان ضبط سے گلابی پڑنے لگے۔سانسیں طیش سے ابلنے لگی تھیں۔پتا ہی نہ چلتا تھا کہ کب وہ انسان سے حیوان بن جائے۔۔

"کس نے کی ہے ایسی حرکت۔۔؟"

سطان کو بھی یکدم طیش چڑھا تھا۔گرج کر پوچھا۔اتنے سالوں بعد تو ان کا پیارا زندگی کی جانب لوٹ رہا تھا اور اسے بھی کسی نامراد نے آکر اس سے چھین لیا تھا۔وہ ان میں سے ایک ایک کی گردنیں کاٹ کر پھینک دینا چاہتا تھا۔

"اگر تمہیں بتانا ہوتا تو کیا تمہارے پاس آتا میں۔۔"!

اس نے مسکرا کر سر جھٹکا تھا۔اس کی آنکھیں نا سمجھی سے سکڑیں۔۔

"میں صرف یہ جاننا چاہتا ہوں کہ کیا واقعی تاریک راستوں پر چلنے کے بعد پلٹنا ممکن ہوتا ہے۔۔؟"

اور اس کے ایسے سوال پر سلطان کی پیشانی کا ہر بل ڈھیلا پڑ گیا تھا۔وہ اس سے مدد مانگنے نہیں آیا تھا۔وہ اسے آگاہ کرنے آیا تھا کہ وہ خود کو بھلا کر انتہائی غیر انسانی سا قدم اٹھانے لگا ہے۔۔

"تم کیا کرنے لگے ہو۔۔؟"

اس نے لاپرواہی سے کندھے جھٹکے تھے۔پھر گھٹنوں پر کہنیاں رکھتا جھکا۔

"تمہیں لگتا ہے کہ میں تمہیں بتادونگا کہ میں کیا کرنے لگا ہوں۔۔"

"معاذ کوئی ایسا قدم نہ اٹھانا کہ جس کے بعد پلٹنے کا کوئی راستہ نہ ہو۔"

وہ پریشان ہو گیا تھا۔ جب وہ پہلی دفعہ اس حویلی میں آیا تھا تب ہی سلطان جانتا تھا کہ وہ کیسا بچہ تھا۔ اس کی سوچ اور اس کے محسوسات کیا تھے۔ اسے اندازہ تھا کہ ذرا سی محنت کے بعد یہ چھوٹی سی چھری، تیز دھار تلوار میں تبدیل ہو جائے گی۔ اور حقیقت میں ہوا بھی ایسا ہی تھا۔ وہ اب تیز دھار تلوار بن گیا تھا۔ منجھا ہوا اور ظالم۔۔

"اتنے سال میں نے خود پر بند باندھے رکھا کیونکہ انہوں نے کبھی مجھے براہ راست تکلیف دینے کی جرأت نہیں کی تھی۔ انہوں نے میری ماں کو اذیت دے کر مارا تھا۔۔ اور اب وہ اس لڑکی کو تکلیف دینا چاہتے ہیں جو مجھے بے حد عزیز ہے۔ کیا انہیں لگتا ہے کہ میں ہر بار ان کو بخش دونگا۔۔ کیا یہ ان کی بہت بڑی غلط فہمی نہیں ہے سلطان۔۔؟" آخر میں محظوظ ہو کر پوچھا تھا۔

"معاذ۔۔"

"مجھے ان کی غلط فہمی دور کر دینی چاہیئے ناں سلطان۔۔"!

وہ سوال نہیں تھا۔۔ وہ جواب بھی نہیں تھا۔۔ بلکہ وہ تو اس کا ارادہ تھا۔۔ خوفناک اور سرد سا ارادہ۔۔

"یاد رکھنا کہ پھر وہ لڑکی تمہارے حصے میں نہیں آئے گی۔ وہ روشن صبح ہو گی اور تم سیاہ رات۔۔ کیا تمہیں لگتا ہے کہ پھر تم اس کے ساتھ زندہ رہ سکو گے۔۔؟"

اور اب کہ سلطان نے مزید حیران ہونے کے بجائے اپنے وجود پر سرد سا خول چڑھا کر اسے دیکھا تھا۔ اب وہ پروفیشنل سلطان لگ رہا تھا۔ وہ سلطان کے جس کے معاملات میں فیلنگز اور احساسات کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔

"جانتا ہوں کہ پھر میں اس کا حقدار نہیں رہونگا۔۔"

"جب جانتے ہو تو پھر کیوں کرنا چاہتے ہو یہ سب۔۔؟ کیا انہیں پیچھے دھکیل کر اپنی زندگی دوبارہ سے شروع کرنا اتنا ناممکن ہے۔۔؟"

وہ اس کے سوال پر خاموش رہا تھا۔ کیونکہ اس سوال کا جواب اس کے پاس تھا ہی نہیں۔

"ممکن بھی ہے تو کیا فرق پڑتا ہے۔۔"

"فرق پڑتا ہے معاذ۔ اگر ایسا کرنا ممکن ہے تو انہیں پیچھے دھکیل کر اپنی زندگی شروع کر دو۔ تمہاری ذات کے اندھیروں کو پناہ مل جائے گی۔ تم گلٹ سے آزاد ہو جاؤ گے اور اگر آزاد نہ بھی ہو سکو تو یہ جوبھ ہلکا ہو جائے گا۔ تمہارے وہ تاریک خواب تمہیں تکلیف دینا بند کر دیں گے۔ اگر ایسا ہو جائے تو یہ گھاٹے کا سودا نہیں ہو گا۔ ایک بار پھر سوچ لو۔۔ خود کو یوں گہری جہنم میں مت دھکیلو۔"

اس نے بہت سبھاؤ سے اسے سمجھانے کی کوشش کی تھی۔ وہ خاموشی سے اسے دیکھتا رہا۔ جو وہ کہہ رہا تھا وہ اتنا ناممکن بھی نہیں تھا۔ لیکن کیا انہیں ایسے بے مہار چھوڑ دینا درست فیصلہ ہو گا۔۔؟ کیا بھروسہ تھا کہ وہ دوبارہ پلٹ کر اس پر وار نہیں کریں گے۔۔

"اور اگر اس کے بعد وہ پلٹ کر حملہ کریں تو۔۔"

سلطان کی آواز یکدم برف ہوئی تھی۔

"تو ایک ایک کی گردنیں کاٹ کر پھینک دینا۔ بلکہ عبرت کا نشان بنا کر چوک پر لٹکا دینا۔ سلطان تمہارا ہر طرح سے ساتھ دے گا۔"

"ہر دفعہ ہم ہی کیوں پیچھے ہٹیں سلطان۔۔ ہر دفعہ ہم ہی کیوں در گزر کریں۔۔؟"

اس کی سرمئی آنکھیں بے حد اداس تھیں۔ وہ اس سمے تیرہ سالہ معاذ لگ رہا تھا کہ جو اپنی ماں سے اکثر پوچھا کرتا تھا کہ ہر دفعہ ہم ہی کیوں معاف کریں۔۔ ہر دفعہ ہم ہی کیوں قربانی دیں۔۔!

"کیونکہ یہی ایک راستہ ہے خود کو بچانے کا معاذ۔ ایک دفعہ بھی اپنے نفس کی، کی گئی پیروی تمہیں اگلے جہان تک رسوا کرنے کا باعث بن سکتی ہے۔ جو بھی کرو سوچ سمجھ کر کرنا۔ یہ فیصلہ سراسر تمہارا ہوگا اور اس کے نتائج بھی تمہی کو بھگتنے ہونگے۔ یہ فیصلہ تم نے کرنا ہے کہ تم سیاہی کو چننا چاہتے ہو یا روشنی کو۔۔"!

"کیا پھر میں نارمل ہو جاؤنگا۔۔؟"

ایک یہی یقین دہانی درکار تھی اسے۔۔

"اللہ نے چاہا تو ضرور ایسا ہی ہوگا۔ نا امیدی کفر ہے۔ امید کا راستہ اللہ تک جاتا ہے۔ اس راستے کو تھامو اور خود کو بچاؤ۔ کیونکہ انتقام سیدھی لکیر کی مانند نہیں ہوتا بچے۔ یہ تو گھنا جنگل ہوتا ہے کہ جس میں داخلے کے بعد انسان کے کھو جانے کا خدشہ ہمیشہ برقرار رہتا ہے۔"

واپسی کے سارے راستے وہ بے حد خاموش تھا۔ کھلی کھڑکی پر اپنا بازو رکھے ایک ہاتھ سے اسٹیرنگ تھامے وہ ڈرائیو کرتا بہت سی سوچوں کا مرکز لگ رہا تھا۔ کیا کرنا چاہیئے تھا اور کیا نہیں۔۔ اسے کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔ دل و دماغ پر گزرے اوقات کی اس قدر گرد جمع تھی کہ کچھ دکھائی ہی نہ دیتا تھا۔ سلطان کے پاس بھی وہ اسی لیئے گیا تھا کیونکہ وہ خود سے خوفزدہ تھا۔ وہ خود سے ڈر گیا تھا۔ اگر وہ اکیلا رہتا اور ان باتوں کو مزید سچتا تو شاید یہ دن ارحم

اور اس کی ماں کی زندگی کا آخری دن ثابت ہوتا۔ لیکن وہ اس ایک لکیر کو پار کر کے خود کو حیوان ثابت نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس نے سلطان سے بات کرنے کے بعد خود کو ایک بار پھر سے سمجھانا شروع کیا تھا۔ وہ ایک بار پھر سے خود کو راضی کرنے لگا تھا۔ خود کو اپنی ذات میں پھیلے اندھیروں سے نگاہیں ملانے کی ہمت دلا رہا تھا۔ یہ اسے ہی کرنا تھا۔ کوئی اس کی جگہ آکر اسے اس سب سے آزادی نہیں دلوا سکتا تھا۔

کھلے شیشے سے اندر گرتی سرد ہوا اب کہ اس کے بالوں کو ہولے سے اڑا رہی تھی۔ لیکن وہ کسی اور ہی خیال میں گم ڈرائیو کر رہا تھا۔

صبح وہ فریش ہو کر کمرے سے نکلا اور کسی بھی جانب دیکھے بغیر تیزی سے آگے بڑھنے لگا۔ رات کی سیاہی اس کے چہرے سے چھٹ گئی تھی اور اب وہاں صرف خاموشی تھی۔ ٹھنڈی سی خاموشی۔ ابھی لاؤنج ہی میں قدم رکھا تھا کہ وقار کی آواز پر ٹھہر گیا۔

"ناشتہ کر لو آکر معاذ۔۔"

وہ پوری تیاری کے ساتھ کچن میں کھڑے ناشتہ بنا کر اب گول سے ٹیبل پر لگا رہے تھے۔ صبح کی بکھری تازہ روشنی میں الائچی والی چائے کی مہک نے سارے لاؤنج کو خوشگوار کر دیا تھا۔ اس نے گہرا سانس لیا اور کسی بھی پس و پیش کے بغیر کچن میں چلا آیا۔ آتے ہی خاموشی سے کرسی کھینچ بیٹھا۔ وقار اپنے مگن انداز میں چہرے پر نرم

مسکراہٹ لیے اب اس کے سامنے سنہرا سا آملیٹ رکھ رہے تھے۔ اس نے نظریں اٹھا کر انہیں دیکھا۔ ان کی بوڑھی آنکھوں میں بہت پیاری چمک تھی۔ وہ اس چمک کا مطلب نہ سمجھ سکا۔

"شروع کرو۔۔"

اس نے ایک بار پھر سے گہرا سانس لے کر ہاتھ ناشتے کی جانب بڑھایا اور چائے کپ میں انڈیلنے لگا۔ وہ بھی اپنا ناشتہ لیے اب کرسی کھینچ کر اس کے برابر میں بیٹھ رہے تھے۔ اس نے نوالہ چباتے ہوئے ایک نگاہ بغور انہیں دیکھا تھا۔

"رات خواب میں تمہاری ماں کو دیکھا تھا میں نے۔۔"

اس کا منہ تک جاتا ہاتھ ہوا ہی میں معلق رہ گیا تھا۔ وقار اپنی جگہ بیٹھے اسے ہی دیکھ رہے تھے۔ اس کی سرمئی آنکھوں کا ساکت ارتکاز دیکھ کر ہولے سے مسکرائے۔۔

"ہاں۔۔ میں نے اسے رات خواب میں دیکھا تھا۔ شاید اسی لیے کہ میں رات اسے یاد کر کے سویا تھا۔ مجھے نہیں پتا تھا کہ وہ یوں میری جلتی روح کو آرام دینے خواب میں آجائے گی۔ جانتے ہو۔۔"

انہوں نے محبت سے اس کی جانب دیکھا تھا۔ آنکھوں میں باریک سی نمی لیے۔ اس کے منہ میں موجود نوالہ اب حلق سے نگلنا بہت مشکل ہو گیا تھا۔ یوں لگتا تھا گویا بہت سے کانٹے حلق میں اگ آئے ہوں۔۔

"وہ اور میں نہر کے کنارے پر کھڑے تھے لیکن وہ مجھ سے کچھ فاصلے پر تھی۔ میں نے اس کی جانب بڑھنے کی کوشش کی تو اس نے مجھے منع کر دیا۔۔ میں وہیں رک گیا۔۔ پھر وہ اپنی ایڑیاں اونچی کر کے بولی۔۔"

جانے کیوں ان کی آواز کانپی تھی۔ اس نے ہاتھ میں لیا نوالہ آہستہ سے پلیٹ میں رکھا تھا۔ کچھ تکلیفیں انسان کا ساتھ کبھی نہیں چھوڑتیں۔

"وہ کہہ رہی تھی کہ معاذ کو کہے اپنا خیال رکھے۔ وہ اسے کبھی بھی جج نہیں کرے گی۔ وہ اس کا بیٹا تھا، اس کا بیٹا ہے اور اس کا بیٹا رہے گا۔ دنیا کی کوئی طاقت اس حقیقت کو نہیں جھٹلا سکتی۔۔ وہ میرے خواب میں بھی صرف تمہاری ہی بات کر رہی تھی معاذ۔۔ اور تم کہتے ہو کہ تم اب ماں کے بیٹے نہیں رہے۔۔"

اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ پٹی بندھے ہاتھ کو ماتھے پر رکھا۔۔ پھر گہرا سانس لیا۔۔ یہ باتیں اس کے لیے بہت زیادہ تھیں۔

"پھر وہ اس سفید روشنی میں تحلیل ہو گئی۔ میں اسے ڈھونڈتا رہا لیکن وہ مجھے نہیں ملی۔ میں اس سے بات کرنا چاہتا تھا لیکن شاید وہ صرف تمہاری ہی بات کرنے آئی تھی۔ نیند سے اٹھ کر مجھے سمجھ ہی نہیں آیا کہ یہ اچھا خواب تھا یا اداس۔۔ اس نے میری آنکھوں کو آنسوؤں سے بھر دیا تھا لیکن دل سرشار تھا۔۔ کیا یہ اداس خواب تھا معاذ۔۔؟"

ان کے پوچھنے پر اس نے ان کی جانب دیکھا۔ کچھ اس کے اندر بہت آہستگی سے ڈوبنے لگا تھا۔

"ہاں بابا۔۔ یہ اداس خواب تھا۔۔"

اس نے ہولے سے کہا تھا۔ انہوں نے اندر گرتے آنسوؤں سے بوجھل ہوتی سانس خارج کی تھی۔

"اداسیاں اتنی خوبصورت کیسے ہو سکتی ہیں بھلا۔۔؟"

"آپ کو تکلیف ہوئی ہے ناں۔۔؟"

اس نے اب کہ براہ راست ان سے پوچھا تو وقار نے جلتی آنکھیں ہاتھ کی پشت سے رگڑیں۔ ایک کڑا وقت تو بہر حال انہوں نے بھی گزارا تھا۔۔

"ہاں۔۔"

حلق میں جما ہوتے آنسوؤں کے ساتھ انہوں نے بس اتنا ہی کہا تھا۔ معاذ جانتا تھا کہ وہ اس کے ہر رویے سے ہرٹ ہوتے تھے لیکن وہ بھی کیا کرتا۔ گردونواح کی تلخی نے اس کے اندر بسیرا کر رکھا تھا۔ اپنے لفظوں کا بے دردی سے استعمال کرتے اسے بالکل اندازہ نہیں ہوتا تھا کہ وہ کیا کر رہا ہے۔

"میں معافی چاہتا ہوں اپنے ہر عمل کے لیے بابا۔ جو کچھ ہوا اس میں آپ قصوروار نہیں تھے۔۔"

اس نے کہہ کر اپنی چائے اٹھائی تھی۔ پھر گرم ابلتا بھورا مایہ حلق سے اتارنے لگا۔

"ہم دونوں اپنی جگہ ٹھیک تھے معاذ۔ جو تم نے کیا اور جو میں کرتا رہا۔ مجھے لگتا ہے جو ہوا وہ ایسے ہی ہونا تھا۔ تمہیں اس تاریک دنیا کا سامنہ کرنا تھا اور مجھے اس ذلت کا۔ شاید ہم خود کو اس بڑے دن میں جسٹفائی کر سکیں۔۔ شاید ہم بھی اپنے اعمال کی وضاحت دے سکیں۔ اور مجھے یقین ہے۔۔ کہ تمہاری ماں اس دن ہم سے رخ نہیں پھیرے گی کیونکہ وہ جانتی ہے کہ ہم دونوں ایسے نہیں تھے۔ ہم ایسے بنادیئے گئے تھے۔۔"

اس نے سر اثبات میں ہلا کر ان کی بات سے اتفاق کیا تھا۔ پھر ہلکا سا مسکرایا۔۔

"ہمیں ایک دوسرے کو معاف کرنے کی ضرورت ہے بابا۔۔"

"نہیں معاذ۔۔ ایک دوسرے سے پہلے ہمیں خود کو معاف کرنے کی ضرورت ہے۔"

ان کی بات پر اس نے سر جھٹکا تھا۔ پھر چہرہ اٹھا کر انہیں دیکھا۔

"جانتے ہیں بابا۔۔ انسان ساری دنیا کو معاف کر سکتا ہے لیکن جب بات خود پر آتی ہے تو معافی بہت مشکل ہو جاتی ہے۔"

"ایسا ہی ہے۔ خود کو قبول کرنا کسی اور کو قبول کرنے سے کہیں زیادہ کٹھن ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ ہم کہاں کمزور ہیں۔۔ ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ ہم کتنے سیاہ ہیں۔۔ اسی لیے تو ہم خود کو قبول نہیں کر پاتے۔ خود کو معاف نہیں کر پاتے۔۔"

"کاش کہ ماں کبھی میرے بھی خواب میں آجائیں تو میں بھی تھوڑا سا پر سکون ہو سکوں۔۔"

"تمہیں پر سکون ہونے کے لیے خود کی معافی درکار ہے معاذ۔۔ خود کو معاف کر دو۔۔"

ان کے نرمی سے کہنے پر اس نے سر ہلایا تھا۔

"میں کوشش کرونگا بابا۔۔ آپ دعا کریں کہ میں خود کو۔۔ اپنے سیاہ اور سفید کے ساتھ قبول کر سکوں۔ شاید پھر میں ایک نارمل زندگی گزار سکتا ہوں۔ لیکن میں یہ بھی جانتا ہوں کہ یہ سب۔۔ یہ سب اتنا آسان نہیں ہے۔ ان سب باتوں کے لیے شاید مجھے ساری عمر لگ جائے۔۔"

ٹھنڈی سی تازہ روشنی ہر جانب سے چھن کر گھر میں گر رہی تھی۔ آملیٹ اور چائے کی اشتہا انگیز مہک میں کسی کے خاموش آنسو بھی شامل ہو گئے تھے۔۔

"ساری عمر لگے یا پھر ایک لمحہ۔۔ تمہیں بس وہ ایک لمحہ تلاش کرنا ہے جس میں تم خود کو معاف کر سکو۔ تمہارا وہ ایک لمحہ تمہاری ہر سیاہ کاری پر بھاری ہو گا بالکل ویسے ہی جیسے عمر بھر کے گناہوں پر سچی توبہ کا ایک آنسو بھاری ہوتا ہے۔۔"

"میں کوشش کرونگا بابا۔۔"

اس نے بہت آہستہ سے کہے تھے یہ لفظ۔۔ اپنے آپ سے نگاہ ملانا اتنا بھی آسان نہیں تھا۔

"کوشش میں اللہ نے برکت رکھی ہے۔۔"

"بس جو میں نے ماں کے ساتھ کیا وہ میرا پیچھا نہیں چھوڑتا۔ انہوں نے مجھے اپنی جان سینچ کر بڑا کیا تھا۔ اپنی زندگی کا ایک بڑا حصہ مجھ پر صرف کیا تھا لیکن بابا میری جوابی کارروائی نے سب ختم کر دیا۔ میں نے اپنا سب کچھ ان کے ساتھ ہی کھو دیا تھا۔ اس رات جب میں ہاسپٹل سے نکلا تھا تو پہلے والا معاذ نہیں تھا۔ مجھ پر سیاہی بسیرا کر چکی تھی کیونکہ میں مایوس ہو گیا تھا۔"

آج بہت دنوں بعد اس نے وقار کے ساتھ بیٹھ کر یوں بات کی تھی۔ وہ خاموشی سے اسے سن رہے تھے۔ شاید یہی ان کے بیٹے کا بوجھ کچھ کم کر سکتا۔۔

"مایوسی کفر ہے بلاشبہ۔۔"

انہوں نے کہا تو اس نے سر ہلایا۔۔

"اور میں کافر نہیں بننا چاہتا تھا۔ میں مسلمان رہنا چاہتا تھا۔ لیکن بابا۔۔ میں کافر بننے لگا تھا۔۔"

اور یہ کہتے ہوئے اس کی آواز بہت مدھم تھی۔ وقار بھی چند لمحے کچھ نہ بولے۔

”لیکن میں یوں پیچھے نہیں ہٹ سکتا۔ میں یوں مایوسیوں میں نہیں گھر سکتا۔ میں حبیبہ کا بیٹا رہنا چاہتا ہوں۔ میں ضرور ان اندھیروں سے نکلنے کی کوشش کرونگا بابا۔۔“

انہوں نے مسکرا کر اس کے زخمی ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا تھا۔ پھر اس کا ہاتھ آہستہ سے تھپکا۔

”اللہ تمہارا مددگار ہوگا معاذ۔۔ میں تمہارے لیئے بہت دعا کرونگا۔۔“

اس نے چائے کا آخری گھونٹ لیا اور پھر اٹھ کھڑا ہوا۔ پھر یونہی لبوں پر ہلکی سی مسکراہٹ بکھر گئی۔۔

”ویسے مجھے پتا نہیں تھا کہ آپ مجھ پر چلانے کے علاوہ ناشتہ بھی اچھا بنا لیتے ہیں۔۔“

وقار نے اس پر نگاہیں اٹھائی تھیں۔

”شرم کر خر۔۔“!

اور وہ بے ساختہ ہی ہنس دیا تھا۔ اسے کسی کا ”جنگلی خر“ کہنا یاد آگیا تھا۔۔

”ویسے یہ رابیل کو خر کا مطلب آپ نے بتایا تھا۔۔؟“

اس نے چابیاں ہاتھ میں لے کر باہر نکلتے ہوئے پوچھا تو انہوں نے چائے کا کپ لبوں سے لگائے ہی اثبات میں سر ہلایا۔ وہ کچھ یاد آنے پر ایک بار پھر سے ان کے سامنے چلا آیا تھا۔

”جانتے ہیں وہ مجھے کیا کہتی ہے۔؟“

”جانتا ہوں۔۔“

اور وہ جو محظوظ ہو کر انہیں تنگ کرنے لگا تھا یکدم رک گیا۔ ابرو حیرت سے سکڑے۔۔

”جنگلی خر بولتی ہے ناں وہ تمہیں۔ اس نے بتایا تھا مجھے۔ اور یقین کرو مجھے یہ نام تمہارے لیے پسند بھی بہت آیا تھا۔ جنگلی خر۔۔ واؤ۔۔“

وہ کہہ کر ہنسے تو اس نے خاموشی سے انہیں دیکھا۔

”آپ دونوں کے اس الائنس میں پتا نہیں مجھے گھر میں رہنا نصیب ہو گا بھی یا نہیں۔۔“

سر ہلا کر کہتا وہ باہر نکلا تو وقار کے قہقہے نے آخر تک اس کا پیچھا کیا۔

”اگر کچھ الٹا سیدھا کرو گے تو ہم تمہیں گھر سے اٹھا کر باہر بھی پھینک دیں گے۔۔“

ان کی ہانک پر اس نے سر ہلایا تھا۔ پھر گاڑی کا دروازہ کھولتا اندر بیٹھا۔ ہر جانب پھیلی ٹھنڈی سے صبح بہت دنوں بعد آج بے حد شفاف لگ رہی تھی۔

دوسری جانب وہ ناشتے کی ٹیبل پر سب گھر والوں کے ساتھ بیٹھی ناشتہ کر رہی تھی۔ ردا اور شزا اپنے کالج ڈریس میں ملبوس، اونچی پونیاں بنائیں بابا کے ساتھ کسی بات پر ہنس رہی تھیں۔ رامین انہیں کھانے کے سامنے بیٹھ کر یوں ہنسنے پر ڈانٹ رہی تھیں اور رابیل۔۔ اس نے ہاتھ میں بھاپ اڑاتا چائے کا کپ تھام رکھا تھا۔ دور کسی غیر مرئی نکتے پر نگاہیں جمائے وہ اس ماحول سے لاتعلق سی بیٹھی تھی۔ عابد کی نظر اس پر پڑی تو غور سے اس کا چہرہ دیکھا۔

”رابیل۔۔ کہاں گم ہو۔۔؟“

ان کے پوچھنے پر وہ اپنے خیالات سے چونکی تھی۔ پھر سنبھل کر مسکرائی۔ شزا بھی یکدم ہی سنجیدہ ہو گئی تھی۔

"بابا۔۔ پھپھو سے دوبارہ بات ہوئی آپ کی۔۔؟"

رابی نے سر اٹھا کر شزا کو دیکھا لیکن وہ اس کی جانب متوجہ نہیں تھی۔ وہ بابا کی جانب دیکھتی پوچھ رہی تھی۔ اس نے بھی نظروں کا رخ ان کی جانب پھیرا تھا۔

"نہیں۔۔ میری تو دوبارہ کوئی بات نہیں ہوئی صائمہ سے۔۔ کیوں۔۔؟"

"اگر انہوں نے بات نہیں کی تو آپ کر لیں ان سے بات۔ کب تک وہ یوں اس طرح روٹھی رہیں گی ہم سے۔۔؟"

رامین نے ان کے کپ میں گرم چائے انڈیلتے کہا تھا۔ عابد نے گہرا سانس لیا۔

"وہ مجھ سے بات نہیں کرنا چاہتی۔ میں نے ایک دو بار کوشش کی تھی بات کرنے کی لیکن وہ راضی نہیں ہے بات کرنے پر۔ شاید اس کا دل اب تک نہیں بھرا اپنے عمل کے نتیجے سے۔"

آخر میں نا چاہتے ہوئے بھی ان کے لہجے میں ہلکی سی تلخی گھل گئی تھی۔ رامین نے ان کی جانب فکر مندی سے دیکھا۔

"مجھے تو آپی کی سمجھ ہی نہیں آتی۔ پہلے انہوں نے اس رشتے کو توڑنے کی باتیں کیں اور اب وہ اس رشتے کے ختم ہو جانے پر ہم ہی سے ناراض ہیں۔ کچھ سمجھ آ رہی ہے آپ کو ان کے رویے کی۔۔؟"

"بالکل سمجھ آ رہی ہے مجھے اس کے رویے کی۔ ہمیشہ اپنی انا کے جھنڈے کو سر بلند نہیں رکھا جاتا رامین۔ بہت دفعہ خود کو جھکانا پڑتا اور رشتوں میں تو کبھی انا کو نہیں لاتے۔ یہ تو رشتوں کو دیمک کی طرح چاٹ جاتی ہے۔ لیکن میری

بہن کو عادت ہے خود کو سر بلند رکھنے کی۔ وہ ہمیشہ سے یہی کرتی آرہی ہے اور آگے بھی وہ یہی کرے گی۔ میں تو شکر ادا کرتا ہوں اب کہ میری بیٹی بچ گئی اس سے۔۔"

ان کے کہنے پر رابیل سمیت سب ہی چونکے تھے۔ انہیں بابا سے اس آخری بات کی توقع نہیں تھی۔

"رابیل جیسی لڑکی تو کبھی صائمہ کے ساتھ نہیں چل سکتی تھی۔ میں حیران ہوں کہ اس بات کا اندازہ مجھے اتنا بعد میں کیوں ہوا۔۔ لیکن پھر بھی اللہ نے ہمیں بچالیا۔۔"

اس کے دل پر جما بوجھ اگلے ہی لمحے ہلکا ہو گیا تھا۔ چلو کوئی تو تھا کہ جسے معاذ کے داماد ہونے پر اعتراض نہیں تھا۔ سب آہستہ آہستہ اسے قبول کر رہے تھے۔ سب نارمل ہو رہا تھا۔ ایک دن سب اسے اور معاذ کو قبول کر ہی لیں گے اور اگر ان دونوں کو قبول نہ بھی کریں تو اس کے لیے اس کے گھر والے کافی تھے۔ اسے بس اپنے گھر والوں کا ساتھ چاہیے تھا۔ ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد اس نے اپنا بیگ سمیٹا اور گھر سے باہر نکل آئی۔ بے حد خاموشی سے ٹھنڈی سڑک پر قدم اٹھاتے اسے تازہ صبح میں سانس لینا بہت سکون دے رہا تھا۔ اس کے تنے اعصاب آہستہ سے ڈھیلے پڑنے لگے تھے۔

پیچھے گھر میں شزا جو کالج کا بیگ لینے اپنے کمرے میں آئی تھی، بجتے موبائل کی جانب متوجہ ہوئی۔ آگے بڑھ کر جگمگاتی اسکرین پر غیر شناسا سا نمبر دیکھا۔ پھر کچھ سوچ کر فون کان سے لگایا۔۔

"شزا۔۔"

وہ آواز بہت جانی پہچانی تھی۔

"جی معاذ بھائی۔۔"

اس کا ڈرتا دل بے اختیار ہی سنبھلا تھا۔

"کیس ہو۔۔؟"

یوں لگتا تھا جیسے وہ کسی کام میں مصروف ہو۔

"ٹھیک بھائی۔۔ آپ کیسے ہیں۔۔؟"

"ٹھیک۔۔ ارحم تمہیں تنگ کر رہا ہے۔۔؟"

اور یہ ٹھک۔۔ اگلے ہی لمحے جیسے اس کا دل حلق میں آ گیا تھا۔ اسے اتنے براہ راست سوال کی امید نہیں تھی۔ صبیح پیشانی باریک پسینے سے چمکی تھی۔

"معاذ بھائی آپ کو کیسے۔۔"

"شزا ہاں یا نہیں۔۔؟"

اس نے اس کی بات کاٹ کر ایک اور سوال کیا تو شزا نے جلدی سے تھوک نگلا۔ اس کی ہتھیلیاں بے ساختہ ہی پسیج گ ئی تھیں۔

"جی۔۔ وہ مجھے ہراساں کر رہے ہیں۔۔"

اور آخر کار اس نے بتا ہی دیا۔ آنکھوں میں بہت سے آنسو ایک ساتھ اترے تھے۔

"کب سے۔۔؟"

"اقبال کی شادی سے۔۔"

"ٹھیک ہے۔۔فارغ ہو کر مجھ سے ریسٹورینٹ میں آ کر ملو۔۔"

"مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے معاذ بھائی۔وہ بہت عجیب طرح سے بات کرتے ہیں مجھ سے۔اگر کسی کو پتا چل گیا تو بہت بہت برا ہو گا۔۔"

کئی دنوں سے وہ اس بات کو چھپائے اندر ہی اندر گھل رہی تھی لیکن جیسے ہی یہ احساس کے کوئی اپنا اس سب واقف ہے اور اسے کسی بھی قسم کا الزام بھی نہیں دے رہا۔۔بس اس ایک بات نے اسے رونے پر مجبور کر دیا تھا۔

"روتے نہیں ہیں۔۔دیکھ لیں گے ارحم کو بھی۔۔"

"لیکن۔۔لیکن اگر انہوں نے مجھ پر الزام لگا کر خاندان والوں کو یا۔۔یا پھر بابا کو یہ سب کسی اور طرح سے بتایا تو معاذ بھائی۔۔پھر کیا ہو گا۔۔مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔۔"

اس نے آنکھوں سے گرتے آنسوؤں کو ہاتھ کی پشت سے صاف کیا تھا۔وہ رابیل کی طرح بات بات پر رونے والی نہیں تھی لیکن ارحم نے اسے کچھ اس طرح ہراساں کیا تھا کہ اس کی رگ رگ میں خوف اتر گیا تھا۔دوسری جانب اپنے ریسٹورینٹ کے کچن میں کھڑے معاذ نے ہاتھ میں پکڑا ابل دیکھ کر فیصل کو دیا۔

"کیا ہو گا پھر۔۔کچھ نہیں ہو گا۔۔وہ میرے ہاتھوں سے مار کھائے گا اور سارے خاندان والوں کے سامنے کھائے گا۔۔"

"آپ انہیں ماریں گے۔۔نہیں نہیں معاذ بھائی۔۔پلیز۔۔ایسے تو بات اور بھی بڑھ جائے گی۔۔"

"ناماروں خاندان والوں کے سامنے پھر۔۔؟"

"نہیں۔۔"

"اکیلے میں مارلوں۔۔؟"

اور وہ اس کے سوال پر اتنی پریشانی میں بھی ہنس پڑی تھی۔ معاذ نے اسے ہلکا پھلکا کرنے کے لی ئے ہی یہ سوال کیا تھا اس سے۔

"کیا مارے پیٹے بغیر بات نہیں بن سکتی۔۔"

"کچھ لوگ لاتوں کے بھوت ہوتے ہیں۔ انہیں جتنا بھی سمجھا لو وہ کبھی نہیں سمجھتے۔ شام میں میرے ریسٹورینٹ آنا پھر دیکھتے ہیں اس مس ئی لے کو۔ اور اگر اب دوبارہ اس کا فون آ ئے تو تڑاخ سے جواب دینا۔ نظروں کے سامنے آ ئے تو گھما کر گال پر جڑ دینا۔ باقی میں دیکھ لونگا۔۔"

اور حسب عادت کوئی بھی لمبی چوڑی بات کی ئے بغیر اس نے دوسری جانب سے فون رکھ دیا تھا۔

شزا نے بھی آسودگی سے فون کان سے ہٹایا تھا۔ رابیل بہت لکی تھی۔۔ بہت زیادہ۔۔ اگر آپکی زندگی میں کوئی معاذ جیسا ہو تو آپ لکی ہی ہونگے۔۔ کیونکہ معاذ ہر کسی کو تھوڑی ملتا ہے۔۔ وہ تو کسی کسی کو ملتا ہے۔۔ اس نے بھی آنکھوں سے آنسو صاف کی ئے اور بیگ کندھے پر ڈالتی باہر نکل آئی۔ اجلی صبح اب کہ کچھ اور اجلی لگنے لگی تھی۔۔

مدرسہ میں بھی اس کا دل بوجھل ہی رہا۔ سستی اور دل و دماغ پر جمی بہت سی باتوں کا بوجھ تھا جس نے اسے نڈھال کرر کھا تھا۔ واپسی پر اپنا بیگ کندھے پر ڈالتے ہوئے اس نے رخ بجائے گھر کی جانب کرنے کے ڈرائی یور کو سلویٰ کے گھر چلنے کو کہا۔ جانے کیوں وہ ان سے ملنا چاہتی تھی۔

دروازے کے عین سامنے کھڑے ہو کر وہ چند لمحے خالی خالی نگاہوں سے اس پرانے طرز کے بنے دروازے کو یکھتی رہی پھر آہستہ سے اندر داخل ہو گ ئی۔ باغ میں بہت سی سفید چاندنیاں بچھی تھیں، بچے قرآن پڑھ رہے تھے اور سلویٰ ایک جانب بیٹھیں کسی بچے کو سبق دے رہی تھیں۔ اس نے دور سے اس پیارے منظر کو دیکھ کر اپنی روح کو سیر اب کیا تھا۔ یوں لگتا تھا گویا، اس باغ میں آسمان سے چاندنی اتر آئی ہو۔ عموماً اس کے مدرسے کی چھٹی مغرب کے بعد ہوا کرتی تھی لیکن جس دن کلاسس کم ہوتیں وہ عصر تک فارغ ہو جاتی۔ سلویٰ نے اسے دور سے دیکھ لیا تھا۔

حیرت سے پھیلی آنکھیں لیۓ وہ جوش سے اٹھ کر اس کی جانب بڑھیں تو پیچھے قرآن پڑھتے بہت سے بچوں نے گردنیں پھیر کر اسی جانب دیکھا۔ وہ اس قدر توجہ پر لمحے بھر کو گڑبڑائی تھی۔ آخر کار وہ تھی تو رابیل ہی۔۔ یو نو۔۔!

"السلام علیکم پیاری لڑکی۔۔ کیسی ہو اور ایسے اچانک کیسے آگ ئی یں۔۔ مجھے بتا دیتیں تو کچھ مزے کا پکا کر کھلاتی تمہیں۔۔"

اپنے نرم سے انداز میں ہنستے ہوئے بول کر وہ اس کے گلے لگیں تو وہ بھی مسکرا دی۔ کچھ لوگ بہت اچھے ہوتے ہیں۔۔ اتنے نرم اور اتنے سادہ۔۔ کہ انسان کا دل خوشی سے بھر جاتا ہے۔

"وعلیکم سلام۔۔ میں بالکل ٹھیک ہوں آپ کیسی ہیں۔۔؟ اور سوری۔۔ یوں بے وقت آکر آپ کو پریشان کر رہی ہوں میں۔۔ آپ بزی ہیں۔۔"

گلابی رخساروں کے ساتھ کہہ کر اس نے ایک نگاہ پیچھے بیٹھے بچوں پر ڈالی تھی۔ سلویٰ اس کے اس قدر فارمل انداز پر ایک بار پھر ہنس پڑی تھیں۔ پھر اسے اپنے ساتھ لگا کر باغ تک لے کر آئی یں۔

"بچے پڑھتے رہیں گے اور تم کونسا ہم سے الگ ہو۔۔ تم بھی تو ہمارے جیسی ہی ہو۔ قرآن والی۔۔ کسی اور طبیعت کی لڑکی آتی تو شاید میں تھوڑا پریشان ہو جاتی لیکن جب رابیل آئی ہے تو مجھے کوئی پریشانی نہیں۔۔"

وہ اسے اپنے ساتھ ہی لیئے آگے بڑھ رہی تھیں۔ ان کے حوالے پر وہ دل سے مسکرائی تھی۔

"کب تک فارغ ہوتی ہیں آپ۔۔۔؟"

"میں بس ابھی فارغ ہونے ہی والی ہوں۔ یہ آخری نشست ہے بچوں کی۔ تم بیٹھو ناں۔۔"

وہ جا کر اپنی جگہ پر بیٹھیں تو رابیل بھی ان کے برابر میں بیٹھ گئی۔ کوئی تکلف اور کوئی غیر آرام دہ سا تاثر نہیں تھا۔ بس سادگی اور محبت تھی۔ اسے اسی لمحے احساس ہوا کہ اگر زندگی گزارنے کے لیئے سادگی اور محبت ہو تو مزید پھر کسی بھی چیز کی تمنا کرنا اسراف ہی ہوگا۔ بچے کو سبق دے کر فارغ کرنے کے بعد وہ اب دوسرے بچے کی جانب متوجہ تھیں۔ بچے شرمائی لجائی سی مسکراہٹوں کے ساتھ اسے گاہے بگاہے دیکھ رہے تھے۔ وہ بھی اسی

مسکراہٹ کے ساتھ انکی مسکراہٹوں کا جواب دے رہی تھی کیونکہ ہماری رابیل بھی بچوں سے کم تھوڑی تھی۔ معاذ اسے ایسے کرتے دیکھتا تو بہت مزاق اڑاتا۔۔ اور معاذ۔۔ جانے وہ کیسا ہو۔۔؟ کیا کر رہا ہو گا ابھی۔۔

"تمہیں کونسی سورت پسند ہے۔۔؟"

سلویٰ کے بہت اچانک سے سوال پر وہ اپنی سوچوں سے یکلخت ہی چونکی تھی۔۔

"سورہ کہف۔۔"

بے اختیار ہی اس کی زبان سے پھسلا تھا۔ وہ مسکرائی یں۔۔ پھر سمجھ کر سر ہلایا۔۔

"معاذ کو بھی یہی سورت پسند ہے۔۔"

"معاذ کو۔۔ معاذ کو سورہ کہف پسند ہے۔۔؟ لیکن وہ تو۔۔"

وہ کچھ کہتے کہتے رکی تو سلویٰ نے اس کی جانب دیکھا۔ وہ بہت نرم سی نگاہ تھی۔۔ نرم اور اداس۔۔

"جانتی ہوں۔۔ وہ اب قرآن نہیں پڑھتا۔۔"

سرسراتی ہوا کے جھونکے کے باعث بہت سے زرد پتے ٹوٹ کر سبز سے باغ پر گرے تھے۔ یوں لگتا تھا گویا آسمان سے زرد پتوں کی بارش ہو رہی ہو۔ چند پتے اس کے قدموں کے قریب آکر بھی گرے تھے۔ اس نے ہاتھ آگے بڑھا کر ایک زرد پتہ اپنی انگلیوں سے تھام کر نگاہوں کے سامنے کیا تھا۔

"جانے وہ کتنی اذیت سے گزرتا ہو گا سلویٰ۔۔"

اس کی سر گوشی نے سلویٰ کی سماعتوں کو چھو لیا تھا۔ جبھی انہوں نے گہرا سانس خارج کر کے درختوں سے آنسو بن کر گرتے ان زرد پتوں کو دیکھا تھا۔

"مجھے لگتا ہے کہ اگر میں نے یہ قرآن چھوڑ دیا تو میں زندہ نہیں رہ سکو نگی۔ اور وہ۔۔ اس نے اسے پا کر کھو دیا۔ اس قرآن کو ایک طویل عرصے تک محبت سے پڑھنے کے بعد اس نے اسے گم کر دیا۔۔ میں حیران ہوں کہ وہ اس سب کے بعد بھی زندہ کیسے رہ رہا ہے۔ وہ اتنا نارمل ایکٹ کیسے کر سکتا ہے۔۔؟ وہ ایسا کیسے کر سکتا ہے۔۔"!

بچے اب اٹھ اٹھ کر جانے لگے تھے۔ اکا دکا بچے اب باغ میں بیٹھے اپنا سبق ہل ہل کر دہرا رہے تھے۔ دو لڑکیاں اپنے خوبصورت چہروں کے گرد حجاب لپیٹے اس اترتی شام میں زرد پتوں کی بارش تلے بھیگ رہی تھیں۔ ایک لڑکی اداس تھی تو دوسری اس کی اداسی کی ساتھی۔۔

"اسے عادت ہو گ ئی ہے رابیل۔ پہلے اسے خود کو نارمل دکھانے کے لی ئے محنت کرنی پڑتی تھی لیکن اب وہ بغیر کسی دقت کے یہ کام سر انجام دیتا ہے۔ وہ اب اس اذیت کا عادی ہو چکا ہے۔"

"کوئی اذیت کا عادی کیسے ہو سکتا ہے سلویٰ۔۔"!

اس نے بے چینی سے ان کی جانب دیکھا تھا۔ وہ سر سراتی ہوا سے لہراتے پتوں کو دیکھتی ہولے سے مسکرائی تھیں۔

"معاذ ہو سکتا ہے۔۔"

"کیا کوئی راستہ نہیں ہے کہ ہم اسے اس کا قرآن لوٹا سکیں۔۔؟میں اسے اسکا قرآن لوٹانا چاہتی ہوں۔۔ لیکن میرے ہاتھ خالی ہیں۔ میرے ہاتھوں میں محض میرے اباؤ اجداد کی بداعمالیاں ہیں۔ میں ان اعمال کے ساتھ اس کی مدد کیسے کروں۔۔؟ یہ ایک احساس کے اس کی زندگی برباد کرنے میں میرے گھر والوں کا ہاتھ تھا، یہ ایک احساس مجھے کچوکے لگاتا ہے۔ یہ ایک احساس مجھے بہت تکلیف دیتا ہے سلویٰ۔۔"

اس کی آنکھ سے آنسو پھسلا تھا۔ ہاتھ کی پشت سے آنسو صاف کر کے اس نے سامنے دیکھا۔ اس کا دل بہت دکھا ہوا تھا۔

"میں سمجھ سکتی ہوں رابیل۔ میں تمہاری کیفیت اور تمہاری بے بسی کا اندازہ لگا سکتی ہوں۔ کیونکہ انسان پر صرف اس کے اعمال نہیں بلکہ اس کے پرکھوں کے اعمال کا سایہ بھی ہوتا ہے اور ہم۔۔ ہم اس حقیقت سے نگاہ نہیں چرا سکتے۔ جو تمہارے گھر والوں نے کیا، بھلے ہی وہ اس کی سزا بھگت چکے ہوں لیکن ان سیاہ کاریوں کا ایک حصہ تمہیں ہمیشہ اذیت دیتا رہے گا۔ خون کے رشتوں کی لامتناہی اذیتوں کا شمار بھلا کیا بھی کیسے جا سکتا ہے۔۔"!

اس نے سر جھکا کر گود میں رکھے اپنے ہاتھ دیکھے تھے۔ کبھی کبھی اسے لگتا تھا کہ وہ معاذ کے لیئے کچھ بھی نہیں کر پائے گی۔ شاید وہ اس کے لیئے صرف ماضی کی تکلیف دہ یادوں کو زندہ کرنے کا ذریعہ بن کر، اس کی اذیت میں اضافے کا باعث بنتی رہے گی۔ اس کے معصوم سے مسلمان دل پر یہ بات بہت گہرا وار کیا کرتی تھی۔

"لیکن اس سب میں تم کہیں بھی قصوروار نہیں ہو پیاری۔ تمہارا دل تو اتنا صاف ہے کہ تکلیف اسے ہوتی ہے اور روتی تم ہو۔ وہ رونا نہیں جانتا تو اس کے حصے کی کمی کو تم پورا کرتی ہو۔ اسے دعا مانگنے نہیں آتی تو اس کے حصے کی

دعائیں بھی تم مانگتی ہو۔ وہ قرآن نہیں پڑھتا تو تم اس کے حصے کا قرآن پڑھ کر اسے سناتی ہو۔ کیا تم اب بھی خود کو الزام دو گی۔۔؟"

انہوں نے اس کا چہرہ اوپر اٹھایا تھا۔ اس کی پلکوں پر بہت سے آنسو لدے تھے۔ وہ آنسو باہر نہیں۔۔ وہ آنسو شاید کہیں اندر گر رہے تھے۔ باغ اب بچوں سے مکمل طور پر خالی ہو چکا تھا۔ زرد پتے لہراتی ہوا کے ساتھ لہرا رہے تھے۔ درختوں کی لہلہاتی ہوا کے جھونکوں پر سرسراتی جنبش روح تک کو سکون بخش رہی تھی۔ اس نے کبھی اتنی خوبصورت شام نہیں دیکھی تھی۔ اتنی اداس اور اتنی زرد۔۔

"میں اس کے لیے سب کچھ کرنا چاہتی ہوں سلویٰ۔ لیکن مجھے نہیں پتا کہ کیسے۔۔"

"تم جتنا کر رہی ہو، جیسے کر رہی ہو اور جو کر رہی ہو وہ بہت ہے۔ پتا ہے معاذ نے پچھلے گزرے کئی سالوں میں مجھ سے کبھی کسی لڑکی کے بارے میں بات نہیں کی۔ لیکن جب تم سے اس کا نکاح ہوا تو وہ گھر آ کر مجھ سے تمہاری باتیں کر رہا تھا۔ میں پہلے تو بہت حیران ہوئی تھی کیونکہ مجھے امید نہیں تھی کہ وہ کسی لڑکی کا ذکر مجھ سے کرے گا۔ مگر پھر اس کی آخری بات نے مجھے حیرت کے سمندر میں غرق کر دیا تھا۔۔"

اس نے بھیگی پلکیں ان کی سبز آنکھوں پر جما رکھی تھیں۔

"اس نے کہا تھا کہ وہ ایک بہت معصوم لڑکی ہے۔ بہت چھوٹی چھوٹی باتوں پر رو جاتی ہے تو لوگ اس کا فائدہ اٹھاتے ہیں اور میرا دل کرتا ہے کہ ایسے لوگوں کا منہ توڑ دوں۔۔"

اس کی کتھئی آنکھیں لمحے بھر کو پھیل سی گئی تھیں۔ اسے سلویٰ سے اس انکشاف کی امید نہیں تھی۔

"وہ تمہاری قدر کرتا ہے رابیل۔ وہ تمہیں، تمہارے بڑوں کے اعمال کے تناظر میں نہیں تولتا۔ یہ معاذ کا انداز نہیں ہے اسی لیے تم بھی اپنے دل کا بوجھ کم کرو اور خود کو اتنی مشکلات میں مت ڈالو۔ دعا مومن کا ہتھیار ہوتی ہے۔ تم اس ہتھیار کو اپنی طاقت بنالو۔ مجھے یقین ہے کہ وہ تمہیں قرآن پڑھنے والا معاذ لوٹا دے گا۔ دعاؤں کی تڑپ رائی یگاں نہیں جاتی بچے۔ دعا کرو۔۔"

وہ اب اٹھ کر باغ میں بچھیں چاندنیاں سمیٹ رہی تھیں۔ اس نے بھی اپنی آنکھیں ہتھیلیوں سے رگڑیں اور سلویٰ کے ساتھ آگے بڑھ کر چاندنیاں اٹھانے لگی۔ انہوں نے اسے مسکرا کر دیکھا تھا۔ اگلے ہی لمحات میں اب وہ دونوں لاؤنج میں جائے نماز بچھائے مغرب کی نماز پڑھ رہی تھیں۔ وہی سکینت والا پرانے طرز کا بنا گھر۔۔ طویل ٹیبل پر رکھے قرآنی نسخے اور کھڑکیوں سے اندر گرتی ہلکی ہلکی ہوا۔ اس نے نماز سے سلام پھیر کر دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور تب تک دعا مانگتی رہی جب تک اسے سلویٰ نے آواز دے کر متوجہ نہ کیا۔

"آجاؤ رابیل۔۔ اچھی سی چائے بنائی ہے میں نے تمہارے لیے۔۔ اور ساتھ کوکیز بھی بیک کی ہیں۔ تم نے میرے ہاتھ کے بیک کیے کوکیز ایک بار کھالیے ناں تو تم سارے ذائقے بھول جاؤ گی۔۔"

اس نے ہلکے دل کے ساتھ مسکرا کر جائے نماز سمیٹا اور صوفوں کی جانب چلی آئی۔ سینٹرل ٹیبل پر بہت میٹھی سے خوشبو میں بسے کوکیز رکھے تھے۔ وہ اب گردن گھما کر سلویٰ کی پھرتیاں دیکھ رہی تھی۔ چائے جلدی سے لا کر درمیانے ٹیبل پر رکھتے اب وہ ساتھ ہی صوفے پر بیٹھ رہی تھیں۔ اور ایک بار پھر سے اس کا ایک اداس سا دن کسی قرآن والے کی کاوشوں سے خوشگوار ہو گیا تھا۔ شاید ایسے ہی لوگوں کے لیے کہا گیا تھا کہ وہ ہر خسارے سے بچے

ہوئے ہوتے ہیں۔ہاں وہی۔۔جو ایک دوسرے کو صبر اور حق کی تلقین کرتے ہیں۔وہی جو آخر تک صبر اور حق کا دامن ہاتھ سے پھسلنے نہیں دیتے۔۔!

اسی پہر مغرب کے پھیلے اندھیرے میں ریسٹورینٹ کی سارے زرد قمقمے روشن تھے۔شیشوں سے ڈھکے اس ریسٹوینٹ کے باہر کا ماحول خاصہ خنک تھا لیکن اندر کا ماحول بے حد نرم گرم سا تھا۔شزا نے بھی ایک جانب شیشے کے ساتھ لگی کرسی پر بیٹھ کر اپنا پرس ٹیبل پر رکھا اور خاموشی سے آس پاس بیٹھے لوگوں کو دیکھنے لگی۔جینز پر گلابی رنگ کا سوئی ٹر پہنے وہ بہت پیاری لگ رہی تھی۔کھلے کھٹی سے بال کندھوں پر ڈالے،پیر جو گرز میں قید کی ئے۔۔معاذ کا انتظار بے چینی سے کرتی۔۔

اسی اثناء میں ویٹر اس کے ٹیبل پر کافی رکھنے کے لی ئے جھکا تو وہ چونکی۔اس نے کافی آرڈر نہیں کی تھی۔ابھی وہ چونکی ہی تھی کہ کچن سے نکل کر اسی طرف آتے معاذ پر اس کی نگاہ پڑی۔گھبراتا دل سکون میں آگیا۔جانے کیوں معاذ بھائی کے آس پاس ہونے پر وہ بہت محفوظ محسوس کرتی تھی۔

"السلام علیکم شزا۔۔کیسی ہو۔۔؟"

اس کے سامنے کرسی کھینچ کر بیٹھتا اس نے نرمی سے پوچھا تو وہ ہلکا پھلکا سا مسکرائی۔۔

"وعلیکم سلام۔۔میں ٹھیک معاذ بھائی۔۔آپ۔۔؟"

"میں بھی سیٹ۔۔"

"یہ کافی۔۔ میں نے آرڈر نہیں کی ہے۔۔"

"تم پہلی دفعہ آئی ہو میرے ریسٹورینٹ۔۔ میری طرف سے ٹریٹ سمجھ لو اس کافی کو۔۔"

وہ ہلکا سا مسکرا کر سیدھا ہو بیٹھا تھا۔ اس نے نگاہیں جھکا کر کافی کو دیکھا۔ پھر یونہی کپ کر کناروں پر انگشت شہادت سے دائی رے بنانے لگی۔ اسے پتا تھا کہ اگلی بات بہت آکورڈ ہونے والی ہے۔

"کسی کو بتایا تم نے اس ہراسمنٹ کے بارے میں۔۔؟"

اس نے جھکا سر ہولے سے نفی میں ہلایا تھا۔ معاذ حتی الامکان نرمی سے بات کر رہا تھا لیکن پھر بھی اس کا نروس رویہ وہ سمجھ سکتا تھا۔

"سب سے پہلے جب اپنے ساتھ ہوئے ظلم کا اعتراف کرتے ہیں ناں تو سر اٹھا کر کرتے ہیں۔ یہ ظالم کے چہرے پر پہلا چانٹا ہوتا ہے۔ کبھی سر جھکا کر اپنے ساتھ ہوئے ظلم کا اعتراف نہیں کرتے۔ یہ اپنے ساتھ بذات خود بہت بڑا ظلم ہے۔۔"

اور اس نے معاذ کو پہلی بار اتنی لمبی بات کرتے ہوئے سنا تھا۔ عموماً یا تو وہ خاموش رہتا اور اگر جواب دے بھی دیتا تو اتنا مختصر کے آگے والے کو دوبارہ اس تک پہنچنے کا راستہ ہی نہ ملتا۔ لیکن اسے آج احساس ہوا تھا کہ یہ بندہ بولنا جانتا تھا۔۔ کیا ہوا جو وہ بولتا نہیں تھا تو۔۔ اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ اسے بولنا نہیں آتا تھا۔

"مجھے ڈر لگ رہا ہے معاذ بھائی۔۔"

اس نے آخر کار شکستہ سا سر اٹھا ہی لیا۔ وہ خاموش نگاہوں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"مجھے پتا ہے کہ میرا سوال اب کہ دوسری نوعیت کا ہو گا لیکن مجھ سے صرف سچ بولنا شزا۔ جب تک تم مجھ سے سچ بولو گی میں صرف تب تک ہی تمہاری مدد کر سکونگا ہوں۔"

اس نے سمجھ کر اثبات میں سر ہلایا تھا۔ وہ کہنیاں ٹیبل پر رکھتا ہلکا سا جھکا۔

"کیا تم بھی اس کے ساتھ انوالو ہو۔۔؟"

اور وہ سوال واقعی بہت چبھتا ہوا تھا۔ اگر وہ اسے پہلے ہی آگاہ نہ کر دیتا تو اب تک وہ اٹھ کر یہاں سے جا چکی ہوتی۔

"نہیں معاذ بھائی۔۔ کبھی بھی نہیں۔۔ وہ ہمیشہ سے میرے لیئے بڑے بھائیوں کی جگہ تھے۔ میں نے کبھی انہیں کوئی غلط تاثر نہیں دیا۔ مجھے نہیں پتا کہ وہ کیوں اس طرح کر کے مجھے میری ہی نظروں میں گرا رہے ہیں۔۔"

اس کی آنکھوں میں بے ساختہ ہی پانی اترا تھا۔ وہ آہستہ سے پیچھے ہو کر بیٹھا۔ پھر اپنی جیب سے موبائل نکال کر چند بٹن دبائے۔ اگلے ہی پل اسکرین اس کے سامنے کی۔ وہاں اس کے اور ارحم کے واٹس ایپ میسجز کے اسکرین شارٹس تھے۔ اس کی آنکھیں تحیر سے پھیلی تھیں۔ کپ کو تھامے ہاتھ اگلے ہی پل لرز سے گئے۔

"یہ کیا ہے شزا۔۔۔؟"

اس کی آواز سخت نہیں تھی، ناں ہی اس کے تاثرات میں کسی بھی قسم کے تناؤ کا شائبہ تھا لیکن اس کی وہ اندر تک اترتی آنکھیں۔۔ شزا کو اپنی گردن کے بال تک کھڑے ہوتے محسوس ہوئے تھے۔ اس نے تھوک نگلا۔۔

"معاذ بھائی یہ بات کا غلط رنگ ہے۔ میں ان سے بات کرتی تھی واٹس ایپ پر مگر میں یہ سب صرف رابیل کے لیئے کر رہی تھی۔ ان دنوں پھپھو اور ارحم بھائی۔۔ دونوں ہی رابیل سے بدظن ہو رہے تھے۔ بابا اور ماں دونوں

بہت پریشان تھے اس رشتے کو لے کر۔ پھر میں نے فیصلہ کیا تھا ارحم بھائی سے بات کرنے کا۔۔ لیکن۔۔ لیکن پتا نہیں کیا ہوا۔۔ وہ کچھ دنوں بعد عجیب سے انداز میں بات کرنے لگے۔ مجھے ان کا وہ انداز بہت برا لگا تھا۔۔"

اس نے اس کی بات سن کر سر اثبات میں ہلایا اور پھر موبائل کی اسکرین سیاہ کر کے فون جیب میں اڑسا۔

"پلیز معاذ بھائی مجھے جج مت کیجیے گا۔ میرا ارادہ کبھی بھی غلط نہیں تھا۔"

اس کے خاموش سے ردعمل پر اس نے جلدی سے کہا تو وہ ہلکا سا مسکرایا۔

"ہمارے یہاں کسی کو بھی جج نہیں کیا جاتا اور جو سوال میں نے تم سے پوچھے ہیں وہ معاملہ سمجھنے کے لئے تھے۔ میں نے تم سے وہی سوال کیے جو کوئی بھی دوسرا بندہ ان سکرین شارٹس کو دیکھنے کے بعد کر سکتا تھا۔"

"سب میری غلطی کی وجہ سے ہوا ہے۔۔ مجھے انہیں پہلی دفعہ ہی میسج کرنے سے گریز کرنا چاہیے تھا۔"

"بالکل۔۔ لیکن ہم اپنی غلطیوں سے ہی سیکھتے ہیں۔ اب یہ غلطی تمہارے لئے زندگی بھر کا سبق ہو گی کہ تمہیں کبھی بھی کسی لڑکے کو پرائیوٹ میسج نہیں کرنا۔ یہ لڑکیوں کی سب سے بڑی غلطی ہوتی ہے۔ اور دوسری بڑی غلطی یہ ہوتی ہے کہ وہ ان میسجز کا بلا جھجھک ریپلائے کر رہی ہوتی ہیں۔ اول بات تو یہ ہے کہ چاہے کوئی لڑکا آپ سے بات کرنے کے لئے مر کیوں نہ رہا ہو آپ نے بغیر کسی وجہ کے اور اکیلے میں اس سے بات نہیں کرنی۔ چاہے وہ مر رہا ہو۔۔ چاہے خود کو تکلیف پہنچا رہا ہو یا آپ کو اپنی تنہائی کا قصوروار ٹھہرا کر خود کو مظلوم ثابت کر رہا ہو۔ آپ نے اس پر لعنت بھی نہیں بھیجنی۔ وہ مرے یا جیئے یہ آپ کا سر درد نہیں ہے۔ میں حیران ہوتا ہوں کہ

لڑکیاں کتنے مزے سے چند فضول سے جملوں سے پگھل جاتی ہیں۔ اتنی سرد بنو کہ آگے والا بات کرنے سے پہلے ایک ہزار مرتبہ سوچے۔۔ تمہارا نرم رویہ پہلا زینہ ہے اس ساری کارروائی کا۔۔"!

اس نے تیزی سے سر ہلایا تھا۔ معاذ کی کسی بھی بات سے اسے کوئی اختلاف نہیں تھا۔ وہ جو بھی کہہ رہا تھا ٹھیک کہہ رہا تھا۔

"لڑکے ایسے کیوں کرتے ہیں معاذ بھائی۔۔؟ ایسے بلاوجہ کسی کی زندگی کو عذاب کا شکار کر کے کیا مل جاتا ہے انہیں۔۔؟"

اس نے دکھ سے پوچھا تھا۔ وہ کندھے اچکاتا کرسی سے ٹیک لگا کر بیٹھا۔

"سینس آف آنر۔۔ ہمارے یہاں ایک ایسا مائی نڈ سیٹ بن گیا ہے کہ اگر لڑکے کسی لڑکی سے بات کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں یا اسے اپنی باتوں سے بہلا کر کچھ بھی کروانے پر قادر ہیں۔ تو یہ۔۔ یہ ایک احساس لڑکوں کو سرشاری بخشتا ہے۔ میں سارے لڑکوں کی بات نہیں کر رہا۔ میں ذہنی بیمار اور فارغ عوام کی بات کر رہا ہوں۔ ایسے میں لڑکیوں کو چاہیئے کہ خود کو محدود رکھیں، خود تک ہر کسی کو رسائی نہ دیں، ہر ایک سے ہنس ہنس کر بات کرنے کی تو بالکل بھی ضرورت نہیں، جواب دیں لیکن ضرورت کا اور ٹھک کر کے۔ میں دیکھتا ہوں پھر کون سا لڑکا آکر آپ کے انباکس میں یا پھر کسی شادی بیاہ میں بکواس کرتا ہے۔ پہلی اجازت ہمیشہ ہم دیتے ہیں شزا۔۔ یاد رکھو پہلے قدم سے قبل دوسرا قدم نہیں اٹھ سکتا۔۔"

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں معاذ بھائی۔۔ ہمیں خود کی حفاظت ہر حد تک خود ہی کرنی پڑے گی۔۔"

"اور جن لڑکیوں کے ساتھ ظلم ہو جائے تو انہیں چاہی ئے کہ آگے بڑھیں اور ظالم کی چمڑیاں ادھیڑ کر ان کے جسموں سے الگ کر دیں۔ کسی بھی حالت میں خاموش نہ رہیں بس۔ آپ کی خاموشی آگے والے کو اور شیر بناتی ہے۔۔ ایک دفعہ جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیں ایسے لوگوں کو۔۔ آئی ندہ کوئی آپ کو غلط بات کرنے سے قبل اپنی شکل شیشے میں ضرور دیکھے گا۔۔"

اس نے بہت سا تھوک حلق سے نگل کر اپنی ٹھنڈی پڑتی کافی کو دیکھا تھا۔ ریسٹورینٹ میں معمول کی گہمی ہو رہی تھی۔ اس نے ایک بار پھر سے سر اٹھا کر معاذ کو دیکھا۔۔

"آپ نے مجھے کیوں بلایا تھا یہاں۔۔؟"

"تمہارا ڈر نکالنے کے لی ئے۔۔"

اس کی بات پر شزا سیدھی ہو بیٹھی۔

"مطلب کچھ کام آسکتی ہوں میں آپ کے۔۔۔؟"

وہ اس چھوٹی سی لڑکی کی بات پر لمحے بھر کو مسکرایا تھا۔ اگر جو وہ اسے بتا دیتا کہ وہ کتنے خطرناک لوگوں کے ساتھ زندہ رہا تھا تو شاید خوف سے اس کا سانس ہی بند ہو جاتا۔

"نہیں۔۔ بس ایک کام کرنا ہے تم نے۔۔"

اس نے سنبھل کر اسے دیکھا۔

”ارحم کے کسی بھی پیغام کا کوئی جواب نہیں دینا تم نے۔ چاہے کچھ بھی ہو جائے۔۔ اور اگر وہ کال کرے تو اپنی امی کو فون دینا۔ خود بات نہیں کرنا۔۔ باقی میں خود دیکھ لونگا اسے۔۔“

اس نے سر اثبات میں ہلا کر اسے بات ماننے کی یقین دہانی کروائی لیکن پھر یکدم رک گئی۔۔

”آپ کیا کریں گے۔۔؟ کہیں مارنے پیٹنے کا تو نہیں سوچ رہے اسے۔۔؟“

”دیکھو شزا۔۔ ہر بندے کی ایک کمزوری ہوتی ہے۔ اور ارحم کی کمزوری جانتی ہو کیا ہے۔۔“

اس نے ایک بار پھر سے کہنیاں ٹیبل پر رکھی تھیں۔۔

”وہ وائی لنس برداشت نہیں کر سکتا۔ زبان کے بول پر اسے عبور حاصل ہے لیکن ہاتھ کی تکنیک میں وہ کہیں میل پیچھے کھڑا ہے۔ اسی لیے۔۔ ہم اسے وہیں سے پکڑیں گے جہاں پر وہ سب سے زیادہ کمزور ہے۔ ابھی وہ کچھ نہیں کر رہا تو ہم بھی کچھ نہیں کریں گے۔ لیکن اگر وہ دوبارہ تمہاری جانب گھومے تو مجھے بتانا۔۔ میرے پاس بہت سے لوگ ہیں اس کی طبیعت درست کرنے کے لیے۔۔“

”اوکے۔۔ ایسے ہے تو ایسے ہی سہی۔۔“

اور اس نے بھی اب کہ سر ہلایا تھا۔ پھر کافی کا آخری گھونٹ لیتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ خدا حافظ کر کے باہر کی جانب بڑھی تو معاذ یونہی گردن پھیرے اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔ پھر اپنی جگہ سے اٹھ گیا۔ کیونکہ کچن میں بہت سے برتن اس کے منتظر تھے۔ لیکن مسئلہ تو یہ تھا کہ اپنے زخم کی وجہ سے وہ برتن نہیں دھو سکتا تھا۔ کیا مصیبت ہے۔۔!

اسے کوفت ہونے لگی تھی لیکن اگلے ہی لمحے اب وہ اچھے بچوں کی طرح کرسی پر بیٹھا ریسٹورینٹ کا حساب دیکھ رہا تھا۔ پھر پلٹ کر گھڑی کی جانب دیکھا۔ عشاء کی نماز میں بس کچھ ہی دیر تھی۔ اس نے گردن پھیری اور تیزی کے ساتھ کام سمیٹنے لگا۔

فیصل کو ریسٹورینٹ کا کہہ کر اپنی آستینیں کلائی یوں پر برابر کرتے ہوئے وہ باہر نکلا تو ایک سرسراتے جھونکے نے اسے چھولیا۔ اس نے بے اختیار ہی اپنے ہاتھ جیب میں اڑسے تھے۔ آہستگی سے قدم اٹھاتا وہ گردن جھکائے سڑک کے کنارے چل رہا تھا۔ بار بار کسی بات پر سر جھٹکتا۔۔

"تیری ماں بدذات ہے۔۔"!

اس نے ان زہریلی آوازوں سے پیچھا چھڑاتے اپنا سارا بچپن گزار دیا تھا لیکن اس کی بدنصیبی تو یہ تھی کہ اپنے دماغ میں ہر آن ان آوازوں کو سنتے ہی وہ بڑا ہوا تھا۔

"میرے گھر میں ایسی بدکردار عورت کے لیئے کوئی جگہ نہیں ہو سکتی۔۔"

"کل رات تم کہاں تھیں بھابھی۔۔"

اس نے ایک جانب رک کر گہرے گہرے سانس لیئے۔ پھر بہت سی گرہیں حلق سے اتار کر تیزی سے مسجد کی جانب بڑھنے لگا۔ اسے لگا وہ مزید اکیلا اس سڑک پر چلتا رہا تو پاگل ہو جائے گا۔

"تیری ماں زانیہ عورت ہے معاذ۔۔"!

اس نے عجلت میں مسجد میں داخل ہو کر ایک ہاتھ دروازے پر رکھ کر گہرے سانس لے کر خود کو نارمل کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس کی آنکھوں میں اس سیاہ رات کا دھواں بھرنے لگا تھا۔ اس کی آنکھیں جلنے لگی تھیں۔ دونوں ہاتھ چہرے پر پھیر کر خود کو آرام دہ کرنے کی کوشش کی اور پھر تھکے قدموں سے آگے بڑھ آیا۔ کبھی کبھی یہ سوچیں اسے ایسے ہی پاگل کر دیا کرتی تھیں۔ لیکن کوئی آواز سی تھی جو اس کی سوچوں کی اس زہریلی سی تان کو توڑ رہی تھی۔ وہ اپنی جگہ ہی جم گیا۔ آنکھیں پتھرا گ ئی تھیں اور یوں لگتا تھا کسی نے سانس تک روک دیا ہو۔

"وقالت اولھم لاخراھم فما کان لکم علینا من فضل فذوقوا العذاب بما کنتم تکسبون"

وہ اپنی جگہ ہی ساکت ہو گیا تھا۔ سامنے دریوں پر ایک بارہ تیرہ سالہ بیٹھا بچہ اپنا حفظ کیا قرآن استاد کو سنا رہا تھا۔ لیکن روانی کے ساتھ سناتے سناتے جانے وہ کیسے اسی آیت پر رک گیا۔ استاد نے نرمی سے اس کی جانب دیکھ کر دوبارہ سے پچھلی آیت پڑھنے کا کہا تو وہ ایک بار پھر سے وہی آیت پڑھنے لگا۔ لیکن معاذ۔۔اسے کسی اور بات نے جما دیا تھا۔ یوں لگتا تھا گویا مسجد کے یخ ٹائی لز نے اس کے قدموں کو برف کر دیا ہو۔

"ان الذین کذبو بایتنا استکبرو عنھا لا تفتح لھم ابواب السماء۔۔"

لیکن اس کی اگلی آیت اس بچے نے نہیں پڑھی تھی۔ نا ہی یہ آیت اس کے استاد نے پڑھی تھی بلکہ یہ تو۔۔تو بے ساختہ اس کے لبوں سے پھسل گ ئی تھی۔ استاد اور بچے دونوں نے اس کی جانب نا سمجھی سے دیکھا۔ وہ میکانکی انداز میں آگے پڑھنے لگا تھا۔۔

"ولا یدخلون الجنتہ حتی یلج الجمل فی سم الخیاط۔۔"

اوران لفظوں کے ساتھ ہی وہ ڈر کر دو قدم پیچھے ہٹا تھا۔ یہ آیات۔۔ یہ سورہ اعراف کی آیات اسے کیسے یاد تھیں۔۔! اس نے تو اپنا قرآن بھلا دیا تھا۔۔ اس نے تو اس قرآن کو عرصہ ہوا چھوڑ دیا تھا۔۔ لیکن پھر یہ آیتیں۔۔ یہ اس کی یاد کا حصہ کیسے تھیں۔۔ اس نے کانپتے ہاتھ چہرے پر پھیرے۔۔ لفظ خود بخود اس کے لبوں سے پھسلتے جا رہے تھے۔۔

"وکذالک نجزی المجرمین"

)سورہ اعراف /40(

"آپ کیا حافظ ہیں۔۔؟"

استاد مسکرا کر اس سے مصافحہ کرنے اٹھے لیکن وہ بے اختیار دو قدم پیچھے ہوا تھا۔ حافظ۔۔ نہیں۔۔ وہ حافظ نہیں تھا۔۔ اس نے اپنا قرآن بھلا دیا تھا۔۔ پھر یہ قرآن اسے کیسے یاد تھا۔۔ خشک پڑتے حلق اور سفید ہونٹوں کے ساتھ اس نے اگلی آیت پڑھنے کے لیے لب وا کیے تو الفاظ ٹوٹ کر ادا ہونے لگے۔۔

"لھم من جھنم مھاد و من فوقھم غواش"

اس کی کنپٹی سے پسینہ پھوٹ کر گردن میں لڑھکا تھا۔ بلکہ اس کا تو سارا جسم ہی پسینے میں نہا گیا تھا۔ اسے یہ آیات یاد تھیں۔۔ خدایا۔۔ اسے قرآن یاد تھا۔۔

"وکذالک نجزی الظلمین"

)سورہ اعراف /50(

اس نے اپنے قدم باہر کی جانب پھیرے اور تیزی سے باہر بھاگا۔ اس کے قدم بہت بری طرح لرز رہے تھے۔ سارے جسم سے کوئی جان سلب کر رہا تھا۔ مسجد کا وہ سکون آور ساماحول اس کے اعصاب پر کوڑے برسانے لگا تو وہ وہاں سے بھاگ آیا۔ اسے قرآن یاد تھا۔۔ اسے اس سے آگے کی آیتیں بھی یاد تھیں۔۔ اس نے اپنے وقت کا ایک بڑا حصہ اس قرآن کے ساتھ گزارا تھا بھلا وہ اسے کیسے بھول سکتا تھا۔ اسی پہر رابیل نے سورہ اعراف کی ان آیات کو پڑھ کر قرآن کو چند لمحے دیکھا اور پھر آہستہ سے اس کا جگمگاتا دروازہ بند کر دیا۔ ہر جانب خاموشی چھا گ ئی۔ ہر طرف اندھیرا اپھیل گیا۔ سڑک کے کنارے، گھٹنوں کے بل جھکا لڑکا اب تیز تیز کچھ پڑھ رہا تھا۔ اس کا پورا جسم بوجھ سے ٹوٹنے لگا تھا کیونکہ وہ کلام۔۔ وہ کلام بہت بھاری تھا۔۔ اتنا بھاری کہ اس کی روح فنا ہونے لگی تھی۔

”اور اگر تم دیکھو اس قرآن کو کسی پہاڑ پر نازل ہوتے، تو وہ اللہ کے خوف سے دب جائے گا۔۔“!

)سورہ حشر(

اگر ایک پہاڑ اللہ کے خوف سے دب کر ریزہ ریزہ ہو سکتا تھا تو معاذ تو پھر ایک انسان تھا۔۔ وہ انسان جس نے اسے یاد کر کے بھلا دینے جیسے عظیم جرم کا ارتکاب کیا تھا۔ کیا اسے لگتا تھا کہ یہ قرآن اسے بغیر کسی اذیت کے واپس مل سکتا تھا۔۔! کیا واقعی ایسا ہو سکتا تھا۔۔؟ ہر گز نہیں۔۔!

رابیل نے قرآن کا دروازہ بند کیا تو ہر جانب خاموشی چھا گئی۔ گہری اور دبیز خاموشی۔۔ تہہ در تہہ ٹھنڈی آہوں اور بہت سے گزرے اوقات سے بوجھل خاموشی۔۔ بھاری اور بھیانک خاموشی۔۔

وہ جو گھٹنوں کے بل جھکا تھا اگلے ہی لمحے گہرے گہرے سانس لیتا سیدھا ہوا۔ دل جیسے بند ہونے لگا تھا۔ سب کچھ اس کے ہاتھ سے پھسل کر ریت کی طرح فضا میں تحلیل ہو رہا تھا۔ اس نے مٹھی بند کر کے گھٹتے سینے پر ماری۔ سانس لینے میں جانے کیوں دشواری سی ہونے لگی تھی۔ اس نے ماتھے پر گرتے بال ایک ہاتھ سے پیچھے کی ئے اور چند پل یونہی بالوں کو پیچھے تھامے خالی خالی سا کھڑا رہا۔ اس سڑک پر بہت سے لوگ اب کے اسے دیکھ کر گزرنے لگے تھے۔ اس کی حالت ہی کچھ اس طرح تھی۔ اس نے پانی پانی سی آنکھوں کو دونوں ہتھیلیوں سے رگڑا۔ پھر تھک کر سڑک کے کنارے پر بیٹھ گیا۔ کچھ دیر پہلے گزرا واقعہ بہت بھاری تھا۔ کچھ لمحات بلاشبہ بہت وزنی ہوا کرتے ہیں۔ انسان کی ساری طاقت سینچ لیتے ہیں۔۔ اور اسے یوں۔۔ نڈھال کر کے ایک جانب کو ڈال دیتے ہیں۔ جیسے وہ ابھی اس سڑک کے کنارے تھکا سا بیٹھا تھا۔

اس نے دوبارہ ان آیات کو دہرانے کی ہمت نہیں کی تھی۔۔ وہ ان کو دوبارہ یاد کر کے اپنی زبان سے ادا کرنے کی ہمت خود میں نہیں پاتا تھا۔ اسے تو ان چند آیتوں نے ہی اس قدر نڈھال کر دیا تھا کہ حد نہیں۔۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ ساری زندگی جسمانی مشقت کرتا رہا ہو۔ اس کے جسم کا ہر عضو تھکن سے چور ہو رہا تھا۔ وہ ان چند لمحوں کا وزنی سا تاثر برداشت نہیں کر پایا تھا۔۔ وہ اس پورے قرآن کو جانے کیسے برداشت کر پائے گا۔۔! وہ پتا نہیں اس کا بوجھ کیسے اٹھا سکے گا۔۔؟ اکثر اسے خود پر حیرت بھی ہوتی تھی۔۔ کیسے وہ تیرہ سال کی چھوٹی سی عمر میں پورا قرآن حفظ

کی ئے ہوئے تھا۔۔ نا صرف حفظ۔۔ بلکہ اسے اس کی دہرائی۔۔ اس کے ہر ایک سے دورے لفظ تک رسائی۔۔ اس کی گردان۔۔ اس کے ساتھ وقت گزارنا۔۔ یہ سب باتیں اس کے معمول کا حصہ تھیں۔۔ بلکہ یہ باتیں تو اس کی زندگی کا حصہ تھیں لیکن اب۔۔ اس لمحے۔۔ اسے احساس ہوا تھا کہ وہ اس قرآن کے لی ئے کمزور پڑ گیا تھا۔ جسمانی طور پر طاقت ور ہونے کے باوجود بھی وہ روحانی طور پر بہت کمزور تھا۔۔

"بہت سے لوگ جسمانی طور پر کمزور ہو کر بھی اس قرآن کو لے لیتے ہیں۔ جانتے ہیں کیوں۔۔؟"

اس نے گیلی سانس اندر کو کھینچی تھی۔ پھر آہستہ سے لرزتا ہاتھ سڑک کنارے پر رکھتا اٹھ کھڑا ہوا۔ اسے احساس ہو رہا تھا کہ اس کی ٹانگیں اب بھی لرزش کے زیر اثر تھیں۔ اس نے لڑکھڑاتے قدم آگے بڑھائے۔ روح اس قدر بوجھل ہو رہی تھی کہ اس کا جسمانی اثر وہ اب کہ محسوس کرنے لگا تھا۔ اس کے کندھے بے حد بھاری ہو رہے تھے۔ قدم آگے بڑھاتے اسے احساس ہو رہا تھا کہ وہ جلد یا بدیر کہیں گر کر بے ہوش ہونے والا ہے۔

"ایسا اس لی ئے ہوتا ہے کیونکہ ہم اسے ہی بڑا کرتے ہیں جس پر ہم محنت کرتے ہیں۔ جس پر ہم اپنی ساری زندگی صرف کر دیتے ہیں۔ جانتے ہیں ناں کہ ہم انسان اچھائی اور برائی کے ساتھ پیدا کی ئے گ ئے ہیں۔ انسان تو ہوتا ہی وہ ہے جو سیاہ و سفید تاثرات کے ساتھ پیدا کیا جائے۔ بالکل سفید اور جگمگاتا ہوا تو فرشتہ ہوتا ہے، انسان نہیں۔۔ اور بہت سیاہ تو شیطان ہوتا ہے۔۔ انسان نہیں۔۔ لیکن پھر بھی ہم پر وہی رنگ گہرا ہونے لگتا ہے جس کی صحبت میں ہم زندہ رہتے ہیں۔۔"!

اس کے لرزتے قدم اب بھی آگے بڑھ رہے تھے اور اب اسے اندازہ تھا کہ وہ کہاں جارہا ہے۔ وہ اس جگہ ضرور جانا چاہتا تھا کیونکہ اس کا وجود تھکن سے ٹوٹ رہا تھا۔ وہ اس جگہ جا کر سو جانا چاہتا تھا۔۔ ایک لمبی نیند۔۔ جس سے جاگنے کے بعد وہ، وہی تیرہ سالہ معاذ بن جاتا۔۔ کہ جس کا قرآن اس کے پاس تھا۔ وہ اسے پڑھ کر یا سن کر بوجھل نہیں ہوتا تھا۔

"جسمانی طور پر کمزور لوگ اکثر اس قرآن کو اتنی آسانی سے خود میں اسی لیے اتار لیتے ہیں کیونکہ وہ اپنے اندر موجود اچھائی کے فرشتے کے ساتھ زندہ رہنے کو چنتے ہیں۔ وہ اپنا وقت اس فرشتے کے ساتھ گزارتے ہیں۔۔ وہ اپنی طبیعت کو اس فرشتے کی طبیعت کے ساتھ ڈھال لیتے ہیں۔۔ تبھی تو وہ اس قرآن کو پورا کا پورا لینے پر قادر ہوتے ہیں۔۔ لیکن پھر کچھ لوگ۔۔"!

اس نے ہڈی سر پر ڈالی۔۔ اس سے اس کا چہرہ کافی حد تک ڈھک گیا تھا۔ صرف ہونٹ اور ٹھوڑی واضح تھی۔ باقی کا سارا چہرہ سیاہی کا حصہ لگتا تھا۔ اس کی سپاٹ آنکھیں اب کہ اس سخت سی سڑک پر تھیں کہ جس پر وہ تیز قدموں سے چلتا آنے والا ہر لمحہ روندرہا تھا۔ وہ اپنے قدموں تلے، اپنی ذات تک کو روند دینا چاہتا تھا۔ وہ اس تکلیف دہ چکر کو اب بس ختم کرنا چاہتا تھا۔۔!

"لیکن پھر کچھ لوگ معاذ جیسے ہوتے ہیں۔۔ جو اپنے فرشتے پر، اندر موجود شیطان کو چن لیتے ہیں۔۔ اور یاد رکھیے۔۔ انسان کی پیدائش کے ساتھ ہی اس کا فرشتہ اور شیطان پیدا کر دیا جاتا ہے۔ پھر یہ اس انسان پر منحصر ہوتا ہے کہ وہ کس کو اپنا ساتھی بنانا چاہتا ہے۔ فرشتے یا پھر شیطان کو۔۔"!

اس کی جھکی گردن میں بار بار گلٹی ابھر کر معدوم ہونے لگی تھی۔ خشک پڑتے حلق اور سرخ سی خشک آنکھوں میں جلن سی ہونے لگی۔ جانے یہ جلن کب اس کا پیچھا چھوڑنے والی تھی۔۔ وہ اس سب سے دور جانا چاہتا تھا۔۔ بہت دور۔۔ وہ اپنے آپ سے بھی دور جانا چاہتا تھا۔۔ کسی ایسی دنیا میں جہاں اس سیاہی اور سفیدی کی جنگ کا نام ونشان تک نہ ہوتا۔۔ جہاں وہ اپنے اصل نفس کے ساتھ زندہ رہ سکتا۔۔ کاش کہ وہ ایسی کسی جگہ جا سکتا۔۔

"اور جانتے ہیں۔۔ اس نے اپنے فرشتے پر شیطان کو چن لیا تھا۔۔! اس نے اسی شیطان کو بڑا کیا تھا۔۔ لیکن عجیب بات تو یہ تھی کہ وہ فرشتہ بھی اس کے اندر ہی سانس لے رہا تھا۔۔"

اس نے قبرستان کے سنسان راستے کو دیکھا اور پھر آگے بڑھ گیا۔ اس راستے پر الوؤں کے بولنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔ دور دور تک پھیلی اس وحشت میں اس کا سانس ناہموار ہونے لگا تھا۔ لیکن وہ پھر بھی آگے بڑھتا گیا۔۔ ان سیاہ راستوں پر چلتے اس کے اندر کا شیطان دم توڑنے لگا تھا۔۔ سیاہی پر سفیدی غالب آنے لگی تھی۔۔ اچھائی، برائی کا راستہ کاٹ رہی تھی۔ اس کے ساتھ کیا ہو رہا تھا اسے خود بھی سمجھ نہیں آ رہا تھا۔۔ بلاشبہ انسان بہت ہی پیچیدہ طرز پر پیدا کیا گیا ہے۔ خدا ہمیں، ہماری ہی الجھنوں سے پناہ میں رکھے۔۔!

اس نے ایک قبر پر رک کر خالی خالی سی نگاہوں سے آس پاس دیکھا۔ دور دور تک پھیلے قبرستان کی سیاہی بھی اسے خوفزدہ نہیں کر رہی تھی۔ ہوا کے چلتے جھکڑوں سے زمین پر گرے بہت سے پتے ایک ساتھ لہرائے تو عجیب سی سرسراہٹ ابھری۔ سویا ہوا قبرستان اس سرسراہٹ پر جھنجھنا اٹھا تھا لیکن وہ اسی خاموشی سے گردن جھکا کر اس قبر کو دیکھے گیا۔۔ اس قبر کو۔۔ کہ جو اس سیاہ قبرستان میں بھی روشن اور پرسکون تھی۔۔ اس سیاہی میں بھی سفیدی کا

عکس تھی۔۔ ایک تیز جھونکے سے بہت سے درخت جھومے تھے۔۔ اس نے سر نہیں اٹھایا۔۔ خاموشی سے اس قبر کو دیکھے گیا۔ اس کے اندر کی سیاہی غائب ہونے لگی۔ پھر اس نے آہستہ سے ہاتھ اٹھائے۔۔ سر سے ہڈی اتار کر پیچھے گردن پر ڈالی۔ اس کے بال اب کہ ہوا سے لہرا کر ماتھے پر گر رہے تھے۔ آہستہ سے گھٹنوں کے بل بیٹھتے وہ اس قبر ہی کو دیکھ رہا تھا۔

پھر ہولے سے ہاتھ آگے بڑھا کر اس کی خشک مٹی چھوئی۔ رگوں تک میں ٹھنڈک پھیل گ ئی تھی۔۔ جلتی سانسوں کے درمیان کچھ بہت پر سکون سا تحلیل ہونے لگا تھا۔

"آپ میرے لی ئے آنسو ہیں ماں۔ وہ آنسو کہ جس کے گرنے کے بعد انسان کا اندر کچھ اور بوجھل ہو جایا کرتا ہے۔۔"

سرسراتی ہوا کی خوفناک سرگوشیاں دم توڑنے لگی تھیں۔

"آپ میرا خوف ہیں۔۔ وہ خوف جو انسان سے زندگی کا آخری قطرہ بھی سینچ لیتا ہے۔۔"

اس کی آواز بے حد مدھم تھی۔۔ وہ اس پل ٹوٹ رہا تھا۔ یا یوں کہنا چاہی ئے کہ ٹوٹ کر جڑ رہا تھا۔ سفیدی، سیاہی میں گھلنے لگی تھی۔ سمجھ نہیں آتا تھا کہ عکس کیا ہے اور اصل کیا۔۔!

"یہ تھکن کیوں ختم نہیں ہوتی ماں۔۔؟ آپ کے جانے کے بعد اس تھکن نے کیوں میرے وجود میں بسیرا کر لیا ہے۔۔؟ میں سوچتا ہوں اور ناکام رہتا ہوں۔۔ میرے لی ئے آپکا وجود بہت اہم تھا۔۔ یہ تو مجھے آپ کے جانے کے بعد پتا چلا کہ میں تو سانس بھی آپکو دیکھ کر لیا کرتا تھا۔۔ اب تو لگتا ہے عرصے سے زندہ تک نہیں ہوں۔"

پر سکون سی قبر سے خوشبو سی آنے لگی تھی۔ہاں۔۔اپنی برائی پر اچھائی کو چننے والوں کی قبریں یونہی روشن رہا کرتی تھیں۔۔

"مجھے میری اپنی ہی سیاہی سے خوف آتا ہے ماں۔میں خود سے ڈرتا ہوں۔میں اپنا غلام بن گیا ہوں۔۔میں نے اپنے نفس کو چن لیا ہے۔میں نے خود کو کھو دیا ہے ماں۔۔وہ معاذ کھو گیا ہے جو آپ کو سورہ کہف سنایا کرتا تھا۔۔"

اس کی آنکھ سے آنسو ٹوٹ کر گرا تھا۔اور پھر وہ دونوں ہاتھ چہرے پر رکھ کر رو پڑا۔۔جیسے چھوٹے بچے روتے ہیں۔۔روتے روتے وہ اس قبر کے برابر بے دم سا بیٹھ گیا تھا۔تیرتی ہوا ساکت ہو گئی تھی۔بہت س جھکڑ اب کہ مڑ مڑ کر اب کہ اس لڑکے کو دیکھنے لگے تھے۔لیکن وہ پھر بھی روتا رہا۔وہ بہت سارا رونا چاہتا تھا۔وہ ان گزرے اوقات کا ہر زہریلا لمحہ اپنی ذات سے اکھاڑ کر پھینک دینا چاہتا تھا۔

"میں نے اپنا۔۔قرآن بھلا دیا ماں۔۔!میں اب آسمانوں میں بہت برے نام سے یاد کیا جاتا ہوں۔۔میں اس سب سے کیسے نکلوں۔۔میں تھک گیا ہوں ماں۔۔مجھے آپ کی گود میں سر رکھ کر سونا ہے۔مجھے آپ کی گود میں سر رکھ کر بہت سارا رونا ہے۔۔"

اس نے آنکھیں رگڑیں لیکن اندر جمع برسوں کی برف گویا پگھل کر اس کی آنکھوں کے راستے باہر گرنے لگی تھی۔رگوں میں ٹوٹے کانچ سے بکھر کر زخمی سے اذیت دینے لگے تھے۔وہ کسی کہانی کا بہت سیاہ کردار لگتا تھا۔۔زخمی اور سیاہ۔۔

"بچپن کی الجھنیں زندگی بھر انسان کا ساتھ نہیں چھوڑا کرتیں ماں۔۔ مجھے لگتا ہے کہ میں جسمانی طور پر تو وقت میں سفر کرتا رہا ہوں مگر کہیں اندر۔۔ میری ذات کا ایک حصہ آپ کے ساتھ ہی ٹھہر گیا ہے۔۔ اور اس ایک حصے کی تکلیف میری زندگی کے سارے عرصے کا احاطہ کیئے ہوئے ہے۔۔"

یکایک اسے احساس ہوا کہ کوئی اس کے ساتھ آ کھڑا ہوا ہے۔ اس نے سر نہیں اٹھایا۔۔ وہ اس الوژن (سراب) کا شکار بہت بار ہوا تھا۔۔ وہ ایک بار پھر سے اس تکلیف دہ سے سراب کا حصہ نہیں بننا چاہتا تھا۔۔ کیونکہ سراب۔۔ اس نے جھکا سر اٹھایا۔ وہ بالکل اس سے فاصلے پر کھڑی تھیں۔۔ سفید سے لباس میں ملبوس۔۔ اسی دھویں کا حصہ۔۔ جو ان کے یوں سامنے آ جانے پر ہر سو پھیل جایا کرتا تھا۔ وہ میکانکی انداز میں ان کی جانب بڑھا تھا۔ لیکن وہ ہر لمحہ اس سے دور ہوتی جا رہی تھیں۔

سراب حقیقت سے زیادہ تکلیف دیا کرتے تھے۔۔!

"معاذ۔۔ شیطان سے پناہ مانگو۔۔"

کسی نے اس کے بے حد قریب سرگوشی کی تھی۔ وہ یکدم اس جادوئی سے الوژن سے چونکا تھا۔ حبیبہ اس لباس میں، نرمی سے مسکراتی ہوئی اسے اپنی جانب بلا رہی تھیں۔۔ لیکن وہ مسکراہٹ۔۔ وہ مسکراہٹ ٹھیک نہیں تھی۔۔ وہ مسکراہٹ دھوکے میں ڈالا کرتی تھی۔۔

"معاذ۔۔ اللہ سے شیطان کی پناہ طلب کرو۔۔"

یکدم اس کے ذہن میں جھماکا سا ہوا۔۔ نظروں کے سامنے پھیلا دھوکہ، کچھ اور نہیں اس کا اپنا نفس ہی تھا۔ جو اسے وہ دکھا رہا تھا جو وہ دیکھنا چاہتا تھا۔ وہ حبیبہ نہیں تھیں۔۔ وہ تو اس کے اندر پنپتی برسوں کی خواہش تھی۔

"اللہ سے۔۔ پناہ۔۔ مانگو۔۔ معاذ۔۔"

اسکی سماعت پر گرتی وہ آواز بہت جانی پہچانی تھی۔ اس کے لب بہت ہولے سے ہلے تھے۔ یاد کے پردوں پر نقش بہت پرانی سی آیت اس کے ذہن میں جگمگائی تھی۔

"رب اعذوبک من ھمزات الشیاطین۔۔"

)اے پروردگار میں شیطانوں کے وسوسوں سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔۔(

حبیبہ کی مسکراہٹ غائب ہوئی۔ اس کے آیت پڑھنے پر وہ الوژن ناخوش ہوا تھا۔ اس نے اس کی جانب قدم بڑھائے لیکن پھر اگلے ہی لمحے ٹھہر گیا۔ وہ دھواں فضا میں تحلیل ہونے لگا تھا۔۔ وہ عکس۔۔ اس آیت پر اپنا وجود سہار نہیں پا رہا تھا۔۔ وہ بلاشبہ شیطان کی جانب سے تھا۔۔ اسے دھوکے میں ڈالنے کے لیئے۔۔ اسے اس سے پناہ طلب کرنی ہی تھی۔ اگر وہ یونہی اس عکس کو تکنے لگتا، تو جلد ہی اپنی بصارت سے ہاتھ دھو بیٹھتا۔ وہ دل سے اندھا ہو جاتا۔ اس کی آنکھیں روشن رہتیں اور دل نابینا ہو جاتا۔ کیونکہ کچھ حلال خواہشات بھی۔۔ اک خاص مقام پر جا کر حرام ہو جاتی ہیں۔۔ ان خواہشات کا وجود بہت طاقت ور ہوتا ہے۔ ان کی موجودگی انسان کو اللہ سے دور کرنے کا باعث بنتی ہے۔۔ وہ بھی اس سارے عرصے میں صرف اپنی ماں کو خوش کرنا چاہتا تھا۔ وہ ان کے لیئے اپنا قرآن

دوبارہ یاد کرنا چاہتا تھا، وہ مساجد میں نمازیں انہیں سرخرو کرنے کے لی ئے پڑھانا چاہتا تھا اور بلاشبہ۔۔ بلاشبہ وہ یہاں شرک کا مرتکب ہو رہا تھا۔

عرصے بعد جیسے اس پر اپنے ہی اعمال کا انکشاف ہوا تھا۔ اور وہ ساکت ہوا اس انکشاف پر آنکھیں پھیلائے اس عکس کو دیکھے گیا تھا۔۔ وہ عکس اب بہت آہستگی سے فضا میں گھلنے لگا تھا۔ یہ وہ عکس تھا جس نے اسے بہت پہلے قید میں ڈالا تھا۔۔ کیا تمہیں یاد ہے۔۔ وہ کب اس عکس کا شکار ہوا تھا۔۔؟ ہاں اسی رات۔۔ اسی رات جس رات وہ فٹ پاتھ پر بیٹھا ساری رات روتا رہا تھا۔ وہ، اس پر شیطان کا پہلا وار تھا۔۔ جبھی تو اس نے معاذ کو کھو دیا تھا۔۔ کیونکہ وہ اس الوژن پر کسی حقیقت کی طرح یقین کرنے لگا تھا۔ اس کے آگے گزرے ایام دھواں دھواں ہونے لگے۔۔ معاذ احمد شعراوی جانتا تھا کہ اس نے کیا کر دیا تھا۔۔!

"واعوذوبک رب ایحضرون"

)اور اے میرے پروردگار اس سے بھی تیری پناہ مانگتا ہوں کہ وہ میرے پاس آموجود ہوں۔۔(

اس کے لب بے آواز ہلے تھے۔۔ وہ عکس فضا میں گھل کر غائی ب ہو گیا۔۔ الوژن ختم ہو گیا۔۔ سحر ٹوٹ گیا۔۔ شیطان کمزور پڑنے لگا تھا۔ اس کے قدموں سے جان یکدم ختم ہوئی تھی۔۔ یوں لگتا تھا ساری ہمت اس سراب کے ساتھ ہی ختم ہو گ ئی ہو۔ وہ خود کو بے حد کمزور محسوس کرنے لگا تھا۔ زیر لب تیزی سے ان آیات کی گردان کرتے ہوئے اب وہ مسلسل اپنا سر نفی میں ہلا رہا تھا۔ بچپن کی الجھنیں زندگی بھر انسان کے ساتھ رہا کرتی ہیں۔ وہ الجھنیں آج بھی اس کے اندر گرہوں کی صورت موجود تھیں۔ اسی لی ئے غلطی کرتے وقت اسے اندازہ ہی نہ ہو سکا

کہ وہ کیا کر رہا ہے۔۔!وہ اس سارے عرصے میں شرک کا مرتکب ہو رہا تھا۔۔وہ اللہ کو خوش کرنے کے بجائے اپنی ماں کو خوش کرنا چاہتا تھا۔۔اس نے اللہ کی عبادت کرنے نے بجائے اپنی ماں کی پرستش کی تھی۔۔ان کی یاد میں اس نے اپنی زندگی برباد کرلی تھی۔اس نے اللہ کی جگہ کسی اور کو دینے کی کوشش کی تھی۔اس نے اپنی تکلیفوں کو اپنا الہٰ بنالیا تھا۔معاذ نے بہت بڑی کوتاہی کرڈالی تھی۔معاذ سے بہت بڑی غلطی سرزد ہوگئی تھی۔۔

زیرلب وہ آیت مسلسل پڑھتے اسے لگا جیسے اس کے وجود کے گرد بندھی زنجیریں ٹوٹتی جارہی ہیں۔اس کا وجود آزاد ہونے لگا تھا۔بہت وقت بعد وہ اپنی ماں کی اس زہریلی یاد سے نکلنے لگا تھا۔اس کا سانس دھونکنی کی مانند چل رہا تھا۔۔بے حد تیزی سے۔۔رگوں میں تیرتا لہو،دل کے آس پاس جمع ہونے لگا تھا۔اس کی گردان جاری تھی۔ اسے اس سارے دھوکے سے پناہ طلب کرنی ہی تھی۔اس نے پہلے ہی بہت دیر کردی تھی۔پیچھے ایک نظر دیکھے بغیر وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا اس سرسراتے قبرستان سے نکل رہا تھا۔بہت سی آوازیں اس کا پیچھا کرنے لگی تھیں۔وہ ان آوازوں اور ان یادوں کو اب زندگی بھر کبھی یوں یاد نہیں کرنا چاہتا تھا۔وہ اب ان سے آزادی چاہتا تھا۔

"اوعوذبک"

)میں پناہ طلب کرتا ہوں(

اس کی لب بہت تیزی سے ہل رہے تھے۔بال ماتھے پر گر کر اڑ رہے تھے۔لیکن وہ پیچھے ایک دفعہ بھی دیکھے بغیر اس دنیا اور اس کی بھول بھلیوں سے بہت دور جارہا تھا۔اب کہ صرف اتنا ہی دکھائی دے رہا تھا کہ ایک لڑکا۔۔ ہڈی پہنے۔۔بازو سے گلابی آنکھیں رگڑتا۔۔تیز قدم اٹھاتا۔۔اس تاریکی سے دور ہوتا جارہا تھا۔اس بات سے یکسر

بے خبر ہو کر کہ اس کے تاریک کہف میں وہ گل ہوتی روشنی اب کہ بکھرنے لگی تھی۔۔ وہ روشنی۔۔ جس نے رابیل کا راستہ بھی روک رکھا تھا۔۔ وہ روشنی جس نے اس کو ایک عرصے تک سیاہی میں رکھا تھا۔۔ ہاں وہ ہی روشنی۔۔ جو کنارے پر آہستہ سے ڈوبنے لگی تھی۔۔ ان کے اس سیاہ کہف کی دیواریں واضح ہونے لگی تھی۔۔ قدیم زمانوں کا سحر ٹوٹنے لگا تھا۔۔

اس نے بھاگتے ہوئے وہ سڑک عبور کی اور آگے ہی آگے بڑھتا گیا۔ اس کا جسم آج ہوا سے بھی زیادہ ہلکا تھا اور کندھے ہر بوجھ سے آزاد تھے۔ اسے آج اس کے اعمال کے بوجھ سے آزادی مل گ ئی تھی۔ اس کے گرد پھیلی وہ سیاہی عنقا ہونے لگی تھی۔

"معاذ کی ذات سے ہٹ کر میں آپ سب کو ایک بہت اہم بات بتانا چاہتی ہوں۔"!

اس کے بھاگتے قدم سڑک کو روندر ہے تھے۔

"جب انسان ایک لمبے عرصے تک کسی گناہ کا ارتکاب کرتا رہتا ہے تو ایک وقت ایسا آتا ہے کہ وہ اپنے اندر بچی روشنی کا آخری ذرّہ بھی کھو دیتا ہے۔ تب اسے اپنے آس پاس کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا ہے۔ وہ اس گناہ کی سیاہی میں اتنا اندھا ہو جاتا ہے کہ اسے اپنا غلط بھی ٹھیک لگنے لگتا ہے۔ وہ اپنی خواہش کے کسی غار میں یونہی بند ہو کر رہ جاتا ہے۔ اور پھر۔۔ جب عرصے بعد۔۔ انسان کی ذات کے اندر کی۔۔ وہ باریک سی روشنی چمکتی ہے تو اسے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ساری زندگی۔۔ سراب کے پیچھے بھاگتا رہا تھا۔۔ وہ اس حقیقت کا پیچھا کرتا رہا تھا کہ جس کا وجود تھا ہی نہیں۔ لیکن جانتے ہیں کہ یہ ادراک انسان کو کب ہوتا ہے۔۔"

اس نے ایک جانب رک کر ہڈی سر پر ڈالی تھی۔ جیبوں میں ہاتھ اڑسے اور پھر ہموار قدموں کے ساتھ دھیمی چال چلنے لگا۔ اس کے آس پاس اب کہ صرف وہ پاکیزہ سی روشنی تھی۔ وہ ہی روشنی جو اس سے کھو گئی تھی۔۔ وہ روشنی ایک بار پھر سے اس پر وارد ہو رہی تھی۔

"انسان کو اپنی زندگی کے سراب ہو جانے کا ادراک تب ہوتا ہے جب وہ اپنی قبر سے اس بڑے دن میں اٹھایا جاتا ہے۔ ایک ایسے دن میں اٹھایا جاتا ہے جس دن۔۔ زندگی شروع ہو جاتی ہے اور موت۔۔"

اس نے اپنے قدم مسجد کی جانب پھیرے۔ جو نماز اس سے چھوٹ گئی تھی وہ اس نماز کو پڑھنا چاہتا تھا۔ اس سے بلاشبہ بہت ساری کوتاہیاں سرزد ہوئی تھیں اور آج۔۔ آج وہ اپنی ہر کوتاہی کی معافی مانگنا چاہتا تھا۔

"موت کو ذبح کر دیا جاتا ہے۔۔"!

اس نے مسجد میں داخل ہو کر اس کے ٹھنڈے ماربل پر اپنے برہنہ قدم رکھے تو سارا جسم پل میں برف بن کر پگھل گیا۔ وضو بنا کر پلٹتا اب وہ آہستینیں اپنی کلائیوں پر برابر کر رہا تھا۔ مسجد نمازیوں سے خالی پڑی تھی۔ ہر جانب ایک ٹھنڈا سا سکون تحلیل تھا۔ اس نے نیت باندھی اور اپنی عمر بھر کے لیئے وہ نماز پڑھنے لگا کہ جو پڑھی جانی چاہیئے تھی۔۔

"اسی لیئے آپ بھی اس دن سے پہلے اٹھ جائیں۔۔ اس دن کی ذلت بہت اذیت ناک ہو گی۔۔ کیونکہ اس دن زندگی شروع ہو گی اور موت کا وجود ختم ہو جائے گا۔۔ ڈریں اس زندگی سے جو جہنم کا ایندھن بن جائے۔۔ اور بچائیں خود کو اس آگ کا ایندھن بننے سے۔۔"

دور سے دیکھنے پر اب ایک بہت پر سکون سا منظر نگاہوں کو بھلا لگ رہا تھا۔ وہ منظر جس کے پار اب صرف ندامت تھی۔۔ جس کے پار اپنی سیاہی کو چننے پر افسوس تھا۔۔ جس کے پار خود کو کھو کر پا لینے کا عکس جگمگا رہا تھا۔۔ خالی پڑی مسجد میں اب وہ لڑکا سجدے میں جھکا کچھ بہت دھیمی آواز میں پڑھ رہا تھا۔ جسے صرف وہ سن رہا تھا اور اللہ سن رہا تھا۔۔ بہت دن بعد اس نے اللہ کو پکارا تھا۔ اب وہ اسے پکارتے رہنا چاہتا تھا کیونکہ اللہ کے بغیر تو زندگی اندھیر تھی۔۔ اللہ کے بغیر زندگی سراب تھی۔۔ اللہ کے بغیر۔۔ زندگی عذاب تھی۔۔ اب وہ اس عذاب سے خود کو آزاد کروانے لگا تھا۔۔ اسے یہ کرنا ہی تھا۔۔ کیونکہ اللہ کی جانب جاتا پہلا قدم انسان ہی کو اٹھانا پڑتا ہے اور دوسرا قدم۔۔ دوسرے قدم کی قربت کا وعدہ اللہ کا فیصلہ ہے۔۔! آپ بس ایک قدم اٹھالیں۔۔ باقی کا فاصلہ وہ طے کرتا ہے۔۔!

وہ ایک بار پھر سے سجدے میں جھکا سرگوشی کر رہا تھا۔۔ مسجد کے اندر پھیلی خاموشی گہرے سکون کا غماز تھی اور ہر جانب اب وہ سفید روشنی تحلیل تھی۔ ہاں وہ ہی روشنی۔۔ جس سے اس نے ایک لمبے عرصے تک نگاہیں چرائی تھیں۔۔!

رابیل نے اپنی عشاء کی نماز سے سلام پھیرا اور پھر دعا کر کے جائے نماز سمیٹتی اٹھ کھڑی ہوئی۔ اسی پہر اس کے کمرے کا دروازہ کھول کر شزا اندر جھانکی تھی۔ اس نے جائے نماز تہہ کر کے رکھتے ہوئے یونہی گردن پھیر کر اسے دیکھا۔ جانے کیوں۔۔ اسے شزا آج پہلے سے زیادہ خوش لگ رہی تھی۔۔

"باہر زاہد چچا کے گھر والے آئے ہیں رابیل۔۔ آجاؤ۔۔ماں بلا رہی ہیں۔۔"

اس نے سر اثبات میں ہلایا اور پھر یونہی چہرے کے گرد لپٹے حجاب کے ساتھ ہی باہر چلی آئی۔ لاؤنج میں آج بہت عرصے بعد سب اکھٹے بیٹھے تھے۔ زاہد چچا، عابد کے ساتھ صوفے پر بیٹھے اقبال کی کسی بیوقوفی سے لطف اندوز ہوتے ہنس رہے تھے۔ اسی کے مقابل صوفے پر، زرتاشہ چچی، رامین اور حریم بیٹھی تھی۔ اپنے مسائل میں الجھے ہونے کی وجہ سے اس نے دوبارہ حریم سے بات ہی نہیں کی تھی۔ پہلا تو اس کا جانچتا رویہ رابیل کو غیر آرام دہ کیا کرتا تھا اور دوسرا۔۔ جانے کیوں وہ ایک ہی بات کو بار بار دہرا کر لطف اندوز ہوتی تھی۔ جس سے رابیل کو تو خیر سے بہت کوفت ہوتی۔۔ ویسے بھی ہمارے دیسی گھرانوں میں کسی کی کمزوری کو بار بار دہرا کر محظوظ ہونے کا رواج بے حد عام تھا۔ ایسے گھٹیا رواج کو اب ختم ہو جانا چاہیئے تھا۔

اس نے گہرا سانس لیا اور پاس چلی آئی۔ صوفے کے ہتھے پر شزا بیٹھی تھی اور ردا بابا کے برابر میں بیٹھی ان کے موبائل میں غالباً کوئی گیم کھیل رہی تھی۔ اپنے موبائل کی چارجنگ بچانے کے طریقے۔۔!

"السلام علیکم۔۔۔"

اس نے قریب آکر سلام کیا تھا۔ سب نے مسکرا کر اس کے سلام کا جواب دیا تھا۔

"کیسی ہو رابیل۔۔؟ اور کہاں ہوتی ہو بھئی سارا دن۔۔؟ جب دیکھو یا تو اپنے کمرے میں رہتی ہو یا پھر مدرسہ۔۔ کبھی چچی کو بھی یاد کر لیا کرو۔۔"

زرتاشہ کی باتیں شروع ہو چکی تھیں۔ وہ اس سے مل بھی لیتی تب بھی ان کے یہ گلے شکوے ختم نہیں ہوا کرتے تھے۔ نارمل تھا اس کے لیئے ان کا ایسا رویہ۔۔

”لو۔۔ تم تو دوسرے گھر میں رہتی ہو۔۔ میں تو ایک گھر میں رہتے ہوئی اس کی شکل نہیں دیکھ پاتی۔ جانے کونسے کام کرتی رہتی ہے۔۔ کمرے میں جا کر محترمہ کو دعوت دینی پڑتی ہے۔۔ کہ جی ایک عدد گھرانہ بھی ہے آپ کا۔۔ جن کے ساتھ بیٹھنا آپ کی زمہ داری ہے۔۔ تب جا کر کہیں باہر نکلتی ہے یہ کمرے سے۔۔“

رامین نے اس کے گم صم سے رویے پر چوٹ کی تو سب ایک ساتھ ہی ہنس پڑے۔ اس نے بھی خجل ہو کر اپنی ہنسی دبائی تھی۔ ماں بھی ناں۔۔ کچھ بھی بولتی تھیں۔۔

”خیال رکھا کرو اپنا۔ کام کرو اچھی بات ہے لیکن اتنا بھی کیا خود کو مصروف رکھنا کہ خود کو ہی بھول جاؤ۔۔ اور اب تو ایک عدد شوہر بھی ساتھ ہے۔ اس کو بھی وقت دیا کرو۔۔ ایسے سر جاڑ منہ پھاڑ کاموں میں لگی رہنے والی لڑکیاں آگے بہت مشکلات کا شکار ہوتی ہیں۔۔“

اور اب اسے سہی معنوں میں ان کی باتوں سے الجھن ہونے لگی تھی۔ کیا ضروری تھا اس کی شادی کا موضوع اس سب میں گھسیٹنا۔۔

”جی چچی میں کرتی ہوں سب کچھ۔۔ خیال بھی رکھتی ہوں اپنا۔ بس کبھی کبھی مدرسہ کا کام بہت زیادہ ہوتا ہے۔ اسی لیئے کسی کو بھی وقت نہیں دے پاتی۔۔“

”اور یہ معاذ کیا کرتا پھر رہا ہے آجکل۔۔؟“

یکدم زاہد چچا کے بولنے پر اس نے چونک کر انکی جانب دیکھا تھا۔ اور چونکے تو ان کی بات پر خیر سب ہی تھے۔

"کیا کر رہا ہے۔۔؟ کیا مطلب۔۔۔؟"

عابد سیدھے ہو بیٹھے۔ اس نے بے چینی سے پہلو بدلا تھا۔ شزا نے بھی بے چین ہو کر اسے دیکھا تھا۔ چچی اور حریم کے درمیان ذو معنی نگاہوں کا تبادلہ۔۔ افف۔۔ کیا مصیبت ہے آخر۔۔ وہ اپنے ذہن میں اس سب پر کرّاہی تھی۔۔

"میرے پاس کل ہی صائمہ کا فون آیا تھا۔ کہہ رہی تھی کہ معاذ نے ارحم پر حملہ کیا ہے۔ میں تو کبھی یقین نہیں کرتا لیکن اس نے ساتھ ہی گردن پر آئے زخم کی تصویریں بھیجی تھیں اور سچ پوچھیں تو بھائی صاحب۔۔ ان تصاویر کو دیکھ کر میرے تو رونگٹے کھڑے ہو گئے تھے۔۔"

اور ماحول میں بے ساختہ تناؤ آ گیا تھا۔ پرسکون سا خوش گپیوں سے سجا ماحول اب کہ عجیب طرح سے خاموش ہو گیا تھا۔ یوں لگتا تھا گویا سب ایک دوسرے سے نظریں چرا رہے ہوں۔ معاذ کا رویہ ان سب کے لیے غیر انسانی سا رویہ تھا۔۔ اس نے مٹھی بھینچی۔۔

"آپ تصویر کا ایک رخ مت دیکھیں زاہد چچا۔۔"

اس نے آرام سے کہا تھا۔ اپنے اندر مچی توڑ پھوڑ کے برعکس وہ بہت پرسکون دکھ رہی تھی۔ عابد نے یکدم چونک کر اسے دیکھا۔ ان کی آنکھوں میں پھیلا وہ بے یقین سا تاثر اسے سرخ کر گیا تھا۔۔

"کیا مطلب۔۔؟ کونسا دوسرا رخ ہے اس تصویر کا۔۔؟ اور زاہد اسے کیا پڑی تھی ارحم پر حملہ کرنے کی۔۔؟ خیر اتنا پاگل تو اب میں بھی نہیں ہوں کہ یقین کرلوں کہ اس نے بلاوجہ ایسا کوئی قدم اٹھایا ہو گا۔۔یقیناً ارحم کی جانب ہی سے پیش قدمی کی گ ئی ہو گی۔۔"

اور اب حیران ہونے کی باری زاہد چچا کی تھی۔ حریم بھی دلچسپی سے ذرا آگے ہو کر بیٹھی۔اس نے آنکھیں میچی تھیں۔جانے وہ اور معاذ کیوں لوگوں کی دلچسپی کا مرکز بنتے جا رہے تھے۔۔

"بھائی صاحب پیش قدمی کی گ ئی ہو یا نہیں۔ سوال یہاں پر یہ نہیں ہے۔بلکہ سوال یہاں پر صرف یہی ہے کہ اس کا جوابی وار اس قدر گراہوا کیسے ہو سکتا ہے۔۔؟ وہ ایسے کیسے کسی کی گردن پر چاقو رکھ سکتا ہے۔۔کیا آپ کے رونگٹے کھڑے نہیں ہوتے یہ سب سوچ کر۔۔"!

ان کی بات پر حریم اور چچی جھرجھری لے کر پیچھے ہوئی تھیں جبکہ رامین بے یقینی سے پھیلی آنکھیں لی ئے چچا کو تک رہی تھیں۔اس نے گہرا سانس لے کر اندر جمع ہوتی گھٹن باہر نکالی۔

"مجھے اس سے خود بات کرنی پڑے گی۔۔واقعی۔۔بات کچھ بھی ہوئی ہو لیکن اس طرح کا رویہ اختیار کرنا کسی بھی طرح نارمل نہیں ہے۔۔اور تمہیں کیسے پتا کہ اس نے یہ سب کیوں کیا ہے۔۔؟ کیا تم بھی وہاں موجود تھیں۔۔؟"

انہوں نے اتنی تیزی کے ساتھ اس سے استفسار کیا تھا کہ اس کا سانس ہی لمحے بھر کو خشک ہو کر رہ گیا۔

"نہیں بابا میں یہاں اس وقت موجود نہیں تھی۔۔لیکن بابا۔۔"

”تو تمہیں کیسے علم ہوا پھر اس سب کے بارے میں۔۔؟ اور جبھی شزا مجھ سے صبح صائمہ کے بارے میں پوچھ رہی تھی۔۔! کیا تم دونوں میرے پیچھے کچھ کر رہی ہو۔۔؟ میری بغیر اجازت کے۔۔؟“

ان کا سوال جانے کیوں آخر میں بہت چبھتا ہوا ہو گیا تھا۔ اس کا گلابی سا رنگ سفید ہو گیا۔ ہاتھ پسینے میں بھیگ گئے تھے۔ سچویشن بہت عجیب سی ہو گئی تھی۔ سب اب سر اٹھائے اسے ہی دیکھ رہے تھے۔

”بابا آپ ایک طرف کی کہانی سنے بغیر کسی کو جج نہیں کر سکتے۔۔ آپ یہ کر کے اپنا ہی نقصان کریں گے۔۔“

”اچھا۔۔ تو پھر بتاؤ مجھے دوسرے طرف کی کہانی۔۔ میں بھی دیکھتا ہوں کہ وہ کونسی کہانی ہے جو مجھے سنائی نہیں گئی۔۔“!

ان کا طنز اسکے دل میں بہت بری طرح سے گڑا تھا لیکن پھر بھی وہ جم کر کھڑی رہی۔ ابھی انہیں ان کی باتوں پر مطمئن کرنے کا وقت تھا۔ وہ اپنی پیٹھ دکھا کر یہاں سے جانے کا سوچ بھی نہیں سکتی تھی۔ یہ سوچ آتے ہیں اس نے پیچھے پڑی کرسی کھینچی اور ان کے سامنے بیٹھی۔ سنجیدگی سے چچا کی جانب دیکھا۔

”کوئی آپ کی ماں کو زانیہ یا بدکار کہے گا تو آپ کا جوابی وار کیا ہو گا چچا۔۔؟“

اس کا سوال بہت کڑا تھا۔ یوں جیسے زور سے آگے والے کی روح پر برستا کوڑا ہو۔

”رابیل ابھی بابا۔۔“

”چچا میں نے آپ کا جوابی وار پوچھا ہے۔۔ آپ کیا کریں گے ایسی صورتحال میں۔۔ اور وہ بھی جب ظلم بھی آپ کے ساتھ ہوا ہو۔ ماں آپ کی مر چکی ہو۔۔ اور ان کے مردہ وجود کے ساتھ کسی غیر محرم کو جوڑ کر آپ سے بات

شروع کی جائے۔۔ میں صرف پوچھ رہی ہوں کہ آپ آگے بڑھ کر اس بندے کا منہ توڑ دیں گے یا پھر اسے گود میں بٹھا کر پیار کریں گے۔۔؟"

اوکے۔۔ حساب برابر کیا جا رہا تھا۔۔ کیا ہوا جو معاذ یہ حساب برابر نہیں کر سکا تھا۔۔ وہ تھی ناں اس کے حصے کی جنگ لڑنے کے لیے۔۔ اس کے سوال پر چچا کا چہرہ سرخ پڑ گیا تھا۔۔ کنپٹی میں خون جل اٹھا تھا۔

"بالکل۔۔ اس نے بھی یہی کیا جو آپ سوچ رہے ہیں۔ بات اس کی ماں کے کردار سے شروع کی گئی تھی بابا۔۔ اور ایسے میں خاموش رہنا عقل مندی نہیں، بے غیرتی ہوتی ہے۔۔"

اور یہ پڑا ایک اور چانٹا۔۔ وہ بھی زور سے۔۔

"چچا سے کیسے بات کر رہی ہو رابیل تم۔۔"!

زرتاشہ نے طیش سے ابل کر کہا تھا۔ اس نے خاموشی سے نگاہیں ان کی جانب پھیریں۔ اس کی کتھئی آنکھیں اس نرم سی رابیل سے بہت مختلف تھیں۔ وہ آنکھیں سنجیدہ تھیں۔۔ سنجیدہ اور کچھ حد تک سرد۔۔

"بالکل اسی طرح چچی۔۔ جیسے آپ سب معاذ اور تایا کے بارے میں بات کرتے ہیں۔ بے حس ہو کر۔۔ میں بھی کچھ لمحات کے لیے بے حس ہو کر اس بارے میں بات کرنا چاہتی ہوں۔۔ میں بھی آپ لوگوں کو بتانا چاہتی ہوں اس کہ الفاظ کی تکلیف کیا تکلیف ہوتی ہے۔ کیونکہ انسان ناں بڑی ہی ڈھیٹ مخلوق ہے۔ اسے جب تک آگ کے سمندر سے نہ گزارو، تب تک کسی آگ کو وہ سنجیدہ لیتا ہی نہیں ہے۔۔"

سب کچھ ایک لمحے کے لیے گویا رک سا گیا تھا۔ جو ہو چکا تھا وہ نہیں ہونا چاہیے تھا لیکن جو اب ہو رہا تھا وہ اسے روک سکتی تھی۔۔ وہ اس سب کو اب روکنا چاہتی تھی۔

"تو تم یہ کہہ رہی ہو کہ پچھلے اس سارے عرصے میں ہم بے حس رہے تھے۔۔"!

زاہد نے براہ راست اس سے سوال کیا تو اس نے ان کی جانب دیکھا۔۔

"میں آپ کو کسی مشکل میں نہیں ڈالوں گی چچا۔ بس ایک دفعہ کئی سالوں پیچھے جا کر اپنا کردار اس سارے تماشے میں دیکھ لیں۔۔ میرے خیال سے آپ کو جواب مل جائے گا۔۔"

"تمہیں پتا ہے کہ تم انتہائی بدتمیز لڑکی ہو۔۔"!

اس کی چوٹ پر زاہد کی انا کو بہت بری طرح ٹھیس پہنچی تھی۔ لیکن اس سے بھی زیادہ اس کی بات زرتاشہ کو چبھی تھی۔ جبھی تو وہ اس پر پھنکاری تھیں۔

"نہیں چچی۔۔ میں بدتمیز نہیں ہوں۔۔ میں تو آئینہ ہوں۔۔ آپ سب کا آئینہ۔۔ میں آپ سب کو عکس دکھا رہی ہوں۔۔ دیکھیں۔۔ اور سوچیں۔۔ کہ ہم سب اندر سے کس قدر بدصورت ہیں۔۔ ہمارے سامنے ایک زندہ جان مر جاتی ہے اور ہم۔۔ ہم صرف تماشہ دیکھتے رہتے ہیں۔۔ ہمارے سامنے زندگیاں تباہ ہو جاتی ہیں اور ہم ظالم کے تلوے سے الگ ہونے کو خود پر حرام کر رکھتے ہیں۔۔ ہمارے سامنے لوگ اپنا سب کچھ کھو دیتے ہیں اور ہم اپنے بنگلوں میں خواب خوگوش کے مزے لے رہے ہوتے ہیں۔۔ میں بدتمیز نہیں ہوں چچی۔ تلخ حقائق کو

میری بدتمیزی پر محمول نہ کریں۔ ویسے ہی ہم اپنی استطاعت سے زیادہ ظلم کر چکے ہیں اور عجب تو یہ ہے کہ اس ظلم کا اندازہ تک نہیں ہمیں۔۔"

اس کی آنکھیں ضبط سے گلابی ہونے لگی تھیں۔ سینہ اس کی تکلیف یاد کر کے ایک بار پھر سے گھٹنے لگا تھا۔ جانے وہ کیسے اس سب سے گزرا ہو گا۔ جن لمحات کے بارے میں صرف بات کرنا اس قدر اذیت ناک تھا تو ان سے گزر کر سروائیو کرنا قیامت کے مصداق ہو گا یقیناً۔۔

"تم اس کے عمل کو جسٹفائی کر رہی ہو۔۔؟"

عابد کی جانب سے بے حد خشک سا سوال آیا تھا۔

"جی بابا۔۔ میں اسے جسٹفائی کر رہی ہوں۔۔ میں اس کے اعمال کی وضاحت آپ کے سامنے رکھ رہی ہوں بابا۔۔ آپکو مجھ سے اختلاف ہے تو مجھے جواب دیں اور مجھے قائل کریں۔۔ اور اگر آپ لوگ مجھے قائل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکیں تو کوئی حق نہیں رکھتے آپ معاذ اور تایا کو قصور وار ٹھہرانے کا۔۔"

وہ ان کی وکیل تھی۔ وہ ان کے لیے لڑ رہی تھی۔

"مجھے پتا نہیں تھا کہ گھر والوں سے زیادہ وہ کل کے لوگ تمہارے لیے اہم ہو جائیں گے۔۔"

زرتاشہ نے کہہ کر سر جھٹکا تھا۔ اس نے ہلکی مسکراہٹ کے ساتھ سر نفی میں ہلایا تھا۔۔

"اہم تو آپ سب بھی ہیں چچی۔ بس ان پر کی جانے والی بلاوجہ کی تنقید کو اب کسی طرح تو ہینڈل کرنا ہی ہے ناں۔۔"

اس کا اندر تھک رہا تھا لیکن وہ پھر بھی ان سب کے سوالوں کے جواب دے رہی تھی۔

"معاذ جیسا انسان کبھی بھی ایک اچھا آپشن نہیں تھا تمہارے لیے۔ کس طرح کی غیر انسانی حرکتیں کرتا ہے وہ دیکھ رکھو بی بی۔۔ اتنا اعتماد عورت کو ہمیشہ ہی لے ڈوبتا ہے۔۔"

وہ تڑخ کر بولی تھیں۔ اس نے گود میں رکھی مٹھی زور سے بھینچی۔۔

"اچھے انسان کو بھی آپ اکسائی نگی تو چچی وہ بھی اپنا انسانی لبادہ اتار پھینکے گا۔ کسی کو اس کی آخری حدود تک نہ آزمایا کریں۔ نہیں تو پھر نتائج کے زمہ دار آپ خود ہی ہونگے۔ یقیناً ارحم یا پھر پھپھو کی جانب سے کوئی گھٹیا بات کی گئی ہوی جبھی تو وہ اس قدر جنونیت پر اترا۔۔ بلکہ میں تو کہتی ہوں اس نے کچھ کیا ہی نہیں تھا۔۔ اسے تو مار مار کر ارحم کی شکل بگاڑ دینی چاہیے تھی۔ تاکہ آئندہ پھپھو بھی یاد رکھتیں کہ کسی کے بارے میں یوں منہ اٹھا کر بات نہیں کرنی۔۔ افسوس کہ اس نے محض ایک چھوٹا سا زخم ہی دیا ارحم کو۔۔"

اور رابیل کی جانب سے ایسی باتیں بہت غیر متوقع تھیں۔ وہ ایسی طبیعت کی لڑکی ہی نہیں تھی لیکن پھر بھی۔۔ معاذ کا دفاع کرتے ہوئے وہ انہیں بتانا چاہتی تھی کہ وہ کمزور نہیں۔ وہ اگر اس کے بارے میں کوئی غلط بات کریں گے تو وہ چپ نہیں رہے گی۔ وہ ان کی چمڑیاں ادھیڑ دے گی۔ کیونکہ وہ معاذ کی بیوی تھی۔ اسے ظلم برداشت نہیں کرنا تھا۔۔ اسے اس کا جواب دینا تھا۔۔

"آپ کیا اس کی بکواس سن رہے ہیں یہاں بیٹھ کر۔۔ چلیں۔۔ بہت عزت کروالی اپنی لاڈلی بھتیجی کے ہاتھوں آپ نے اپنی بھی اور میری بھی۔۔"

وہ یکدم اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔ ان کے ساتھ ہی سب بھی گڑبڑا کر اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ رابیل نے صرف گردن اٹھا کر انہیں طیش سے ابلتے دیکھا تھا۔ تکلیف ہوئی تو اٹھ کھڑی ہوئی ہیں۔ کسی کی عزت روندے جانے کی بات تو بہت چٹخارے لے کر کرتی ہیں۔ اچھا ہوا آپ کے ساتھ بالکل۔۔!

"مجھے افسوس ہوا تمہاری باتیں سن کر۔۔ سب کہتے تھے کہ معاذ ایک غلط انتخاب ہے رابیل کے لیے لیکن میں ان کی بات رد کرتا رہا۔۔ آج اندازہ ہو رہا ہے کہ وہ تو واقعی تمہارے لیے زہر ثابت ہو رہا ہے۔۔ آئندہ میرے سامنے مت آنا تم کبھی۔۔"

زاہد نے کڑوے لہجے میں کہا تو پل بھر کو اس کا دل لرز کر رہ گیا۔ لیکن دروازے کی جانب پلٹتے ہی سب کے سب ساکت ہو گئے تھے۔ وہاں وہ کھڑا تھا۔۔ سیاہ ہڈی پہنے۔۔ ہمیشہ کی طرح وجیہہ اور خاموش۔۔ لیکن آج اس کے چہرے پر بہت اداس سا تبسم تھا۔ شاید وہ رابیل کی ساری باتیں سن چکا تھا۔

"معاذ۔۔ تم کب آئے۔۔؟"

رامین ہی سب سے پہلے جاگی تھیں۔ وہ جو بیٹھی تھی اٹھ کھڑی ہوئی۔۔ بے یقینی سے دروازے کی جانب دیکھا۔ ہاں۔۔ وہ وہی تو تھا۔۔ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔ پھر ہولے سے مسکرایا۔ زاہد، زرتاشہ اور حریم تیزی سے اس کے برابر سے نکل کر گزرے تھے۔ لیکن پیچھے کھڑے لوگ اب تک ساکت تھے۔ اس نے بھی کھوئی آنکھیں پھیلا رکھی تھیں۔ اسے اس کے یہاں موجود ہونے کی امید نہیں تھی۔

"تھوڑی دیر پہلے ہی آیا تھا مامی۔۔"

وہ اپنی جگہ ہی کھڑا رہا تو عابد نے کھنکھنار کر ماحول میں پھیلی خاموشی کو رفع کرنے کی کوشش کی۔ پھر اس کی جانب دیکھا۔۔

"آؤ ناں معاذ۔۔ وہاں کیوں کھڑے ہو۔۔؟"

اور وہ گہرا سانس لیتا آگے بڑھ آیا۔ ہاتھ میں پکڑے بہت سے شاپنگ بیگز شزا کی جانب بڑھائے جسے اس نے سرعت سے تھام لیا تھا۔

"بابا نے آپ سب کے لیئے چند دن پہلے ہی کچھ تحائف لیئے تھے۔ کام کی مصروفیت کے باعث میں دے نہیں سکا تھا تو انہوں نے مجھے ابھی بھیج دیا۔ شاید میں غلط وقت پر آگیا۔۔"

آرام دہ سی مسکراہٹ کے ساتھ کہہ کر اس نے صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا تو عابد ایک بار پھر سے کھنکھارے۔ پھر اس کے ساتھ رکھے صوفے پر بیٹھ گئے۔ شزا اور ردا جلدی سے کچن کی جانب بڑھی تھیں جبکہ رامین اور رابیل لاؤنج ہی میں خاموشی سے کھڑی رہیں۔

"بھائی صاحب کیسے ہیں۔۔؟"

"ٹھیک ہیں بابا۔۔"

اس نے سر ہلا کر جواب دیا اور پھر سرمئی نگاہوں کے ارتکاز نے رابیل کے خاموش کھڑی سے کانچ کی جانب دیکھا۔ وہ اب تک بے یقین تھی۔ اس نے ہولے سے مسکرا کر ایک بار پھر سے عابد کی جانب دیکھا تھا۔

"کام کیسا جا رہا ہے ریسٹورینٹ کا۔۔؟ پیسے وغیرہ کا تو کوئی مسئلہ نہیں۔۔۔؟"

بات برائے بات کرتے عابد اب ماحول میں پھیلی آکورڈ سی خاموشی کو کافی حد تک ختم کر چکے تھے۔اس نے بھی صوفے سے پشت ٹکائی اور مکمل طور پر ان کی جانب متوجہ ہوا۔

”سب اچھا جا رہا ہے چچا۔۔ کسی بات کا کوئی مس ئی لہ نہیں۔۔“

”بھائی صاحب کیوں نہیں آئے۔۔؟ انہیں بھی لے آتے ساتھ ہی۔ اقبال کی شادی کے بعد ایک بار بھی وہ ہمارے گھر نہیں آئے۔۔“

رامین کے یکدم کہنے پر اس نے سر ہلایا تھا۔

”چچی بابا کی طبیعت کچھ ٹھیک نہیں ہے پچھلے ک ئی دنوں سے۔ انہی کا ارادہ تھا یہ تحائی ف لے کر آنے کا لیکن پھر انہوں نے مجھے بھیج دیا۔ میں کہہ دونگا ان سے کہ مل لیں آپ لوگوں سے آکر۔۔“

آج وہ پچھلے معاذ سے خاصہ مختلف لگ رہا تھا۔ آج اس کے انداز کا ازلی سا خالی پن اور سپاٹ تاثر زائی ل تھا۔ آج وہ بہت پر سکون دکھ رہا تھا۔

”نہیں نہیں۔۔ کہنا نہیں ان سے۔۔ طبیعت ٹھیک نہیں ہے تو ہمیں جانا چاہی ئے ان سے ملنے۔۔ ہم ملنے آئی یں گے بھائی صاحب سے خود۔۔ اور ان تحائی ف کی بھلا کیا ضرورت تھی۔۔؟ وہ آجاتے۔۔ ان کا آنا ہی بہت تھا۔۔“

عابد کے اس قدر نرم لفظوں نے اس کے چہرے پر مسکراہٹ بکھیر دی تھی۔

”اب یہ تو آپ ان ہی سے پوچھیے گا کہ یہ تحائف لینے کا کیا مقصد تھا۔۔ ویسے انہیں لیتے وقت وہ ایک ہی بات مجھ سے کہہ رہے تھے کہ تحائف دینے سے دلوں میں پچھلی رنجشیں زائل ہو جاتی ہیں۔ شاید وہ آپ سے اپنے تعلقات کو مزید بہتر بنانا چاہتے ہوں۔۔“

اس نے بے حد سکون سے کہہ کر کندھے اچکائے تھے۔ عابد کا چہرہ اس کی صاف گوئی پر یکدم گلابی ہوا۔ رامین جانے کیوں بہت دل سے مسکرائی تھیں اس سمے اور رابیل۔۔ تایا کی محبت پر اس کے دل میں بہت سے آنسو گرے تھے۔ آہستہ سے اس کے عین مقابل صوفے پر بیٹھتے وہ اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ وہ اسے بدلا ہوا الگ رہا تھا۔

”اس سب کی کیا ضرورت تھی۔ بھائی صاحب بھی ناں بس کبھی کبھی بچوں والی بات کرتے ہیں۔۔“

عابد نے مسکرا کر کہا تو اس نے اتفاق کرتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا تھا۔ اسی اثناء میں ردا نے چائے لا کر درمیانے ٹیبل پر رکھی اور ساتھ ہی شزا بھی لوازمات ٹیبل پر رکھنے لگی۔

”صائمہ تمہارے گھر آئی تھی۔۔؟“

انہوں نے اس کا چہرہ جانچتے سوال کیا تو اس نے گہرا سانس لے کر اثبات میں سر ہلایا۔۔

”جی۔۔“

”کیوں آئی تھی وہ۔۔؟“

”گڑے مردے اکھاڑنے آئی تھیں۔۔“

”اسے مسئلہ کیا ہے آخر۔۔؟ چاہتی کیا ہے وہ اب ہم سے۔۔؟“

”وہ چاہتی ہیں میں رابیل کو طلاق دے دوں تا کہ وہ ایک بار پھر سے اس کا رشتہ ارحم سے جوڑ سکیں۔“

اس کے کہنے پر رامین اور عابد بری طرح چونکے تھے۔ رابیل اور شزا نے ایک ساتھ ہی گہرا سانس لیا۔ کہانیوں میں ہمیشہ ایک کردار سب سے زیادہ ناقابل برداشت کیوں ہوتا تھا۔۔۔!!

”کیا بکواس ہے یہ۔۔! کیا اسے اندازہ نہیں کہ وہ کیا بات کر رہی ہے۔“

اس نے عابد کی بات پر کندھے اچکائے تھے۔

”ان کی بکواس کا جواب بہت اچھے سے جواب دیا ہے میں نے چچا۔ آپ پریشان مت ہوں۔۔“

شزا نے چائے اس کی جانب بڑھائی تو اس نے ہاتھ آگے بڑھا کر کپ تھام لیا۔ ماحول ایک بار پھر سے بے چین سانسوں کا شکار ہونے لگا تھا۔

”مجھے سمجھ نہیں آ رہی اس عورت کی۔ یہ ضرور کسی نا کسی دن کوئی بڑا تماشہ کھڑا کرے گی۔ یوں خاموش ہو کر بیٹھنے والی تو وہ بھی نہیں ہے۔“

”جو بھی کریں گی اس کا انجام بھگتیں گی چچا۔۔“

اس کا لہجہ بے حد ہموار تھا۔ رابیل کا ماتھا ٹھنکا۔۔ معاذ غیر معمولی طور پر نارمل تھا۔ اور کچھ تھا اس کے انداز میں جو رابیل کو بے چین کر رہا تھا۔

”اور یہ ارحم۔۔ ذرا شرم نہیں اسے۔ بس جہاں ماں بولے وہاں منہ اٹھا کر چل دیتا ہے۔۔“

رامین نے بے اختیار ہی اسے کوسا تو اس نے چائے کا کپ خالی کیا اور پھر سیدھا ہو بیٹھا۔

"اب چلتا ہوں چچا۔۔ بابا انتظار کر رہے ہونگے۔ آپ سے پھپھو کوئی بھی بات کریں تو مجھے ضرور آگاہ کریں آپ۔ خود اکیلے کوئی قدم اٹھانے سے گریز کیجیے گا۔ میں دیکھ لونگا جو بھی مسئلہ ہو گا۔۔ اب اجازت۔۔"

اور اس کے ساتھ وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ باہر کی جانب بڑھا تو رابیل اس کے پیچھے دروازے تک آئی۔ وہ اپنے پیچھے اس کی چاپ سن کر رکا تھا۔ لیکن مڑا نہیں۔ وہ اس کے یوں رکنے پر خود بھی رک گئی تھی۔

"تم ٹھیک ہو معاذ۔۔؟"

اور اس کے چہرے پر بے اختیار اک سایہ سا لہرایا تھا۔ وہ ناکام ہو رہا تھا۔۔ وہ اس کے سامنے خود کو ڈھکنے میں ناکام ہو رہا تھا۔ اس کی فکرمند سی آنکھیں اس کی ذات میں کھبے زخم دیکھنے کی صلاحیت رکھتی تھیں۔ آہستہ سے اس کی جانب مڑتے ہوئے اب وہ ایک بار پھر سے ہلکا سا مسکرایا تھا۔ وہی اپنائیت بھری ہلکی سی مسکراہٹ۔۔

"کیا ٹھیک نہیں لگ رہا۔۔؟"

اس کے پوچھنے پر رابیل نے ہولے سے نفی میں سر ہلایا تھا۔ اس کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔ ہاتھ اٹھا کر اس کا حجاب میں لپٹا سر دو انگلیوں سے بجایا۔

"جانتی ہو دنیا میں سب سے زیادہ خوش لوگ کون ہوتے ہیں۔۔؟"

اس نے نرمی سے پوچھا تو اس نے ناسمجھی سے اسے دیکھا۔۔

"خوش وہ ہوتے ہیں جو اللہ کے قریب ہوں۔"

اس کے معصوم سے جواب پر وہ اداسی سے مسکرایا تھا۔ پھر اس کی کتھئی آنکھوں کو اپنی سرمئی آنکھوں کی قید میں لیا۔

"دنیا میں سب زیادہ خوش وہ ہوتے ہیں رابیل جو بیوقوف ہوتے ہیں۔ اللہ سے قریب لوگوں کی تو اکثر راتیں آنسوؤں سے تر ہو کر گزرتی ہیں۔۔"

اس کے جواب پر وہ لاجواب ہوئی تھی۔

"اور جانتی ہو اس دنیا میں سب سے زیادہ غمگین کون ہوتے ہیں۔۔؟"

اب کہ اس نے جواب دینے کے بجائے صرف نفی میں سر ہلایا تھا۔ جانے کیوں ہر سو پھیلی رات میں اداسی گھلنے لگی تھی۔

"وہ جو عقل مند ہوتے ہیں۔ اسی لیے اتنی عقل مند مت بنو کہ تمہاری خوشی تم سے چھن جائے۔ بیوقوف رہو گی تو خوش رہو گی۔ ہر بات کو سمجھ کر محسوس کرنے لگو گی تو اچھی بھلی زندگی عذاب ہو جائے گی۔ اب تم نے اتنی باریک بینی سے لوگوں کا مطالعہ نہیں کرنا۔۔ ہوں۔۔؟"

وہ اسے نصیحت کر رہا تھا۔ اور وہ جانتی تھی کہ وہ اسے خود سے باز رکھنے کو کہہ رہا ہے۔ اس کی آنکھیں چمکیں۔۔ بہت سا پانی اس کی پلکیں نم کر گیا تھا۔

"تم کیوں تکلیف میں ہو۔۔؟"

"میں نے کب کہا کہ میں تکلیف میں ہوں۔ میں ٹھیک ہوں بالکل۔ اسی لیے فضولیات سوچنا چھوڑو اور اندر جاؤ ٹھنڈ بہت ہے باہر۔۔"

اس نے نرمی سے کہا اور پھر اس کا انتظار کیے بغیر تیزی سے باہر کی جانب بڑھا۔ وہ اس کے پیچھے آرہی تھی۔ لیکن وہ نہیں مڑا۔۔ اس کی بھیگی پلکیں اسے کمزور کرنے لگی تھیں۔ وہ اسکی کمزوری بنتی جارہی تھی۔ اگر کچھ دیر اور وہ اس کے ساتھ رہتا تو اپنی بکھری ذات کو نہیں سمیٹ پاتا۔ اسی لیے وہ ابھی۔۔ اسی وقت اس سے دور جانا چاہتا تھا۔ گیٹ سے باہر نکل کر اس نے گاڑی کی جانب رخ پھیرا۔ رابیل پیچھے رہ گئی۔ بہت سے آنسو اپنے اندر ہی اتار لیے تھے۔ پھر سر اٹھا کر اس خنک سی رات کو دیکھا جس کے پار بہت سے زخم آج مندمل ہو کر بھی تکلیف دے رہے تھے۔ کیوں ہوتا تھا ایسا کہ زخم بھر جایا کرتے تھے لیکن نشان باقی رہتے تھے۔۔ جانے کیوں انسان ان نشانات کو خود کی ذات سے جدا کرنے پر قادر نہیں تھا۔۔ شاید اسی لیے کیونکہ یہ دنیا، دنیا تھی۔۔ یہ دنیا جنت نہیں بن سکتی تھی۔۔ اس دنیا میں زندہ رہنا تھا تو انہی نشانات کے ساتھ رہنا تھا۔۔ اس نے بھی رخ اندر کی جانب پھیرا اور خاموشی سے اندر چلی آئی۔

\-------

اسی سیاہ رات میں اپنی اسٹڈی میں نیم اندھیرا کیے سلطان بیٹھا تھا۔ دونوں کہنیاں ٹیبل پر رکھے، آنکھیں سکیڑ کر کسی اندیکھے سے منظر کو دیکھتا ہوا۔ پھر وہ ساتھ کھڑے عزیر کی جانب پریشانی سے متوجہ ہوا۔

"اس کے پیچھے بندے لگا دو۔۔"

"کیا آپکو لگتا ہے آپ اس کے پیچھے بندے لگوا سکتے ہیں۔۔؟"

اور اس کا سوال انہیں لمحے بھر کو لا جواب کر گیا تھا۔ پھر انہوں نے گہرا سانس لیا۔

"میں اسے یوں نہیں چھوڑ سکتا۔ کچھ لوگوں کو اس کے پیچھے لگاؤ اور دھیان رہے۔۔ اسے بھنک نہیں پڑنی چاہیے اس سب کی۔۔"

"ٹھیک ہے۔۔ لیکن کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ آپ کیوں پریشان ہو رہے ہیں۔۔؟"

اس کے سوال پر وہ ہولے سے مسکرایا تھا۔ پھر نگاہیں اندھیرے پر جما کر ہلکے سے بولا۔

"وہ معاذ ہے عزیز۔۔ اس سے کچھ بعید نہیں۔۔"

اور اس کے اس سرد سے جملے پر عزیز کے جسم میں لہر سی دوڑ گئی تھی۔ کیونکہ وہ ایک جملہ۔۔ اپنے اندر بہت سے مبہم مفاہیم رکھتا تھا۔ مبہم اور سیاہ۔۔!!

خاموشی سے گاڑی کو سڑک کی جانب موڑتے وہ دانستہ طور پر اسے خالی پڑی سڑکوں پر دوڑانے لگا تھا۔ رات ابھی اتنی گہری نہیں ہوئی تھی لیکن باہر برستے کہر کے باعث اب لوگوں کی آمد و رفت سڑک پر نہ ہونے کے برابر تھی۔ اور در حقیقت اسے بھی یہی خاموشی درکار تھی۔ خود کی خاموشی کو، ماحول میں پھیلی خاموشی سے ہم آہنگ کرنے کا اس سے بہتر کوئی اور طریقہ بھلا ہو بھی کیا سکتا تھا۔۔!

اس نے اگلے ہی پل گہرا سانس لے کر کھلی کھڑکی پر اپنی کہنی ٹکائی اور یونہی بے مقصد گاڑی دوڑاتے وہ ان کھ ئی آنکھوں کو جھٹکنے کی کوشش کرنے لگا تھا۔ ک ئی سالوں تک مافیا کے ساتھ کام کرنے کے بعد اسے اندازہ تھا کہ خود کا اصل کہاں ظاہر کرنا ہے اور کہاں مفقود رکھنا ہے۔ انہیں اس بات کی تربیت بہت اچھے سے دی جاتی تھی۔۔ لیکن ابھی۔۔ ابھی کچھ دیر پہلے رابیل سے ہوئی مڈ بھیڑ میں وہ اس کی آنکھوں میں اپنے لی ئے امڈتی نمی دیکھ کر دنگ رہ گیا تھا۔ اس نے تو بہت اچھے سے یہ ظاہر کیا تھا کہ وہ ٹھیک ہے۔ بلکہ وہ جانتا تھا کہ چچا، چچی یہاں تک ردا اور شزا بھی اس کے نرم رویے سے مطم ئن ہو گ ئی تھیں لیکن وہ دو آنکھیں۔۔ اس کے وجود میں کھبتی وہ کھ ئی آنکھیں اسے اب تک اپنے اندر اترتی محسوس ہو رہی تھیں۔ جب سب کو مطم ئن کر کے وہ ان آنکھوں میں دیکھنے لگتا تو وہ اس سے صرف یہی التجا کر رہی ہوتیں کہ معاذ۔۔ یوں خود کو اذیت مت دو۔۔ ایسے خود کے ساتھ مت کرو۔۔

اس نے ایک بار پھر سے گہرا سانس لے کر اندر جمع ہوتی گھٹن کو باہر نکالا تھا۔

کیا وہ لڑکی اس کی زندگی کا حصہ بننے لگی تھی۔۔؟ کیا وہ اس کے اندر اترنے لگی تھی۔۔؟ کیا وہ اسے اپنے اندر تک رسائی دے رہا تھا۔۔؟ کہیں وہ اس کے ساتھ کوئی زیادتی تو نہیں کر رہا۔۔؟ کہیں وہ کسی پہر میں اس کی تکلیف کا باعث تو نہیں بنے گا۔۔!

بہت سے سوالات سے نگاہیں چرا کر اب وہ پہلے سے بھی زیادہ تیزی سے گاڑی دوڑانے لگا تھا۔

اس سب کے باوجود بھی ایک بات تو طے تھی کہ اس لڑکی کی موجودگی اسے غیر آرام دہ نہیں کیا کرتی تھی۔ اس کی موجودگی اسے سکون دیا کرتی تھی۔ وہ اس زخم زخم سی دنیا میں مرہم تھی۔ اس کا مرہم۔۔ لیکن ابھی یہ سب باتیں جذباتی ہو کر سوچنے کا وقت نہیں تھا۔ وہ چند دن اس کی نگاہوں سے اوجھل رہنا چاہتا تھا۔ ارحم اور صائمہ کے دیئے گئے طعنوں۔۔ اور خاندان والوں کی باتوں کو وہ نئے سرے سے سوچنا چاہتا تھا۔

کیا وہ واقعی اس کے قابل نہیں تھا۔۔؟ کیونکہ اگر اکھٹے بہت سارے لوگ ایک ہی بات کی جانب اشارہ کریں تو اسے نظر انداز کرنا اسکی نظر میں سراسر بیوقوفی تھی۔ وہ خود کو دور سے کھڑے ہو کر دیکھنا چاہتا تھا۔ وہ اپنے ہر عیب، ہر نشان اور ہر زخم کے ساتھ خود کی بدصورتیوں کو جانچنا چاہتا تھا۔۔ ہاں۔۔ اب وہ خود سے رابیل کی خاطر نظر ملانا چاہتا تھا۔ کیا وہ واقعی ایسا ہی تھا جیسا لوگ اسے کہہ رہے تھے۔۔؟ کیا ایسا ہی تھا۔۔؟ اور اگر ایسا تھا تو وہ رابیل کے قابل نہیں تھا۔۔ رابیل کسی بہت اچھے انسان کو ڈیزرو کرتی تھی۔ اور یقیناً وہ، وہ ایک انسان ہرگز نہیں تھا۔

اس نے ایک پل کو آنکھیں موند کر کھولیں۔ آنسوؤں سے چمکتی پلکیں اور گلابی سی آنکھیں اس کے ہر جانب بکھرنے لگی تھیں۔ وہ ایک لڑکی اسے بے بس کرنے لگی تھی۔ لیکن وہ اس کے معاملے میں کوئی کوتاہی کرنے کا رسک نہیں لے سکتا تھا۔ اگر اسے خود کو رابیل کے لیئے چننا تھا تو، اسے اس کڑے امتحان سے گزرنا ہی تھا۔ خود سے نگاہیں ملا کر اپنی بدصورتیوں کا سامنہ کرنے والے امتحان سے۔

اور در حقیقت وہ اس کے لیے اس سب سے گزرنے کے لیے بھی تیار تھا لیکن پھر۔۔ فیصلہ اس کے خلاف جانے کے سلسلے میں وہ اس لڑکی کو کیسے راضی کرے گا۔۔؟ کیا وہ اسے خود سے علیحدہ کرنے پر راضی کر پائے گا۔۔؟ کیا وہ اس کی نرمی کے بغیر اب زندہ رہ پائے گا۔۔ اسے تو اندازہ ہی نہیں ہوا تھا کہ وہ اس کی ذات میں شامل ہونے لگی تھی۔ وہ اس کی عادت بننے لگی تھی۔ وہ اس کے خوابوں کا حصہ بننے لگی تھی۔ وہ اسے بے دخل کرتا بھی تو کہاں کہاں سے۔

اتنی تلخ باتیں سوچتے ہوئے خود پر ایک لمحے کے لیے بھی رحم کے ساتھ پیش آنے کے بجائے وہ بہت بے رحمی سے اپنے زخم ادھیڑ رہا تھا۔ اور یہ تو سچ تھا کہ معاذ شعراوی کو زندگی میں محض دو عورتوں نے کمزور کیا تھا۔۔ پہلی حبیبہ اور آخری رابیل۔۔! در حقیقت وہ دونوں ایک دوسرے کا پرتُو تھیں۔۔ وہ ایک دوسرے کا عکس تھیں۔۔ ان دونوں کی نگاہوں سے وہ بچ نہیں پاتا تھا۔ ان کے سامنے اپنی ذات کے ادھڑے بخیوں کو کھولنے سے وہ گھبرایا نہیں کرتا تھا۔۔ ان کے سامنے۔۔ ہاں ان کے سامے کمزور پڑنے سے وہ ڈرا نہیں کرتا تھا۔ وہ ان کے سامنے معاذ بن کر جا سکتا تھا۔ وہ ان کے سامنے اپنی بد صورتیوں کے ساتھ کھڑا ہو سکتا تھا۔۔! اور اب اس سب کے بعد وہ ایک کو کھو چکا تھا لیکن وہ دوسری کو نہیں کھونا چاہتا تھا۔۔

وہ اس کا ساتھ چاہتا تھا۔ وہ اس کے ساتھ کے لیے اکثر راتوں میں تڑپنے لگا تھا۔ بالکل ویسے ہی جیسے وہ کبھی اپنی ماں کے لیے تڑپا کرتا تھا۔ وہ اسے اپنی زندگی کا حصہ بنانا چاہتا تھا۔ ہاں۔۔ وہ اسے کھونا نہیں چاہتا تھا۔۔

یکدم خیالات کی بہتی رو سے وہ بری طرح چونکا۔ اسٹیرنگ تھامے ہاتھوں میں پسینہ آگیا تھا۔ بریک پر بے ساختہ پیر جا پڑنے کی وجہ سے گاڑی ایک جھٹکے سے رکی تھی۔ گاڑی سے باہر پھیلی سوندھی سی دھند نے ہر شے پر گمان کا ورق چڑھا دیا تھا۔ ہیولے حقیقت لگتے تھے اور حقیقت دھواں بن کر گزرے اوقات میں بکھرنے لگی تھی۔۔

کیا وہ اس سے محبت کرنے لگا تھا۔۔؟

اور اس سوال نے جیسے اسے ڈنک مارا تھا۔ پھیلی پھیلی آنکھیں لیے وہ اس سوال پر یکلخت ہی ساکت ہوا تھا۔ اتنے عرصے میں اس نے خود سے کبھی یہ سوال نہیں کیا تھا۔ یہاں تک کہ اس کے ساتھ نکاح جیسے رشتے میں بندھنے کے بعد بھی وہ اس کے لیے ایسا کچھ بھی محسوس نہیں کیا کرتا تھا۔ ہاں وہ اس کے لیے خاص ضرور تھی مگر محبت۔۔ کیا بات اتنی آگے نکل چکی تھی۔۔! کیا بات اس کے اختیار کی حدود سے نکل کر محبت کی حدود میں داخل ہوگئی تھی۔۔!

اس نے جلتی آنکھیں موند کر سر بے بسی سے سیٹ کی پشت سے ٹکایا تھا۔ اس کے اندر اس سوال پر پھیلی خاموشی اسے خوفزدہ کر رہی تھی۔

"کیا وہ واقعی اسے چاہنے لگا تھا۔۔؟"

اس نے تھک کر آنکھیں کھولیں تو ہر سو وہ فکر مند سا ارتکاز پھیلنے لگا۔ اس کی جانب دیکھتیں وہ دو آنکھیں گویا اس کے دل پر نقش ہوگئی تھیں۔ اس نے سر دونوں ہاتھوں میں گرا لیا تھا۔ اندر پھیلی خاموشی کے درمیان سے کوئی بہت باریک سی آواز اس کی سماعت کو چیرتی ہوئی گزرنے لگی تھی۔

"تم کیوں تکلیف میں ہو۔۔؟"

اس نے ماتھے پر گرے بال ہاتھ سے مزید بکھیرے اور خود کو ریلیکس کرنا چاہا لیکن اس کی بوجھل سانسیں سب کچھ تہس نہس کر رہی تھیں۔ جانے اس کی ذات کے انکشافات اسے اس قدر تکلیف کا شکار کیوں کیا کرتے تھے۔۔!

اس نے سر اٹھا کر خود کو بیک ویو مرر میں دیکھا۔ ضبط کے باعث گلابی ڈوروں سے سجی سرمئی آنکھیں اس سمے بے حد خوبصورت لگ رہی تھیں۔ اس نے خود سے سچ بولنے کا فیصلہ کیا۔ گہرا سانس لے کر اندر جمع ہوتی کثافت کو باہر نکلتے ہوئے اس نے اپنے ہاتھ اسٹیرنگ پر جمائے تھے۔

اگر اسے خود کا سامنہ کرنا ہے تو اسے خود سے سچ بولنا ہو گا۔ خود سے جھوٹ بول کر نگاہیں چرانے کا نتیجہ صرف بے سکونی کی صورت میں نکل سکتا تھا اور سچ بات تو یہ تھی کہ اب وہ بے سکون رہ رہ کر تھک چکا تھا۔ وہ اس بے سکونی اور خالی پن سے اب نجات چاہتا تھا۔ وہ اس دن بدن کی بڑھتی کثافت سے آزادی چاہتا تھا۔

اس نے ہاتھ آگے بڑھا کر ڈیش بورڈ پر دھرا موبائل اٹھایا اور پھر اسے چند لمحے خالی خالی نگاہوں سے دیکھنے کے بعد اس کی سرد پڑتی انگلیوں کی جنبش نے بہت سے نمبر ڈائل کی ئے۔ اب وہ فون کان سے لگائے دوسری جانب جاتی گھنٹی کو خاموشی سے سننے لگا تھا۔ اسے اس کا جواب طلب کرنا ہی تھا۔۔ تو پھر آج کیوں نہیں۔۔ ابھی کیوں نہیں۔۔!!

کسی سے بھی بات کیے بغیر وہ اپنے کمرے میں آکر خاموشی سے لیٹ گئی تھی۔ کچھ دیر پہلے کا حجاب اب اس کے ساتھ ہی پڑا تھا اور وہ بالوں کو ایک جانب ڈالے، بیڈ پر چت لیٹی، خالی خالی نگاہوں سے چھت کو تک رہی تھی۔ یکا یک اس کا فون بجا تو اس طرف کو متوجہ ہوئی۔ ہاتھ بڑھا کر سائیڈ ٹیبل پر دھرا موبائل اٹھا کر اس نے جگمگاتی اسکرین نگاہوں کے سامنے کی تھی۔ لیکن پھر اگلے ہی لمحے وہ معاذ کا نام دیکھ کر سیدھی ہو بیٹھی تھی۔ بال کندھے سے پھسل کر آگے کی جانب گر پڑے۔ اس نے محتاط ہو کر فون کان سے لگایا۔۔ بے ساختہ بہت سا تھوک بھی نگلا تھا اس نے۔۔

کمرے میں کھڑکی کے راستے گرتی بہت سی چاندنی ہر جانب بکھرنے لگی تھی۔ باہر پھیلی دھند میں بہت سی نمی چمکی تھی۔ انسانی آنسوؤں کا اثر موسم کو بھی نم کر دیا کرتا تھا۔ ان کے آس پاس پھیلا موسم بھی اس پاکیزہ سی نمی کا شکار ہونے لگا تھا۔

فون کان سے لگانے کے بعد بھی چند لمحے دونوں میں سے کوئی کچھ نہ بول سکا تھا۔ شاید وہ دونوں ہی جانتے تھے کہ خود سے نگاہیں چراتے چراتے وہ اب کہ نگاہیں ملانے لگے تھے۔

دوسری جانب وہ آہستہ سے گاڑی کا دروازہ کھول کر باہر نکل آیا تھا۔ سنسان پڑی سڑک پر دور دور تک پھیلی دھند کے نشان ثبت تھے۔ اس نے اپنی پشت گاڑی سے ٹکائی اور ایک ہاتھ جیب میں اڑسا۔ آسمان سے گرتی بہت سی چاندنی اس کے بالوں پر گر گر اسے اپنا نور بخش رہی تھی۔

"رابیل۔۔۔"

اس کی پکار پر جانے کیوں دوسری جانب اس کی آنکھوں سے آنسو ٹوٹ کر گرے تھے۔

"تمہیں ایک بات بتانی تھی میں نے۔۔"

اس کا لہجہ بہت نرم تھا۔ مدھم سا۔۔ دوسری جانب اس کی سماعتوں میں جانے کیوں مٹھاس سی گھلی تھی۔ آنسو اب متواتر بہنے لگے تھے۔ وہ اس کے لیئے آنسو بہا رہی تھی۔ وہ اس کے حصے کا رو رہی تھی۔ کیونکہ کبھی تو وہ چاہ کر بھی رو نہیں پاتا تھا۔

"تم ہمیشہ کہتی ہو کہ تم بیوقوف ہو۔ لوگ تمہیں کہتے ہیں کہ تم کم عقل ہو۔۔ تم معاملات کو ٹھیک سے سنبھالنا نہیں جانتیں۔ لیکن میں تمہیں ایک گہری حقیقت بتاؤں رابیل۔۔"

وہی مدھم سا آنچ دیتا لہجہ اب کہ اس کی سماعتوں کے راستے دل میں اتر رہا تھا۔ اس نے لبوں پر سختی سے ہاتھ رکھ کر لرزتی ہچکیاں ابھرنے سے روکی تھیں۔ معاذ نے سر گاڑی سے ٹکا کر دور آسمان پر نگاہیں جمائی یں۔ ماتھے پر گرے سیاہ بال ہولے ہولے لہرا رہے تھے۔ اسکی سرمئی آنکھیں اس سمے گہری اداسی کی زد میں تھیں۔۔ اور اس کی آواز۔۔ اس کی آواز اس اداسی کے زیر اثر کچھ اور گھمبیر ہو گئی تھی۔۔

"تم بہت عقل مند ہو۔۔ تم وہ باتیں بھی جان لیتی ہو جو انسان تم سے چھپانے کی سعی کر رہا ہوتا ہے۔ تم وہ باتیں بھی سمجھ لیتی ہو جو کبھی کہی ہی نہ گئی ہوں اور تم۔۔"

وہ لمحے بھر کو ٹھہرا تھا۔ آسمان سے گرتی چاندنی اب دور دور تک پھیلی دھند میں گھلنے لگی تھی۔ وہ بھی اس دھند میں کھڑا اسی دھوئیں کا حصہ لگ رہا تھا۔

”اور تم اس سب کے ساتھ مجھے اکثر ڈرا دیتی ہو۔۔ایسے مت کیا کرو۔۔“

اس نے کہہ کر گہرا سانس لیا تو دوسری جانب رابیل نے بھی کھینچ کر سانس لیا تھا۔ آنسوؤں سے بھیگا چہرہ ہاتھ سے رگڑا اور پھر الجھی سانسوں کو بمشکل معمول پر لانے لگی۔اس نے جیب میں اڑسا ہاتھ باہر نکالا اور پھر آہستہ سے گاڑی کے ساتھ ہی ٹھنڈی سڑک پر بیٹھ گیا۔۔

”رو کیوں رہی ہو۔۔؟“

اس نے آہستہ سے پوچھا تھا۔ دوسری جانب وہ اس کے ایسے پوچھنے پر چونکی تھی۔

”میں نہیں رو رہی۔۔“

اس نے کہا تو آواز آنسوؤں سے بھیگی ہوئی تھی۔وہ دوسری جانب ہولے سے مسکرایا تھا۔

”کیوں روتی ہو اتنا۔۔؟“

”کیونکہ جو دنیا میں جتنا زیادہ روتے ہیں وہ آخرت میں اتنا ہی ہلکا بوجھ لے کر اٹھیں گے۔میں بس اپنے اس بوجھ کو ہلکا کرنا چاہتی ہوں۔“

اس نے کہہ کر گیلی سانس اندر کو کھینچی تھی۔

”مت رویا کرو اتنا۔۔تکلیف ہوتی ہے مجھے۔۔“

”تمہیں کیوں تکلیف ہوتی ہے۔۔؟“

وہ کچھ پل تو اس سوال پر خاموش بیٹھا رہا تھا۔ پھر سر اٹھا کر اپنے اوپر پھیلی دھند کو دیکھا۔ ہوا کے ایک سر سراتے جھونکے نے اسکی ہڈیوں تک کو لمحے بھر کے لیے جما دیا تھا۔

"پہلے ماں کے آنسوؤں سے تکلیف ہوتی تھی اور اب تمہارے آنسوؤں سے ہوتی ہے۔ مجھے نہیں پتا کہ کیوں۔۔"

اس نے صاف گوئی سے کہا تو دوسری جانب وہ خاموش سی ہو گئی۔ پھر گہرا سانس لے کر بولی۔۔

"تائی سے تو محبت کرتے تھے تم۔ جبھی تو ان کے آنسو تکلیف دیا کرتے تھے تمہیں۔۔ پھر میرے آنسو کیوں تکلیف دے رہے ہیں تمہیں۔۔؟"

"شاید میں تم سے بھی محبت کرنے لگا ہوں۔۔"

آخر میں کندھے اچکا کر آرام سے کہا تو دوسری جانب رابیل کا سانس ہی پل بھر کو رک گیا تھا۔ ہاتھ میں پکڑا دوپٹہ اس نے مٹھی میں زور سے بھینچا تھا۔ معاذ کے اس ایک جملے نے اس سے اسکے سارے الفاظ کھینچ لیے تھے۔

"تم ایسے کیسے۔۔"

"رابیل۔۔"

اس نے اسے پکارا تھا۔ لیکن وہ پھر بھی کچھ نہ بول پائی۔ وہ ابھی اس کے پچھلے انکشاف سے ہی نہ سنبھلی تھی۔ اس میں جواب دینے کی ہمت نہیں تھی۔ اسے لگا اگر اس نے اسے کسی بھی قسم کا جواب دیا تو وہ اس کی آواز کی لرزش سے سب کچھ جان جائے گا۔ یہاں تک کہ اس کے اندر پنپتی وہ خاموش محبت بھی۔۔

"مجھے لگتا ہے تم مجھے اچھی لگنے لگی ہو۔۔"

اور اس کے اگلے جملے پر اس کے رخسار بے ساختہ ہی گلابی ہوئے تھے۔ اس نے دوسرے ہاتھ سے اپنی آنکھیں چھپائی تھیں۔

”مجھے نیند آرہی ہے۔۔ میں سونے جارہی ہوں۔۔“

”تمہیں لگتا ہے کہ تم اب سوسکو گی۔۔؟“

اس نے برجستگی سے سوال کر کے اسے لاجواب کر دیا تھا۔ ہاں ٹھیک کہہ رہا تھا وہ۔۔ اب اسے ساری رات نیند نہیں آنی تھی۔ بدتمیز کو اس کے سارے کمزور لمحات کا علم تھا۔

”تم بہت برے ہو معاذ۔۔“

اس نے جل کر کہا تو وہ دوسری جانب ہنس دیا۔ اس کے ایسے ہنسنے پر اس نے بے ساختہ لب کاٹے تھے۔ اسے پتا تھا کہ وہ ایسے ہنستے ہوئے کیسا لگتا تھا۔۔ اف۔۔

”بس ایک بات بتادو مجھے۔۔“

”پوچھو۔۔“

”رو کیوں رہی تھیں تم۔۔؟“

”تم نے رلایا تھا۔۔“

”میں نے کب رلایا تمہیں۔۔؟“

”تمہیں پتا ہے کہ میرا دل حساس ہے۔ کچھ بھی تکلیف دہ دیکھے تو اپنے آپ ہی گہری اذیت کا شکار ہونے لگتا ہے۔ اور تم۔۔ تم نے خود کو تکلیف دے کر مجھے تکلیف پہنچائی۔ لیکن اس سب کا نتیجہ کیا نکلا۔۔؟ یہی کہ آخر میں مجھے رونا آ گیا۔۔ میں اتنی بھی مضبوط نہیں ہوں جتنا تم مجھے سمجھتے ہو۔“

اس نے بے حد سچائی سے کہہ کر اپنا سر بیڈ کراؤن سے ٹکایا تھا۔ اسی لمحے معاذ نے بھی اپنا سر گاڑی کی پشت سے ٹکایا۔

”لیکن میں نے تو تمہیں نہیں کہا تھا کہ میری تکلیف کو بھانپ لو۔ یہ تو تمہارا اپنا فیصلہ تھا ناں۔۔“

”بات اگر میرے فیصلے اور اختیار کی ہوتی تو تمہیں نہیں لگتا کہ میں خود کو بہت سی اذیتوں کا شکار ہونے سے بچا لیتی۔ لیکن سچ تو یہ ہے معاذ کہ یہ سب بے اختیار ہے۔۔ یہ میرے اختیار سے باہر کی بات ہے۔ ابھی اور مضبوط بننے میں مجھے مزید وقت لگے گا۔۔“

”پھر کیا کرنا چاہیئے مجھے۔۔؟ تم سے دور ہو جاؤں۔۔؟“

جانے کیوں اس سوال پر رابیل کا دل کہیں اندر تک ڈوب کر ابھرا تھا۔

”اور اگر میں کہوں کہ نہیں تو پھر۔۔ کیا تم میری بات مانو گے۔۔؟“

اور اب خاموش ہونے کی باری معاذ کی تھی۔

”جو بھی فیصلہ کرو گی مجھے منظور ہو گا۔ تم میرے ساتھ رہنا چاہتی ہو یا مجھ سے علیحدگی کا فیصلہ کرتی ہو۔ میں تمہارے ہر فیصلے کا احترام کر کے شرافت کے ساتھ پیش آؤں گا۔۔“

اس کی آواز اب کہ بے حد سنجیدہ تھی، جیسے ہمیشہ رہا کرتی تھی۔ وہ اب پرانے والا معاذ لگ رہا تھا۔ صاف گو اور دو ٹوک بات کرنے والا۔

"تمہیں نہیں لگتا کہ فیصلہ کیا جا چکا ہے اور اب ہمیں صرف اس رشتے کو آگے بڑھانا ہے۔۔؟"

"نہیں رابیل۔۔"

وہ اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ پھر ایک ہاتھ جیب میں اڑسے سڑک پر قدم قدم چلنے لگا۔ سردی کے باعث، فون کو تھامے اس کی انگلیاں سرخ پڑ رہی تھیں۔

"جس وقت فیصلہ کیا گیا تھا۔ اس وقت سے تم بھی واقف ہو اور میں بھی۔ ہم دونوں میں سے کوئی بھی ذہنی طور پر تیار نہیں تھا۔ لیکن اب۔۔ تم میری اصلیت سے واقف ہو۔ اب تم میرے سیاہ اور سفید کو جانتی ہو۔ میں کس قسم کا آدمی ہوں اب تمہیں اس بات کا اندازہ ہے تو اب۔۔ فیصلہ بھی تمہارا اسی حساب سے ہونا چاہیئے۔۔"

وہ بے ساختہ سیدھی ہو بیٹھی تھی۔

"مجھے تمہارے ساتھ پر کوئی اعتراض نہیں ہے معاذ۔ بلکہ کبھی کبھی تو مجھے لگتا ہے کہ مجھے کوئی اور انسان ہینڈل نہیں کر سکتا۔ میری بیوقوفی، میری حساسیت اور میرے حجاب کو ہینڈل کرنا ہر کسی کے ظرف کی بات نہیں ہے۔ اسے کچھ ہی لوگ سنبھال سکتے ہیں اور تم۔۔ تم ان لوگوں میں شامل ہو۔"

"میرے ساتھ پر راضی ہو تم۔۔؟"

اس نے آخر میں سوال کیا تو اس نے بس ایک پل کا وقت لیا تھا۔

"میں راضی ہوں۔۔"

"سوچ لو۔۔"

اور اب وہ اسے تنگ کر رہا تھا۔ ایک جانب سے لب دبا کر اس نے لبوں پر ابھرتی مسکراہٹ روک رکھی تھی۔ جانتا تھا کہ اب رابیل کی جانب سے اسے ڈانٹ پڑنے والی ہے۔۔

"مجھے پتا ہے کہ تمہیں مجھے تنگ کر کے بہت مزہ آتا ہے لیکن میں بھی اب تنگ ہونے والی نہیں ہوں۔ کیونکہ میں جانتی ہوں کہ تم ایک جنگلی خر ہو۔ جو کبھی نہیں سدھر سکتا۔۔"

اس کے جل کر کہنے پر وہ ہنس پڑا تھا۔

"کوئی اپنے شوہر کو جنگلی خر بولتا ہے۔۔"!

اس نے افسوس سے سر ہلا کر کہا تھا۔ وہ دوسری جانب ہنسی۔۔

"بالکل۔۔ میں اپنے شوہر کو جنگلی خر کہہ سکتی ہوں کیونکہ وہ اسی لائق ہے۔ اور مزے کی بات بتاؤں۔۔ اسے خود بھی پتا ہے کہ وہ جنگلی خر کہلانے کے لائق ہے۔"

"بالکل بابا کے نقش قدم پر چل رہی ہو تم، دیکھ رہا ہوں میں تمہیں۔۔"

"اگر تم سامنے ہوتے ناں تو اس بات پر تمہیں زبان دکھا کر بھاگ جاتی میں۔۔"

اب کہ وہ اس کی بات پر بے ساختہ ہی ہنس پڑا تھا۔ آس پاس پھیلی دھند میں آسمان سے گرتی چاندنی چمکی تھی۔ آسمان پر تیرتی سرمئی بدلیاں ان کی باتوں پر مسکرائی تھیں اور چلتی ہوا کے جھکڑوں نے لمحے بھر کو مڑ کر اس لڑکے کو دیکھا تھا۔

"تم مجھے کیسے مل سکتی ہو رابیل۔۔؟ اتنی آسانی سے کیسے۔۔؟"

اس نے مدھم اٹھتے قدموں کے ساتھ سوال کیا تو وہ چپکے سے مسکرا دی۔ آنکھیں اب تک پچھلی نمی کے باعث چمک رہی تھیں، آنسوؤں کے نشانات اب بھی اس کے رخساروں پر ثبت تھے مگر لبوں پر کھلتی مسکراہٹ اب ہر اس تاثر کو زائل کرنے لگی تھی۔

"جیسے تم مجھے مل سکتے ہو ویسے ہی میں بھی تمہیں مل سکتی ہوں۔۔"

کتنی آسان تھی وہ۔ کتنی آسانی تھی اس کے ساتھ معاملہ کرنے میں۔ پیچیدہ باتیں کرنے ہی نہیں آتی تھیں اسے۔ لوگوں کی دی گئی بے جا تکالیف برداشت کرنے کے بعد بھی وہ درشت نہیں ہوئی تھی۔ اس کا دل آج بھی مہربان تھا۔۔ مہربانی کرنا جانتا تھا۔

"مجھے لگتا تھا کہ میں ساری زندگی اس سیاہ رات سے کبھی آزاد نہیں ہو پاؤں گا۔۔ مجھے لگتا تھا کہ میں خود کو کھو چکا ہوں تو کبھی پا نہیں سکوں گا۔ یوں لگتا تھا کہ اگلی ساری زندگی اندھیر ہو کر گزرنے والی ہے لیکن رابیل۔۔ مجھے نہیں پتا تھا کہ میرے اس سیاہ کہف میں کوئی روشنی تھی جو مجھ سے چھپا کر رکھی گئی تھی۔ وہ روشنی تم تھیں رابیل۔۔ مجھے ایک عرصے تک اس میں تنہا رہنے کے بعد تمہارا ساتھ نصیب ہو گیا۔ کتنی عجیب بات ہے ناں کہ تم میرے اتنے

قریب تھیں مگر مجھے اتنے وقت بعد ملیں۔ کچھ نعمتیں اوقات کے ساتھ باندھی گئی ہوتی ہیں۔ ان کے لئے ایک وقت مقرر ہوتا ہے۔ وہ آپ کو کبھی اس وقت سے پہلے یا بعد میں نہیں مل سکتیں۔ ہمیں بس اس وقت کا انتظار کرنا ہوتا ہے۔۔ صبر کے ساتھ۔۔ اپنی ذات کو امید کی روشنی تھما کر۔۔"

وہ مسلسل اپنی انگلی پر لٹ لپیٹ رہی تھی اور اسے پتا تھا کہ وہ مسکرا رہی ہے۔ کاش کہ وہ اس سمے آئینہ دیکھتی تو اسے اندازہ ہوتا کہ وہ کتنی پیاری لگ رہی ہے۔۔

"تو میں تمہاری روشنی ہوں۔ کتنی اچھی ہوں ناں میں۔۔"

بے نیازی سے کہہ کر یونہی آنکھیں گھمائی تھیں۔ وہ اس کی بات پر مسکرایا۔۔

"میں اتنا کڑوا ہوں۔ رہ لو گی میرے ساتھ۔۔؟"

"ہاں رہ لونگی۔۔"

"بڑی مضبوط ہوگئی ہو۔۔"

"تمہاری سوچ سے بھی زیادہ۔۔"

"مضبوط ہی رہو۔۔ اور اگر کوئی رلائے تو بتانا۔۔"

"اچھا تم کیا کرو گے پھر۔۔؟"

اب کہ ماحول میں پھیلی آنسوؤں کی نمی سمٹنے لگی تھی۔ اب کہ وہاں صرف مسکراہٹوں کی نمی جگمگا رہی تھی۔

"میں۔۔ کچھ نہیں۔۔ مارونگا شاید۔۔"

"ہر وقت مار پیٹ کا سوچتے رہا کرو بس۔ کبھی اس کے علاوہ بھی کچھ سوچ لیا کرو۔ ویسے ڈر نہیں لگتا تمہیں لڑائی جھگڑوں سے۔۔؟ میرے سامنے تو کوئی اونچی آواز سے بول دے تو میرا سانس رک جاتا ہے۔۔"

"نہیں۔۔ مجھے ڈر نہیں لگتا۔۔ عادت ہو گ ئی ہے۔۔ اب بہت نارمل بات ہے یہ میرے لی ئے۔۔"

"جھگڑا کرنا کسی کے لی ئے نارمل کیسے ہو سکتا ہے۔۔؟"

اسے ابھی تک یہی بات سمجھ نہیں آرہی تھی۔ دوسری جانب اس نے کندھے اچکائے تھے۔۔

"جب ایک ہی چیز کو آپ اپنے سامنے بار بار ہوتے دیکھتے رہو گے تو ایک وقت پر جا کر وہ اپنا اثر کھو دے گی۔۔"

"شاید مجھے بھی لوگوں کے کڑوے رویے کی جلد ہی عادت ہو جائے۔۔"

اس کے کہنے پر معاذ نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

"ایسا ہی ہو گا۔ کیونکہ لوگ تو اپنی عادتوں سے باز نہیں آتے۔ ایک وقت آئے گا جب تمہیں یہ سب باتیں تکلیف دینا چھوڑ دیں گی کیونکہ یہ باتیں اپنا اثر کھو دیں گی۔ ہمیں، ہماری تربیت کے دوران بار بار یہی بتایا جاتا رہتا تھا کہ جو آپ قبول نہ کر سکو اس کا خاموشی سے گزرنے کا انتظار کرو۔ پھر ایک وقت آپ اس کی جانب سے بے حس ہو جاؤ گے اور ایسا ہی ہوتا تھا۔۔"

"اور اس دنیا میں زندہ رہنے کے لی ئے اتنا بے حس تو بننا ہی پڑتا ہے۔"

"بے حس اور ڈھیٹ۔۔"

اس نے اضافہ کیا تھا۔ رابیل نے دوسری جانب گہرا سانس لیا۔

"تمہاری اور میری دنیا میں فرق ہے معاذ۔ جدھر سے تم آئے ہو، جہاں تم نے وقت گزارا ہے، اور جہاں تم نے کام کیا ہے وہ دنیا ایک الگ دنیا تھی۔ اور جہاں میں رہتی ہوں، جہاں میں زندگی گزار رہی ہوں، اور جس جگہ میں اپنا وقت گزارتی رہی ہوں وہ دنیا ایک بالکل مختلف دنیا ہے۔ تو ہم ایک دوسرے کے درمیان کھڑی بہت سی دیواروں کو یونہی نہیں پھاند سکتے۔ ہمیں ایک دوسرے کو وقت دینا ہو گا۔"

اس نے کہہ کر ایک بار پھر سے گہرا سانس لیا تو وہ اس کے جواب پر تلخی سے مسکرا دیا۔ پھر یونہی گردن گھما کر دھند میں لپٹے راستوں کو دیکھا۔

"دنیا تمہاری ہو یا میری رابیل۔ ڈھٹائی اور بے حسی ہر جگہ ضروری ہے۔"

"اور اگر کوئی ڈھیٹ نہ ہو تو۔۔؟"

"تو کیا۔۔ وہ اپنے آپ کو ہر لمحے کے عذاب کے لیئے تیار رکھے پھر۔ کیونکہ دنیا تو ظالم ہونا نہیں چھوڑتی۔ ہاں انسان ہی کو مضبوط بننا پڑتا ہے۔۔"

"کیا حساس انسان مضبوط نہیں ہو سکتا۔۔؟"

اب کہ اس کی آواز میں خفگی بے حد واضح تھی۔ وہ اس کی خفگی سے محظوظ ہوا تھا۔

"حساس انسان مضبوط ہو سکتے ہیں لیکن بات گھوم کر وہیں آ جاتی ہے کہ ان کی حساسیت انہیں تکلیف دے جاتی ہے۔"

"میرا کچھ نہیں ہو سکتا پھر تو۔۔"

اس نے مایوسی سے کہہ کر اب کہ اپنا سر تکیے پر رکھا تھا۔ آنکھوں سے کوسوں دور نیند یونہی اس کی آنکھوں میں لمحے بھر کو جھانکی تو بے ساختہ ہی اس نے اپنی جمائی روکی۔

"تم مضبوط بنو۔ حساسیت چونکہ تمہاری طبیعت کا حصہ ہے تو یہ تمہارے اندر سے مکمل طور پر کبھی ختم نہیں ہو سکتی۔ ہاں۔۔ وقت کے ساتھ ساتھ جیسے تم مضبوط ہوتی جاؤ گی۔۔ لوگوں کی باتوں کو کم سوچنے لگو گی تب تمہاری اس حد درجہ حساس ہونے والی عادت میں کچھ کمی آجائے گی۔۔"

"ہوں۔۔"

اس کی آنکھیں نیند سے بھاری ہونے لگی تھیں۔ آواز بھی بس ایک لمبے سے "ہوں" کی صورت نکلی تو معاذ بھی اپنی گاڑی کی جانب چلا آیا۔

"لیکن مجھے نہیں لگتا کہ میں کبھی تم جتنی مضبوط بن سکتی ہوں۔۔"

اس کی سست سی آواز پر اس نے گہرا سانس لیا تھا۔ پھر گاڑی کا دروازہ اپنے پیچھے بند کرتا اندر بیٹھا۔

"تمہیں مجھ سے مقابلہ کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تمہیں اپنے آپ سے مقابلہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اپنے کل سے اپنے آج کا مقابلہ کرو۔ اور ویسے بھی۔۔ تم جیسی بھی ہو مجھے قبول ہو۔۔"

"بس تو ٹھیک ہے ناں۔۔"

اس نے منہ پر ہاتھ رکھ کر ایک بار پھر سے جمائی روکی تو معاذ جانے کیوں ہنس دیا۔

”جب تمہیں کوئی مسئلہ نہیں تو میرا کیا جاتا ہے۔ ایسے ہی رہنے دو مجھے۔۔ اور تم بھی شرافت سے گھر جاؤ۔۔ ہر وقت کی یوں من مانی کرنا اچھی بات نہیں ہوتی۔۔ شریف گھر کے لڑکے ایسی حرکتیں نہیں کرتے سمجھے۔۔“

کتنی نرم آواز تھی اسکی۔ اور اب یوں نیند کے خمار میں ڈوبی اس کی آواز اور بھی بچوں جیسی لگ رہی تھی۔ اس سخت سی دنیا میں وہ بچوں کی سی معصومیت لیے دنیا بھر کے دکھ سمیٹنے کی خود میں طاقت رکھتی تھی۔

”سو جاؤ تم اب۔ اور میرے لیے لڑنے کی کوئی ضرورت نہیں۔۔ کسی کو بھی میرے لیے جواب مت دو۔ تم تھک جاؤ گی۔۔ اگنور کیا کرو۔ ہر بات پر ردعمل دینا ضروری نہیں ہوتا۔۔“

”لیکن جو۔۔۔“

اس نے آنکھیں پٹ سے کھول کر احتجاجً کچھ کہنا چاہا تو اس نے آرام سے اس کی بات کاٹی۔۔

”سو جاؤ چپ کر کے اب۔۔ باقی کی بحث ہم پھر کبھی کر لیں گے۔۔ خیال رکھنا۔۔“

”ویسے بس ایک بات بتا دو۔۔“

اور وہ جو فون کان سے ہٹانے ہی لگا تھا یکدم رک گیا۔ اس کی بوجھل آواز میں بے ساختہ ہی کچھ یاد آنے پر جوش سا بھر گیا تھا۔

”میں نے اکثر کپلز کو دیکھا ہے۔ ان میں سے لڑکی کو ہمیشہ بحث ختم کرنے کے لیے خاموش ہونا پڑتا ہے۔ یعنی اس کی اپنی کوئی رائے ہی نہیں رہتی۔ لیکن تم ایسے نہیں کرتے۔ تم مجھے خاموش نہیں کرواتے۔ تم رعب کیوں نہیں جماتے ہو۔۔؟“

اس کی نیند ایک بار پھر سے اڑنے لگی تھی۔ یوں لگتا تھا گویا اس نے معاذ سے اپنا پسندیدہ سوال پوچھا ہو۔ دوسری جانب اس نے ابرو اکھٹے کر کے سامنے دیکھا۔ پھر کندھے اچکائے۔

"سیدھی سی بات ہے۔ میں تمہیں خود سے کم تر نہیں سمجھتا۔ جو مرد ایسے کرتے ہیں وہ اکثر خود کو اپنی بیوی سے زیادہ عقل مند اور قابل شرف و منزلت سمجھتے ہیں۔ لیکن میرے معاملے میں ایسا نہیں ہے۔۔"

ایک پل کو رک کر اس نے کان کی لو مسلی تھی۔

"تمہاری رائے میرے لیئے اہم ہے اور دوسری طرف اگر میں مسلسل بحث کر رہا ہوں تو ہمیشہ تمہیں ہی کیوں سوچنا پڑے بحث ختم کرنے کے لیئے۔ یہ تو میں بھی کر سکتا ہوں ناں۔۔ اس کے لیئے ہمیشہ تمہیں کیوں الزام دوں میں۔ بحث کیا کرو اور جم کر کیا کرو۔ زچ کر دیا کرو آگے والے کو۔۔ آئندہ پنگا لینے سے پہلے پچھلی عزت افزائی کو یاد رکھیں گے۔ اور میری ایک بات ہمیشہ یاد رکھنا رابیل۔۔ مرد، عورت سے افضل ہے۔۔ مطلب وہ اس سے ایک درجہ اوپر ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ جو چاہے گا کرے گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اس پر ذمہ داری زیادہ ہے۔ اس کا کام بھاری ہے۔ اس میں فخر سے گردن اکڑا کر چلنے کی بات نہیں ہے۔ جب آپ پر ذمہ داری زیادہ ہوتی ہے تو آپکو اپنی پھٹی پرانی گھٹیا عادتوں پر محنت کرنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اپنے اوپر کام کر کے خود کو ذمہ دار بنانے کا بیڑا اٹھانا پڑتا ہے۔ پتا نہیں میرے آس پاس مردوں کو کیوں لگتا ہے کہ وہ اس بھاری ذمہ داری پر فخر اور غرور کرنے کا کوئی حق رکھتے ہیں۔ آپ اللہ کے آگے جواب دہ ہیں۔ تیار رہیں۔۔"

اس کی بات پر وہ اب کہ اس کی آنکھیں پوری کھل گ ئی تھیں۔۔

”مجھے کچھ دیر پہلے ایسا لگا جیسے کوئی قرآن کا طالب علم بول رہا ہو۔۔“

اور دوسری جانب اس نے ناسمجھی سے مسکرا کر موبائل ایک کان سے ہٹا کر دوسرے پر جمایا تھا۔

”تم سو رہی ہو یا نہیں۔۔؟“

”بس بس میں سونے ہی جا رہی ہوں۔ خیال رکھنا۔۔ اللہ حافظ۔۔“

اور اس نے اس کی بات سنے بغیر فون کان سے ہٹا کر سامنے ڈال دیا تھا۔ کیونکہ وہ اس کی نیند میں مخل ہونا نہیں چاہتا تھا۔ گہرا سانس بھر کر اس نے اگنیشن میں چابی گھمائی اور گاڑی آگے بڑھا لے گیا۔ جب رابیل ساتھ ہوتی تھی تو لگتا تھا گویا کوئی دکھ ہی ساتھ نہ تھا لیکن جب۔۔ جب وہ اس سے دور ہوتی۔۔ جب وہ اسے خود سے دور کرنے کا سوچتا یا اپنی زندگی سے نکالنے کے خیالات کو برملا تسلیم کرنے لگتا تو بے چینی اور اندر بڑھتی گھٹن کی کوئی حد نہ رہتی تھی۔

اس سے بات کرنے کے بعد اس کے لیے فیصلہ کرنا آسان ہو گیا تھا۔ اسے بس اب کچھ دن خاموشی کے چاہیے تھے۔ خود کو ایک بار پھر سے راضی کرنے کے لیے۔۔ کیونکہ کہیں اندر، ایک دل اب بھی اسی بات پر مصر تھا کہ وہ اس کے قابل نہیں اور اسے۔۔ اسی ایک دل کو راضی کرنا تھا۔۔

آج صبح ہی صبح گھر میں خوب چہل پہل ہو رہی تھی۔ اس نے کمرے کا دروازہ اپنے پیچھے بند کیا اور بالوں کو ہاتھ سے سمیٹی آگے بڑھ آئی۔ لاؤنج میں بہت سے تحائف رکھے ہوئے تھے اور ساتھ ہی صوفوں پر آمنے سامنے عابد اور رامین براجمان تھے۔ اس نے یونہی گردن پھیر کر گھڑی کی جانب نگاہ ڈالی۔ وہاں صبح کے دس بج رہے تھے۔

”یہ اتنی صبح صبح آپ لوگ کونسی پکنک منانے جا رہے ہیں۔۔؟“

اس نے دوپٹہ شانوں پر درست کیا اور صوفے پر آ بیٹھی۔ جھک کر ایک شاپنگ بیگ اٹھایا۔ اندر رکھا چوکور سا بڑا ڈبہ سلور رنگ کی پیکنگ میں جگمگا رہا تھا۔

”بھائی صاحب سے ملنے جا رہے ہیں ہم لوگ۔۔“

عابد جو چشمہ لگائے موبائل میں کوئی نمبر تلاش کر رہے تھے، مصروف سے بولے۔۔ اس نے سر اثبات میں ہلایا اور مزید شاپنگ پیکز دیکھنے لگی۔۔

”تم نہیں چلو گی۔۔؟ ان کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے تو ہم سب کو ان کی عیادت کے لیے جانا چاہیے ناں۔۔“

رامین نے جوڑے پر ڈلا دوپٹہ درست کرتے اس سے کہا تو اس نے گہرا سانس لے کر پاؤں اوپر کو چڑھائے۔۔

”آپ لوگ چلے جائیں ماں۔ میں پرسوں ہی تو مل کر آئی تھی ان سے۔ اور ویسے بھی میں آج ریسٹ کرنا چاہتی ہوں گھر میں رہ کر۔ یہ پورا ہفتہ ہی بہت مصروف اور تھکا دینے والا گزرا ہے۔“

اس نے کہہ کر کنپٹی کو سہلایا۔۔ رات کی نیند کے بعد وہ اب کہ بہت بہتر محسوس کر رہی تھی۔

”چلو مرضی ہے تمہاری۔۔ ناشتہ بنوا دوں تمہارے لیے۔۔؟“

انہوں نے اٹھتے ہوئے پوچھا تو اس نے نفی میں سر ہلایا۔۔

”بس چائے بنوا دیں اچھی سی۔۔ ابھی ناشتے کا دل نہیں چاہ رہا۔۔۔“

وہ سر ہلاتی کچن کی جانب بڑھیں تو عابد نے یونہی عینک کے اوپر سے اسے دیکھا۔۔

”مدرسہ کی پڑھائی کیسی جا رہی ہے تمہاری۔۔؟“

وہ ان کے یوں اچانک پوچھنے پر چونکی تھی۔ پھر صوفے پر ہی ان کے سامنے چوکڑی مار کر بیٹھی۔

”بہترین جا رہی ہے۔۔ لیکن آپ کیوں پوچھ رہے ہیں۔۔؟“

”دیکھ رہا ہوں کہ تمہیں اپنے حق کے لیے بولنا آگیا ہے۔ تم اب پہلے جیسی نہیں رہی ہو۔۔“

ان کا اشارہ غالباً پچھلی رات ہوئی بحث کی جانب تھا۔ اس نے خجل ہو کر سر کھجایا تھا۔

”آپکے بھائی کو ناراض کر چکی ہوں میں۔۔ اس پر ڈانٹیں گے نہیں مجھے۔۔؟“

”ڈانٹتا۔۔ اگر بات ناجائز ہوتی تو، ضرور کان کھینچتا تمہارے۔۔ لیکن بات درست تھی۔۔“

”ویسے بھی لوگ وہی بات قبول کرتے ہیں جو وہ قبول کرنا چاہتے ہیں بابا۔ میں اب اس حوالے سے پریشان نہیں ہوتی۔ انسان کا اپنا معاملہ خود کے ساتھ درست ہو تو پھر وہ باہر والوں سے اختلاف کے بعد انتشار کا شکار نہیں ہوتا۔۔“

”ہوں۔۔“

وہ ہنکارا بھرتے سیدھے ہو بیٹھے تھے۔ پھر عینک نگاہوں سے ہٹا کر ہاتھ میں تھامی۔ فون ایک جانب صوفے پر رکھا۔۔

”اچھی بات ہے کہ تم بہت کچھ سیکھ گئی ہو۔ یہ بہت کام آئے گا تمہارے آگے زندگی میں۔“

”اب بھی آرہا ہے کام تو۔۔“

مزے سے کندھے اچکا کر کہا تو وہ مسکرادیئے۔

”ارحم اور معاذ میں کوئی فرق لگتا ہے تمہیں۔۔؟ یا دونوں ایک ہی جیسے ہیں۔۔؟“

لیکن اب کہ ان کے سوال پر وہ سٹپٹائی تھی۔ اسے ان سے ایسے کسی بھی سوال کی توقع نہیں تھی۔

”آپ کیوں پوچھ رہے ہیں۔۔؟“

رامین نے اسے چائے لا کر دی تو اس نے اپنا پسندیدہ کپ تھام لیا۔ نگاہیں اب بھی بابا کی جانب ہی تھیں۔

”ویسے ہی پوچھ رہا ہوں۔۔ جاننا چاہتا ہوں کہ تمہاری نظر میں کتنا فرق ہے ان دونوں میں۔۔“

اس نے چائے آگے بڑھ کر درمیانے ٹیبل پر رکھی اور پھر آرام سے عابد کو دیکھا۔

”ارحم ایک بزدل اور گھٹیا انسان ہے اور معاذ۔۔ وہ آپ پر منحصر ہے کہ آپ اس کا کونسا حصہ دیکھنا چاہتے ہیں۔“

کیا جواب دیا تھا اس نے۔۔ عابد لمحے بھر کو لاجواب ہوئے تھے۔ پھر مسکرادیئے۔۔

”تم نے یہ نہیں کہا کہ معاذ اچھا ہے یا برا۔ تم نے تو بات آگے والے پر ڈال دی رابیل۔ کب سے تم اتنی سمجھداری ہوگئی ہو۔۔؟“

اب وہ محظوظ ہوتے پیچھے کو بیٹھے تو وہ بھی مسکرائی۔ پھر آگے بڑھ کر اپنا چائے سے بھرا کپ اٹھایا۔ اس سے اٹھتی بھاپ لمحہ بہ لمحہ فضا میں تیر کر غائب ہونے لگی تھی۔

"جو حقیقت ہے میں آپ کے گوش گزار کر چکی ہوں۔ اسے اچھا اس لیے نہیں کہا کیونکہ میں جانتی ہوں وہ اتنا اچھا نہیں ہے اور برا کہہ کر میں اسے جج نہیں کرنا چاہتی۔ میں جانتی ہوں وہ اپنے کاموں کی وجوہات رکھتا ہوگا بابا۔ اور وہ وجوہات۔۔ وہ چھوٹی موٹی نہیں ہونگی۔۔ وہ بہت اٹل ہونگی۔ آپ اور مجھ جیسے گھریلو لوگ ان وجوہات کو جھٹلا نہیں پائیں گے۔"

"جانتا ہوں یہ بات تو میں۔۔ وہ لوگوں کو ٹرک کرنا جانتا ہے۔ اسے پتا ہے کہ کسے باتوں سے قائل کرنا ہے اور کسے ہاتھوں سے۔ درمیانہ راستہ تو جانتا ہی نہیں وہ۔۔ ہمیشہ انتہاؤں پر کام سرانجام دینا آتا ہے اسے۔۔"

رامین ان دونوں کی باتیں سمجھنے کی کوشش کر رہی تھیں۔ اور ابھی تک جو انہیں سمجھ آیا تھا وہ بس یہی تھا کہ بات معاذ اور ارحم کے متعلق ہو رہی تھی۔

"ایسا ہی ہے۔ وہ لوگوں کو سفید اور سیاہ خانوں میں رکھنے کا عادی ہے۔ بہت مشکل سے کسی سرمئی انسان کو قبول کر پاتا ہے وہ۔ اور جانتے ہیں بابا۔۔ یہی اس کی سب سے بڑی کمزوری ہے۔"

انہوں نے اس کی بات سے اتفاق کرتے ہوئے سر ہلایا تھا۔ پھر ہاتھ میں بندھی گھڑی دیکھ کر اٹھنے ہی لگے تھے کہ دروازے سے اندر داخل ہوتے اقبال پر نگاہ پڑی۔ رابیل نے سرعت سے سر پر دوپٹہ ڈالا تھا۔ لیکن وہ وہیں ٹھہر چکا تھا۔ عابد کے تاثرات اس کے یوں بغیر کسی کھٹکے کے داخل ہونے پر سنجیدہ ہوئے تھے۔

”آئی ندہ اگر آؤ تو پہلے اجازت لیا کرو اقبال۔ رابیل اب پردہ کرتی ہے، جانتے ہو ناں تم۔۔؟“

اور وہ جو دوپٹہ چہرے کے گرد لپیٹ ہی رہی تھی، یکدم چونکی۔ اقبال ان کے غیر متوقع سے رد عمل پر گڑبڑا یا تھا۔

”میں وہ۔۔ دراصل۔۔ سوری تایا۔۔ مجھے خیال کرنا چاہیئے تھا۔۔ آئی ندہ خیال رکھونگا۔۔“

اور پھر بات کئے بغیر ہی الجھتا ہوا اگلے پل پلٹ بھی گیا۔ رامین نے خفگی سے ان دونوں کی جانب دیکھا تھا۔

”اس بچے کو بات تو کرنے دیتے آپ عابد۔ یونہی بیچارہ شرمندہ ہو کر چلا گیا۔ اور تم رابیل۔۔ اگر پردہ کرتی ہو تو یوں بغیر دوپٹے کے نہ بیٹھا کرو۔ تمہاری وجہ سے ہمارے رشتے خراب ہو رہے ہیں۔۔“

اور ان کی صلاواتوں پر اس نے مسکرا کر سر جھکا لیا تھا۔ بابا بھلے ہی اس کی حاضر جوابی سے محظوظ ہوئے ہوں لیکن رامین کو اس کا یوں بات کرنا ایک آنکھ نہیں بھایا تھا۔ اس کی وجہ سے وہ اپنے رشتے کھو رہے تھے۔ انہیں یہ ہرگز بھی گوارا نہیں تھا۔

”ہمارے رشتے رابیل کی وجہ سے نہیں بلکہ ہمارے رشتے داروں ہی کی وجہ سے خراب ہو رہے ہیں بیگم۔ اب جبکہ سب کو معلوم ہے کہ اس گھر میں ایک لڑکی پردہ کرنے والی رہتی ہے تو انہیں ہر آن اس بات کا بھی خیال رکھنا ہوگا کہ ہم نے منہ اٹھا کر اس گھر میں نہیں جانا۔ پہلے گھر والوں کو آگاہ کرنا ہے اور پھر گھر کے اندر داخل ہونا ہے۔ آئی ندہ یہ ایسے کبھی بھی نہیں کرے گا۔۔“

انگلی سے دروازے کی جانب اشارہ کیا تو رامین کھلی آنکھوں سے ان کی بے نیازی دیکھتی ہی رہ گ ئی یں۔ اور دیکھ تو انہیں رابیل بھی رہی تھی۔ وہ اسے ایک لمحے کے لی ئے بالکل معاذ جیسے لگے تھے۔ اس جیسے بے نیاز، اکھڑ اور ذرا "بھاڑ میں ڈالو" والے۔ سوچ کر اسے خود ہی اپنے تبصرے پر ہنسی آئی تھی۔

"آپ لوگوں کی منطق تو دن بہ دن میری سمجھ سے باہر ہوتی جا رہی ہے۔ مجھے سمجھ نہیں آ رہا کہ آپ لوگ معاذ کا اثر لے رہے ہیں یا وہ آپ لوگوں کا۔ خیر اب جو بھی ہے۔۔ اٹھیں۔۔ ہمیں دیر ہو رہی ہے۔۔ بھائی صاحب کے گھر جانے کے بعد آپ کو میٹنگ میں جانا ہے اور مجھے زاہد کی جانب۔۔"

وہ عجلت میں کہتیں باہر کی جانب بڑھیں تو عابد نے رابیل کو دیکھ کر کندھے اچکائے۔ پھر اٹھ کر اس کے پاس آئے تو وہ یونہی گردن بچوں کی طرح اٹھا کر انہیں دیکھنے لگی۔

"تھینکس بابا۔۔"

اس کی آنکھیں جانے کیوں اس لمحے باریک سے پانی کے زیر اثر چمکی تھیں۔ وہ جو اپنی جنگ خود لڑ رہی تھی، آج کسی ایک کو اپنی طرف کا ساتھ دیتے دیکھ کر اس کی آنکھیں بنا اجازت ہی نم ہو گ ئی تھیں۔

"اب کبھی کبھی لگتا ہے کہ تمہارا فیصلہ بالکل درست تھا۔ پردہ کرنے والوں کے گھروں میں کوئی ایسے ہی داخل نہیں ہو سکتا۔ جیسے شہزادیوں کے محل میں کوئی منہ اٹھا کر نہیں جا سکتا۔ تم سے ہر کوئی بات نہیں کر سکتا اور نہ ہی تم ہر کسی سے بات کرتی ہو۔ تمہارا ایک الگ مقام ہے۔۔ ایک الگ درجہ ہے۔ جو ہر پردہ کرنے والی کے نصیب

میں آتا ہے۔ مجھے اب سمجھ آیا کہ اسلام لڑکیوں کو کونسی عزت دینا چاہتا تھا۔ خوش رہو۔۔ اور اسی عزت کے ساتھ جیو۔ تواب۔۔"

وہ ہلکا سا جھکے تو اس کی آنکھوں سے آنسو لڑھکنے کو بے تاب ہونے لگے۔ وہ اب بالکل اس کے عین سامنے تھے۔۔

"اب اس عزت کے علاوہ تم کسی بھی کم تر شے پر راضی نہ ہونا۔ کیونکہ پھر اس عزت سے کم پر راضی ہونے والوں کا انجام اچھا نہیں ہوتا۔۔"

وہ اس کے سر پر ہاتھ رکھتے سیدھے ہوئے تو اسے لمحے بھر کو یقین ہی نہیں آیا کہ یہ وہی بابا ہیں جنہوں نے اس کے حجاب کو لے کر بہت سختی سے اس رشتے کو بچانے کا کہا تھا۔ اور آج۔۔ اس پہر وہ اس سے کہہ رہے تھے کہ اس عزت سے کسی کم شے پر راضی ہونا، سوائے خسارے کے اور کچھ نہ ہو گا۔ کتنا سچ کہہ گئے تھے وہ۔۔ اس نے گردن پھیر کر انہیں دروازے سے باہر نکلتے دیکھا اور پھر مسکرا کر آنکھیں رگڑتی جیسے ہی اٹھنے لگی۔۔ بے ساختہ چونکی۔۔

"اتنا کیوں روتی ہو۔۔؟"

کسی کا جملہ اس کی سماعت کا حصہ بنا تھا۔ ہنس کر سر جھٹکتے اسے اندازہ ہوا کہ وہ واقعی بہت رویا کرتی تھی۔ خیر۔۔ وہ جیسی تھی ویسی ہی تھی۔ یقیناً ایک وقت تو ایسا بھی آنا ہی تھا کہ جب یہ ساری باتیں اسے تکلیف دینا بند کر دیں گی۔ اسے بس خاموشی سے ان لمحات کا انتظار کرنا تھا۔ لاؤنج سے اٹھ کر کچن کی طرف بڑھتے اب وہ س پچھلی نرم سی صبح کی مانند دمک رہی تھی۔

۔۔۔۔۔۔

”اس سارے تحائف کی کیا ضرورت تھی عابد۔۔! تمہارا آنا ہی کافی تھا میرے لیئے۔ تمہارا آنا ہی سب سے بڑا تحفہ تھا میرے لیئے۔۔“

انہوں نے فرط جذبات سے کہہ کر بے ساختہ اپنی آنکھیں رگڑیں تو عابد کو ان پر پیار آیا۔ عمر رسیدہ ہونے کے باوجود بھی ان کی معصومیت کسی چھوٹے بچے کی معصومیت کو مات دیا کرتی تھی۔ کچھ لوگ ہوتے ہیں۔۔ زندگی بھر کی کٹھن راہیں بھی انہیں سختی کی جانب نہیں دھکیلتیں۔ وہ آخری عمر تک اسی معصومیت کے ساتھ زندہ رہتے ہیں، جن کے ساتھ پیدا کیئے جاتے ہیں۔ اور بلا شبہ۔۔ وقار انہی لوگوں میں سے تھے۔۔

”اور یہ روایت شروع کس نے کی تھی بھائی صاحب۔۔؟“

انہوں نے نرمی سے پوچھا تو وہ ہنس پڑے۔ سرخ و سفید، نورانی سا چہرہ اس سمے بے حد کھل رہا تھا۔

”ہاں ٹھیک ہے میں نے ہی کی تھی۔ لیکن دیکھو تو۔۔ ایک چھوٹی سی کاوش کا کس قدر بہترین پھل دیا ہے اللہ نے مجھے۔۔ تم میرے گھر آئے ہو۔۔ اللہ کے رسول محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے سچ فرمایا تھا کہ تحائف دلوں کی رنجشوں کو دور کرتے ہیں۔۔ بیشک وہ سچائی کا پیکر تھے۔۔“

انہوں نے کہہ کر عینک نگاہوں پر جمائی تو دنیا ایک بار پھر سے صاف ستھری نظر آنے لگی۔ ہر گرد سے پاک اور واضح۔۔

”بلاشبہ۔۔“

عابد نے کہہ کر سر ہلایا تھا۔ اسی پل معاذ چائے کی ٹرالی گھسیٹتا لاؤنج میں چلا آیا۔ رامین نے سر سے پیر تک اسے دیکھا تھا۔ جینز اور سفید ہائی نیک سوئیٹر میں اس کا سراپا بے حد خوبصورت لگ رہا تھا۔ صاف ستھرا اور سلجھا ہوا۔ بال ہمیشہ کی طرح ماتھے پر گر رہے تھے اور سوئیٹر کی آستینیں پیچھے لپٹی ہونے کے باعث اس کے مضبوط ہاتھ اور واضح ہونے لگے تھے۔

درمیانے ٹیبل پر چائے رکھ کر اب وہ گھٹنوں کے بل بیٹھا چائے بنا رہا تھا۔

"بیٹے میں کر لیتی ہوں یہ۔۔"

ان کے لیے اس کا اس طرح سے کام کرنا بہت اچھنبے کی بات تھی۔ وہ ہلکا سا مسکرایا پھر ان کی جانب چائے بڑھائی۔ عابد اور رامین۔۔ دونوں کی آنکھوں میں جمع حیرت کو دیکھ کر وقار کے لبوں کو مسکراہٹ نے چھوا تھا۔ پھر وہ سیدھے ہو کر بتانے لگے۔۔

"میرے پاس کوئی بیٹی نہیں تھی سو میں نے اور معاذ نے کام آپس میں بانٹ لیے تھے۔ اب یہ وہ سارے کام کرتا ہے جو ایک لڑکی کچن میں کھڑی ہو کر کر سکتی ہے۔۔ اسی لیے تم لوگ زیادہ پریشان نہ ہو۔ یہ تمہارے لیے ایک اچھا داماد ثابت ہو گا۔۔"

ان کے کہنے پر عابد بے ساختہ ہنس دیے تھے۔ رامین اب کہ اس کے ہاتھ سے چائے لے کر اسے دیکھ رہی تھیں۔ کون کہہ سکتا تھا کہ یہ وہی لڑکا تھا جس کے بارے میں مشہور تھا کہ وہ بدتمیز اور جنونی سا تھا۔ اس وقت تو وہ انہیں

بے حد خاموش طبع اور سنجیدہ لگ رہا تھا۔ ویسا ہی جیسا ہمیشہ لگا کرتا تھا۔ سب کی جانب چائے بڑھا کر وہ واپس پلٹا تو رامین مکمل طور پر عابد کی جانب متوجہ ہوئی یں۔

"آپ مکمل آرام کریں۔۔ آرام نہ کرنے کی وجہ سے آپکا بی پی ہائی رہتا ہے۔ ریسٹورینٹ سے چند دن چھٹی لیں اور گھر پر ریسٹ کریں۔۔"

"فی الحال تو چھٹی پر ہی ہوں عابد۔ سب کچھ معاذ ہی سنبھال رہا ہے لیکن یہ آخری عمر کی تنہائی۔۔ خاموشی۔۔ یہ جیسے مجھے اندر ہی اندر کھا رہی ہے۔ بس میں چاہتا ہوں کہ جلد از جلد رابیل میرے اس خاموش سے گھر میں آجائے۔۔ اس کی نرم آواز اور چہکتی ہنسی اس گھر میں ایک ن ئی زندگی پھونکنے کے مترادف ہو گی۔۔"

انہیں روانی سے کہتے ہوئے احساس ہی نہ ہوا تھا کہ وہ کیا کہہ گ ئے ہیں۔ بازو پر جیکٹ ڈالتے معاذ کے ہاتھ بے ساختہ تھمے تھے۔ وہ جو اپنے کمرے کا دروازہ بند کر کے باہر نکلنے ہی لگا تھا، وہیں ٹھہر گیا۔ آنکھیں سکیڑ کر ایک لمحے کو عابد کا چہرہ جانچا۔ لیکن اس کی توقع کے برعکس وہ بہت پر سکون بیٹھے تھے۔ رامین نے البتہ پہلو بدلا تھا۔۔

"وہ تو اب آپکی ہی بیٹی ہے بھائی صاحب۔ میرے پاس تو امانت ہے وہ آپکی۔۔ لیکن لگتا ہے کہ چھوٹی ہے وہ ابھی شادی کے لی ئے۔۔ کچھ سال انتظار نہ کر لیں۔۔؟"

رامین نے چونک کر عابد کی جانب دیکھا تھا۔ یہ بات جانے کہاں سے کہاں جا رہی تھی۔۔

"جانتا ہوں کہ چھوٹی ہے ابھی وہ۔۔ لیکن یہ بھی تو اسکا اپنا ہی گھر ہو گا ناں عابد۔۔ دیکھو ساس، نندوں کے جھگڑے اور کوئی لمبے چوڑے خاندان کی بات نہیں ہے۔ ایسا نہیں ہے کہ اسے گھر کو سنبھالنا ہو گا یا پھر پانچوں وقت مختلف

انواع واقسام کے کھانے بنا کر کسی کو کھلانے ہوں گے۔ وہ میری بیٹی ہے۔ یہ اس کا گھر ہے۔۔ وہ یہاں ویسے ہی رہے گی جیسے تمہارے پاس رہتی ہے۔ اور جہاں تک رہی بات کچن سنبھالنے کی تو آہستہ آہستہ وہ سب سیکھ جائے گی۔۔ مجھے کوئی جلدی نہیں ہے۔۔ بلکہ ایک سچ بات بتاؤں۔۔ مجھے تو اس کے ہاتھ کے الٹے سیدھے کھانے ہی کھانے ہیں۔۔ جس میں وہ کچن کا نقشہ بگاڑ دے، اس گھر کے نظم وضبط کو گڑبڑ کر دے، اپنی غلطیوں پر خود بھی ہنسے اور مجھے بھی ہنسائے۔۔ مجھے تو بس بیٹی چاہیئے۔۔ اور بیٹیاں تو پھر ایسی ہی ہوتی ہیں۔۔"

وہ نرمی سے کہہ کر مسکرائے تو ان کے عین مقابل براجمان دو نفوس گویا ہر بوجھ سے آزاد ہو گئے۔ ان کے چند جملوں ہی نے ان سے ان کی ساری پریشانی لمحوں میں لے لی تھی۔ پیچھے کھڑے معاذ نے گہرا سانس لے کر آنکھیں گھمائیں اور پھر چابیاں اٹھاتا باہر کی جانب بڑھ گیا۔ اسے پتا تھا کہ رابیل کے آنے کے بعد اس کے گھر کا یقیناً یہی حال ہونے والا تھا۔

"میں تمہیں جلد بازی کرنے کو نہیں کہہ رہا۔ میں بس یہ کہہ رہا ہوں کہ میری بیٹی مجھے دے دو۔ میں اس کے ساتھ بہت سا وقت گزارنا چاہتا ہوں۔۔"

"انشاءاللہ جلد سوچیں گے اس بارے میں بھائی صاحب۔ پھر میں رابیل سے بھی بات کرونگا کہ اس کی کیا رائے ہے اس بارے میں۔ یوں بغیر پوچھے تو میں بھی اس کے ساتھ زبردستی نہیں کر سکتا۔۔"

ان کے کہنے پر عابد نے جلدی سے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

"بالکل۔۔اس کی مرضی سب سے اہم ہے۔۔ معاذ سے بھی زیادہ۔۔اس سے پوچھو۔۔وہ ہاں کہہ دے تو دیر مت کرنا عابد۔۔ تمہیں اللہ نے دو اور بیٹیاں دی ہیں ناں۔۔ مجھے میری ایک بیٹی دے دو۔۔"

رامین نے مسکرا کر عابد کی جانب دیکھا تھا لیکن وہ اس وقت صرف وقار کو دیکھ رہے تھے۔ پھر آہستہ سے سیدھے ہوئے۔۔

"اس کی پڑھائی بھی ہے بھائی جان۔"

"کوئی بات نہیں۔۔ وہ یہاں پر آکر بھی پڑھائی مکمل کر سکتی ہے۔ اس پر کوئی پابندی نہیں ہو گی۔ نہ تو معاذ کی عادت روک ٹوک کرنے والی ہے اور نہ میری۔ اسی لیے تم بے فکر ہو جاؤ۔ وہ جو چاہے گی کر سکے گی۔ پڑھائی کرنی ہے تو بھلے کرے اور اگر پڑھائی نہیں کرنی تب بھی میں اس پر کوئی زبردستی نہیں کرونگا۔ وہ اپنے فیصلوں میں آزاد ہو گی، ویسے ہی جیسے معاذ اپنے فیصلوں میں آزاد ہے۔۔"

اور عابد کو اپنے کندھوں پر دھرا آخری بوجھ بھی اترتا محسوس ہوا تھا۔ اسی لمحے انہیں احساس ہوا تھا کہ معاذ کا انتخاب، ارحم سے کہیں زیادہ درست اور پائیدار تھا۔

"میں جلد ہی بات کرونگا رابیل سے۔۔ آپ فکر مند نہ ہوں اور مجھے یقین ہے کہ اس کا جواب ہاں ہی میں ہو گا۔۔"

ان کے کہنے پر انہوں نے بخوشی اثبات میں سر ہلایا تو ہر جانب پھیلی صبح مزید روشن ہو گئی۔ دوسری جانب وہ ریسٹورینٹ کے سامنے گاڑی روکتا باہر نکل رہا تھا۔ بارہ بجے کی خنک سی دھوپ اب عین سر پر تھی۔ ماتھے پر گرتے بال اور سرمئی آنکھیں خنک سی دھوپ کی تمازت میں لمحے بھر کو چمکی تھیں۔ وہ وجیہہ تھا۔۔ وجیہہ لگتا تھا۔۔ اندر

کی جانب قدم بڑھاتے ہوئے، اس نے چاروں طرف تنقیدی نگاہوں سے دیکھا۔ یکایک ایک جانب اس کا ارتکاز ساکت ہو گیا۔ پھر وہ گہرا سانس لیتا، شیشے کا دروازہ دھکیلتا اندر داخل ہوا۔۔ بنا کسی تاثر کے ایک ٹیبل پر بیٹھے دو لڑکوں کی جانب تیزی سے بڑھا۔۔ فیصل جو ایک ٹیبل کے ساتھ کھڑا کافی سرو کر رہا تھا، چونک کر اس کی جانب دیکھا۔۔

اب وہ ان کے سامنے رکھی کرسی پر بے حد آرام سے بیٹھ رہا تھا۔ دونوں لڑکے اسکے اس طرح سے بیٹھنے پر چونکے تھے۔

"کس نے بھیجا ہے۔۔؟"

اس نے ہاتھ آگے بڑھا کر پانی کا گلاس اٹھایا اور پی گیا۔ پھر گلاس خالی کر کے ان کے عین سامنے رکھا۔ ابرو اٹھا کر ان کے فق ہوتے چہروں پر گاہے بگاہے نگاہ بھی ڈالی۔

"سلطان کو جا کر کہنا کہ معاذ کو بالکل بھی پسند نہیں کہ کوئی اس کا پیچھا کرے۔ آئی ندہ میں نے تمہیں یا پھر کسی کو بھی اپنے پیچھے آتے دیکھا تو میں ثبوت کے طور پر تمہاری شکلوں کا نقشہ بگاڑ کر اس کے پاس بھیجونگا۔۔ کہہ دینا اسے۔۔ اور ہاں۔۔ ابھی صرف اسی لی ئے چھوڑ رہا ہوں کیونکہ میں ایک شریف لڑکا ہوں۔۔ جا سکتے ہو تم لوگ اب۔۔"

ایک آخری سخت نگاہ ڈال کر وہ اٹھا تو فیصل اس کے پیچھے پیچھے گیا۔ لڑکے اڑے رنگ کے ساتھ الٹے قدموں باہر بھاگے تھے۔

"یہ کون لوگ تھے۔۔؟"

وہ اس کے سر پر کھڑا پوچھ رہا تھا۔ اس نے کندھے اچکائے۔۔

"ہمارے ریسٹورینٹ میں پہلی دفعہ آئے تھے وہ۔ میں بس انہیں دوبارہ یہاں آنے کا دعوت نامہ دے رہا تھا۔۔"

اس نے کہہ کر جیکٹ اتاری اور پھر آستینیں پیچھے کو لپیٹتا کچن کی جانب متوجہ ہوا۔

"لیکن تمہارے انداز سے تو ایسا لگ رہا تھا جیسے تم انہیں مرنے مارنے کی دھمکی دے رہے ہو۔"

"میرا دعوت نامہ تو اب ایسا ہی ہوتا ہے۔۔"

"دو تین اور لوگوں کو ایسے دعوت نامہ دینا، تاکہ یہ ریسٹوینٹ مکمل طور پر بند ہو جائے۔۔"

اس نے جل کر کہا اور باہر نکل گیا۔ معاذ نے خفگی سے ابرو سکیڑ کر بند ہوتے دروازے کو دیکھا تھا۔ پھر سر جھٹک کر کام کی جانب متوجہ ہوا۔

"جب پتا ہے کہ مجھے زہر لگتا ہے یہ سب۔۔! پھر کیوں کرتے ہیں لوگ ایسے کام۔۔"

اب وہ بڑبڑاتا ہوا، سبزیاں کاٹنے لگا تھا۔ سر جھکا کر، مکمل توجہ کے ساتھ۔۔!! یہ جانے بغیر کے اس نے آرام سے اپنا غصہ اتارنے کے بجائے، ضبط کر لیا تھا۔ شاید یہ اسی لڑکی کے ساتھ کا نتیجہ تھا، جو اس کے تنگ کہف کی ساتھی تھی۔۔ لیکن۔۔ وہ اس بات سے بے خبر تھا۔۔ چلو کبھی نہ کبھی۔۔ آپکی یہ رائی ٹر اسے بتا ہی دے گی کہ وہ کس کی صحبت میں حیوان سے انسان بننے لگا تھا۔۔ کبھی نہ کبھی تو ضرور ہی۔۔!

\-\-\-\-\-\-\-

وہ جو کہا کرتی تھی۔۔

اپنے رب سے۔۔

ٹوٹا دل لیے۔۔

نم آنکھوں اور لرزتی سانسوں کے درمیان۔۔

کہ وہ۔۔

بکھرنے لگی ہے۔۔

گھلنے لگی ہے۔۔

لوگوں کی باتوں سے۔۔

ان باتوں سے جو۔۔

تکلیف دیا کرتی تھیں۔۔

کہیں اندر تک۔۔

جو تکلیف سہی تھی حبیبہ نے۔۔

وہی تکلیف بنی تھی حصہ۔۔

رابیل کی زندگی کا۔۔

لیکن وہ جانتی تھی کہ۔۔

جو دل۔۔

اللہ کے لی ئے ٹوٹتے ہیں۔۔

وہ ان کی بے قدری کبھی۔۔

نہیں کیا کرتا۔۔

بلاشبہ۔۔

وہی تو قدردانی کرنے والوں میں۔۔

سب سے زیادہ قدردان ہے۔۔

ناشتہ کرنے کے بعد وہ اسٹڈی ٹیبل پر بیٹھی کچھ کتابیں دیکھ رہی تھی۔اسے یہ ساری کتابیں اسی مہینے میں پڑھنی تھیں۔کیونکہ یہ اس کے مدرسہ کے نصاب کا حصہ تھیں۔زیادہ تر ان کتابوں میں اللہ کے رسول کی زندگی پر لکھی گ ئی کتب تھیں۔اس نے ایک سنہرے سے کور سے سجی کتاب اٹھالی۔یونہی ورق الٹ کر دیکھے۔اسی وقت ردا اس کے کمرے میں داخل ہوئی تو اس نے ہاتھ میں پکڑی کتاب سامنے رکھ دی۔گردن پھیر کر ردا کو دیکھا۔

"رابی۔۔۔"!

وہ پرجوش سی آگے بڑھ آئی تو اس نے ابرو سکیڑ کر اس کے جوش کو دیکھا۔

"کس بات کی اتنی خوشی ہے۔۔؟باہر کوئی آیا ہوا ہے کیا۔۔؟"

"ارے نہیں۔۔کوئی نہیں آیا ہوا باہر۔۔ماں نے مجھے رات ہی بتایا تھا کہ ملیحہ آپی کی شادی ہے، اسی مہینے۔۔میں تمہیں بتانا ہی بھول گ ئی۔"

ملیحہ اس کے اکلوتے ماموں کی، اکلوتی صاحبزادی تھی۔ان سے عمر میں پانچ، چھ سال بڑی تھیں تو وہ کبھی ان سے اتنی بے تکلف نہیں ہو پائی اور ناں ہی ماموں کے گھر ان کا اتنا جانا تھا کہ وہ اس کی شادی کے لی ۓ اس قدر پر جوش ہو جاتی، جتنی ابھی ردا ہو رہی تھی۔اس نے گہرا سانس لے کر ایک بار پھر سے رخ کتابوں کی جانب پھیرا تو، ردا اس کی غیر دلچسپی پر بد مزہ ہوئی۔۔

"خوشی نہیں ہوئی تمہیں۔۔؟"

اس نے چہرہ اس کی جانب جھکا کر حیرت سے پوچھا تھا۔اس نے کندھے اچکاۓ۔۔

"خوشی ہے۔۔اچھی بات ہے شادی ہو رہی ہے ان کی۔۔"

"لیکن تم خوش تو بالکل بھی نہیں لگ رہی ہو۔۔؟ کوئی ایکسائی ٹمنٹ نہیں ہو رہی تمہیں۔۔؟"

اسے تو اس کی بے نیازی سے صدمہ ہی پہنچ گیا تھا۔اس نے کوفت زدہ سا چہرہ اٹھایا۔

"ردا میں خوش ہوں لیکن اب اپنی خوشی ثابت کرنے کے لی ۓ میں ایک سے دوسرے کمرے میں جا کر سب کو نہیں بتا سکتی۔اب تم جاؤ۔۔مجھے بہت کام ہے۔۔"

"تمہیں کب کام نہیں ہوتا۔اور ویسے بھی کام ہو گا بھی تو کیا۔۔یہ اتنی ڈھیر ساری کتابیں پڑھو گی تم، اپنے اس بور سے کمرے میں بیٹھ کر۔بتاؤ۔۔چلو گی ناں شادی میں۔۔؟"

"ردا میں دیکھوں گی۔۔ اگر ہو سکا تو صرف بارات یا ولیمے ہی میں شرکت کر سکو نگی۔ مہندی کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ایک تو ملیحہ آپی کی خود کی طبیعت انتہائی شوخ اور سونے پر سہاگہ ہمیشہ سے موسیقی کے دلدادہ ماموں۔۔ ان کے یہاں کتنا بھرپور انتظام کیا جائے گا گانے بجانے کا۔۔ اس سے تم بھی واقف ہو اور میں بھی۔ اسی لیئے میں نہیں جاؤ نگی۔۔"

"لیکن اتنا زیادہ شدت پسند بننے کی کیا ضرورت ہے رابیل۔۔!! گانے تو وہ لگائیں گے ناں۔۔ تم تو نہیں۔۔ تو اس کا گناہ تمہارے سر نہیں آئے گا۔۔ یہ ان کا اپنا مسئلہ ہے۔۔"

وہ بے چینی سے اس کے گھٹنوں کے ساتھ ہی بیٹھ گئی تھی۔ اس نے یونہی گردن ترچھی کر کے اسے دیکھا اور پھر اپنی کرسی اس کی جانب پھیری۔ اب وہ اس کے عین سامنے بیٹھی تھی۔ بالوں کو اونچی پونی میں قید کیئے۔۔ بچوں جیسی ناراضگی کے ساتھ اسے دیکھتی ہوئی۔۔

"ہمیں ہر اس جگہ جانے سے منع کیا گیا ہے ردا، جہاں اللہ کی نافرمانی ہو رہی ہو۔ میں ایسی کسی جگہ پر یونہی نہیں جا سکتی۔ تم جا سکتی ہو۔۔ کیونکہ تم نے اس سے کوئی وعدہ نہیں کیا لیکن میں۔۔"

اس نے ایک لمحے کو گردن پھیر کر اس سنہری سی کتاب کو دیکھا۔ جس کی آیات ایسی ہی کسی آزمائش کی گھڑی میں لمحے بھر کو چمک کر ماند ہو جایا کرتی تھیں۔

"میں نے اس سے وعدہ کیا ہے ردا۔ میں نے اللہ سے عہد باندھا ہے۔ میں نے اپنے پچھلے اعمال پر توبہ کی ہے۔ اگر میں لاپرواہی کر کے دوبارہ سے انہی جگہوں پر جانا شروع کر دوں تو جانتی ہو پھر کیا ہو گا۔۔"

ردا گردن اٹھائے اسے ہی دیکھ رہی تھی۔ اس کی بات سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"پھر وہ کبھی دوبارہ میرے وعدے پر یقین نہیں کرے گا۔ میں تمہیں کوئی لیکچر نہیں دینا چاہتی اس سب پر لیکن یہ ایک بہت سنجیدہ بات ہے ردا۔ ہم نے اللہ سے کیئے گئے وعدوں کا مزاق بنالیا ہے۔ یاد کرو۔۔ کہ ہم سے عالمِ ارواح میں کونسا عہد لیا گیا تھا۔۔؟ یہی ناں کہ ہم اللہ کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔۔ لیکن اب ہم اس عہد کے ساتھ کیسی بد سلوکی کر رہے ہیں۔ ہم اللہ کی عبادت کے ساتھ ساتھ اپنی خواہشات کی عبادت بھی کر رہے ہیں۔۔ جانتی ہو، اللہ نے نہیں بنائے کسی انسان کے سینے میں دو دل۔۔"!

وہ لمحے بھر کو ٹھہری تھی۔ ردا اس کی باتوں پر اکثر کان نہیں دھرتی تھی لیکن آج وہ بھی اس کے عین سامنے بیٹھی، اسے سن رہی تھی۔۔

"میں اللہ کے ساتھ ساتھ اپنے نفس کی عبادت نہیں کر سکتی ردا۔ یا تو اس دل میں اللہ رہے گا یا پھر شیطان۔۔ یہاں درمیانی کوئی راستہ نہیں ہے۔ انسان کو ہمیشہ اپنے لیئے ایک راستہ چننا پڑتا ہے اور میں نے اللہ کا راستہ چنا ہے۔ اب میں اس سے پیچھے نہیں ہٹ سکتی۔۔ اگر میں اس سے پیچھے ہٹی ناں تو میں تباہ ہو جاؤنگی۔ اللہ سے کیئے گئے وعدے مزاق نہیں ہوتے۔۔ میں بنی اسرائیل کی طرح اپنے عہد کو پیچھے نہیں پھینک سکتی۔۔ اور اگر میں نے ایسا کیا۔۔ تو مجھ پر بھی ساری زندگی کے لیئے ذلت کا عذاب مسلط کر دیا جائے گا۔۔ جیسے بنی اسرائیل پر کر دیا گیا تھا۔۔"

قرآن کی طالبہ بے حد روانی سے بول رہی تھی۔اس کی زبان کا بول بے حد صاف تھا۔صاف، آسان اور اتھرا ہوا۔۔وہ باتیں مشکل نہیں تھیں اور ناں ہی رابیل کو مشکل باتیں کرنے آتی تھیں۔وہ باتیں تو بس خوفزدہ کرتی تھیں۔۔انسان کو ڈرا دیتی تھیں۔جیسے ابھی ردا نے یکدم جھرجھری لی تھی۔

"تم مجھے ڈرا رہی ہو رابی۔"

اس نے بے حد خفا ہو کر کہا تو وہ مسکرا دی۔پھر اس کا گال تھپکا۔۔

"جو اللہ سے ڈرتے ہیں۔۔جنتیں انہی کے حصے میں آتی ہیں۔۔"

"تمہاری زندگی بہت مشکل ہے۔تم کہاں کہاں تک بچو گی اس سب سے۔۔؟یہاں تو ہر قدم پر گناہ ہے، ہر قدم پر کانٹے ہیں، ہر لمحہ آزمائش ہے۔۔تمہیں نہیں لگتا کہ تم نے ایک بہت کٹھن راستے کا انتخاب کیا ہے۔؟"

وہ اس کا دل اس سب سے خراب نہیں کرنا چاہتی تھی لیکن اپنی حیرت کو فی الوقت چھپانا ردا کے لئے مشکل ہو رہا تھا۔اسے اندازہ نہیں تھا کہ رابیل ان معاملات کو لے کر اس قدر سنجیدہ تھی۔

"مجھے پتا ہے میں نے اپنے لئے بہت مشکل اور تھکا دینے والا راستہ چنا ہے لیکن جانتی ہو ردا۔۔اس کا انجام بے حد خوبصورت ہو گا۔راستے گزر جاتے ہیں۔۔انجام باقی رہ جاتے ہیں۔میں جانتی ہوں کہ یہ سب آسان نہیں ہے۔۔خود سے چوبیس گھنٹے حالت جنگ میں رہنا مزاق بات نہیں ہے لیکن یہ پھر بھی قابل قدر ہو گا۔اللہ میری کوششوں کی قدر کرے گا۔۔وہ میری جدوجہد دیکھے گا۔۔میرے وعدوں کے جواب میں، میرا رویہ دیکھے گا اور مجھے یقین ہے کہ وہ مجھے ضائع نہیں ہونے دے گا۔۔میں اس سے محبت کرتی ہوں لیکن وہ۔۔"

اس نے ردا کے دونوں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں تھامے تھے۔ بولتے بولتے آنکھیں نم ہو رہی تھیں اور آواز کی نرمی، اداسی میں بدلتی جا رہی تھی۔

"وہ مجھ سے زیادہ محبت کرتا ہے۔۔"

آسمان سے بہت سی نرم گالے پگھل کر گرنے لگے تھے۔ زمین پر موجود ایک لڑکی اپنی سب سے زیادہ پاکیزہ محبت کا اظہاریوں برملا کر کے ساری کائنات میں پھیلی گناہوں کی سیاہی کو سینچ رہی تھی۔ ردا چند پل اس کی نم آنکھوں کو دیکھے گ ئی۔

"تمہیں کیسے پتا کہ وہ تم سے زیادہ محبت کرتا ہے۔۔؟"

اس کے سوال پر رابیل نم آنکھوں سے مسکرائی تھی۔ پھر ایک لمحے کو گردن پھیر کر محبت سے اس سنہری کتاب کو دیکھا۔۔

"میں بہت جگہوں پر گر کر زخمی ہوئی ہوں ردا۔ بہت سی جگہوں پر میں بہت بری طرح ٹوٹی ہوں۔ اور جانتی ہو۔۔ اس جگہ کوئی انسان نہیں تھا۔۔ ان جگہوں پر میں تنہا تھی۔۔ میں بکھری ہوئی تھی۔۔ مجھے لگتا تھا کہ اب میں سانس تک نہیں لے پاؤ نگی لیکن پھر۔۔ پھر اس نے مجھے اٹھایا۔۔ اس نے میری پشت پناہی کی۔۔ اس نے مجھے ساحروں کے درمیان اکیلا نہیں چھوڑا ردا۔۔ وہ ہر لمحہ میرے ساتھ تھا۔۔ وہ ہر لمحہ میرے ساتھ ہوتا ہے۔ میں رات کے کسی پہر اٹھ جاؤں یا کسی ہجوم میں کھو جاؤں۔۔ وہ ہر جگہ میرے قریب رہتا ہے۔۔ انسان چھوڑ دیتے ہیں لیکن وہ مجھے تنہا نہیں چھوڑتا۔۔ میں سوچتی ہوں کہ اگر وہ مجھ سے اتنی محبت کرتا ہے تو مجھے بھی کچھ شرم کرنی

چاہیئے ناں۔۔اب اگر میں ایسی کسی جگہ جانے کا سوچوں بھی تو مجھے اس سے حیا آتی ہے۔مجھے اس سے شرم آتی ہے۔جن جگہوں سے اسے نفرت ہے میں وہاں کیسے جا سکتی ہوں پھر۔۔؟ایسے تو نہیں کی جاتی ناں محبت۔۔"!

اس کی نم آنکھیں گلاب رنگ ہونے لگی تھیں۔ردا نے لب دبا رکھے تھے۔پھر ہولے سے مسکرائی۔۔

"تمہاری آنکھیں دیکھ کر لگتا ہے کہ تم اس کے لیئے بہت روتی ہو گی۔۔"

اور وہ جو آنکھیں رگڑ رہی تھی یکدم ہنس دی۔رداس کی ہنسی پر نا سمجھی سے مسکرائی تھی۔

"یہ سچ ہے۔۔میں اس کے لیئے بہت روتی ہوں۔مجھے اس کے لیئے رونا بہت اچھا لگتا ہے۔کبھی جب میں اکیلی ہوتی ہوں،ایسے میں اگر مجھے اللہ کا خیال آجائے۔۔تو مجھے پتا نہیں کیوں رونا آجاتا ہے۔شاید اس کی محبت پر۔۔کیونکہ انسان کو اللہ کا خوف ویسے نہیں رلاتا جیسے اس کی محبت رلا دیتی ہے۔"

"تم اچھی ہو رابیل۔"

ردا کو سمجھ نہیں آیا کہ اور کیا تبصرہ کرنا چاہیئے۔لیکن وہ اس کے ایسے تبصرے پر ایک بار پھر سے ہنس دی تھی۔۔

"تم ہم سے بہت زیادہ آگے ہو۔۔"

چند پل اس کی بات پر اسے دیکھنے کے بعد اس نے سر نفی میں ہلایا تھا۔

"انسان کی اچھائی،اس کی موت طے کرتی ہے ردا۔۔"

"مطلب۔۔؟"

وہ جو اٹھنے ہی لگی تھی ایک بار پھر سے بیٹھ گئی۔اس کی بات بہت غیر متوقع تھی۔نا سمجھ میں آنے والی۔۔

"میں بھلے ہی ساری زندگی اچھی رہی ہوں، اگر میں نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں اسے ناراض کر دیا تو میری ساری ریاضت رائی یگاں چلی جائے گی۔ مجھے اپنی ساری زندگی، بس اس آخری لمحے کی غفلت سے بچنے کے لی ئے گزارنی ہے ردا۔۔ یہ بات مجھے بری طرح ڈرا دیتی ہے۔۔ اگر میں نے خود کو اس ایک لمحے میں کھو دیا تو سب ختم ہو جائے گا۔۔ کچھ نہیں بچے گا۔۔"

اس بارے میں بات کرتے ہوئے وہ ہمیشہ بے چینی کا شکار ہو جایا کرتی تھی۔ شاید اسی لی ئے کہ یہ ایک بہت کڑی حقیقت تھی۔ وہ اس حقیقت سے ڈرتی تھی۔ وہ اپنی ساری ریاضت ضائع ہو جانے سے خوفزدہ تھی۔ بلاشبہ۔۔ قرآن کو گہرائی سے پڑھنے والوں کے ل ئے ایسا خوف یقینی سی بات تھی۔ یہ بات۔۔ عام انسان کے لی ئے بے حد عام تھی۔ لیکن یہ بات قرآن کے ساتھ زندگی گزارنے والوں کے لی ئے عام ہرگز بھی نہیں تھی۔

"ابھی تو تم نے کہا تھا کہ وہ انسان کو کوششوں کو ضائع نہیں کرتا۔ پھر تمہیں کیوں ایسا لگتا ہے کہ وہ تمہاری زندگی بھر کی محنت کو ضائع کر دے گا۔۔؟"

ردا کے سوال پر وہ یکدم چونکی تھی۔

"اگر تم اس کے لی ئے جان مار رہی ہو تو وہ تمہیں ایسے کیسے چھوڑ دے گا۔۔؟"

وہ خالی خالی سے اسے دیکھے گ ئی۔۔ وہ ٹھیک کہہ رہی تھی۔ لیکن پھر بھی جانے کیوں اس بات سے بے حد خوف آتا تھا۔

"میں جانتی ہوں وہ مجھے کہیں بھی تنہا نہیں چھوڑے گا۔ ہاں۔۔ مجھے اس پر بھروسہ کرنا چاہی ئے۔۔"

اس نے مسکرا کر کہا تھا۔ ردا بھی مسکرا دی۔۔ پھر یونہی گردن ترچھی کی ہوئے محبت سے اس کے چہرے کو دیکھتی رہی۔

"یہ سوال میری شخصیت کے ساتھ میل تو نہیں کھاتا رابی۔۔ لیکن پھر بھی میں کبھی کبھی حیران ہوتی ہوں کہ وہ کیا بات ہو گی، وہ کیا لمحہ ہو گا، اور وہ کون انسان ہو گا جس نے تمہیں اس راہ کی جانب دھکیل دیا۔۔؟ جس نے تمہیں اس دنیا کے دروازے تک پہنچا دیا۔۔؟ ہم سب اب بھی بہت دور ہیں اس سب سے۔۔"

انگشت شہادت سے ٹیبل پر دھری مقدس کتابوں کی جانب اشارہ کیا۔

"تم کیسے اس جہان تک پہنچ گ ئی یں رابیل۔۔؟"

وہ اس کے سوال پر نرمی سے مسکرائی تھی۔ ایسی نرمی سے، جس میں تکلیف کی بہت سی راہیں واضح ہونے لگتی ہیں۔ اس کی نم آنکھیں اب بھی نم تھیں لیکن اب انکی چمک بہت ماورائی سی تھی۔ جیسے وہ اس دنیا کی نہیں۔۔ کسی اور دنیا کی لڑکی تھی۔۔ اور ردا کو تو واقعی کبھی کبھی لگتا تھا کہ رابیل اس دنیا کی نہیں تھی۔۔

"ضروری نہیں کہ ہر دفعہ انسان کو حادثات ہی اللہ کی جانب دھکیلیں۔ ہاں میں اس حقیقت سے نگاہ نہیں چرا رہی کہ حادثات کارآمد ثابت نہیں ہوتے۔ بہت سے لرزہ خیز واقعات کے بعد انسان اللہ کی جانب پلٹتا ہے۔۔ جب یہ دنیا یا پھر اس دنیا سے کوئی پیارا انسان، آپکا دل توڑتا ہے، تب واقعی اللہ بہت یاد آتا ہے لیکن ردا بہت عجیب بات ہے کہ میرے معاملے میں ایسا کچھ نہیں ہوا۔۔"

اس نے لمحے بھر کو سوچتی نگاہیں ردا پر جمائی تھیں۔ وہ بھی اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

"میرا دل نہیں ٹوٹا۔ مجھے کسی انسان نے دھوکا نہیں دیا۔ میں نے کسی کی یاد میں جلتے دل کے ساتھ اللہ کی یاد کو نہیں باندھا۔ میرے ساتھ ایسا کچھ بھی نہیں ہوا۔ بس مجھے ایک رات خواب آیا تھا۔۔"

"کیسا خواب۔۔؟"

اور رابیل عابد لمحے کے ہزارویں حصے میں چونکی تھی۔ پھیلی پھیلی آنکھیں لی ئے وہ چند لمحے ردا کو ہی دیکھے گ ئی۔

"کیا ہوا رابیل۔۔۔؟"

اس کے ساکت ہو جانے پر اس نے اسے ہلایا تو وہ ہوش میں آئی۔

"کیا ہوا۔۔؟ کہاں گم ہو گ ئی یں۔۔؟ تم مجھے اپنے کسی خواب کے بارے میں بتا رہی تھیں۔۔"

لیکن وہ تو جیسے پل بھر کے لی ئے بولنا ہی بھول گ ئی تھی۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ یہ اس کے ساتھ ہوا کیا تھا۔

"میں نے وہ خواب۔۔ دس سال کی عمر میں دیکھا تھا ردا۔"

اور بولتے ہوئے اسے اس کی آواز کسی کنویں سے آتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ کیا وہ جو سوچ رہی تھی۔۔ وہ ٹھیک تھا۔۔؟؟

"کونسا خواب۔۔؟ کیسا خواب۔۔؟"

ردا اس کی باتیں سمجھنے کی کوشش کر رہی تھی۔

"تمہیں یاد ہے ردا میں اکثر بچپن میں ڈر کر اٹھ جایا کرتی تھی۔۔ جب میں تھوڑی بڑی ہوئی تو مجھے اکثر خواب میں ایک غار نظر آتا تھا۔ لیکن میں نے اپنی پچھلی ساری عمر میں اس غار کو باہر ہی سے دیکھا تھا ردا۔۔ میں نے کبھی اس کے اندر قدم نہیں رکھا تھا۔۔"

فضا میں ساکت بہت سی بکھری لکیریں اب کہ راستہ واضح کرنے لگی تھیں۔ رابیل عابد آج جاننے والی تھی کہ وہ چنی گ ئی تھی۔ کہیں بہت پہلے سے۔۔ یہ سب آجکل کی کہانی نہیں تھی۔۔

"مجھے کبھی اس خواب کا مطلب سمجھ نہیں آیا تھا۔ لیکن پھر ایک رات جانتی ہو کیا ہوا۔۔ !ایک رات میں نے دیکھا کہ میں نے اس تاریک کہف میں قدم رکھا ہے۔ وہ کہف بہت سیاہ، بہت تکلیف دہ اور بہت خوفناک تھا ردا۔ مجھے لگا میرا دم گھٹ جائے گا۔ اس سے اگلے دن میں بہت بوجھل رہی۔ خواب کا بوجھ حقیقت سے زیادہ ہوتا ہے۔۔ میرے سارے وجود پر جیسے کسی نے پہاڑ رکھ دیا تھا۔ اپنا یہ بوجھ کم کرنے کے لی ئے میں یونہی چینل سرچ کر رہی تھی جب میں نے پہلی بار سورہ کہف سنی۔۔"

کہانی اپنی اصلی حالت میں اس کے سامنے آنے لگی تھی۔ برسوں کا ساتھ اب اس پر واضح ہونے لگا تھا۔

"مجھے اس وقت عربی نہیں آتی تھی لیکن۔۔ لیکن وہاں اردو میں ترجمہ بھی ساتھ ہی دہرایا جا رہا تھا۔۔ اور وہاں غار والوں کی بات سن کر، مجھے لگ رہا تھا کہ جیسے یہاں میری بات ہو رہی ہے۔ میں وہ سن ہی رہی تھی کہ یکدم لائ ٹ چلی گ ئی اور ٹی وی اگلے ہی لمے بند ہو گیا لیکن وہ آیات۔۔ وہ آیات میرے دل میں گڑ گ ئی تھیں۔ میں بے چینی سے اپنے کمرے میں آئی۔۔ جھجھکتے ہوئے وضو بنایا اور قرآن کھول کر بیٹھ گ ئی۔۔ اور جانتی ہو ردا۔۔ اس

دن۔۔ اللہ نے مجھ سے پہلی دفعہ بات کی تھی۔۔ اس غار والوں کے قصے میں جتنی نشانیاں پنہاں تھیں۔۔ اور جتنی اذیت وہ اس غار سے قبل گزار چکے تھے، جتنی اذیت گزار کر وہ اس غار تک پہنچے تھے۔۔ مجھے اس سب نے ہلا دیا تھا۔ میں ڈر گ ئی تھی۔۔ میں نے اسی وقت قرآن کا دروازہ بند کیا تو زندگی میں پہلی بار میرے ارد گرد اس کہف کی سی خاموشی تحلیل ہونے لگی۔۔"

وہ اب خود سے بول رہی تھی۔ مدھم آواز میں۔۔ کسی نتیجے تک پہنچنے کی سعی میں اس پر اب کہ بہت کچھ واضح ہونے لگا تھا۔ کیا واقعی وہ خواب دس سال قبل اس پر وارد ہوا تھا۔۔؟ کیا وہ خواب معاذ کے خواب کے ساتھ ہی دیکھتی آرہی تھی۔۔! کیا وہ اور معاذ ایک ساتھ ہی اس غار کا خواب دیکھا کرتے تھے۔۔؟

اس کے دماغ میں بیک وقت بہت سے جھکڑ چلنے لگے تھے۔۔ ارحم سے منگنی ہو جانا، دس سال قبل وہ خواب دیکھنا، اسکا سر پر حجاب لپیٹنا، کہف کی اذیتیں، اس کی منگنی ٹوٹ کر رشتہ معاذ سے جڑ جانا۔۔! کیا یہ سب اتفاق تھا۔۔؟ یہ اتفاق تھا یا انتخاب۔۔! اسے سمجھنے میں دقت ہونے لگی تھی۔ ردا جو اس کے سامنے بیٹھی تھی، اسے اس کی گنجلک سوچوں کے ساتھ چھوڑ کر جا چکی تھی۔ اور اب وہ تنہا اپنے کہف میں بیٹھی، ادھوری کہانی کو مکمل کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ بہت سے گزرے واقعات، گزرتے واقعات کے ساتھ میل کھانے لگے تھے۔۔ اب کہ اس پر بہت کچھ کھلنے لگا تھا۔۔

دور آسمان کے پار۔۔

ادھوری کہانیوں میں سے۔۔

ایک کہانی۔۔

اپنی اصل شکل میں اترنے لگی تھی۔۔

کیونکہ۔۔

وہ خواب۔۔

صرف خواب نہیں تھا۔۔

وہ ڈور تھی۔۔

معاذ اور رابیل کے درمیان بندھی ڈور۔۔

جو کہ ہو کر گزرتی تھی۔۔

ایک تاریک کہف سے۔۔!!

۔۔۔۔۔۔۔

شنزا نے تولیے میں لپٹے بالوں کو آزاد کیا تو وہ بکھر کر کمر پر جھولنے لگے۔ شام کے وقت میں خنکی گھلی ملی تھی، کمرے میں دبی دبی سی مغرب کی اذانیں سنائی دینے لگی تھیں۔ اس نے آگے بڑھ کر سوئچ بورڈ پر ہاتھ مارا تو لمحے بھر میں کمرہ روشنی میں نہا گیا۔۔ سردی کی خاموش شامیں ہر جانب یونہی بسیرا کیے رہتی تھیں۔ اس نے بھی لوشن ہاتھوں پر لگا کر چند پل مساج کیا اور جیسے ہی پرفیوم کی شیشی اٹھانے لگی، اس کا فون بج اٹھا۔ اس نے شیشی وہیں رکھ کر سنگھار آئینے پر دھرے فون پر نگاہ ڈالی۔ لیکن پھر اگلے ہی لمحے اس کا سانس تک خشک ہو گیا تھا۔

ارحم بھائی کالنگ۔۔

اسکرین پر جگمگا رہا تھا۔اس نے پہلے تو گہرا سانس لے کر خود کو نارمل کیا لیکن بے چینی اس کے رگ و پے میں سرایت کرنے لگی تھی۔جانے کیوں۔۔ ہر دفعہ ارحم کے بارے میں سوچ کر اسے اپنے چوری چھپے کچھ غلط کرنے کا احساس ہوتا تھا۔اس نے انگلیاں آپس میں پھنسا کر کھولی تھیں۔یکایک فون بج کر خود ہی خاموش ہو گیا۔۔اس نے دل پر ہاتھ رکھ کر ایک سانس خارج کی۔۔ایک دل تو کیا کہ فون اٹھا کر اس کی طبیعت صاف کر دے لیکن پھر معاذ کی کہی بات یاد آگ ئی۔اس نے منع کیا تھا ارحم سے بات کرنے سے۔۔

اسی پل خاموش اسکرین پر جگمگاتا سا پیغام ابھرا تھا۔۔

اس نے لرزتے ہاتھوں سے پیغام کھولا۔۔

"مجھے پتا ہے کہ کس کی شے پر مجھے اگنور کیا جا رہا ہے۔۔ شرافت سے کال رسیو کرو شزا۔۔ نہیں تو ماموں کے پاس تمہارے اسکرین شارٹس پہنچانا میرے بائیں ہاتھ کا کھیل ہو گا۔۔"

اور اس کے اندر جیسے لمحے بھر ہی میں سب کچھ اتھل پتھل ہو گیا تھا۔یوں لگا گویا، اسے بھرے بازار میں رسوا کر دیا گیا ہو۔اس نے خراب ہوتے دل کے ساتھ موبائل واپس رکھا تو ایک بار پھر سے اسکرین پر "ارحم کالنگ" جگمگانے لگا۔خشک پڑتے حلق کے ساتھ اس نے زبان تر کی لیکن جیسے ہی اس نے موبائل کی جانب ہاتھ بڑھایا، رابیل کمرے کا دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی۔

اس کے ہاتھ میں کچھ کتابیں تھیں اور وہ سیدھا اسی طرف آگ ئی تھی۔ شنزا کا چہرہ اگلے ہی پل سفید پڑ گیا تھا۔ سب کچھ اتنی تیزی سے ہوا تھا کہ اسے فون اٹھا کر کال کاٹنا تک یاد نہیں رہا۔ رابیل نے سوالیہ نظروں سے پہلے اس کے سفید پڑتے چہرے کو دیکھا اور پھر اگلے ہی پل اس کے چہرے پر پھیلا وہ سوالیہ سا تاثر ڈھیلا پڑ گیا۔ کتابیں ایک جانب رکھ کر اس نے موبائ ل اٹھایا اور پھر سے شنزا کی جانب دیکھا۔ ان آنکھوں میں اب کہ سوال نہیں تھا۔۔ اب وہاں محض سنجید گی تھی۔۔ ایسی سنجیدگی جس نے شنزا کا رنگ ہی نچوڑ لیا تھا۔۔

"ر۔۔ رابیل۔۔ تم پلیز۔۔۔ غلط مت۔"

لیکن اس نے اسے انگلی اپنے لبوں پر رکھ کر خاموش رہنے کا اشارہ کیا تھا۔ پھر اگلے ہی پل فون اٹھا کر کال رسیو کی اور اسپیکر آن کر دیا۔۔ شنزا نے آنکھیں یکدم میچ لی تھیں۔ اب تو کوئی راہ نہیں تھی رسوائی سے بچنے کی۔ اسے پہلے ہی رابیل کو بتا دینا چاہی ئے تھا۔۔ ہاں کم از کم وہ اس ذلت سے تو بچ جاتی جس سے ابھی اس کا پالا پڑا تھا۔

"آہاں۔۔ تو جناب نے میرا فون اٹھا ہی لیا۔۔! پہلے تمہاری بہن اور اب تم۔۔ مجھے محض اس دو ٹکے کے غنڈے کے لی ئے اگنور کر رہی ہو۔۔! آخر ایسا ہے کیا اس میں جو مجھ میں نہیں۔۔؟؟"

اس کی محظوظ سی مکروہ آواز پر لمحے بھر کو رابیل نے شنزا کی جانب دیکھا تھا۔ اور ان آنکھوں میں بہت کچھ چھپانے پر ایک گہرا شکوہ پنہاں تھا۔ شنزا کے ہاتھ لرزنے لگے تھے۔

"اب میری بات دھیان سے سنو۔۔"!

لیکن اگلے ہی لمحے اب وہ مکروہ آواز بے حد کرخت ہو گ ئی تھی۔

”میں اور ممی کل تمہارا انتظار کریں گے ہمارے گھر پر۔۔ اگر تم نہیں آئی یں تو پھر اس ساری ذلت کے لی ئے تیار رہنا جو اتنے عرصے میں تم نے مجھ سے تعلق رکھ کر اکھٹی کی ہے۔ اور ہاں۔۔ ایک آخری بات۔۔ اپنے اس غنڈے کو اس بارے میں بتانے کی غلطی ہرگز مت کرنا شزا۔۔ نہیں تو پھر انجام تمہارا اس سے کہیں زیادہ بھیانک کرنے والا ہوں میں۔۔“

وہاں سے ٹھک فون رکھا گیا تو چند لمحے کمرے میں موت کی سی خاموشی پھیل گ ئی۔ رابیل نے فون آہستہ سے ٹیبل پر رکھا اور پھر پلٹ کر جیسے ہی دروازے کی جانب بڑھنے لگی، شزا نے بے ساختہ اسے روک لیا۔۔ اب کہ وہ اس کی کہنی سے لگی رو رہی تھی۔۔

”را۔۔ رابیل پلیز۔۔ میری بات سنو۔۔ یہ سب ایسا نہیں ہے رابیل۔۔ یہ۔۔ یہ سب ایسا ہرگز نہیں ہے جیسا دکھ رہا ہے۔۔ ایک دفعہ پلیز میری بات سن لو۔۔ پلیز۔۔“!

اب وہ سسک رہی تھی۔ رابیل نے تلخی سے اس کا ہاتھ جھٹکا تھا۔ پھر گلابی آنکھوں سے اس کا سرخ پڑتا چہرہ دیکھا۔ شدید گریہ کے باعث اس کی آنکھیں اور ناک سرخ ہو کر دہک رہی تھیں۔۔

”اب بھی مجھے نہ بتاؤ۔ میں اپنی تھوڑی ہوں تمہاری۔ میں تو تمہیں جج کرونگی ناں۔۔ میں تمہیں تنہا کردونگی۔۔ جبھی تو تم نے مجھے بتایا نہیں اور معاذ۔۔ وہ اس سب کے بارے میں جانتا ہے۔۔ لیکن میں نہیں۔۔“!

وہ اس کے عمل پر نالاں نہیں تھی۔ وہ بس اس کے یہ سب چھپانے پر ہرٹ ہوئی تھی۔ شزا نے آگے بڑھ کر اسے گلے لگایا۔ رابیل نے محسوس کیا کہ اس کا سارا وجود زلزلوں کی زد میں تھا۔ اس نے پھر بھی ہاتھ اٹھا کر اس کی پیٹھ نہیں تھپکی۔۔ اسے اس سے لمحے بھر ہی میں بہت سے شکوے ہو گ ئے تھے۔۔

"میں نے معاذ بھائی کو بھی نہیں بتایا تھا رابیل۔ انہیں پتا نہیں کیسے پتا چل گیا اس سب کے بارے میں۔ پھر انہوں نے مجھ سے رابطہ کیا اور مجھے ارحم بھائی سے بات کرنے سے منع کر دیا۔ کیونکہ وہ مجھے ہراساں کرنے لگے تھے۔۔ میں۔۔ میں نے بہت کوشش کی تھی کہ تمہیں بتا سکوں لیکن تم۔۔ تم معاذ بھائی کی وجہ سے بہت پریشان تھیں اسی لی ئے میں تمہیں کچھ بھی بتا نہیں پائی۔۔ رابیل پلیز مجھ سے ناراض مت ہو۔۔"

وہ اس سے لپٹی روتی جا رہی تھی اور بولتی جا رہی تھی۔ ک ئی دنوں کا بوجھ اب آنکھوں کے راستے باہر نکل کر، قطروں کی صورت گر رہا تھا۔ اس نے دونوں ہاتھوں اٹھا کر اسے خود سے الگ کیا۔ شزا کے بھیگے سے سرخ چہرے پر اسے بے اختیار ہی ترس آیا تھا۔

"تم کب سے بات کر رہی ہو ارحم سے۔۔؟"

"جب۔۔ جب سے تمہاری بات ارحم بھائی سے ختم ہوئی تھی۔۔ تب سے۔۔ میں تمہارے لی ئے ہی بات کر رہی تھی کہ کچھ بات بن جائے لیکن۔۔ وہ تو۔۔ وہ مجھے ہی ہراساں کرنے لگ گ ئے۔۔ اب مجھے نہیں سمجھ آ رہا کہ وہ میرا پیچھا کیوں نہیں چھوڑ رہے۔۔ مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے۔۔ اگر انہوں نے بابا کو یہ سب بتا دیا تو کیا ہو گا رابیل۔۔! میں تو بابا کی نظروں میں گر جاؤ نگی۔۔"

وہ کہہ کر ایک بار پھر سے رونے لگی تھی۔ اس نے گہرا سانس لیا اور پھر اسے لا کر بیڈ پر بٹھایا۔ سائیڈ ٹیبل پر رکھا پانی کا گلاس اس کی جانب بڑھایا تو اس نے لرزتے ہاتھوں سے گلاس تھام لیا۔ خوف سے اس کا سارا رنگ نچڑ گیا تھا۔۔

"پانی پیو اور ریلیکس ہو جاؤ۔۔ ارحم جیسے لوگ اور کر بھی کیا سکتے ہیں سوائے اس گھٹیا پن کے۔۔"

"لیکن اگر۔۔"

"پہلے پانی پیو تم۔۔"

اور اس نے اگلے ہی لمحے پانی پی کر چند پل گہرے سانس لے کر خود کو آرام دہ کرنے کی کوشش کی تھی۔

"کچھ نہیں ہو گا۔۔ ہم کچھ نہیں ہونے دیں گے۔۔"

"لیکن کیسے۔۔؟ انہیں کیسے روکیں گے ہم یہ سب کرنے سے۔۔؟"

"ہم بات کرنے جائیں گے اس سے۔۔"

اس کی بات سن کر شزا نے ناسمجھی سے اس کی جانب دیکھا تھا۔

"کیا مطلب۔۔؟؟"

"مطلب یہ کہ وہ ہمیں بلانا چاہتا ہے ناں اپنے گھر۔۔ تو ٹھیک ہے۔۔ ہم چلیں گے۔۔ میں بھی دیکھتی ہوں کہ کیا بکواس کرنی باقی رہ گئی ہے اس گھٹیا اور نیچ انسان کے پاس۔۔"

”لیکن رابی مجھے معاذ بھائی نے ان سے بات تک کرنے سے منع کیا تھا، کجا یہ کہ ہم ان سے ملنے چلے جائیں۔۔ اگر انہیں پتا چلا تو وہ بہت غصہ ہونگے۔۔“

”معاذ کو بتائے گا کون۔۔؟“

اور اس کی اگلی بات پر شزا نے بے یقینی سے اس کی جانب دیکھا تھا۔

”کیا مطلب۔۔؟ کیا ہم انہیں بتائے بغیر جائیں گے۔۔؟؟“

”جی۔۔ ہم کسی کو بھی نہیں بتائیں گے۔ ہم دونوں کافی ہیں وہاں تک جانے کے لیئے۔ ویسے بھی پھپھو سے بات کرنی تھی میں نے۔۔ اچھا ہے ناں کہ ان کے بیٹے نے خود ہی انوائٹ کرلیا ہمیں۔۔“

”لیکن رابیل۔۔“

اسے کچھ ٹھیک نہیں لگ رہا تھا۔ یوں بتائے بغیر خود بات کرنے چلے جانا اسے کسی صورت بھی ٹھیک فیصلہ نہیں لگ رہا تھا۔

”کچھ نہیں ہوگا شزا۔ اس روز روز کے تماشے کو اب کہ ختم ہو جانا چاہیئے۔۔ بہت ہو گیا اب۔۔ اب اس سارے قصے کو اختتام تک پہنچ جانا چاہیئے۔۔ میں بھی دیکھوں کہ پھپھو کو آخر کونسی چیز نے ہمارے ساتھ یوں باندھ دیا ہے۔ ایسا کیا ہے جو وہ مجھ سے اپنے بیٹے کا رشتہ جوڑنے کے لیئے ہر حد پار کرتی جا رہی ہیں۔ ہمیں ایک بار تو ان سے بات کرنی ہی ہے ناں تو پھر کل کیوں نہیں۔۔؟؟“

وہ اب واقعی اس روز روز کے مسائل سے پریشان ہوگئی تھی۔ اسے اب کوئی صاف اور واضح حل چاہیے تھا۔ اور اتنا انتہائی قدم وہ اٹھانے کا سوچتی بھی نہیں لیکن پھپھو نے حد کر دی تھی۔

"ہم دونوں ہیں ناں۔۔ اگر ہم میں سے کوئی اکیلا وہاں جاتا تو مسئلہ ہوتا۔ ہم ساتھ جائیں گے اور ویسے بھی وہ کہیں اور نہیں پھپھو کے گھر ہی بلا رہا ہے۔ گھر سے زیادہ سیف جگہ اور کوئی نہیں ہو سکتی۔۔"

وہ چند پل تو اسے دیکھتی رہی تھی پھر لمحے بھر بعد ہی ہولے سے اثبات میں سر ہلا دیا تھا۔ وہ بھی اب اس ہر روز کے خوف سے نجات چاہتی تھی۔

"کیا اس کے بعد سب ٹھیک ہو جائے گا رابیل۔۔؟؟"

اس کے سوال پر اس نے گہرا سانس لیا تھا۔ یہ تو اسے خود بھی نہیں پتا تھا کہ اس کے بعد سب ٹھیک ہونا بھی تھا یا نہیں۔۔

"ہم اپنی پوری کوشش کریں گے اس مسئلے کو حل کرنے کی شزا اور اگر ہم پھر بھی اس گُتھی کو سلجھا نہیں پائے تو پھر بابا سے بات کیے بغیر کوئی چارہ نہیں رہ جائے گا۔۔ لیکن اس سے پہلے۔۔"

اس نے لمحے بھر کو اس کا ہاتھ تھاما تھا۔۔

"ہمیں اپنی کوشش کرنی ہوگی شزا۔۔ ہم یوں ہاتھ پر ہاتھ دھر کر نہیں بیٹھ سکتے۔۔"

اس کے کہنے پر شزا نے اثبات میں سر ہلایا تھا۔ کیا کوئی اور راستہ رہ گیا تھا اس سب کا سامنہ کرنے کے علاوہ۔۔؟ اگر اسے دوبارہ سے سر اٹھانا تھا تو اسے ارحم سے دوٹوک بات کرنی ہی تھی۔ اسے رابیل کا فیصلہ اب کہ درست لگنے لگا تھا۔۔

"ک۔۔ کیا تم اب بھی ناراض ہو مجھ سے۔۔؟"

کچھ پل بعد اس کی کمزور سی آواز پر رابیل نے اس کی جانب دیکھا تو اس نے جلدی سے نگاہ چرائی۔۔

"کیوں نہیں بتایا تم نے مجھے اس سب کے بارے میں۔۔؟"

وہ اب بھی اتنی ہی سنجیدہ تھی۔ اس نے تھوک نگل کر اپنا حلق تر کیا، پھر چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا۔

"مجھے لگا تھا کہ تم مجھے جج کرو گی۔۔"

"اور کیوں لگا تمہیں ایسا۔۔؟ کیا میں نے پہلے کبھی تمہیں جج کیا تھا۔۔؟"

"پہلے کی بات اور تھی رابیل۔۔ پہلے تم میرے جیسی ہی تھیں۔ ہم میں پہلے زیادہ فرق نہیں تھا لیکن اب۔۔ اب ہمارے درمیان فرق کی ایک بہت بڑی لکیر کھنچی ہوئی ہے۔ اب تم ایک حجابی ہو۔۔ تم ایک نیک لڑکی ہو۔۔ میں تم جتنی نیک نہیں ہوں۔ اور جو بھی مجھ سے زیادہ نیک ہو گا مجھے اس سے ڈر لگے گا۔۔"

وہ اس کی بات پر لمحے بھر کو حیران ہوئی تھی۔

"تم نے خود ہی سوچ کر، خود ہی فیصلہ بھی کر لیا۔۔ بہت اچھے۔۔ لیکن معاذ۔۔ اسے یوں بلا جھجک سب بتا کر تمہیں جج ہونے کا ڈر نہیں تھا۔۔؟؟"

"نہیں۔۔"

اس کے برجستہ سے جواب پر وہ چند پل ایک بار پھر سے حیران ہوئی تھی۔۔

"کیوں۔۔؟"

"بس پتا نہیں مجھے کیوں لگتا تھا کہ وہ مجھے جج نہیں کریں گے اور رابیل انہوں نے مجھے جج کیا بھی نہیں۔ میں ان کے پاس اپنا مس ئی لہ لے کر گ ئی تو بغیر کسی فضول گفتگو کے انہوں نے انتہائی سبھاؤ سے سوال کی ئے اور میری پریشانی اپنے سر لے لی۔ مجھے اندازہ بھی نہیں تھا کہ وہ اتنی آسانی سے مجھے شرمندہ کی ئے بغیر سمجھا کر واپس گھر بھیج دیں گے۔۔ وہ واقعی انسان کہلانے کے لائ ق ہیں۔ وہ اگر منہ توڑ کر ہاتھ میں رکھنا جانتے ہیں تو وہ احترام کرنا بھی جانتے ہیں۔ وہ بیک وقت سیاہ و سفید ہیں۔ وہ عام مردوں جیسے نہیں ہیں رابی۔ وہ الگ ہیں۔۔ وہ سب سے الگ ہیں۔۔"

اس نے برجستگی سے کہا تو رابیل اداسی سے پل بھر کو مسکرا کر رہ گ ئی۔ فرشتے پر شیطان چننے والا بھی بھلا کبھی کسی جیسا ہو سکتا ہے۔۔

"وہ الگ ہے، ہاں۔۔ مجھے پتا ہے کہ وہ سب جیسا نہیں ہے۔۔"

اس نے ہولے سے کہہ کر شزا کو دیکھا تھا۔

"لوگوں کو لگتا ہے کہ وہ عجیب ہیں۔ لیکن رابیل۔۔ وہ عجیب نہیں ہیں۔۔ وہ بس مختلف ہیں۔ ان کا حالات کے ساتھ معاملہ مختلف ہے۔ وہ مسائ ل سے، کسی اور طرح سے نبٹتے ہیں۔ وہ چیزوں کو ہماری طرح نہیں دیکھتے۔ وہ

حالات کو ان کے پس منظر میں دیکھنے کے عادی ہیں۔ پتا ہے جب انہیں پہلی دفعہ مجھ پر شک ہوا تھا تو وہ اس شک کو جھٹک نہیں پائے تھے۔ بلکہ انہوں نے آخر تک اپنے شک کا پیچھا کیا اور جان لیا کہ ارحم بھائی مجھے تنگ کر رہے ہیں۔ وہ بہت چھوٹی باتوں سے بھی نگاہ نہیں پھیرتے رابیل۔ تم نگاہیں جھکاؤ یا اٹھاؤ۔۔ وہ تمہاری ہر جنبش سے مطلب اخذ کریں گے۔ اور جانتی ہو۔۔"

وہ جو گردن ترچھی کیے اس کی باتیں سن رہی تھی اس کے رکنے پر سیدھی ہو بیٹھی۔۔

"وہ اس سب کے ساتھ بہت خطرناک ہیں۔۔ میری، تمہاری اور ہم سب کی سوچ سے بھی زیادہ۔۔"

"تم اتنا سب کیسے جان گئی ہو اس کے بارے میں۔۔؟"

"پتا نہیں۔۔ میں نے جتنا ان کے بارے میں سوچا اور جتنا انہیں سمجھنے کی کوشش کی، اس سب میں یہ باتیں واضح تھیں۔ کوئی بھی سمجھ سکتا ہے یہ باتیں۔۔"

"لیکن صرف یہی باتیں۔۔"

رابیل کے مسکرا کر کہنے پر شزا کے ابرو ناسمجھی سے سکڑے تھے۔ وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔۔ آگے بڑھ کر سنگھار آئینے پر رکھی کتابیں اٹھا کر شزا کے ساتھ بیڈ پر رکھیں، پھر اسے دیکھا۔

"کیا اس نے تمہیں کبھی بتایا کہ وہ ارحم کے ساتھ کیا کرنے والا ہے۔۔؟"

اور وہ یکدم اس کے سوال پر چونکی تھی۔ آنکھیں پھیلا کر اسے دیکھا۔

"نہیں۔۔"

"ایسا ہی ہے۔۔"

"مجھے تمہاری بات نہیں سمجھ آئی رابی۔۔ کیا مطلب۔۔؟"

"مطلب یہ شزا عابد کہ وہ یہ سب باتیں لوگوں پر خود واضح کرتا ہے۔ یہی باتیں۔۔ کہ وہ الگ ہے۔۔ وہ سب جیسا نہیں۔۔ اسے پتا ہے کہ وہ کیا ہے۔ وہ پہلا تاثر ہی یہی دیتا ہے کہ وہ باریک بین ہے۔ آپ اسکی نگاہوں سے نہیں بچ سکتے۔۔ اس سب کے بعد ہم جیسے بیوقوف لوگ اپنا آپ اگل کر اس کے سامنے رکھ دیتے ہیں کیونکہ ہمیں لگتا ہے کہ وہ جلد یا بدیر ہمارے بارے میں جان ہی جائے گا۔۔ لیکن جانتی ہو شزا۔۔"

وہ جو اس کے سامنے جھکی ہوئی تھی، سیدھی اٹھ کھڑی ہوئی۔۔ کھڑکی سے باہر بہتی خنک ہوا میں بہت سے ایام کی ساعتیں شامل ہونے لگی تھی۔

"اس سے آگے وہ ہمیں کبھی نہیں بتاتا کہ وہ کیا کرنے والا ہے۔۔ کیا اس نے تمہارے پوچھنے پر تمہیں بتایا کہ وہ ارحم کے ساتھ کیا کرنے والا ہے۔۔؟"

اور اب کہ شزا کو عاذ سے کی گ ئی یں پچھلی باتیں یاد آرہی تھیں۔ واقعی۔۔ اس نے کبھی اسے نہیں بتایا تھا کہ وہ اس کے ساتھ کیا کرنے والا تھا۔

"ہم اسے اتنا ہی جانتے ہیں جتنا وہ چاہتا ہے۔ اس سے آگے نہ میں جانتی ہوں اور نہ تم۔ اس نے ہم دونوں کو بہت جگہ بیوقوف بنایا ہے شزا۔ مجھے بس اس کا ادراک بعد میں ہوا تھا۔۔"

اس نے اس کا گال تھپکا اور باہر کی جانب بڑھنے ہی لگی تھی کہ اس کی آواز پر ٹھہر گ ئی۔۔

"انہوں نے مجھے بیوقوف بنایا۔۔ میں پوچھ لونگی ان سے۔۔ کتنے بد تمیز ہیں وہ۔۔"

اسے یکدم ہی ڈھیر سارا رونا آیا تھا اپنی بیوقوفی پر۔ وہ اتنے آرام سے اسے پاگل بناتا رہا اور وہ بنتی رہی۔ رابیل اس کے حیران ہو کر کہنے پر بے ساختہ ہنس پڑی تھی۔۔

"جانتی ہو جب پوچھو گی تو کیا جواب دے گا وہ۔۔"

اس نے پر شکوہ نگاہوں سے رابیل کو دیکھا تھا۔ وہ دروازہ کھولے باہر نکلنے ہی والی تھی۔ پھر ہلکا سا اس کی جانب گھومی۔

"کندھے اچکا کر یوں انجان بن جائے گا کہ تم دیکھتی رہ جاؤ گی۔۔ تایا اور میں یونہی تو اسے جنگل خر نہیں کہتے ناں۔۔"

یہ کہا اور مسکراہٹ دباتی باہر نکل گئی۔ شزا اب تک صدمے میں گھری بند دروازے کو تک رہی تھی۔ اسے بالکل بھی اندازہ نہیں تھا کہ وہ یوں بیوقوف بنائی گئی ہے۔۔

"معاذ بھائی۔۔۔"!!

اس نے ضبط سے دانت کچکچائے تھے۔۔

اور دوسری جانب وہ جنگلی خر رات کے سناٹے میں خاموشی سے سڑک پر چل رہا تھا۔ ریسٹورینٹ بند کرنے کے بعد اب وہ گھر کی جانب رواں تھا۔ راستے میں بہت سی دکانوں کے شٹر گرائے جا چکے تھے اور کچھ دکاندار اپنی دکانیں

بند کر ہی رہے تھے۔ اس نے جیب میں ہاتھ اڑسے اور خاموشی سے گھر کو جاتی گلی میں مڑ گیا۔ گھر میں داخل ہو کر اس نے لاؤنج کی بتی روشن کی۔ آج وقار اپنے کسی دوست کی جانب گئے ہوئے تھے اسی لیے گھریوں سنسان پڑا تھا۔ جیکٹ اتار کر اس نے صوفے پر ڈالی اور پھر شاور لینے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔

کچھ ہی پل بعد وہ واپس پلٹا تو اب کہ اس نے ٹرٹل نیک سوئی ٹر کے ساتھ بلیو جینز پہن رکھی تھی۔ دھلے بال ایک جانب جمائے وہ صاف ستھرا اور سلجھا ہوا لگتا تھا۔ پھر تھوک نگل کر۔۔ نگاہ الماری کے اوپر رکھی اس گرد سے اٹی کتاب کی جانب اٹھائی۔۔ کچھ دیر پہلے کی بے نیازی عنقا ہو گئی۔۔ کچھ باقی رہ گیا تھا تو گلٹ اور بہت سی سیاہی۔۔ اس نے خشک لبوں پر زبان پھیری اور پھر آگے بڑھ کر اس کتاب کو اٹھالیا۔ اس پر بہت مٹی تھی۔ وہ بیڈ تک چلتا آیا۔ پھر سائیڈ ٹیبل پر رکھا کپڑا اس کتاب پر پھیرا۔۔ اس کا پرانا سا سیاہ کور نمایاں ہونے لگا تھا۔۔ بہت سے زمانوں کی داستانیں اور بہت سی بستیوں کا انجام اپنے اندر سمیٹے وہ کتاب بے حد مقدس تھی۔۔ کوئی اسے پڑھتا تو خود بھی امر ہو جاتا۔۔ جو اسے چھوڑتا تو جہنم کی اتھا گہرائیوں میں چھوڑ دیا جاتا۔۔

چند پل خالی خالی نگاہوں سے اسے تکنے کے بعد اس نے آہستہ سے اسکا دروازہ کھولا تھا۔ لمحے بھر کو سارا کمرہ ایک میٹھی سی خوشبو کی لپیٹ میں آ گیا۔۔ کتاب سے پھوٹتی سکینت اب اس کمرے کے در و دیوار میں اترنے لگی تھی۔ خوشبو اب کہ سنہری روشنی بن کر اس کے آس پاس تحلیل ہونے لگی تھی۔ اس نے گہرا سانس لے کر اس سکون دیتی مہک کو سانس کے ساتھ اندر اتارا۔۔ وہ مہک۔۔ حبیبہ کے لمس کی مہک تھی۔۔ یہ ان کا قرآن تھا۔۔ وہ ساری زندگی اسی قرآن سے پڑھا کرتی تھیں۔۔ پھر بھلا ایسا کیسے ہو سکتا تھا کہ یہ قرآن انکا لمس بھول جاتا۔۔!!

اس سے صرف انہی کے لمس کی مہک اٹھ رہی تھی۔ حالانکہ ایک عرصے تک معاذ نے بھی اسی قرآن سے پڑھا تھا لیکن چونکہ۔۔ وہ اس قرآن کو بھول گیا تھا تو قرآن نے بھی اسے بھلا دیا تھا۔۔ آپ قرآن کو توجہ نہیں دیں گے تو وہ بھی اپنے دروازے آپ پر بند کر لے گا۔۔ آپ اسکی آیات کو یاد نہیں رکھیں گے تو وہ بھی آپ کو بھول جائے گا۔۔ اس کا قرآن اسے بھول گیا تھا۔۔ اسے اپنے دل میں دوبارہ جگہ دینے کے لیئے اسے اپنے اندر کنداں سیاہی کو نوچ کر باہر نکالنا تھا۔۔ کیونکہ یہ قرآن۔۔ یہ تو کسی سیاہ دل میں داخل نہیں ہوتا۔۔ مقدس کتابوں کا بوجھ اٹھانے کے لیئے انسان کو بہت محنت کرنی پڑتی ہے۔ اسے بھی ایک بار پھر سے خود پر بہت محنت کرنی تھی۔۔

”الم۔۔۔ ذالک الکتاب لاریب فیہ۔۔“

)الم۔ یہ وہ کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں۔۔(

اور وہ انہی لفظوں پر ٹھہر گیا تھا۔ یہ کتاب شک سے پاک تھی۔ یہ انسان کو بھی شک وشبہ سے پاک کر دیا کرتی تھی۔ اس کی ذات میں پڑی دراڑیں اب کہ بھرنے لگی تھیں۔۔ خاموش کھڑے گھر میں، ایک لڑکا اپنے کمرے کے بیڈ پر بیٹھا، گردن جھکائے، نم آنکھیں لیئے ان جانے پہچانے لفظوں کو پڑھنے کی سعی کر رہا تھا۔۔ لیکن عجیب بات پتا ہے کیا تھی۔۔! وہ ان لفظوں کو نہیں۔۔ بلکہ وہ لفظ اسے پڑھ رہے تھے۔۔ وہ انہیں پڑھ کر جان رہا تھا کہ وہ کیا تھا، کیا بن گیا تھا اور کیا بننے جا رہا تھا۔۔! کیا کبھی تم نے کوئی ایسی کتاب پڑھی ہے۔۔؟ اتنی شفاف اور اتنی مقدس۔۔!!

”ھدی اللمتقین۔۔“

)ہدایت ہے ڈرنے والوں کے لیئے(

اور قرآن کو تھامے اس کے ہاتھ لمحے بھر کو لرز کر رہ گئے تھے۔اسے لگا تھا کہ وہ کبھی ہدایت یافتہ لوگوں میں شامل نہیں ہو پائے گا۔اسے لگا تھا کہ وہ اسے کھو چکا ہے تو کبھی پا نہیں سکے گا لیکن یہ کتاب۔۔یہ تو اسے کچھ اور ہی کہہ رہی تھی۔۔یہ کتاب امید دلایا کرتی تھی۔۔انسان کو ناامیدی کی گہری سیاہ جہنم سے نکالا لاتی تھی۔۔ہاں وہ ایسی ہی ایک کتاب تھی۔۔اس کی زندگی کی کتاب۔۔

اس کتاب کو دوبارہ پانے کے لیئے اسے اس بڑے دن سے ڈرنا ہو گا۔اسے اس دن کو بنانے والے سے ڈرنا ہو گا۔۔وہ جو اپنی زندگی بے لگام ہو کر،اس کے خوف کے بنا گزارتا آیا تھا۔۔ہاں اسے اب یہ روش ترک کرنی ہو گی۔۔اگر جو اس نے اس قرآن کو دوبارہ پانا ہے تو اسے اپنی پچھلی زندگی سے نکلنا ہو گا۔۔انسان دو دلوں کے ساتھ زندہ نہیں رہ سکتا۔۔اسے بھی کسی ایک دل کا انتخاب کرنا ہو گا۔۔

آگے کے لفظ اب کہ وہ ہولے سے ہل ہل کر روانی سے پڑھنے لگا تھا۔وہ چند لمحوں کا فیصلہ تھا۔اس نے یہ فیصلہ کچھ ہی پل میں کر لیا تھا۔ساری زندگی اس ایک لمحے سے ڈرتا آیا تھا وہ۔۔اس کتاب کو دوبارہ کھول کر پڑھنے والے لمحے سے۔۔لیکن وہ لمحہ آیا اور گزر گیا۔۔اس قرآن نے اسے خوفزدہ نہیں کیا تھا۔۔اس نے اسے ناامید نہیں کیا تھا۔۔وہ امید تھمانے والی کتاب تھی۔۔وہ اس جیسے بنجر اور سیاہ دل رکھنے والے کو یوں کیسے دھتکار سکتی تھی۔۔

دورس دیکھنے پر اب صرف یہی نظر آتا تھا کہ ایک لڑکا۔۔بہت مدھم آواز میں کچھ پڑھ رہا ہے۔اسے یہ لفظ یاد تھے۔۔اسے بس ذرا سی محنت کی ضرورت تھی۔۔وہ اس تھوڑی سے محنت کے بعد یقیناً پھر سے اس معاذ کو پانے

والا تھا جسے وہ تیرہ سال پہلے کھو چکا تھا۔ کیونکہ انسان اللہ کو بھول جاتا ہے لیکن اللہ جانتا ہے کہ اس نے پلٹ کر اسی کی طرف آنا ہے۔۔ وہ بھی اب اللہ کی جانب پلٹ رہا تھا۔ اپنا سیاہ اور بنجر دل لیئے۔۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ دنیا۔۔ یہ دنیا انسان کو اس کی سیاہی پر رسوا کیا کرتی تھی لیکن اللہ۔۔ اللہ اسی سیاہی کے ساتھ انسان کو قبول کر کے سکون دینے والا تھا۔۔

۔۔۔۔۔۔۔۔وہ عشاء کی نماز پڑھ کر فارغ ہوئی تو دیکھا کہ عابد اور رامین اس کے کمرے میں داخل ہو رہے ہیں۔

وہ حیرت سے جائے نماز سے اٹھ آئی۔

"کیا ہوا بابا۔۔ماں سب ٹھیک ہے ناں۔۔؟؟"

وہ گوں مگوں کی سی کیفیت میں پاس چلی آئی تھی۔ عابد نے مسکرا کر کمرے میں ایک جانب رکھی کرسی کھینچی اور پھر بیڈ کے قریب لے آئے۔ رامین نے اسے دونوں کندھوں سے تھام کر بیڈ پر بٹھایا تھا۔ اور پھر خود بھی اس کے ساتھ ہی بیٹھ گئیں۔ اس نے لمحے بھر کو گاہے بگاہے ان کے سنجیدہ چہروں پر نگاہ ڈالی تھی۔ ایک پل کے لیئے اس کا دل بھی ڈانوا ڈول ہوا تھا۔۔ اگر جوارحم نے کوئی گھٹیا پن۔۔

"رابیل۔۔"

لیکن عابد کی بات نے اس کی سوچوں کو توڑ دیا تھا۔ وہ اب مکمل طور پر ان کی جانب متوجہ تھی۔

"جی بابا۔۔ خیریت ہے ناں سب۔۔؟ کیا ہوا ہے۔۔ آپ لوگ ایسے کیوں بی ہیو کر رہے ہیں۔۔؟ تایا تو ٹھیک ہیں ناں۔۔؟"

"تایا کی لاڈلی۔۔ تایا ٹھیک ہیں تمہارے بالکل۔۔ ان فیکٹ ہم انہی کا مدعا رکھنے آئے ہیں تمہارے سامنے۔۔ اس"

"کیسا مدعا۔۔ کیا مطلب۔۔؟"

اس نے ناسمجھی سے انہیں دیکھ کرماں کی جانب دیکھا تھا۔ عابد کھنکھار کر ذرا آگے ہو بیٹھے تھے۔ پھر نرمی سے اس کے دونوں ہاتھ تھامے۔ مسکرا کر اس کے چہرے کو دیکھا۔

"وقار بھائی جان۔۔ آہم۔۔ وہ چاہتے ہیں کہ تمہاری شادی معاذ سے ہو جائے۔۔"

چند لمحے لگے تھے اسے بات سمجھنے میں۔ اور بات سمجھ آتے ہی اسکے چہرے پر ایک سوالیہ سا تاثر پھیل گیا تھا۔۔

"وہ چاہتے ہیں کہ تمہاری اور معاذ کی شادی اسی سال میں ہو جائے۔"

اور ان کے جلدی سے بات مکمل کرنے پر اب کہ وہ حیرت سے آنکھیں پھیلائے کبھی رامین کو دیکھتی تھی تو کبھی عابد کو۔۔

"لیکن میری تو پڑھائی ابھی شروع ہی نہیں ہوئی ہے اور ناں میں اتنی بڑی ہوں۔۔ پھر کیسے ہو سکتی ہے شادی۔۔؟"

اسے سمجھ نہیں آیا کہ اتنی عجلت میں مزید کیا تاویل ان کی سامنے رکھی جاسکتی ہے۔ اسی لیے جلدی میں جو سمجھ آیا بول دیا۔ لیکن اس کے برعکس۔۔ عابد اور رامین۔۔ بہت پرسکون تھے۔۔ وہ شاید پہلے سے یہ سب طے کر کے ہی اس کے پاس آئے تھے۔

”ہم نے بھی تمہارے تایا سے یہی کہا تھا کہ وہ ابھی چھوٹی ہے اور اس کی پڑھائی بھی مکمل نہیں۔ پھر جانتی ہو انہوں نے کیا کہا۔۔ انہوں نے کہا کہ یہ بھی اس کا اپنا ہی گھر ہے۔ وہ جیسے وہاں رہتی ہے ویسے ہی یہاں بھی رہے گی۔ ساتھ ساتھ وہ یہ بھی کہہ رہے تھے کہ بھلے ہی اسے گھر کا کام نہ آتا ہو۔ انہیں کونسا ہر وقت اس سے روٹیاں پکوانی ہے۔ وہ تمہیں اس گھر میں بالکل ویسے ہی رکھیں گے بچے۔ جیسے تم اس گھر میں رہتی ہو۔ وہاں بھی زندگی ایسی ہی ہوگی جیسی یہاں ہے۔ ہاں فرق صرف اتنا ہوگا کہ وہاں تمہارا ایک شوہر ہوگا، جس کا تمہیں خیال ہرگز نہیں رکھنا، کیونکہ تمہیں تو خود کا ہی خیال رکھنا نہیں آتا اس کا کیا رکھو گی۔ تو۔۔“

انہوں نے اپنے مضبوط ہاتھوں میں قید اس کے نرم اور بچوں جیسے ملائم ہاتھ دبائے تھے۔ پھر نرم گرم سی مسکان کے ساتھ اس کا چہرہ دیکھا۔

”اب بتاؤ۔۔ کہ کیا فیصلہ ہے تمہارا۔۔؟“

لیکن اس کے پاس تو جیسے کوئی جواب ہی باقی نہ رہا تھا۔ تایا نے تو یوں سارے مسئلے حل کر دیئے تھے گویا سسرال کوئی ایشو ہی نہ ہو۔ وہ جیسے چاہے گی رہ سکے گی۔ لیکن کیا وہ واقعی رہ سکے گی۔۔؟ کیا وہ اس سب کے لیئے ذہنی طور پر تیار تھی۔۔؟ اس کی خاموشی پر عابد پیچھے ہو بیٹھے تھے۔ شاید انہیں اندازہ تھا کہ اس کے لیئے فیصلہ کرنا آسان نہیں تھا۔

"بابا آپ کو نہیں لگتا میں ابھی چھوٹی ہوں اس سب کے ل ئے؟ ٹھیک ہے تایا کہہ رہے ہیں کہ مجھے گھرداری یا پھر بڑے بڑے کام کرنے کی ضرورت نہیں لیکن بابا۔۔بات صرف ان کے منع کر دینے سے تو نہیں بنے گی ناں۔ دوسرے گھر جانے کا مطلب ہوتا ہے ذمہ داری۔۔اور مجھے لگتا ہے کہ میں ابھی اتنی ذمے دار نہیں ہوں۔۔"

اس کے جواب پر چند پل عابد خاموش سے اسے دیکھتے رہے تھے۔پھر سیدھے ہو بیٹھے۔

"جب تمہاری ماں شادی ہو کر یہاں آئی تھیں ناں تو ان کی عمر بیس سال تھی۔وہ بھی مزاج میں بالکل تمہارے جیسی تھیں۔ان میں ذمہ داری کی کمی تھی لیکن رابیل ان میں خیال رکھنے اور محبت کرنے کی کمی نہیں تھی۔پھر آج تم خود دیکھ لو کہ کیسے تمہاری ماں یہ سب سنبھالتی ہیں۔بچے بات محبت، خلوص اور اپنائیت کی ہوتی ہے۔ضروری نہیں کہ آپ ذمہ دار نہیں ہو تو، کبھی ذمہ دار بن ہی نہیں سکتے۔تم جب وہاں جاؤ گی، تب تمہیں اندازہ ہو گا کہ تم نے خود کو کیسے ڈھالنا ہے۔تم نے وہ گھر کیسے آباد کرنا ہے۔شروع میں کچھ بھی ٹھیک نہیں ہو گا کیونکہ ہر نیا کام مشکل ہوتا ہے۔لیکن پھر جیسے جیسے تم اس گھر کی عادی ہو جاؤ گی، تو سب کام اپنی جگہ بنفس نفیس خود بنا لیں گے۔ سمپل۔۔"

ان کے سبھاؤ سے سمجھانے پر اس نے سر جھکایا تو رامین نے اس کا کندھا ہلکے سے دبایا۔اس نے سر اٹھا کر ان کی جانب دیکھا تھا۔انہوں نے مسکرا کر اس کی ٹھوڑی پر اپنی انگلی رکھی۔

"یہ سب باتیں ثانوی ہیں رابیل۔اصل بات یہ ہے کہ تمہارے تایا بہت اکیلے ہو گ ئے ہیں۔انہوں نے ایک لمبا عرصہ تنہائی میں کاٹا ہے اور اب مزید وہ اس تنہائی کے خوفناک بوجھ کو اپنے ناتواں کندھوں پر نہیں اٹھا سکتے۔وہ

اب تھک گ ئے ہیں۔۔ تھک چکے ہیں۔۔ آج ان کی آنکھوں میں برسوں کی پنہاں تھکن دیکھ کر آئے ہیں ہم دونوں۔ اور ہم بھی تمہاری شادی کا ایسے فیصلہ نہ کرتے لیکن بھائی صاحب کی وجہ سے ہم مجبور ہو گ ئے ہیں۔ انہوں نے اتنے مان سے تمہیں مانگا تھا کہ ہمارے لی ئے انکار کرنا ہی انکاری ہو گیا۔ وہ اب۔۔ عمر کے اس آخری حصے میں تمہیں اپنے قریب دیکھنا چاہتے ہیں۔ اور مجھے پتا ہے کہ تم نکمی ہو۔ پھوہڑ ہو۔۔ گھرداری کیا تمہیں تو اپنا آپ تک سنبھالنا نہیں آتا۔۔ لیکن مجھے اتنا پتا ہے کہ تم اپنے تایا کا بہت خیال رکھو گی۔ تم انہیں تنہا نہیں کرو گی۔۔"

اور اب اس کے پاس کوئی جواب باقی نہیں رہا تھا۔ کیا کوئی جواب باقی رہ گیا تھا۔۔؟ کیا وہ اب انکار کر سکتی تھی۔۔!

"ہم تمہیں مجبور نہیں کریں گے۔۔ لیکن بیٹا۔۔ اچھے سے سوچ لو اس بارے میں۔۔"

عابد نے کہہ کر اسے مزید آسانی فراہم کی تھی۔ لیکن وہ کشمکش میں پڑ گ ئی تھی۔ ایک جانب تایا تھے تو دوسری جانب وہ خود۔۔

"معاذ سے تو کوئی مس ئی لہ نہیں ناں تمہیں۔۔؟"

رامین کے یکدم پوچھنے پر اس نے ہلکے سے مسکرا کر انہیں دیکھا تھا۔

"نہیں ماں۔۔ اس سے تو کوئی مس ئی لہ نہیں۔۔"

"پھر۔۔ کوئی اور ایشو۔۔ کوئی اور بات جو تنگ کر رہی ہو تمہیں۔۔؟"

عابد کے پوچھنے پر اس نے گہرا سانس لیا پھر سیدھی ہو بیٹھی۔

"کیا آپ لوگ راضی ہیں اس شادی کے لی ئے۔۔؟"

”ہاں بیٹا۔۔ اگر ہم راضی نہ ہوتے تو کیا تم سے بات کرنے آتے۔۔؟“

اور اب اس کا آخری شبہہ بھی جاتا رہا تھا۔ اس کے پاس اب ہامی بھرنے کے علاوہ کوئی راہ نہیں تھی۔

”ٹھیک ہے بابا۔۔ پھر جیسے آپ لوگوں کی مرضی۔۔“

اس کے اس طرح سے ہامی بھرنے پر عابد چند پل تو اسے دیکھتے رہے۔ پھر اٹھ کر اس کے سر پر ہاتھ رکھا۔

”ہمیں ابھی بھی کوئی جلدی نہیں۔۔ اچھے سے سوچ کر جواب دے دو۔ اگر کوئی مس ئلہ ہو گا تو اسے دیکھ لیں گے۔“

”مجھے اور کوئی مس ئلہ نہیں بابا۔ بس اپنی پڑھائی اور غیر ذمہ داری کا مس ئلہ تھا جو آپ لوگ آسانی سے حل کر چکے ہیں۔ مزید اگر کوئی بات ہوئی تو میں ضرور آپ لوگوں کو آگاہ کر دونگی۔۔“

اس نے سنجیدگی سے کہا تو رامین نے بھی جھک کر اسکی پیشانی پر پیار کیا اور عابد کے ساتھ ہی کمرے سے باہر نکل گ ئی یں۔ اب وہ اپنے کہف میں ایک بار پھر سے تنہا رہ گ ئی تھی۔ گہرا سانس لے کر جائے نماز تک دوبارہ آئی لیکن بجتے فون نے اسے اپنی جانب متوجہ کر لیا تھا۔ بیڈ پر رکھا فون اٹھا کر اس نے دیکھا تو لبوں پر خواہ مخواہ ہی مسکراہٹ بکھر گ ئی۔ لب دبا کر، بیڈ پر بیٹھتے اس نے فون کان سے لگایا تھا۔

”کیسی ہو۔۔؟“

وہ خاموشی سے چھت کی چھوٹی دیوار کے ساتھ لگا کھڑا تھا۔ ٹیرس پر رات کے اس وقت خاصہ گہرا اندھیرا تھا لیکن آسمان سے گرتی چاندنی نے درمیانی اندھیرے کو نور سے بھر دیا تھا۔

"اسلام علیکم۔۔میں ٹھیک ہوں۔۔تم کیسے ہو۔۔؟"

"میں بھی ٹھیک۔۔"

اس نے قصداًاس کے سلام کو نظر انداز کیا تو رابیل نے منہ بنا کر فون کی جانب دیکھا۔۔خر۔۔

"کیوں کیا ہے فون۔۔؟"

اس کا لہجہ یکلخت ہی روٹھا روٹھا سا ہو گیا تھا۔دوسری جانب اس نے اپنی ٹھوڑی انگلی سے کھجائی۔پھر یونہی گردن پھیر کر چھت سے نیچے دیکھنے لگا۔

"یاد آرہی تھیں تم۔۔"

"تمہیں نہیں لگتا کہ تم کچھ زیادہ ہی ایکسپریسو ہوتے جا رہے ہو۔۔؟"

"میں ہمیشہ سے ہی ایکسپریسو تھا۔"

"لیکن مجھے تو لگتا تھا کہ تم انتہائی کھڑوس اور روکھے سے ہو۔۔"

"یہ بھی ہوں۔لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ آپ کھڑوس اور روکھے ہونے کے ساتھ ساتھ ایسکپریسو نہیں ہو سکتے۔۔"

"باتیں کروا لو بس۔۔"

"کام بھی کروا سکتی ہو تم۔۔"

"جی بالکل۔۔کسی کا دانت توڑنا ہو یا کسی کی ہڈی پسلی ایک کرنی ہو۔ایسے ہی کاموں میں مہارت رکھتے ہو ناں تم۔۔"

اس کے میٹھے سے طنز پر دوسری جانب اس کی تیوری چڑھی تھی۔ بگڑے تاثرات کے ساتھ اس نے گہرا سانس لے کر ماتھے پر گرے بال پیچھے کیئے۔

"تم نے کب سے اتنے طنز کرنا سیکھ لیئے ہیں محترمہ۔۔؟"

"طنز کب کیا ہے میں نے۔۔؟ حقیقت بتا رہی ہوں تمہیں۔۔"

"جیسے مجھے تو حقیقت پتا ہی نہیں ہے ناں۔۔"

"جب تمہیں پتا ہی ہے تو فون کیوں کیا تھا مجھے۔۔؟"

اور وہ بھی آج اسے موت کی حد تک زچ کر دینا چاہتی تھی۔ کیونکہ وہ ایسے بگڑتا ہوا بہت اچھا لگتا تھا۔ بالکل بچوں جیسا۔۔

"میں ایک شریف انسان بننے کی کوشش کر رہا ہوں لیکن مجال ہے جو مجھے میرے آس پاس کے لوگ شریف بننے کی مہلت دے دیں۔ گھر پر بابا طنز کرتے رہتے ہیں، ریسٹورینٹ میں فیصل، حویلی میں سلطان اور اب فون پر تم۔۔ دراصل کوئی چاہتا ہی نہیں ہے کہ میں ایک شریف النفس اور اچھا انسان بن جاؤں۔۔"

"تم شریف النفس اور اچھے انسان۔۔ توبہ کرو۔۔ یہ الفاظ کچھ جچ نہیں رہے تمہارے ساتھ۔۔"

"اچھا۔۔ تو پھر کونسے الفاظ جچتے ہیں میرے ساتھ۔۔ بتانا پسند کریں گی آپ۔۔؟"

اور رابیل نے لبوں پر ابھرتی ہنسی وہیں روک لی تھی۔ یقیناً اس نے ضبط سے دانت جما کر اس سے استفسار کیا تھا۔ وہ بس اس کی شکل ایک بار دیکھنا چاہتی تھی۔

"غنڈے، بھائی لوگ، جھانپڑ، سڑک چھاپ، بدتمیز، بدلحاظ، بے مروت، سرد، اور آخر میں۔۔ جنگلی خر۔۔"

مزے سے کہہ کر اس نے لب دبائے تھے۔ دوسری جانب معاذ نے گہرا سانس لیا۔

"سدھر جاؤ۔۔"

"سدھرنے کی ضرورت تمہیں ہے، مجھے نہیں۔ میں تو آل ریڈی ایک بہت پیاری اور معصوم سی لڑکی ہوں۔۔"

"خوش فہمیاں تو دیکھو محترمہ کی۔۔"

"کیا معصوم نہیں ہوں۔۔؟ اب مکرنا مت۔۔ تم نے خود ہی سلوی سے کہا تھا کہ وہ لڑکی بہت معصوم ہے۔ چھوٹی چھوٹی سی باتوں پر رو جاتی ہے"

"غلطی ہو گئی تھی مجھ سے بہت بڑی۔ مجھے کہنا چاہیئے تھا کہ وہ لڑکی بالکل بھی معصوم نہیں ہے۔ چھوٹی چھوٹی سی باتوں پر لوگوں کو زچ کر کے رلا دیتی ہے۔۔"

اور اس کی بات پر اس نے برا سا منہ بنا کر فون کو کان سے ہٹاتے ہوئے گھورا تھا۔ اس کی یہ مجال۔۔!

"میں رکھ رہی ہوں فون۔۔"

اور وہ دوسری جانب بے ساختہ گردن جھکا کر ہنس دیا تھا۔ پھر لب دبا کر اڈتی مسکراہٹ سمیٹی۔ ایک ہاتھ چھوٹی دیوار پر رکھ کر ہلکا سا جھکا۔۔

"بس۔۔ اتنی سی بات پر غصہ آ گیا۔۔؟"

"مجھے کیوں آنے لگا غصہ۔۔؟ تم لگتے ہی کیا ہو میرے۔۔؟"

"آخری اطلاعات کے مطابق ایک عدد شوہر لگتا ہوں تمہارا۔۔"

اور اب اس کی بے حد محظوظ سی آواز پر رابیل کا دل ہی جل گیا تھا۔ وہ لفظوں کے ساتھ اچھا تھا۔ اسے طنز کرنا آتا تھا۔ اس نے دانت پیسے تھے۔

"بس شوہر ہی تو لگتے ہو۔۔"!

"بس شوہر۔۔! خدایا بس شوہر۔۔"!

اور اب کہ وہ حقیقتاً اس کے جوابی وار پر حیران ہوا تھا۔ وہ اسے "بس شوہر" لگتا تھا۔۔ بس شوہر۔۔!

"اپنی امی سے جا کر پوچھو کہ اس "بس شوہر" کا کیا مطلب ہوتا ہے۔ بہت اچھے سے سمجھائیں گی وہ تمہیں۔۔"

"تم نے مجھ سے لڑنے کے لیے فون کیا ہے۔۔؟"

اور اس کے سامنے ہارنے کے ڈر سے اس نے بات ہی پلٹ دی تھی۔ اس سے پہلے کہ مزید لڑائی ہوتی، وہ اس بحث کو یہیں روک دینا چاہتی تھی کیونکہ وہ جانتی تھی کہ وہ اس سے جیت نہیں سکتی۔۔

"نہیں۔۔ مجھے تو تمہاری یاد آرہی تھی۔۔"

"جھوٹ ہے یہ بھی۔ اگر یاد آرہی ہوتی تو تم اتنی دل جلی باتیں کر کے میرا دل نہیں جلاتے۔ لیکن تمہیں کیا۔۔ تم تو بس لفظوں کی گولہ باری سے کام رکھتے ہو۔۔"

"میں ایک شریف انسان کی طرح معافی مانگ لیتا ہوں۔ اور تم ایک شریف انسان کی بیوی ہونے کی حیثیت سے مجھے معاف کر دو۔۔"

"اور اگر میں نہ معاف کروں تو۔۔؟"

یونہی ٹھوڑی اٹھا کر مان سے پوچھا تو وہ ہولے سے مسکرا دیا۔

"تو میری مجال کہ دوبارہ تمہارے سامنے بات کر سکوں۔۔"

اور اب کہ وہ یکدم ہی ہنس دی تھی۔ اس کی ہنسی سن کر لمحے بھر کو معاذ نے مسکرا کر سر جھٹکا تھا۔

"مجھے یقین نہیں آرہا معاذ کہ تم وہی ہو جو کسی سے ایک بات کے بعد دوسری بات تک نہیں کیا کرتے تھے۔ اتنے کم دنوں میں تم کیسے بدل سکتے ہو۔۔؟ یا پھر یوں کہنا چاہیئے کہ میری صحبت میں رہ کر تم اچھے انسان بنتے جا رہے ہو۔۔"

"ہر دفعہ کیا تمہارا کریڈٹ لینا ضروری ہے۔۔؟"

"بالکل۔۔ کیونکہ جو تمہارا ہے وہ میرا ہے۔ لیکن جو میرا ہے، وہ صرف میرا ہی ہے۔۔"

وہ ایک بار پھر سے اس کی عجیب و غریب منطق پر ہنس پڑا تھا۔ کیا کرے وہ اس لڑکی کا۔ زندگی میں جتنی سنجیدگی درکار تھی، وہ اس سے کہیں زیادہ غیر سنجیدہ تھی۔ شاید یہی وجہ تھی کہ وہ آج بھی معصوم صبح کی مانند ترو تازہ تھی۔ اس کی تازگی اور شگفتگی اسی لیئے باقی تھی۔ کیونکہ وہ بلاوجہ خود پر سنجیدگی اور بردباری کا خول نہیں چڑھایا کرتی تھی۔ وہ جو نہیں تھی، وہ بننے کی کوشش میں خود کو مضحکہ خیز نہیں بنایا کرتی تھی۔ اور معاذ کو شاید اپنی اس زندگی میں۔۔ ایسے ہی کسی انسان کی ضرورت تھی۔ ہر پیچیدگی سے پاک اور سیدھے سے انسان کی۔۔ الجھے ہوئے لوگوں کی موجودگی اس کے لیئے پہلے ہی بہت مسائل کھڑے کر چکی تھی۔

"رکھ لو تم سب کچھ۔ جو میرا ہے وہ بھی اور جو تمہارا ہے وہ بھی۔۔"

اس کے کہنے پر وہ چند پل خاموش سی ہو گ ئی تھی۔ بے ساختہ ہی اسے ارحم کی بات یاد آئی تھی۔ کیا اسے معاذ کو بتا دینا چاہی ئے۔۔؟ لیکن اگر اس نے معاذ کو بتا دیا تو وہ اسے بتائے بغیر جانے ارحم کے ساتھ کیا کرنے والا تھا۔ نہیں۔۔ اسے پہلے ارحم سے خود بات کرنی ہو گی۔ شاید کہ وہ اس کی بات ہی سے مان جائے۔۔ اور یہ سارا مس ئی لہ یہیں ختم ہو جائے۔۔ کسی بڑے نقصان سے پہلے ہی۔۔

"کیا ہوا۔۔؟"

اس کی خاموشی پر وہ آگے سے بولا تو رابیل سیدھی ہو بیٹھی۔ سر جھٹک کر معاذ کی جانب سماعتیں متوجہ کیں۔۔

"نہیں۔۔ کچھ نہیں۔۔"

"کوئی مس ئی لہ ہے تو بتاؤ۔۔"

"افوہ۔۔ تمہیں کیوں لگتا ہے کہ میں ہر وقت مسائ ل کا شکار رہو نگی۔ میں خود اپنا مس ئی لہ سلجھا سکتی ہوں اور اگر کوئی مس ئی لہ میری ذہانت سے بڑا ہوا تو ضرور تمہیں آگاہ کرونگی۔۔"

"ویسے اس بات کے لی ئے اتنی طویل وضاحت کی ضرورت نہیں تھی رابیل۔۔"

اور اس نے جلدی سے اپنی زبان دانتوں تلے دبائی تھی۔ اسے کیوں بھول گیا تھا کہ وہ وضاحتوں سے زیادہ انسان کے انداز کو جانچنے کا عادی تھا۔۔ ٹھیک کہتا تھا وہ۔۔ وضاحتیں بذات خود کچھ نہیں ہوتیں۔۔ انہیں بیان کرنے کا انداز سب کچھ ہوتا ہے۔۔

"نہیں۔۔ میں نے تو ویسے ہی کہہ دیا۔" پھر جلدی سے بات سمیٹی۔۔ "تم بھی تو ہر وقت یہی بات پوچھ کر مجھے زچ کرتے رہتے ہو۔۔ میں چھوٹی بچی نہیں ہوں معاذ۔ مجھے پتا ہے کہ میں نے کیا کرنا ہے اور کیا نہیں۔۔"

دوسری جانب اس نے گہرا سانس لیا تھا۔ پھر آنکھیں سکیڑ کر دور بکھرتی چاندنی پر نگاہ ڈالی۔

"بات یہ نہیں ہے کہ تم چھوٹی ہو یا بڑی ہو۔ بات یہ بھی نہیں کہ تم بیوقوف ہو۔ مجھے پتا ہے تمہیں مسائل کی سمجھ ہے، تمہیں بات کرنے آتی ہے، تمہیں ڈیل کرنا آتا ہے۔ لیکن رابیل۔۔ تمہیں اس سے آگے پھر کچھ نہیں آتا۔"

"کیا مطلب۔۔؟"

اسے اس کی بات سمجھ نہیں آئی تھی۔

"مطلب یہ کہ تم بہت فرجائل ہو۔ نازک ہو۔۔ مزاج کے اعتبار سے نہیں۔۔ جسمانی اعتبار سے۔۔ چھوٹی سی ہو۔۔ میں بس اسی لیے پوچھتا ہوں کہ کہیں کوئی تمہیں اس اعتبار سے تو پریشان نہیں کر رہا۔ اور اگر کر بھی رہا ہے تو مجھے ابھی بتا دو۔۔"

اس نے جلدی سے خشک پڑتے لبوں پر زبان پھیری تھی۔ پھر تھوک نگل کر زبردستی مسکرائی۔ اسے جانے کیوں کچھ ٹھیک نہیں لگ رہا تھا۔

"ایسا کچھ بھی نہیں ہے۔ تم اپنے اندازے اپنے پاس رکھو۔ اور اب مجھے نماز پڑھنی ہے تو میں فون رکھ رہی ہوں۔ تم بھی۔۔"

”کیا چچا نے تم سے شادی کی بات ہے۔۔؟“

اور وہ جو اگلی کوئی بھی بات سنے بغیر فون رکھ رہی تھی یکدم رک سی گ ئی۔ گہرا سانس لے کر سر اثبات میں ہلایا۔۔

”کچھ دیر پہلے ہی کی ہے۔۔“

”پھر۔۔“ اس نے کہہ کر سر کے پیچھے ہاتھ پھیرا تھا۔۔ ”کیا جواب تھا تمہارا۔۔؟“

”میں نے ہاں کہہ دیا ہے۔۔“

”کیا۔۔؟؟“

اسے شاید اس کے ایسے جواب کی توقع نہیں تھی۔

”میں ہاں کہہ چکی ہوں۔ مجھے پتا ہے کہ میں ابھی اتنی ذمہ دار نہیں اور نا ہی مجھے گھر سنبھالنے کا کوئی تجربہ ہے لیکن چونکہ تایا کی یہ خواہش ہے تو مجھے پھر کوئی اعتراض نہیں۔ مجھے پتا ہے وہ مجھے اپنی بیٹیوں کی طرح رکھیں گے۔۔ اور تم۔۔ تمہارے ساتھ بھی آہستہ آہستہ میں ایڈجسٹ کر ہی لونگی۔۔“

اس کے آہستگی سے کہنے پر دوسری جانب وہ جیسے ہر بوجھ سے آزاد ہو گیا تھا۔ ایک اور حبیبہ اس کے گھر کی زینت بننے جا رہی تھی۔ بہت سالوں بعد اس کے قلب پر طمانیت کی چھاپ ابھرنے لگی تھی۔ ہر پل کی بے چینی جیسے عنقا ہونے لگی تھی۔

”میں ایک بہت مشکل آدمی ہوں۔۔“

"اور میں ایک بے حد آسان لڑکی ہوں۔۔"

اس کے روانی سے کہنے پر وہ لمحے بھر کو حیران ہوا تھا۔ہاں۔۔یہ تو اس نے کبھی سوچا ہی نہیں تھا کہ وہ دونوں ایک دوسرے کے بر عکس ہونے کے باوجود بھی ایک جیسے ہی تھے۔۔جیسے آئی ینہ ہوتا ہے۔۔ایک جیسا۔۔پھر بھی الٹ۔۔

"تمہیں نہیں لگتا کہ یہ سب طے شدہ تھا معاذ۔۔؟"

لیکن وہ تو جیسے کچھ بول ہی نہیں پارہا تھا۔اسے پتا تھا کہ وہ کیا بات کر رہی تھی۔کیا بات کرنے جارہی ہے۔

"تمہارا وہ خواب صرف تمہارا نہیں تھا ناں۔۔؟

اور اس طرح سے پکڑے جانے پر دوسری جانب اس نے آنکھیں بند کی تھیں۔نرم باتیں کرنے والی لڑکی جانتی نہیں تھی کہ وہ کبھی کبھی کتنی سخت باتیں کر جایا کرتی تھی۔۔

"نہیں۔۔"

اس کے جواب کو جذب کرنے کے لی ئے رابیل چندپل خاموش بیٹھی رہی تھی۔۔

"تم نے مجھے کیوں نہیں بتایا پہلے۔۔؟"

"مجھے پتا تھا کہ جلد یا بدیر تم اس بارے میں جان لو گی۔میں نے بس تمہیں تمہارا وقت دیا۔چیزیں اگر وقت پر کھلیں تب ہی اپنا اثر رکھتی ہیں۔اس سے پہلے ان کا کھل کر سامنے آنا اپنا اثر کھو دیتا ہے۔۔"

اس کی وضاحت پر اس نے گہرا سانس لیا تھا۔پھر ہولے سے مسکرائی۔۔

"تم اور میں۔۔ ہم دونوں وہ خواب ایک ساتھ دیکھتے تھے معاذ۔۔شاید تائی نے کبھی تمہارے لیۓ ایسی کوئی دعا کی ہو، جس کے نتیجے میں، مجھے تمہارے کہف کا ساتھی بنا دیا گیا۔۔ میں بہت حیران ہوتی ہوں۔۔ کہ یہ سب طے شدہ تھا۔۔ میں ارحم کی کبھی تھی ہی نہیں۔۔ میں تو کئی سالوں سے تمہارے ساتھ اس کہف میں قید تھی۔۔ پھر۔۔اس قید کے ساتھ میں کسی اور کی کیسے ہو سکتی تھی۔۔"!

اور اس کا آخری جملہ سوال نہیں تھا۔وہ جواب تھا۔۔ایک خالص جواب۔۔

"کچھ باتیں انسان کی سمجھ سے باہر ہوتی ہیں۔میرا اور تمہارا کہف بھی انہی ماورائی باتوں میں سے ایک ہے۔خیر۔۔ اب رکھتا ہوں فون۔۔ تم نماز پڑھ لو۔۔اور دعا کرنا میرے لیۓ بھی۔۔"

"اللہ حافظ۔۔خیال رکھنا اپنا۔۔"

اس نے بھی مزید بات کیۓ بغیر فون کان سے ہٹایا تو دور دور تک ایک بار پھر سے وہی فضا تحلیل ہونے لگی۔وہی فضا۔۔جو ان کے کہف کا خاصہ تھی۔

اگلی صبح وہ اور شزا انتہائی خاموشی سے کسی سے بات کیۓ بغیر گھر سے نکل آئی تھیں۔انہیں آج اس آخری مسئلے کو بھی حل کرنا تھا۔ان کی پر سکون زندگیوں میں پھپھو اور ارحم کی موجودگی اب ناقابلِ برداشت ہونے لگی تھی۔انہیں آج اس ناقابلِ برداشت وجود کو اپنی زندگی سے اٹھا کر باہر پھینکنا تھا۔گاڑی میں مکمل

خاموشی پھیلی ہوئی تھی۔ وہ ایک جانب کھڑکی کے ساتھ لگ کر بیٹھی، سنجیدگی سے باہر دیکھ رہی تھی۔ سیاہ عبایا زیب تن کیے، چہرے کے گرد سیاہ ہی حجاب لپیٹے، اس کا شفاف چہرہ کسی گہری سوچ کا غماز لگتا تھا۔

دوسری طرف، شزا بیٹھی تھی۔ اپنے مخصوص حلیے کے برعکس، قمیص شلوار میں ملبوس۔ گود میں موبائل رکھے، سیدھے گرتے بالوں کو کان کے پیچھے اڑسے۔۔

دونوں ہی اپنی اپنی سوچوں میں گم نظر آ رہی تھیں۔ یکایک، وہ اس راستے سے چونکی۔۔ یہ راستہ پھپھو کے گھر ہی جاتا تھا لیکن اس نے کبھی اس پر دھیان نہیں دیا تھا کہ معاذ کا ریسٹورینٹ بھی اسی راستے میں پڑتا تھا۔ اس نے پیچھے تک اس کے دوڑتے ریسٹورینٹ کو دیکھا اور پھر جب وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تو وہ سیدھی ہو بیٹھی۔

کچھ ہی دیر بعد ڈرائیور، "رضا ہاؤس" کے سامنے گاڑی روک رہا تھا۔ ان دونوں نے ایک نظر ایک دوسرے کو دیکھا اور پھر خاموشی سے باہر نکل آئیں۔۔ انہیں آج۔۔ انتہائی سمجھداری سے۔۔ اس مسئلے کو سلجھانا تھا۔

وہ گھر میں داخل ہوئیں تو، توقع کے برعکس وہاں بے حد خاموشی تھی۔ قد آور، دیوار گیر کھڑکیوں پر بھاری پردے گرا رکھے تھے، جس کے باعث درمیانی خلاء میں پھیلا اندھیرا مزید محسوس ہونے لگا تھا۔ ان دونوں نے ایک ساتھ ایک دوسرے کی جانب دیکھا تھا۔

عموماً پھپھو کے گھر میں ملازمین کی خاصی چہل پہل رہا کرتی تھی لیکن اس وقت کی خاموشی دیکھ کر رابیل کو جانے کیوں جھرجھری آئی تھی۔ ان کے پیچھے ہی ساتھ ساتھ ایک سیاہ فام ملازم بھی چل رہا تھا۔ شاید وہ ہی انہیں، ان کے مطلوبہ کمرے تک لے کر جانے والا تھا۔ شزا نے بہت سا تھوک نگل کر آس پاس دیکھا۔ اس کی گردن کے بال یونہی کھڑے ہونے لگے تھے۔ کچھ تھا جو انہیں ٹھیک نہیں لگ رہا تھا۔

زینے عبور کرنے کے بعد وہ اوپری منزل پر بنے کئی کمروں میں سے ایک کے سامنے کھڑی تھیں۔ ایک نگاہ پیچھے مڑ کر ملازم پر ڈالی۔ اس نے سر کے خم سے انہیں کمرے میں جانے کی اجازت دی تو وہ لرزتے دل کے ساتھ اندر کی جانب بڑھ گئی یں۔

کمرے کا ماحول البتہ ان کی توقع کے عین مطابق تھا۔ راکنگ چئیر پر بیٹھا ارحم جھول رہا تھا اور اس کے ساتھ ہی بیڈ پر پھپھو نک سک سے تیار ہو کر بیٹھی ہوئی تھیں۔ ان کی عقاب سی تیز نگاہوں نے باقائدہ ان دونوں کا جائزہ سر سے پیر تک لیا، تو شزا کسمسائی۔ ارحم البتہ اپنے موبائل پر کچھ ٹائپ کر رہا تھا۔۔ پھر نگاہ اٹھا کر سامنے کھڑی دو لڑکیوں کو دیکھا۔ اپنے ازلی انداز میں ساتھ مسکرایا بھی۔

"ارے۔۔ وہاں کیوں کھڑی ہو۔۔؟ بیٹھو ناں۔۔"

رابیل کو دیکھ کر اسے حیرت نہیں ہوئی تھی۔ شاید اسے اندازہ تھا کہ وہ اس کے ساتھ ضرور آئے گی۔ چلو۔۔ جو بھی تھا۔۔ وہ دونوں تھیں تو لڑکیاں ہی ناں۔۔

وہ دونوں عین سامنے رکھے صوفوں پر جا کر بیٹھیں تو صائمہ نے ٹانگ پر ٹانگ چڑھائی۔ چبھتی نگاہوں سے رابیل کو دیکھا۔۔

”تمہاری ایک ضد کی وجہ سے بہت نقصان اٹھایا ہے میرے بیٹے اور میں نے۔۔ لیکن تم۔۔ تمہارے چہرے پر تو ذرا ملال نہیں۔۔“

ان کی اندر تک اترتی نگاہیں اور سنسناتا جملہ۔۔ لمحے کے ہزارویں حصے میں رابیل کو اندازہ ہوا تھا کہ ان سے بہت بڑی غلطی سرزد ہو چکی ہے۔۔ یہاں آنا اور کسی کو بھی اس بارے میں آگاہ نہ کرنا۔۔ ایک بھاری غلطی تھی۔۔ لیکن پھر بھی نے اس سپاٹ نگاہیں پھپھو کے چہرے پر گاڑی تھیں۔

”ضد کا شکار پہلے کون ہوا تھا۔۔ یہ آپ بھی جانتی ہیں اور میں بھی۔۔“

”بڑوں کی غلطیوں کو بار بار دہرانا بے ادبی تصور کیا جاتا ہے لڑکی۔۔ میرے خیال سے کسی نے تمہیں بنیادی اخلاق بھی نہیں سکھائے۔۔“

ان کی بات پر وہ ہلکا سا مسکرائی تھی۔

”بڑوں کی غلطیوں کا خمیازہ نسلیں تک بھگتتی ہیں پھپھو۔۔ میرے خیال سے کسی نے آپ کو قدرت کے بنیادی اصول کے بارے میں کبھی نہیں بتایا۔۔“

نرم زبان سخت جملے بھی جب نرمی سے ادا کرنے لگے تو گھاؤ کہیں زیادہ گہرا لگتا ہے۔ اس نے بھی نرم زبان سے سخت وار کیا تھا۔ ان کے چہرے کا رنگ لمحے میں متغیر ہوا تھا۔

”میرے گھر کی چھت تلے مجھ سے زبان مت چلانا لڑکی۔ یہ تمہارے باپ کا گھر نہیں ہے جہاں تم اپنی من مانی کرتی پھرو گی۔ یہ میرا گھر ہے۔۔ اور میرے محل میں کسی کو بھی اتنی اجازت نہیں۔۔ سمجھی تم۔۔“

”آپ مجھے مت اکسائیں۔ پھر مجھے بھی کوئی شوق نہیں لفظوں سے زخم دینے کا۔۔“

کمرے کی فضا ہر گزرتے پل تناؤ کا شکار ہونے لگی تھی۔ ارحم نے دونوں کو ایک نظر دیکھا اور پھر مسکرایا۔۔

”یہ آپ دونوں کونسی باتیں لے کر بیٹھ گئی ہیں۔ جانتی ہیں ناں ممی کہ ہم نے انہیں یہاں کیوں بلوایا ہے۔“ ساتھ اس نے دانت پیس کر تنبیہی نگاہوں سے صائمہ کو بھی گھورا تھا۔ ”اسی لیے۔۔ ہم کام کی بات پر آتے ہیں۔۔ اب نو جھگڑا۔۔ نو لڑائی۔۔“

پھر جلدی سے مسکرا کر بات مکمل کی۔ لیکن رابیل نہ تو اس کے انداز سے متاثر ہوئی تھی اور نہ ہی اسے ارحم کی کسی بھی بکواس میں دلچسپی تھی۔

”میری بہن کا پیچھا چھوڑ دو ارحم۔ اور مہربانی کرو۔۔ ہماری زندگیوں سے نکل جاؤ۔ مجھے نہیں پتا کہ تمہیں کیا چاہیے لیکن خدارا۔۔ اپنے مقصد کے لیے اتنا مت گرو کہ اٹھنا محال ہو جائے تمہارے لیے۔۔“

اس کی بات سن کر وہ یکدم ہنس پڑا تھا۔ پھر چہرہ اٹھا کر کھردری نگاہوں سے شزا کی جانب دیکھا۔

”مجھے شزا سے شادی کرنی ہے۔۔“

اس کی اگلی بات پر جہاں رابیل کی آنکھیں حیرت و نا سمجھی سے پھیلی وہیں شزا بدک کر اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

صائمہ کی مزاق اڑاتی مسکراہٹ کا مطلب رابیل کو اب اچھے سے سمجھ آ رہا تھا۔

"کیا بکواس ہے یہ۔۔ میں۔۔ میں آپ سے شادی ہر گز نہیں کروں گی۔۔"

"شادی تو کرنی پڑے گی ناں۔۔ نہیں تو پھر میری ڈوبتی کمپنی کو کون سہارا دے گا۔۔؟ تمہارے باپ کے پاس اتنا پیسہ ہے۔ کیا قبر میں لے کر جائیں گے وہ اس پیسے کو۔۔؟"

"ڈوبتی کمپنی۔۔؟"

اس نے نا سمجھی سے دہرایا تو اب کہ صائمہ کا مکروہ سا قہقہہ گونجا۔

"تمہیں کیا لگتا ہے کہ ہم ہر بار تمہارے لیے آتے تھے۔۔؟ کیا واقعی۔۔؟ ویسے اتنی بیوقوف تم لگتی تو نہیں ہو۔ لڑکی۔۔"

وہ آگے ہو کر بیٹھی تو اس کے سماعتیں سائیں سائیں کرنے لگیں۔

"ہمیں تمہارے باپ سے حصہ چاہیے تھا۔ اس کی جائیداد کا حصہ۔۔ جو کہ تمہاری ہڈ دھرمی کی وجہ سے ہمارے ہاتھوں نکل چکا تھا۔ لیکن پھر وہ کیا ہے ناں کہ گدھ اپنا رزق یونہی نہیں چھوڑ دیا کرتے۔ وہ آخر تک مردار کو نوچ نوچ کر کھاتے ہیں، تب تک۔۔ جب تک ان کی بھوک نہیں مٹ جاتی۔ اسی لیے۔۔ ارحم کی شادی اب شزا سے ہو گی۔۔ اور تم خود۔۔ بلکہ پورا خاندان ہی اس کی شادی ارحم سے کروانے کے حق میں ہو گا۔۔"

وہ بے ساختہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔ شزا دھیرے سے اس کے پیچھے ہوئی تھی۔ پھپھو کی باتوں کا مطلب بہت بھیانک تھا۔ ان کے جسموں پر کیڑیاں رینگنے لگی تھیں۔۔

"آپ تو انسان ہونے کی ہر حد سے گر چکی ہیں پھپھو۔ آپ تو جانور کہلانے کے بھی لائق نہیں ہیں۔۔"

”ایسا ہی ہے۔۔ میں ہر درجے سے گر چکی ہوں۔ اور اس سب کے بعد مجھے کوئی افسوس نہیں ہوتا۔“

وہ اٹھیں اور آگے بڑھ کر شزا کو بالوں سے پکڑ کر اپنے سامنے کیا۔ وہ بے ساختہ اس بے دردی پر چیخی تھی۔ اس نے صائمہ کی کرخت ہاتھوں کو نوچ کر شزا کے بالوں سے ہٹانا چاہا تو پیچھے سے ارحم نے اٹھ کر اسے اپنی جانب کھینچا۔ وہ توازن برقرار نہ رکھ پائی اور سیدھا سائیڈ پڑے ٹیبل سے ٹکرائی۔

اسے یکلخت ہی چکر آیا تھا۔ شزا اب زور زور سے چلا کر اپنے بال پھپھو کی گرفت سے نکالنے کی ناکام کوشش کرنے لگی تھی۔

وہ تیزی سے اٹھی تو ارحم نے ایک بار پھر سے اس کا ہاتھ سختی سے پکڑ کر روکا۔ اس نے پوری قوت لگا کر اس سے اپنا ہاتھ چھڑوانا چاہا لیکن پھر بھی کامیاب نہ ہو سکی۔

”رابی۔۔ چھوڑیں مجھے۔۔ چھوڑیں۔۔“

لیکن وہ اسے اپنے ساتھ گھسیٹتی ہوئی باہر کی جانب لے جا رہی تھیں۔

”چھوڑو میرا ہاتھ۔۔ گھٹیا انسان۔۔ میں کہتی ہوں چھوڑو مجھے۔۔“

اس نے پیچھے پلٹ کر زوردار چانٹا ارحم کے منہ پر مارا تو وہ بے ساختہ ہی پیچھے ہوا۔ شاید وہ اس وار کے لیے تیار نہیں تھا۔ اسکی گرفت چھوٹنے پر وہ تیزی سے دروازے کی جانب بڑھی تھی لیکن وہ بھی اسی تیزی سے آگے بڑھا۔ اس کا حجاب کھینچا تو وہ چھوٹی سی پن سے بندھے ہونے کے باعث کھل کر کندھوں پر پھسلتا چلا گیا۔ ایک لمحے کے لیے سارے کمرے میں سناٹا چھا گیا تھا۔ جہاں وہ اسکی حرکت پر ساکت ہوئی تھی، وہیں وہ بھی اپنی حرکت پر رکا تھا۔

رابیل کے بال اب کندھوں پر لہرا رہے تھے۔ اس نے گلابی پڑتی زخمی نگاہوں سے ارحم کا چہرہ دیکھا۔ تکلیف کا ایک شدید دورہ اس کے سینے میں اٹھا تھا۔ کندھوں سے پھسلتے حجاب کو اس نے جلدی سے تھام کر سر پر ڈالنا چاہا تو ارحم نے بے دردی سے دوپٹہ نوچ کر دور پھینکا۔ دوپٹہ کھینچنے کی وجہ سے اس کی گردن تک رگڑ گئی تھی۔

پھر اس نے اسے موقع دیئے بغیر کھلے بالوں سے جکڑا اور بیڈ پر دھکا دیا۔ لمحوں ہی میں اس پر سارا کمرہ گھومنے لگا تھا۔

"یا اللہ۔۔ یہ کیا ہو رہا تھا۔۔! یا اللہ یہ کیا ہونے جا رہا تھا۔۔"

)تم نازک ہو۔۔ جسمانی اعتبار سے۔۔(

معاذ کی باتیں اس کی سماعت میں گونجنے لگی تھیں۔ ہاں وہ کمزور تھی۔۔ وہ بہت کمزور تھی۔۔ معاذ۔۔ یا اللہ معاذ کو بھیج دیں۔۔ یا اللہ اسے بھیج دیں۔۔

اس کے دل سے گھٹتی التجائیں اٹھ رہی تھیں۔ صبح تک سب ٹھیک تھا۔ اب یہ سب کیا ہونے جا رہا تھا۔ آنسو بھل بھل آنکھوں سے پھسلتے جا رہے تھے۔ وہ اس پر جھپٹا تو اس نے ہاتھ مار کر سائیڈ ٹیبل پر رکھا شیشے کا گلدان اٹھا کر اس کی کنپٹی پر دے مارا۔۔ چھن چھن۔۔ کانچ ٹوٹ ٹوٹ کر سارے کمرے میں بکھر گئے تھے۔

ارحم کی کنپٹی سے خون کی تیز دھار بہہ نکلی۔ چکراتے سر کے ساتھ وہ ایک جانب کو لڑھکا تو اس نے اسے پوری قوت سے دھکا دے کر پیچھے ہٹایا۔ کھینچاتانی میں اس کے جوتے تک اتر گئے تھے۔ کچھ سجھائی نہ دیتا تھا کہ اندھیرا کیا تھا اور اجالا کیا۔۔ باہر اٹھ کر بھاگتے ہوئے اس نے اسے کلائی سے تھاما تو وہ بکھرے کانچ پر گر گئی۔

آہ۔۔

تکلیف کا چیر تا ہوا احساس اس کی رگوں میں اترا تھا۔ گھٹنے کے ساتھ ساتھ، کئی کانچ اس کے برہنہ پیروں میں بھی کھب گئے تھے۔ ہر جانب خون کی بوندیں بکھر کر گرنے لگیں۔ اس نے ایک جھٹکے سے اس سے اپنی کلائی چھڑوائی اور پھر کمرے کا دروازہ کھول کر باہر کی جانب بھاگی۔ وہ اب تک اپنے بیڈ پر گرا، دونوں ہاتھوں سے ابلتا خون روک رہا تھا۔ اس کے بھاگنے پر وہ پیچھے سے چلایا بھی تھا۔۔

لیکن اسے ابھی صرف شزا کو ساتھ لے کر جلد از جلد اس گھر سے باہر نکلنا تھا۔ زینوں سے اتر کر اس نے آس پاس نگاہ دوڑائی تو دیکھا صائمہ ایک جانب گریں، درد سے کراہ رہی تھیں۔ شاید شزا انہیں بھی کچھ مار کر بھاگ چکی تھی۔ اس نے اگلی کوئی بھی بات سوچے بغیر قدم باہر کی جانب بڑھائے۔

"پکڑو اس لڑکی کو۔۔ بھاگنے مت دینا۔۔ پکڑو اس (گالی) کو۔۔"

پتھریلی روش پر اندھا دھند دوڑتے ہوئے اس نے ارحم کی چنگھاڑتی آواز اپنے پیچھے سنی تھی۔ وہ آدمیوں کو اس کے پیچھے بھیج رہا تھا۔ اس نے سڑک پر نکل کر آس پاس دیکھا لیکن نہ تو ڈرائیور تھا اور نہ ہی گاڑی۔ وہ تیزی سے سمت کا تعین کیے بنا بھاگنے لگی۔ کندھوں پر گرتے اس کے ریشمی بال پیچھے کی جانب اڑ رہے تھے اور وہ قدموں میں کھبے کانچ کی پرواہ کیے بغیر تیزی سے بھاگ رہی تھی۔ اتنی تیزی سے کہ اسے اپنے آس پاس کی دنیا نظر ہی نہیں آ رہی تھی۔

"گاڑی۔۔ گاڑی تیز چلاؤ۔۔ ج۔۔ جلدی چلاؤ گاڑی۔۔"

شزا نے خوفزدہ نگاہوں سے اپنی گاڑی کے عین پیچھے اس سیاہ فام کی گاڑی دیکھی تو ڈرائی یور کو لڑکھڑاتی آواز میں کہا۔ ڈرائی یور اس قدر بوکھلا گیا تھا کہ اسے کچھ سمجھ ہی نہیں آرہا تھا۔ اس نے کانپتی انگلیوں سے اپنے ہاتھ میں جکڑا موبائی ل سامنے کیا۔۔ ماؤف ذہن جیسے چند لمحات کے لی ئے مفلوج ہو گیا تھا۔ پھر اس نے گرتے آنسوؤں کے ساتھ، جلدی سے معاذ کا نمبر ڈائی ل کیا۔ ساتھ ساتھ اس نے لبوں سے ابلتی خون کی دھار کو بھی ہاتھ کی پشت سے رگڑا تھا۔۔

وہ تیزی سے بھاگ رہی تھی۔ ساتھ ساتھ پیچھے بھی دیکھ لیتی۔ وہ تین چار قد آور سے خوفناک مرد تھے۔ پوری قوت سے اس کے پیچھے بھاگ رہے تھے۔ صبح کا وقت ہونے کے باعث سڑک پر لوگ نہ ہونے کے برابر تھے۔ کاش کہ کوئی اس کی مدد کو آجائے۔۔ شاید کہ کوئی آجائے۔ بھاگتے بھاگتے اب وہ مرکزی سڑج پر آنکلی تھی۔ یہاں پر دن چڑھے ہونے کے باعث سنسان گلیوں سے زیادہ رش تھا۔ سڑک چلتے لوگ رک رک کر اسے دیکھنے لگے تھے۔ اسے لگا کہ اس کی ریاضت رائی یگاں چلی گ ئی۔۔ اسے لگا سب ختم ہو گیا۔۔ وہ یوں اس طرح بے حجاب سڑکوں پر اپنی عزت بچانے کے لی ئے دوڑ رہی تھی۔ حبیبہ اور رابیل کا دکھ برابر تھا۔۔ ایک جانب وہ اپنے کردار کو بچا رہی تھیں تو دوسری جانب رابیل اپنی عصمت کو۔۔ اس کے قدموں سے جان سمٹنے لگی تھی۔ بھاگتے ہوئے سانس حد سے زیادہ پھول کر اب دھونکنی کی مانند چل رہا تھا۔

اسے لگا کہ وہ اب چکرا کر سڑک پر گرنے والی ہے۔ خشک پڑتے حلق میں بہت سے کانٹے اگ آئے تھے۔ اس نے پوری قوت سے بھاگتے قدم آگے بڑھائے لیکن اب جیسے سکت ختم ہو گئی تھی۔ سب بکھر کر ریت کی طرح پھسلنے لگا تھا۔ اس نے اپنے پیچھے بھاری قدموں کی چاپ سنی تو آخری ہمت بھی عنقا ہونے لگی۔

اس نے ایک نگاہ پیچھے ڈالی تھی۔ اسے بس کچھ دیر اور دوڑنا تھا کیونکہ اسی سڑک پر معاذ کا ریسٹورینٹ تھا۔۔ اگر جو وہ اس کے ریسٹورینٹ تک پہنچ جائے۔۔ بس ذرا اور دور۔۔

لیکن پھر وہ جو پیچھے دیکھتی ہذیانی انداز میں آگے کی جانب دوڑ رہی تھی۔ بری طرح آگے کسی انسان سے ٹکرا کر پیچھے کی جانب گری۔۔

"کتنا بھاگو گی اور۔۔؟"

وہ انہی میں سے کسی ایک کی گرفت میں آگئی تھی۔ اس نے لرزتے قدموں سے اٹھنا چاہا تو ٹانگیں کام کرنے سے انکاری ہو گئی یں۔ سب جیسے لمحوں میں تہس نہس ہوتا جا رہا تھا۔۔

"نہیں۔۔ خدا کیلیے۔۔"

وہ جیسے ہی اسے پکڑنے کے لیے جھکا وہ اگلے ہی پل اس کے برابر سے نکل کر بھاگ کھڑی ہوئی۔ جانے کیسے اچانک اس کے قدموں میں بجلی سی بھر گئی تھی۔ پیچھے سے وہ اسے گالیاں بکتا، تیزی سے بھاگ رہا تھا۔ یکایک اسے ریسٹورینٹ کی ہریالی نظر آنے لگی۔ اس کی بجھتی امید جیسے چمک اٹھی تھی۔ اپنی پوری قوت سے دوڑ کر وہ

جیسے ہی ریسٹورینٹ کے احاطے میں داخل ہوئی تو دیکھا کہ وہ دروازہ کھولتا عجلت میں باہر نکل رہا تھا۔ اگلے ہی پل اسے دیکھ کر ساکت ہو گیا۔۔

وہ بھی اسے دیکھتے ہی جم سی گ ئی تھی۔

معاذ نے زندگی میں دوسری دفعہ اس قدر تکلیف دہ منظر دیکھا تھا۔ اس قدر تکلیف دہ اور رگوں کو چیرتا ہوا منظر۔۔ وہ بنا حجاب کے، لٹی پٹی سی اس کے سامنے کھڑی تھی۔ کندھوں پر اس کے بال پھسل کر گر رہے تھے۔ آس پاس کام کرتے ورکرز اور ک ئی لوگ بھی اس تباہ حال لڑکی کا حلیہ دیکھ کر رک گ ئے تھے۔ معاذ اپنی جگہ سے ہل نہ سکا۔۔ اسے لگا وہ کبھی ہل نہیں سکے گا۔۔ لیکن پھر اگلے ہی لمحے رابیل بھاگتی ہوئی آئی اور بے ساختہ اس سے لپٹ گ ئی۔ وہ خالی خالی سا کھڑا رہ گیا تھا۔ وہ اب رو رہی تھی۔۔ یوں لگتا تھا ساری دنیا ساکت ہو گ ئی ہو۔۔ بس کچھ باقی رہ گیا تھا تو وہ اس کے سسکتے آنسو۔۔ اس کے بے دم سے پہلوؤں میں گرے ہاتھ ہولے سے اٹھے۔۔ پھر دھیرے سے اس نے رابیل کی پشت پر اپنے ہاتھ رکھے۔ وہ اس میں سمٹی روئے جا رہی تھی۔۔

اسی اثناء میں تین تن ومند سے مرد بھی ریسٹورینٹ کے احاطے میں داخل ہوئے تو معاذ نے ٹھنڈی نگاہوں سے ان کا چہرہ دیکھا۔۔

”یہ شعراوی ہے۔۔ معاذ شعراوی۔۔ یہ یہاں کیا کر رہا ہے سلیم۔۔! یہ لڑکی اس کی تھی۔۔؟؟ دماغ تو خراب نہیں ہو گیا ارحم سر کا۔۔ کس کے گریبان پر ہاتھ ڈال لیا ہے انہوں نے۔۔“!

شاید ان میں سے کوئی اسے جانتا تھا۔ اسی لیے دوسرے ساتھیوں کو سرگوشی میں کہنے کے بعد جب اس نے ان کے چہرے دیکھے تو وہ فق ہو رہے تھے۔

”یہ ہے شعر اوی۔۔“!

”ہاں یہ۔۔ سلطان کا آدمی ہے یہ۔۔ اسے بھنک پڑ گئی ناں کہ ہم نے اس کے آدمی پر ہاتھ ڈالا ہے تو ہماری لاش گلی میں گھومتے کتوں کو بھی نہیں ملے گی۔۔ جلدی چلو یہاں سے۔۔“

”لیکن ارحم سر۔۔“!

”میں نے کہا جلدی بھاگو۔۔“

اور اگلے ہی لمحے وہ تینوں اب وہاں سے بھاگ رہے تھے۔۔ معاذ نے انہیں نہیں روکا۔ وہ ابھی انہیں روکنے کی پوزیشن میں نہیں تھا۔ اس کے بازوؤں میں وہ بے ہوش ہو کر جھول رہی تھی۔ اسے ابھی رابیل کے علاوہ کسی کی بھی پرواہ نہیں تھی۔ اس نے اسے خود سے ہٹا کر دیکھا۔ اس کی گردن ایک جانب کو لڑھکی ہوئی تھی اور چہرے پر جابجا آنسوؤں کے نشان ثبت تھے۔ اس نے لمحے بھر کو ضبط سے آنکھیں بند کر کے کھولی تھیں۔ پھر جھک کر اسے ہاتھوں میں اٹھایا۔

”انسان، انسان بن جاتا ہے۔۔ دنیا بس انسان بننے نہیں دیتی۔۔“!

اس نے اسے گاڑی میں ڈالا اور گاڑی ریورس کرتا بھگا لے گیا۔ اب اس کا چہرہ سپاٹ تھا۔ سرد اور سفید سا چہرہ۔۔ آنکھیں اس قدر خالی تھیں کہ ان کا خالی پن خوفزدہ کرنے لگا تھا۔

”اور اگر کبھی کوئی تم سے کہے کہ انسان فرشتے پر شیطان کو چن کر گناہ گار بن جاتا ہے تو یقین کر لینا۔۔ کیونکہ در حقیقت ایسا ہی ہوتا ہے۔۔“

اس نے گاڑی سلویٰ کے گھر کے آگے روکی تھی۔ پھر اسے پچھلی سیٹ سے اٹھا کر کندھے پر ڈالتا اندر کی جانب بھاگا۔ سلویٰ جو کچن میں کھڑیں کھانا پکا رہی تھیں، اسے دیکھ کر بری طرح چونکیں۔ پھر رابیل کو دکھ کر ان کا سانس ہی رک گیا تھا۔

وہ اب اسے صوفے پر احتیاط سے لٹا رہا تھا۔ اس کا سفید چہرہ کسی بھی طرح نارمل نہیں تھا۔

”یہ۔۔ یہ سب کیا ہے۔۔؟“

”اسے خاصی چوٹیں آئی ہیں سلویٰ اور شدید ذہنی دباؤ کے باعث بیہوش بھی ہو گئی ہے یہ۔۔ آپ ٹریٹ کر لیں گی اسے۔۔ یا پھر ہاسپٹل لے کر جاؤں میں۔۔؟“

وہ اسے ہاسپٹل لے کر نہیں جانا چاہتا تھا۔ وہ اسے لوگوں کے بے رحم سوالات کے حوالے نہیں کرنا چاہتا تھا۔

”نہیں۔۔ می۔۔ میں کر لونگی ٹریٹ۔۔ لیکن۔۔ اسے۔۔ اسے پہلے کمرے میں لے کر چلو۔۔ یہاں ایسے ٹھیک نہیں۔۔“

اس نے سر اثبات میں ہلایا اور اسے باؤں میں اٹھاتا کمرے کی جانب بڑھا۔

”زیادہ تکلیف مت ہونے دیجیئے گا سلویٰ۔۔ میں کچھ دیر میں آتا ہوں۔۔“

اس نے کہہ کر ایک نگاہ بے سدھ پڑی، زرد چہرے والی رابیل پر ڈالی اور جیسے ہی باہر کی جانب بڑھنے لگا تو سلویٰ کے کانپتے سوال پر ٹھہر گیا۔۔

"ک۔۔ کہاں جا رہے ہو تم۔۔؟"

اس نے دانت پر دانت جمائے تھے۔

"آتا ہوں کچھ دیر میں۔۔ آپ اس کا خیال رکھیں۔۔"

اور پھر کوئی بھی بات کیے بغیر تیزی سے آگے بڑھا۔ سلویٰ لرزتا دل دروازے ہی میں ٹھہر گئی تھیں۔ ان میں اتنی ہمت نہیں تھی کہ ایک بار اس سے پوچھ ہی لیتی۔۔ وہ اس وقت بالکل بھی نارمل نہیں لگ رہا تھا۔

واپسی کے راستے پر اس نے گاڑی گھر کے سامنے روکی اور باہر نکل آیا۔ کمرے میں آ کر الماری کا پٹ کھولا اور پھر کپڑوں کے نیچے رکھی ایک ہاتھ جتنی زنجیر کھینچ کر نکالی۔ وہ موٹی زنجیر تھی۔۔ اس نے سپاٹ چہرے کے ساتھ اس کا ایک سرا ہتھیلی پر لپیٹا اور پھر باہر کی جانب بھاگا۔

"اور اگر کوئی تمہیں کہے کہ شیطان پر فرشتے کو چننا ثواب کا کام ہے تو یقین کر لینا۔۔ کیونکہ ایسا ضرور ہوتا ہے۔۔"

اس نے ہاتھ میں جھولتی زنجیر تیزی سے لپیٹی تھی۔ پھر گاڑی میں بیٹھ کر گاڑی زن سے آگے بڑھا لے گیا۔۔

"اور اگر کوئی تمہیں کہے کہ انسان پر انسان کو چننا اسے انسان بناتا ہے تو یقین کر لینا۔۔ کیونکہ۔۔ ایسا۔۔ ضرور ہوتا ہے۔۔!!" شزا اندھادھند گھر میں داخل ہوئی تھی۔ لاؤنج میں براجمان رامین اور عابد نے لمحے بھر کو نگاہیں اٹھا کر اسے دیکھا اور دھک سے رہ گئے۔ اس کا دوپٹہ کندھے سے لٹکا زمین پر جھول رہا تھا۔ بکھرے بال اور ہونٹ سے

پھوٹتی خون کی باریک دھار نے اس کا حلیہ بگاڑ دیا تھا۔ کلائی یوں پر جا بجا خراشیں تھیں اور گردن پر دوپٹہ کھنچنے کا نشان بے حد واضح ہو کر سرخ پڑ رہا تھا۔

"ماں۔۔ بابا۔ را۔۔ رابیل۔۔ رابیل ٹھیک نہیں ہے۔۔"

وہ بھاگتی ہوئی آگے بڑھ آئی۔ وہ دونوں بیک وقت اپنی جگہوں سے اٹھ کھڑے ہوئے تھے۔ چہرے پر فق سا تاثر لیۓ، عابد نے آگے بڑھ کر اس کے لرزتے جسم کو سہارا دیا تھا۔

"یہ سب۔۔ یہ سب کیا ہے بچے اور کہاں سے آرہی ہو تم۔۔؟ رابیل کہاں ہے۔۔؟ کیا ہوا ہے۔۔؟"

ایک نظر پلٹ کر انہوں نے دروازے کی جانب بھی دیکھا تھا۔ رامین نے بھی آگے بڑھ کر اسے دیکھا۔۔ وہ اس کے حلیے سے اس قدر ششدر تھیں کہ کچھ بول ہی نہ پا رہی تھیں۔۔

"کیا ہوا ہے۔۔؟ رابیل کہاں ہے۔۔؟"

لیکن ہوش میں آتے ہی انہوں نے اسے اپنی جانب پھیر کر کانپتی آواز میں پوچھا تو اس کے آنسو بے ساختہ ہی ابلے۔ اس کی بلند سسکیاں ہی تھیں، جس کے باعث ردا بھی اپنے کمرے سے نکل آئی تھی۔ لیکن آگے کا منظر دیکھ کر وہ بھی اپنے دروازے کے باہر ہی ٹھہر گ ئی تھی۔

"وہ اور میں۔۔ پھپھو کے گھر گ ۓ تھے۔۔ ار۔۔ ارحم بھائی نے بلایا تھا ہمیں۔۔ لیکن۔۔ لیکن پھر۔۔"

"لیکن پھر کیا شزا۔۔؟؟؟"!

رامین اس پر چلائی یں تو اس کا اندر باہر لرز کر رہ گیا۔ سمجھ ہی نہیں آیا کہ کیسے انہیں حقیقت بتائے۔ عابد بھی اب خوفزدہ سی سوالیہ نگاہوں سے اسے ہی دیکھ رہے تھے۔ ردا بھی پاس چلی آئی تھی۔۔

"انہوں نے رابیل کے ساتھ بدتمیزی کی۔۔ اور پھپھو نے مجھے مارا۔۔ وہ مجھے پتا نہیں کہاں لے کر جا رہی تھیں۔۔ لیکن م۔۔ میں انہیں مار کر بھاگ آئی۔۔ رابیل وہیں تھی۔۔ مجھے نہیں پتا پھر کیا ہوا۔۔ میں نے بس اس کی چیخیں سنی تھیں۔۔ مجھے نہیں معلوم کہ آگے کیا ہوا۔۔"

اور رامین بے دم ہو کر صوفے پر گری تھیں۔ عابد جامد ہو چکے تھے اور ردا۔۔ اس نے تحیر سے آنکھیں پھیلا کر شزا کو دیکھا تھا۔

"تو ابھی رابی کہاں ہیں۔۔؟"

"مجھے نہیں پتا۔۔"

اس نے کہا اور وہیں بے جان قدم لیئے بیٹھتی چلی گ ئی۔ عابد دروازے کی جانب دوڑے تھے۔ سب جیسے لمحوں ہی میں تلپٹ ہو گیا تھا۔ یکایک فون بجنے کی آواز پر رک کر لمحے بھر کو کال رسیو کی۔ دوسری جانب شاید معاذ تھا۔۔ اس کی ٹھنڈی اور بے جان سی آواز عابد کی سماعتوں میں اتری تو انہیں اپنا وجود زلزلوں کی زد میں محسوس ہوا تھا۔

"معاذ راب۔۔"

"رابیل محفوظ ہے۔۔"

اس کی اگلی بات سن کر وہ جہاں کے تہاں کھڑے رہ گ ۓ تھے۔ پھر بکھرتی سانسوں کو بمشکل معمول پر لا کر گویا ہوۓ۔ ان کا رکتا سانس یکدم ہی بحال ہوا تھا۔

”کہاں ہے وہ۔۔؟“

”میں ایڈریس آپ کو ٹیکسٹ کر رہا ہوں۔ آپ وہاں چلے جائی یں۔ میری خالہ کے پاس ہے وہ۔۔ اسے وہی ٹریٹ کرینگی۔۔ ہاسپٹل لے جانے کی ضرورت نہیں ہے اسے۔۔“

”اور تم کہاں ہو۔۔؟“

اب کہ ان کی آواز کافی حد تک برابر ہو چکی تھی۔ وہ خود پر لمحوں ہی میں قابو پا چکے تھے۔

”میں۔۔ میں سبق دے کر آتا ہوں انہیں۔۔“

”میری بات۔۔ معاذ میری بات سنو۔۔“

انہوں نے جلدی سے کہہ کر فون کان سے ہٹا کر دیکھا۔ رابطہ ابھی تک منقطع نہیں ہوا تھا۔ تیزی سے فون کان پر لگا کر انہوں نے اسے روکنا چاہا لیکن اب کہ وہ فون رکھ چکا تھا۔ شکستہ انداز میں فون کان سے ہٹاتے ہوۓ وہ پلٹے۔۔ رامین انہی کی جانب بے چینی سے بڑھ رہی تھیں۔ ردا اور شزا سفید چہرے لی ۓ انہیں ہی دیکھ رہی تھیں۔۔

”کیا ہوا۔۔ کہاں ہے میری بچی۔۔؟ کیا کہہ رہا تھا معاذ۔۔؟“

وہ ایک ہی سانس میں بے ربط سے سوال پوچھے گ ئی یں تو عابد نے آگے بڑھ کر انہیں خود سے لگایا۔ لمحوں ہی میں وہ ٹوٹی بکھری سی نظر آنے لگی تھیں۔

"ٹھیک ہے وہ۔۔ محفوظ ہے۔۔ معاذ نے اسے حفاظت سے اسے اپنی خالہ کے گھر پہنچا دیا ہے۔۔"

ان کی بات پر اٹکی سانسیں بے ساختہ ہی بحال ہوئی تھیں۔ شزا اور ردا بھاگ کر ان کی جانب بڑھیں۔ انہیں ابھی کہ ابھی بس رابیل کو دیکھنا تھا۔ بس اس سے ملنا تھا۔

"کہاں ہے اسکی خالہ کا گھر۔۔؟ مجھے لے کر جائیں عابد۔۔ مجھے میری بچی سے ملنا ہے۔ میرا دل ڈوب رہا ہے۔۔ پلیز مجھے لے کر جائیں وہاں۔۔"

اسی اثناء میں ان کا فون پیغام دیتی ٹون سے بجا تو انہوں نے تیزی سے پیغام کھول کر نگاہوں کے سامنے کیا۔ پیغام معاذ کی جانب سے تھا۔ اس نے انہیں سلوی کے گھر کا پتہ بھیجا تھا۔ اگلے پل اب وہ چاروں باہر کی جانب بڑھ رہے تھے۔ ان کی رابیل ٹھیک نہیں تھی۔۔ ان کا دل گواہی دیتا تھا کہ وہ ٹھیک نہیں تھی۔۔

"سر سلطان۔۔ وہ کچھ دیر کے لیے اپنے گھر کے آگے رکا ہے۔ کیا ہم اس سے آگے بھی اس کا پیچھا کریں۔۔؟"

معاذ کچھ دیر کے لیے اپنے گھر کی طرف رکا تھا۔ اسے خبر نہیں تھی کہ سلطان کے آدمی اس کے پیچھے یوں آئیں گے۔ شاید سلطان کو اندازہ تھا کہ ایسا انتہائی قدم وہ ضرور بالضرور اٹھائے گا، جبھی تو وہ اس کا پیچھا کرنا نہیں چھوڑ سکا تھا۔ اسے پتا تھا کہ انسان کے اندر موجود کونسی حس، کب بیدار ہوتی ہے۔

"نہیں۔۔ خاموشی سے پیچھا کرو اس کا۔ اور ہاں۔۔ جن تین آدمیوں کو تم نے اس کے ریسٹورینٹ کے باہر دیکھا تھا، ان کی کھوج بھی لگاؤ۔ میں بھی دیکھوں۔۔ کن حرام کی اولادوں نے ہاتھ ڈالا ہے ہمارے جگر پر۔۔"

"جی سر۔۔"

ان میں سے ایک نے فون کان سے ہٹایا۔ پھر دوسرے کی جانب دیکھا جو اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"سر نے کہا ہے کہ ہمیں ابھی پیچھا کرنا ہے اس کا۔ ایسے نہیں چھوڑنا اسے۔۔ ویسے ہے کون یہ۔۔؟ جس کا سر سلطان جیسے آدمی کو اس قدر ڈر ہے۔۔؟"

کھوجتی نگاہوں سے اس نے اپنے سے آگے قدرے فاصلے پر کھڑی اس کی کار کو دیکھا۔ پھر یونہی اپنے برابر بیٹھے شخص سے سوال کیا۔ جو شاید اتنا ہی بے خبر تھا، جتنا کہ وہ خود۔۔

"میں بھی نہیں جانتا اسے۔ لیکن ورک پلیس پر بہت سے لوگ جانتے ہیں اسے۔ بہت سے لوگوں سے ذکر بھی سن چکا ہوں اس کا۔ سب یہی کہتے ہیں کہ وہ تاریک دنیا کا حصہ رہا تھا لیکن پھر کسی وجہ سے سلطان نے اسے اس دنیا سے بے دخل کر دیا۔ اب وہ عام سا ریسٹورینٹ چلاتا ہے۔"

"ہاں اتنا تو میں بھی جانتا ہوں۔۔"

پہلے والے نے اثبات میں سر ہلا کر اس کی بات سے اتفاق کیا تھا۔ لیکن پھر برابر والے کی بے چین سی نگاہوں کی جنبش پر وہ پوچھے بغیر نہ رہ سکا۔۔

"کیا ہوا۔۔؟"

"میری چھٹی حس کہہ رہی ہے کہ وہ کوئی بہت انتہائی قدم اٹھانے والا ہے۔۔"

"تمہیں کیسے پتا۔۔؟"

”ہم جیسے مجرم لوگوں کے پاس اور ہوتا ہی کیا ہے سرکار۔۔“

اس کے سوال پر اس نے تلخی سے مسکرا کر سر جھٹکا تھا۔

”ہمارے پاس ہماری چھٹی حس ہی تو ہوتی ہے، جو آخر تک ہماری حفاظت کرتی ہے۔ نہیں تو ہم کب سے گولیوں کا نشانہ بن کر اللہ کو پیارے ہو جائیں۔۔“

اس کے جواب پر برابر والے نے گہرا سانس لیا تھا۔ پھر یونہی گردن پھیر کر اسے دیکھا۔

”بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ یہ۔۔ یہ آدمی زنجیر کے ساتھ بہت اچھا ہے۔۔“

اور اس کے کہنے کے ساتھ ہی معاذ ہاتھ پر زنجیر کا ایک سرا لپیٹتے ہوئے گھر سے باہر نکلا تھا۔ ان دونوں نے چونک کر ایک دوسرے کی جانب دیکھا تھا۔ پھر بے یقین نگاہوں سے اپنے سامنے موجود وجود کو۔۔ جو گاڑی کے اندر بیٹھ کر گاڑی بھگا لے جا رہا تھا۔

”زنجیر کے ساتھ اچھا ہے۔۔! مطلب۔۔؟“

”وہ شاہی کا شاگرد رہا ہے۔ اسے زنجیر سے انسان قتل کرنے آتے ہیں سلمان۔ وہ زنجیر کو بہت اچھے سے استعمال کرنا جانتا ہے اور جانتے ہو۔۔“

اس نے بہت کچھ سمجھتے ہوئے اگنیشن میں چابی گھما کر گاڑی کے جامد انجن کو حرکت دی اور تیزی سے گاڑی اس کی گاڑی کے پیچھے دوڑائی۔۔

”وہ کیوں یہ گنز استعمال نہیں کیا کرتا۔ صرف اس لیے کہ بندوق سے نکلی ہر گولی اپنا نشان چھوڑ جاتی ہے۔ ہر نکلی گولی بذاتِ خود، جرم کا ثبوت ہوتی ہے، ہر گولی اپنے چلانے والے کی گواہ ہوتی ہے لیکن زنجیر۔۔“

معاذ کے ہاتھ میں لپٹی زنجیر پر بہت سے نشان تھے۔ وہ نشان۔۔ جن کا احساس وہ بخوبی کر سکتا تھا۔

”زنجیر۔۔ کوئی گواہ نہیں چھوڑتی۔۔“!!

اور برابر میں بیٹھے شخص کو آج اندازہ ہوا تھا کہ وہ اتنا خطرناک کیسے تھا۔ لوگوں کے درمیان رہ کر شاید اس کے اندر کی یہ خصلت مر گئی ہوتی اور مر بھی جاتی۔۔ اگر جو یہ لوگ۔۔ اسے پیچھے نہ دھکیلتے۔۔ لیکن اب۔۔ اب دیر ہو گئی تھی۔۔ اب شاید بہت دیر ہو گئی تھی۔۔

اس نے ”رضا ہاؤس“ کا دروازہ پار کیا اور اسی تیزی کے ساتھ آگے بڑھتا گیا۔ اس کا سپاٹ اور بے جان چہرہ ویسا ہی تھا۔۔ یخ۔۔ ہر قسم کے جذبات سے عاری۔۔ خالی سا۔۔

لاؤنج ہی میں اسے وہ تین تن و مند سے آدمی نظر آ گئے تھے۔ زینوں سے ارحم قدم قدم اتر رہا تھا۔ اس نے ہاتھ میں قید زنجیر زور سے جکڑی۔ اس کی آنکھیں لمحے بھر میں سرخ ہو گئی تھیں۔ وہ جو آرام سے زینے اتر رہا تھا، اسے یوں سامنے دیکھ کر اگلے ہی پل چونکا۔ زینوں کے عین اوپر سے اترتیں صائمہ بھی اپنی جگہ پر ساکت ہوئی تھیں۔ اسے دیکھ کر لاؤنج میں براجمان وہ تین مرد بے ساختہ اٹھے تھے لیکن اس کی خون آشام آنکھیں، ارحم پر ساکت تھیں۔

"تم۔۔ تم میرے گھر میں کیسے آئے۔۔؟"

اور اس نے جواب دیئے بنا بھاگ کر درمیانی فاصلہ عبور کیا تھا۔

"پکڑو اسے۔۔"

وہ یکدم چیخا تو تینوں مرد معاذ پر جھپٹے۔ اس نے گھما کر بھاری زنجیر سے وار کیا تو ایک لڑھک کر دور جا گرا۔ دوسرے کے گلے میں اس نے اگلے ہی لمحے زنجیر کا بل دیا تو وہ سانس رکنے پر مچلنے لگا۔ اس نے جیب میں اڑسا چھوٹا سا تیز دھار چاقو نکال کر اس کے ہاتھ میں گاڑا تو وہ بے ساختہ بلبلا کر نیچے گرا۔ تیسرا مرد اب کہ کانپ رہا تھا۔۔ اس نے لات مار کر قدموں میں گرے آدمی کو پرے کیا۔۔ پھر پیشانی پر ابھرا پسینہ جیکٹ کی آستین سے رگڑا۔ اس پر جیسے حیوانیت طاری ہو گئی تھی۔۔ اس نے قدم آگے بڑھائے لیکن اس کی نوبت ہی نہیں آئی۔ آگے والا چلاتا ہوا ڈر کر دروازے سے باہر بھاگ چکا تھا۔ اگلے ہی لمحے اب اس کی نگاہیں زینوں کی جانب اٹھیں تو ارحم کی گردن پر پسینے کی بوندیں پھوٹ نکلیں۔ اسے اپنی موت آج سامنے ہی نظر آ رہی تھی۔

"میں نے منع کیا تھا ناں تمہیں ارحم۔۔ کہ اس سے دور رہنا۔ لیکن تمہیں میری بات سمجھ نہیں آئی۔ پتا نہیں تم لوگوں کو زبان کی بات سمجھ کیوں نہیں آتی۔۔"!

"میرے گھر سے ابھی کہ ابھی دفع ہو جاؤ۔ میرے بیٹے نے نہیں، بلکہ تمہاری بیوی نے اکسایا ہے اسے ایسی حرکت کرنے پر۔۔"

صائمہ کی پھنکار پر اس نے آنکھیں لمحے بھر کو بند کی تھیں۔ تیرہ سال قبل کی داستان شاید پھر سے دہرائی جارہی تھی۔ وہ اس کی ماں پر بھی یونہی الزام لگا رہی تھی اور اس کی ماں۔۔ اس کی ماں کا گھٹتا سانس اسے بھی سانس کے ساتھ دشواری دینے لگا تھا۔

"میں نے کہا تھا کہ اس سے دور رہو۔۔"!

وہ چیخا تھا۔۔ گردن کے آس پاس بچھی نسیں ابھر کر سرخ ہو رہی تھیں۔ اس کے ہاتھ میں قید زنجیر اس قدر سختی سے کسی ہوئی تھی کہ اس کا خون رکنے لگا تھا۔ رگوں میں جیسے کوئی کڑوا سیال گھول رہا تھا۔

"تم جیسے غنڈے موالی سے ہم ڈرنے والے نہیں ہیں۔ دفع ہو جاؤ اپنی نحوست لے کر ابھی کہ ابھی۔۔"

وہ اب بھی باز نہیں آئی تھیں۔ اس نے قدم زینوں کی جانب بڑھائے تو زمین پر گرے آدمی نے ہاتھوں سے اس کے قدموں کو جکڑا۔۔ وہ اگلے ہی پل منہ کے بل گرا تھا۔ ارحم نے تیزی سے نیچے اتر کر اس کے ہاتھ سے زنجیر چھیننی چاہی تو اس نے اسی تیزی سے اس کا گریبان پکڑ کر اسے زمین پر گھسیٹا تھا۔ وہ توازن برقرار نہ رکھنے کے باعث بری طرح، الجھ کر گرا۔

اس نے قدم جکڑنے والے کو گھوم کر زوردار مکا مارا تھا۔ اتنی زور سے کہ، اس کی اپنے ہاتھ کی اوپری جلدی پھٹ چکی تھی۔ وہ ناک پر بھاری مکا لگنے کے باعث اگلے ہی پل بلبلا کر دور ہوا تھا۔ ارحم اٹھ کر اوپر کی جانب بھاگا تو اس نے اس کے قدموں میں زنجیر پھنسا کر گرایا۔ اس کا منہ بری طرح سے زینوں سے ٹکرایا تھا۔ اگلے ہی پل اسے

کوئی بھی موقع دیئے بغیر وہ اسے گریبان سے گھسیٹ کر اٹھا رہا تھا۔۔ پھر ایک زوردار مکا اس کی زخمی کنپٹی پر مارا۔۔ ارحم کے سر پر لمحے بھر کو سارا گھر گھوم کر رہ گیا تھا۔

"چھوڑو۔۔ چھوڑو میرے بیٹے کو جانور۔۔"

صائمہ نے اس کے فولادی ہاتھوں کو ارحم کے گریبان سے جھٹکنا چاہا تو اس نے ایک ہاتھ جھٹک کر انہیں دور دھکا دیا۔ قوت سے دھکا لگنے پر وہ دور جا گری تھیں۔

"کیوں کیا تم نے ایسا۔۔؟ کیوں تکلیف دی تم نے اسے۔۔؟"

وہ ایک ہی بات دہراتا، اسے گھسیٹتا ہوا دیوار تک لایا اور اس کے سر کو پوری قوت سے دیوار میں دے مارا۔۔ ارحم کے سر سے اب خون کا ایک فوارہ بہہ نکلا تھا۔ اسکے سامنے ساری دنیا گھومنے لگی تھی۔

"میں نے منع کیا تھا ناں۔۔"!

اس نے جمے ہاتھ کا مکا اس کے جبڑے پر مارا تو خون کے بہت سے چھینٹے اڑے۔ لہو میں لتھڑے بہت سے دانت ٹوٹ کر گرے تھے۔

"آج کے بعد کسی کے ساتھ تم اس طرح کا کوئی بھی عمل کرنے کے قابل نہیں رہو گے۔۔"

اس نے اسے ایک جانب دھکا دے کر زمین بوس کیا تھا پھر اپنی گری زنجیر لینے پیچھے کو مڑا۔ خون آلود ہاتھ پر زنجیر کا ایک سرا باندھا۔۔ سرد نگاہوں سے اس کا نیم مردہ وجود دیکھا۔ بکھرے بالوں والی رابیل اگلے ہی لمحے اس کے سامنے گھومی تھی۔ اس کا خیال آتے ہی اس کی کنپٹیوں میں خون ایک بار پھر سے ٹھوکریں مارنے لگا تھا۔ اس نے

دانت جما کر، اس کے گلے میں زنجیر کسی اور دونوں ہاتھوں کو پوری طاقت کے ساتھ پیچھے کی جانب کھینچا۔ وہ قاتل نہیں تھا۔۔ لیکن شاید آج۔۔ آج وہ قاتل بننے جا رہا تھا۔۔ وہ نہ تو رابیل کا معاذ لگ رہا تھا اور نہ ہی حبیبہ کا۔ بلکہ ابھی تو وہ معاذ ہی نہیں لگ رہا تھا۔

اسی پل داخلی دروازے سے سلطان داخل ہوا اور پھر اسے دیکھ کر چند لمحے کے لیئے اپنی جگہ ہی جم سا گیا۔ ارحم کے حلق سے اب غرغر کی آوازیں آنے لگی تھیں۔ اس نے گردن کے گرد لپٹی زنجیر اور زور سے جکڑی تو وہ پیر رگڑنے لگا۔۔ معاذ پسینے سے شرابور ہونے لگا تھا۔۔ اس کے ماتھے پر گرتے بال اس ٹھنڈ میں بھی پسینے کے باعث ماتھے پر چپک گئے تھے۔ ہاتھوں کی نسیں طاقت لگانے پر ابھرنے لگی تھیں۔

وہ تیزی سے بڑھا اور اسے ارحم سے الگ کیا۔ اس نے سلطان کا ہاتھ جھٹکا تو اس نے جواباً پوری قوت سے اس کے رخسار پر چانٹا رسید کیا تھا۔ وہ لڑھکتا ہوا پیچھے کو گرا۔ ارحم اب بے دم ہو کر سانسیں لے رہا تھا۔ معاذ ایک بار پھر سے اس پر جھپٹنے کے لیئے اٹھا تو سلطان نے اسے گریبان سے جکڑا۔۔

”چھوڑو مجھے۔۔ میں اس کمینے کا خون پی جاؤں گا۔۔ زندگی تباہ کی تھی اس کی ماں نے میری۔۔ اور اب یہ میری زندگی مجھ سے چھین رہا تھا۔۔“

”ہوش میں آؤ معاذ۔۔ انسان بنو۔۔“

اس نے اسے پیچھے دھکا دے کر ارحم سے دور ہٹایا تھا۔ وہ بے دم قدموں کے ساتھ پیچھے کو گرا۔ اس کا طاقتور جسم، بے حد تھک گیا تھا۔ اور یہ تھکن آج کی نہیں تھی۔ یہ تھکن برسوں کی تھی۔۔ برسوں سے اس کے ساتھ تھی۔

”میں دیکھ لونگا انہیں۔۔ تم جاؤ۔۔ اسے سنبھالو۔۔ اسے سب سے زیادہ ضرورت ہے ابھی تمہاری۔۔“

اور وہ جیسے یکدم ہی ہوش میں آیا تھا۔ چونک کر سلطان کی جانب دیکھا۔ وہ فکر مند نگاہوں سے اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

”تم کیا کر رہے ہو یہاں۔۔؟“

”تمہیں قاتل بننے سے باز رکھ رہا ہوں۔“

”یہ میرا معاملہ ہے سلطان۔۔ دور رہو اس سے۔۔ میں اسے اپنے ہاتھوں سے قتل کرونگا۔۔ اپنے ہاتھوں سے اس کی لاش کتوں کے آگے ڈالونگا میں۔۔“

”اچھا۔۔ اور پھر اپنی ماں کو کیا منہ دکھاؤ گے۔۔؟“

”مجھے کسی کی پرواہ نہیں ہے۔۔“

اس نے لرزتے ہاتھ سے اسے پرے ہٹایا تھا لیکن وہ ایک بار پھر سے اس کے درمیان آ کھڑا ہوا تھا۔ اس کی سرخ نگاہوں کے سامنے بار بار اندھیرا چھانے لگا تھا۔ شاید کچھ تھا جو اس کے اندر آہستہ آہستہ ڈوبتا جا رہا تھا۔

”اور وہ لڑکی۔۔ وہ لڑکی جس سے محبت کرتے ہو تم۔۔ اسے کون دیکھے گا پھر۔۔؟ تم تو اسے مار کر خود بھی موت کے گھاٹ اتر جاؤ گے اور وہ۔۔ وہ کہاں کہاں تک پھر اس جیسے لوگوں سے اپنی حفاظت کرے گی۔۔؟“

اس کی زخمی سی چوٹ پر اس کا ادھڑا زخم تکلیف دینے لگا تھا۔ اس نے اسے گلابی آنکھوں سے دیکھا تھا۔

”کس نے کہا کہ میں موت کے گھاٹ اتر جاؤ نگا۔ ہزاروں قاتل زندہ ہیں۔۔ زندہ رہتے ہیں۔۔ میں بھی زندہ رہونگا۔۔“

اس کی غراہٹ پر سلطان مسکرایا تھا۔ پھر اس کی سرمئی آنکھوں میں جھانکا۔ ہاں بس۔۔ وہ آنکھیں ہی آج تک نہیں بدلی تھیں۔

"لیکن اس لڑکی کا ساتھ تمہیں کبھی میسر نہیں آئے گا۔۔"

"مجھے پتا ہے کہ میں نہیں رہونگا اس کے قابل اور میں اپنی اس خواہش کا گلا گھونٹ کر یہاں تک آیا تھا سلطان۔ میں جانتا ہوں کہ وہ میری نہیں رہے گی اور اسے میرا رہنا بھی نہیں چاہیئے۔ میرے جیسا سیاہ انسان اس کے حصے میں نہیں آسکتا۔۔"

اسی اثناء میں اسکا فون بجا تھا۔ اس نے جیب سے موبائل نکالا اور پھر جگمگاتا نمبر دیکھ کر وہ رک سا گیا۔ سلوی کا نمبر جگمگا رہا تھا۔۔ اس نے فون بنا اٹھائے جیب میں اڑسنا چاہا تو سلطان نے اس کے ہاتھ سے فون جھپٹ کر، کال رسیو کی۔ دوسری جانب سے ایک آواز ابھری تھی۔۔ لرزتی ہوئی، سہمی سی آواز۔۔! کھلے اسپیکر سے باہر کو گرتی وہ آواز اس سرد سے گھر میں تحلیل ہونے لگی تھی۔

"معاذ۔۔"

وہ رو رہی تھی۔ اس کے خون آلود سے ہاتھ بے دم ہو کر پہلوؤں میں آ گرے۔ ایسے ہی کسی طاقتور لمحے میں حبیبہ کی بہتی آواز اسے روک لیا کرتی تھی۔۔ کیوں تھیں آخر یہ دونوں عورتوں ایک سی۔۔؟ وہ جانور بننا چاہتا تھا لیکن وہ دونوں اسے کبھی جانور بننے نہیں دیتی تھیں۔

"ک۔۔ کہاں ہو تم۔۔؟"

اس کے ہاتھ میں لپٹی زنجیر ڈھیلی پڑنے لگی تھی۔ کوئی شے کمزور نہیں کرتی انسان کو سوائے۔۔ہاں۔۔ سوائے محبت کے۔۔

”واپس آجاؤ معاذ۔۔مجھے ڈر لگ رہا ہے۔۔ تم نے کہا تھا کہ تم اب اچھے انسان بن کر رہو گے۔۔ پلیز واپس آجاؤ۔۔ کوئی انتہائی قدم مت اٹھانا۔۔“

اور رابیل کی ابھرتی سسکی پر اس کے ہاتھ سے زنجیر چھوٹ کر زمین پر گر چکی تھی۔ کیا وہ اب کوئی قدم اٹھا سکتا تھا۔۔؟ حبیبہ اور رابیل کے سامنے وہ بے بس تھا۔

”مجھے بہت زخم آئے ہیں لیکن تم۔۔ تم کوئی زخم خود کو مت لگانا۔ مجھ سے دیکھا نہیں جائے گا۔۔ جانتے ہو ناں کتنی کمزور ہوں میں۔۔“

وہ آہستہ سے زمین پر بیٹھا تو سلطان نے اگلے ہی لمحے رابطہ منقطع کر دیا۔ وہ بھی اس کے ساتھ بیٹھا۔ پھر اس کے سر پر ہاتھ پھیرا۔

”میں جانتا ہوں تم زخمی ہو۔ تمہارے زخم بہت گہرے ہیں لیکن وہ لڑکی۔۔ وہ لڑکی انتظار کر رہی ہے تمہارا۔ اسی معاذ کا جسے وہ کھو چکی تھی۔ اب تم قاتل بن کر پلٹو گے تو اس پر کیا گزرے گی۔۔؟ سوچو ذرا۔۔“

اس نے خالی خالی سا چہرہ اٹھا کر اسے دیکھا تھا۔

”انہیں میں دیکھ لوں گا۔۔ تم بس واپس پلٹ جاؤ۔۔ یہ اپنے انجام کو پہنچیں گے۔ کسی اور عدالت سے نہیں، بلکہ سلطان کی عدالت فیصلہ سنائے گی انہیں۔ تم جاؤ بچے۔ انسان ہو۔ انسان رہو۔۔ شیطان مت بنو۔۔“

اور اس کے رگ و پے میں اگلے ہی لمحے خاموشی پھیل گ ئی تھی۔ ایک نظر اس نے سامنے کراہتے ارحم پر ڈالی تھی۔ دوسری نگاہ دور گری صائمہ پر ڈالی۔ بہت خاموش نگاہ تھی وہ۔ سفید ٹائلز پر گرے بہت سے لہو کے ساتھ وہ بھی تھکا ہارا سا زمین پر بیٹھا تھا۔ پھر اس کی گردن میں گلٹی ابھر کر معدوم ہوئی۔ گلابی پڑتی بصارت میں اب صرف تکلیف تھی۔ جانے کیوں۔۔ اسی لمحے حبیبہ بہت یاد آنے لگی تھیں۔

"انہوں نے مجھے کہا تھا کہ میں ہر ظلم کو معاف کر دوں۔ لیکن ہمیشہ میں ہی کیوں معاف کروں سلطان۔۔؟ ظلم تو معاذ کے ساتھ بھی ہوا ہے۔۔ پھر ہر دفعہ میں ہی کیوں اپنے اندر پلتے زخم ادھیڑوں۔۔؟ ہمیشہ میں ہی کیوں۔۔؟"

اس کی لرزتی آواز پر سلطان نے گہرا سانس لیا تھا۔ پھر اس کے بازو کو اپنی ہتھیلی میں جکڑا۔ اس نے سرمئی آنکھوں کا زاویہ اس کی جانب پھیرا تھا۔

"وہ انتظار کر رہی ہے تمہارا۔۔ جاؤ۔۔"

دھیرے سے کہا۔ اگلے ہی پل وہ لرزتے قدموں سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ چند قدم چل کر ارحم کے برابر میں گری زنجیر جھک کر اٹھائی۔ ایک نگاہ اس پر ڈالے بغیر اس نے باہر کی جانب رخ پھیرا اور خاموشی سے داخلی دروازے کی جانب بڑھ گیا۔ سلطان نے سکون کا سانس خارج کر کے سر جھکایا تھا۔ اگر جو وہ ذرا سی بھی دیر کر دیتا تو شاید معاذ کو کبھی واپس نہ لا سکتا۔ پیچھے کھڑا "رضا ہاؤس" گہری خاموشی میں ڈوب گیا تھا۔ اگلے ہی پل وہ اٹھا اور پھر دور گرے ارحم کو گریبان سے اٹھا کر کھڑا کیا۔۔ پھر اسے گھسیٹتا ہوا باہر کی جانب بڑھا۔ اسے پتا تھا کہ ایسے لوگوں کے ساتھ کیا کرنا تھا۔ شاید اب کبھی ارحم کو صبح کا سورج دیکھنا تک نصیب نہ ہو۔۔ یہ ان کا قانون تھا۔۔ ان کا انصاف تھا۔۔

دوسری جانب اب وہ گاڑی ڈرائیو کرتا، سلویٰ کے گھر جانے کے بجائے۔۔ قبرستان جارہا تھا۔۔اپنی ماں سے ملنے۔۔ وہ جو اسے اپنے آخری لمس سے قید کرگئی تھیں۔۔ آج وہ اس لمس سے آزادی چاہتا تھا۔۔اس نے زخمی ہاتھ سے اسٹیرنگ وہیل مضبوطی سے تھاما اور پھر رفتار تیز کرتا آگے بڑھ گیا۔۔

سلویٰ کے گھر پر اب سب اکھٹا تھے۔کچھ دیر پہلے ہی رابیل کو ہوش آیا تھا۔اس کے ماؤف ذہن کو مزید کسی آزمائش کا شکار کیئے بنا، عابد اور وقار لاؤنج میں آبیٹھے تھے۔اس کی حالت ان دونوں کے لیئے گہری اذیت کا باعث تھی۔اندر اب وہ اسکا لباس تبدیل کرواکر رابیل کو دوبارہ بستر پر لٹارہے تھے۔رامین کے لبوں سے تو شکر کا کلمہ جاتا ہی نہ تھا۔ساتھ ساتھ اس کی شکستہ حالت دیکھ کر لمحہ بہ لمحہ ان کے آنسو بھی بہہ رہے تھے۔اس کے زخموں کو سلویٰ پہلے ہی ٹریٹ کرچکی تھی۔اسی لیئے اب وہ کمزوری محسوس کرتی، لیٹی ہوئی تھی۔

ردا، سلویٰ کے ساتھ کچن میں کھڑی چائے کی ٹرالی پر کپ رکھ رہی تھی۔ساتھ ساتھ وہ سلویٰ کو بھی چوری چھپے دیکھ لیتی۔وہ اتنی خوبصورت اور نرم تھیں کہ انہیں دیکھ کر دل ہی نہ بھرتا تھا۔ساتھ ساتھ ان کی وہ فکرمند سی آواز بھی اسے سکون دے رہی تھی۔

"اللہ کا شکر ہے، ہماری رابیل بالکل ٹھیک ہے۔اب سب ٹھیک ہے۔شکر ہے اللہ تعالیٰ کا۔۔"

"آپ معاذ بھائی کی خالہ ہیں۔۔؟"

اس کے اس پوچھنے پر وہ ہلکا سا مسکرائیں پھر اثبات میں سر ہلایا۔ردا بھی مسکرائی تھی۔

”رابی نے ذکر کیا تھا ایک بار آپ کا۔ لیکن مجھے لگا کوئی خاتون ہو نگی بڑی سی عمر کی۔ مجھے نہیں پتا تھا کہ آپ ہیں۔“

اس کی بات پر انہوں نے نرم یخ ہاتھ سے اس کا گال تھپکا تھا۔ پھر چائے کی ٹرالی گھسیٹتیں لاؤ نج تک لائی یں۔ عابد صاحب بمشکل اپنا ابلتا طیش قابو کی ئے وقار سے بات کر رہے تھے۔

”مجھے نہیں پتا تھا کہ ارحم اور صائی مہ۔۔ اس حد تک بھی گر سکتے ہیں۔۔ خیر ہے۔۔ دیکھ لو نگا میں سب کو۔۔ بچ کے کہاں جائی یں گے مجھ سے۔ سارے جگ میں اگر ان کی عزتوں کا جنازہ نہ نکال دیا تو عابد نام نہیں میرا۔۔“

وہ عموماً طیش میں نہیں آیا کرتے تھے۔ لیکن ابھی جو رابیل اور شہزا کی حالت تھی، وہ ان کے لی ئے نا قابلِ برداشت ہو رہی تھی۔ ان کا بس نہ چلتا تھا کہ ارحم کا سر کچل کر چوک پر لٹکا دیں۔

”وہ ہمیشہ سے ہی اتنے گھٹیا تھے عابد۔ اللہ کا شکر ہے ہماری بچی بچ گ ئی ایسے لوگوں سے۔ پتا نہیں وہ کیا کرتے ہماری لڑکی کے ساتھ۔۔“

وقار تو رہ کر اللہ کا شکر ادا کر رہے تھے۔ رابیل کے تحفظ سے زیادہ ان کے لی ئے ابھی کچھ بھی اہم نہیں تھا۔

”لیکن اس قدر گھٹیا پن پر اترنے کی وجہ کیا ہو سکتی ہے بھائی صاحب۔۔؟ پہلے تو کبھی اس نے اس طرح کا کوئی تاثر نہیں دیا۔“

اسی پہر شہزا کمرے سے باہر نکلی تھی۔ منہ ہاتھ دھونے کے بعد، بالوں کو پونی میں جکڑے، اب وہ پہلے سے کافی حد تک بہتر اور سنبھلی ہوئی لگ رہی تھی۔

”انہیں اپنی کمپنی کو سہارا دینا تھا بابا۔۔ وہ بھی آپ کے پیسوں سے۔۔“

اس کے یکدم بولنے پر جہاں سلویٰ اور ردا نے سر اٹھایا تھا، وہیں عابد اور وقار بھی چونکے تھے۔

"ارحم بھائی رابیل کو ہراساں کرنے کے بعد مجھے کافی عرصے سے تنگ کر رہے تھے بابا۔ میں نے کسی کو نہیں بتایا، لیکن معاذ بھائی جانتے تھے اس سب کے بارے میں۔ اور انہوں نے مجھے روکا بھی تھا ان سے بات کرنے سے۔ لیکن رابیل کو اس بارے میں پتا چل گیا۔ مجھے بھی ارحم بھائی کافی عرصے سے بلا رہے تھے۔۔ شاید اسی گھٹیا پن کے لیے جس کا مظاہرہ انہوں نے رابیل کے ساتھ کیا۔ پھر میں اور رابی ان سے بات کرنے گئے اور وہاں ہمیں اندازہ ہوا کہ انہیں ہم میں نہیں۔۔ انہیں آپ کے پیسے میں دلچسپی ہے بابا۔۔ عباد انکل کے نکمے پن کی وجہ سے کمپنی ڈوب رہی ہے اور انہیں اسے سہارا دینے کے لیے آپ کے پیسے درکار ہیں۔۔ انہیں کبھی ہم سے رشتہ بنانے میں دلچسپی نہیں تھی۔ انہیں ہمیشہ سے آپ کے پیسوں میں دلچسپی تھی۔۔"

ایک ہی سانس میں بول کر وہ خاموش ہوئی تو پل بھر کے لیے لاؤنج میں سناٹا چھا گیا۔ سب دم سادھے بیٹھے تھے۔ کمرے کا دروازہ کھول کر رامین بھی باہر نکل آئی تھیں۔

"اسی لیے، وہ ہمیشہ رابیل کے پیچھے آتے تھے۔ اسی لیے ارحم بھائی میرا پیچھا کر رہے تھے۔ معاذ بھائی اس مسئلے سے خود نبٹنا چاہتے تھے لیکن میری اور رابیل کی بیوقوفی کی وجہ سے ہم یہاں تک پہنچے۔ سوری ٹو سے لیکن آپ کی بہن، انسان کہلانے کے لائق نہیں ہے بابا۔ شاید دادی بھی انسان کے کہلانے کے لائق نہیں تھیں۔۔"

اس کی آنکھ سے آنسو ٹوٹ کر گرا تھا۔ اسے اب سمجھ آیا تھا کہ ہمیشہ رابیل، تائی کے بارے میں بات کرتے کرتے کیوں رو پڑتی تھی۔ ہاں۔۔ اس کا اندازہ اسے آج ہوا تھا۔ عابد نے نم آنکھوں سے بکھری سی شزا کی جانب دیکھا۔۔ کیا وہ کچھ غلط کہہ رہی تھی۔۔؟ ہر گز نہیں۔

"جو ہو گیا۔۔ وہ ہو چکا۔۔ اب جو ہونا ہے۔۔ بس فکر اسکی کرو بچے۔۔ جو حبیبہ نے گزارا، ہماری رابیل بچ گئی وہ سب سہنے سے۔ اللہ کا احسان ہے ہماری ذات پر یہ۔۔"

وقار نے کھنکھار کر دکھتے گلے کے ساتھ کہا تو وہ اور رونے لگی۔ کچھ دیر پہلے گزرے واقعے کے باعث وہ پوری طرح سے ہل کر رہ گئی تھی۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ چیخ چیخ کر روئے۔ اس سیاہ فام کی نگاہیں اپنے جسم پر اسے اب تک محسوس ہو رہی تھیں۔

"میں دیکھ لونگا ان میں سے ایک ایک کو۔ میری پیٹھ پیچھے، میری پشت پر گھاؤ لگانے والوں کو میں کبھی نہیں چھوڑا کرتا۔ وہ بھی اپنا انجام بھگتیں گے اور میں اس بات کو یقینی بناؤ نگا کہ وہ جہنم تک اس انجام کو یاد رکھیں۔۔"

ان کی پھنکار پر جہاں رامین کا دل دہلا تھا وہیں وقار نے ان کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر، انہیں تھمنے کا اشارہ کیا تھا۔

"میں نے کہا ناں کہ ابھی ہمیں صرف رابیل کے بارے میں سوچنا ہے۔ ان مسائل سے ہم بات میں نبٹیں گے اور تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ معاذ خود ہی ڈیل کر لے گا ان سب باتوں سے۔ تم اپنا بلڈ پریشر نہ ہائی کرو۔۔"

ان کے نرمی سے کہنے پر عابد نے ضبط سے مٹھی بھینچ کر آنکھیں موندی تھیں۔ بیٹی کا باپ ہونا انہیں پہلے کبھی اتنا کمزور نہیں کر گیا تھا جتنا کہ ابھی۔۔ اس لمحے کر گیا تھا۔۔

"اور شزا بچے۔۔ یہاں آؤ۔۔ روتے نہیں ہیں۔۔ اللہ بہت مہربان ہے۔ مہربانی کرنے والا ہے۔"

وہ بے تحاشہ ابلتے آنسو رگڑتی آگے بڑھی تو وقار نے اٹھ کر اسے خود سے لگایا۔ سمجھ نہیں آتا تھا کہ سوتیلا کون تھا۔۔؟ پھپھو یا پھر تایا۔۔! وہ جو خون کے رشتوں سے منسلک ہونے کے باوجود بھی غیروں سے بھی گرا ہوا برتاؤ کر رہے تھے، وہ۔۔ یا پھر یہ۔۔ جو سوتیلا ہونے کے باوجود بھی اپنا ہونے کا ثبوت دے رہے تھے۔

"بس۔۔ اب نہیں رونا تم نے۔۔ رابیل زیادہ بری حالت میں ہے۔۔ اگر اس کے سامنے رؤ گی تو پھر وہ کیسے ریکور کر پائے گی۔؟ مجھے پتا ہے کہ تم اس سے زیادہ مضبوط ہو۔۔ چلو اب مضبوط بن کر دکھاؤ۔۔"

ان کے پچکارنے پر جہاں نم آنکھیں لیے رامین اداسی سے مسکرائی تھی، وہیں سلویٰ نے مسکرا کر شزا کو دیکھا تھا۔ وہ اب تایا کے ساتھ ہی لگی صوفے پر بیٹھی تھی۔ وہ اس سے دھیرے دھیرے، ہلکی پھلکی باتیں کر رہے تھے اور وہ سرخ ناک، نم آنکھیں لیے سر اثبات میں ہلا کر جواب دے رہی تھی۔ عابد ایک جانب بالکل خاموش ہو کر رہ گئے تھے۔ جن رشتوں کو ہمیشہ وہ پیچھے دھکیلتے آئے تھے، آج وہی رشتے ان کے ساتھ شانہ بشانہ کھڑے تھے۔ شاید اسی کو احساس کا رشتہ کہتے ہیں۔۔ وہ رشتہ جو، خون کے رشتے کو مات دے دیا کرتا تھا۔

اس پرانے طرز کے بنے لاؤنج میں بہت سی سکینت ایک بار پھر سے گھلنے لگی تھی۔ سلویٰ اب سب کو چائے سرو کر رہی تھی۔ اور ردا ان کی مدد کروا رہی تھی۔ رامین عابد کے ساتھ خاموشی سے آ بیٹھی تھیں اور شزا اب تک تایا سے چھوٹی چھوٹی باتیں کر رہی تھی۔ رابیل کمرے میں لیٹی، خالی خالی نگاہوں سے چھت کو تک رہی تھی۔

”کیوں نہیں آیا وہ اب تک۔۔؟ کیا اسے نہیں پتا کہ مجھے اس کی ضرورت ہے۔۔؟ کہاں ہے وہ۔۔؟ کہاں ہو گا وہ۔۔؟“

اس نے ابلتے آنسوؤں کو ہاتھ کی پشت سے رگڑا اور پھر بمشکل کروٹ لے کر لیٹ گ ئی۔ کمر میں اٹھتے درد اور زخمی پیروں کی جلن، جیسے اس کی روح تک میں سرایت کرنے لگی تھی۔

”میں تمہیں یاد کر رہی ہوں۔ پلیز واپس آ جاؤ۔۔“

اس کی آنکھ سے آنسو ٹوٹ ٹوٹ کر گرنے لگے تھے۔ اس کا جنگلی خر تکلیف میں تھا۔۔ وہ تو اس سے کہیں وقت پہلے سے اس اذیت کا شکار ہو رہا تھا۔۔ اس کہف میں قید لمحوں کے دوران جانے اس نے کتنے زخم سہے تھے۔ کیا وہ کبھی اسے اپنے زخموں کا مرہم بنائے گا۔۔؟ کیا کبھی وہ اس کے ساتھ نارمل رہ پائے گا۔۔؟ کیا کبھی۔۔۔ اور اب اسکا سر یہ باتیں سوچ سوچ کر پھٹا جا رہا تھا۔ اس نے جلتی آنکھیں موندی اور خاموشی سے گرتے آنسو سمیٹنے لگی۔۔

وہ شام کے ڈھلتے سایوں تک اس قبر کے پاس خاموشی سے بیٹھا ہوا تھا۔ آس پاس پھیلی خنکی میں، خاموشی کی گہری رمق بخوبی محسوس کی جا سکتی تھی۔ پھر وہ آہستہ سے اٹھا۔۔

”ٹھہر جاؤ معاذ۔۔“

کسی پرانے منظر نے لمحے بھر میں اسے قید کر لیا تھا۔ وہ جو آگے بڑھنے لگا تھا، وہیں ٹھہر گیا۔۔

”جانتے ہو۔۔ جو قرآن پڑھتے ہیں۔۔ وہ کبھی تنہا نہیں رہتے۔ اللہ کبھی انہیں تنہا نہیں کرتا۔۔ وہ جو خود کو انسان بناتے ہیں۔۔ انتہاؤں پر رہنے کے بجائے، سادگی اپناتے ہیں۔۔ وہی کامیاب لوگ ہوتے ہیں۔۔“

تیرہ سالہ معاذ کے بالوں میں ہاتھ پھیر کر حبیبہ نے نرمی سے کہا تھا۔ اس نے قدم آگے بڑھائے۔۔ لیکن وہ گزرا منظر۔۔ وہ منظر اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگا تھا۔

”قرآن پڑھنے والے کامیاب ہوتے ہیں ماں۔۔؟“

”بالکل۔۔ وہی کامیابی کے حقدار ہیں۔۔“

”لیکن پھر وہ کون لوگ ہوتے ہیں جو اس قرآن کو تھام کر چھوڑ دیتے ہیں۔۔؟ کیا ایسے لوگوں کا کوئی حصہ ہے آخرت میں۔۔؟“

اس کے معصوم سے سوال کا مطلب ہرگز بھی معصوم نہیں تھا۔ حبیبہ کی گود میں سر رکھے معاذ نے، ان کی خاموشی پر انہیں آنکھیں اٹھا کر دیکھا تھا۔ وہ اسے ہی دیکھ رہی تھیں۔ پھر ان کی آنکھ سے ایک آنسو ٹوٹ کر اس کے گال پر گرا۔

قبرستان سے دور جاتے معاذ نے، اپنے رخسار پر ہاتھ پھیر کر اس آنسو کی نمی محسوس کی تھی۔

”نہیں۔۔ ان کا آخرت میں پھر کوئی حصہ نہیں ہوتا۔۔“

"اور اگر کوئی اسے چھوڑ کر دوبارہ تھام لے۔۔ کوئی اس سے بھٹک کر دوبارہ ہدایت کی جانب آجائے۔۔ تو کیا اللہ ایسے کسی انسان کو قبول کرتا ہے ماں۔۔؟"

اس نے پوچھا تو وہ جانے کیوں چند پل کے لیے کسی لمحے کے سحر میں کھوئی نظر آئی یں۔

"اللہ قبول کرلیتا ہے بچے۔۔"

"اور انسان۔۔؟"

اس کی برجستگی اس عمر میں بھی اپنے عروج پر تھی۔ وہ جو سحر میں گھرنے لگی تھیں، یکدم جاگیں۔ چونک کر اسے دیکھا۔۔ اس نے بھی لمحے بھر کو مڑ کر قبرستان کی جانب دیکھا تھا۔۔ جانے اس قبرستان سے نکلتے وقت ہمیشہ وہ ایک بار پیچھے مڑ کر کیوں دیکھا کرتا تھا۔۔ اسے پتا تھا کہ یہ ایک لمحہ۔۔ یہ پیچھے مڑ کر دیکھنے والا ایک لمحہ بہت اذیت ناک ہوا کرتا تھا۔۔ اسے اس بات کا علم تھا۔۔ لیکن وہ پھر بھی مجبور تھا۔۔ کچھ چیزوں پر انسان کا اختیار کبھی نہیں ہوا کرتا۔۔

"انسان قبول نہیں کیا کرتے بچے۔۔"

اس نے زخمی ہاتھ کی ہتھیلی نگاہوں کے سامنے کی۔ اس ہتھیلی پر وہ یخ سا لمس آج بھی سلگ رہا تھا۔ ایک پل کو چہرہ موڑ کر اس نے دوبارہ پیچھے دیکھا تھا۔ حبیبہ کی نم آنکھوں میں نمی اب کہ واضح ہونے لگی تھی۔

"اور اگر کبھی کوئی انسان تمہیں قبول نہ کرے تو بچے۔۔ اللہ کی جانب پلٹ جانا۔۔ وہ کبھی تمہیں دھتکارے گا نہیں۔۔ وہ کبھی تمہیں مایوس نہیں کرے گا۔۔ وہ کبھی تمہیں بھولے گا نہیں۔۔ وہ کبھی تمہیں۔۔"

اس نے چہرہ واپس پھیرا۔ حبیبہ کی نم آنکھوں سے برستے آنسو جا بجا اس کے چہرے پر گرنے گے تھے۔

”وہ کبھی تمہیں گمراہ نہیں کرے گا۔ میں دعا کرونگی کہ وہ تمہیں کہف کی سی پناہ میں رکھے۔“

اس نے بڑھتے قدموں کی دھول کے ساتھ حبیبہ کو آخری دفعہ خدا حافظ کہا تھا۔ اس کے ٹیبل پر رکھی، قدیم زرد اوراق پر اک غزل تحریر تھی۔ بہتی ہوا سے پھڑ پھڑاتے وہ اوراق بہت سے لفظ واضح کرنے لگے تھے۔۔

میں محبت کرتا ہوں آپ سے ماں۔۔

میں یاد کرتا ہوں آپ کو ماں۔۔

میں روتا ہوں۔۔

میں ایک چھوٹا بچہ ہوں۔۔

میں ایک چھوٹا بچہ تھا۔۔

میں نے ڈھونڈا تھا آپ کو۔۔

اس تاریک کہف تلے۔۔

لیکن آپ کھو گئی ہیں مجھ سے۔۔

اس دنیا کی ظالم روایات میں۔۔

میں ڈھونڈتا ہوں اب بھی۔۔

اس آخری لمس کو۔۔

کہ کہانی۔۔

رک سی گ ئی ہے۔۔

اس لمس کے احساس تلے۔۔

لیکن پھر میں نے۔۔

پایا اسے۔۔

جو کھو گیا تھا مجھ سے۔۔

اس تاریک کہف تلے۔۔

کہ وہی تھا۔۔

ہمیشہ سے میرا ساتھی۔۔

میرا مددگار۔۔

میرا راستہ۔۔

میرا سہارا۔۔

میرا قرآن۔۔

معاذ بڑا ہو گیا تھا۔۔ الفاظ زندہ ہو گ ئے تھے۔۔ کہانی اپنے انجام کو پہنچنے لگی تھی۔۔ کہف روشن ہو گیا تھا۔۔ بجھتی امید مہک اٹھی تھی۔۔ لمس محسوس ہونے لگا تھا۔۔ بنجر دل، جینے لگا تھا۔۔ وہ اللہ کی جانب پلٹنے لگا تھا۔۔

”میں دعا کرونگی کہ وہ اس کہف تلے کبھی تمہیں تنہا نہ کرے۔ تم کبھی اس تاریکی کا حصہ نہ بنو، جس کا یہ دنیا خاصہ ہے۔۔ میں تمہارے لیئے اس آخری زندہ لمحے تک دعا کرتی رہونگی معاذ۔۔ کیونکہ میں جانتی ہوں کہ میں پلٹنے والی ہوں اپنے رب کی جانب۔۔“

حبیبہ اب تک بول رہی تھیں۔ شام کی سیاہی میں ان کی وہ نرم آواز بکھرنے لگی تھی۔ اس نے قدم آگے بڑھائے اور گاڑی میں آبیٹھا۔۔ اسے اب صرف اس کا سامنہ کرنا تھا، جس کے روبرو ہونے سے وہ خوفزدہ ہو رہا تھا۔۔ حبیبہ مرگئی تھیں لیکن رابیل۔۔ رابیل زندہ تھی۔۔ اور اسے اسی زندگی کی جانب دوبارہ لوٹنا تھا۔۔ سلویٰ نے کھانے کے برتن سمیٹ کر سنک میں جمع کیئے اور پھر واپس پلٹ آئیں۔ کسی نے بھی ٹھیک سے کھانا نہیں کھایا تھا لیکن شکر تھا کہ وہ اس کے اصرار کرنے پر کھانے کے لیئے ٹھہر گئے تھے۔

”رابیل کو کچھ دنوں کے لیئے میرے پاس ہی چھوڑ جائیں بھائی۔“

انہوں نے وقار کی جانب دیکھ کر اتنی آس سے پوچھا تھا کہ وہ اثبات میں سر ہلائے بنا رہ ہی نہ سکے۔

”لیکن وہ یہاں کیسے رہے گی۔۔؟ تم سارا کام اکیلی کیسے کرو گی سلویٰ“

رامین نے فکرمندی سے پوچھا تو وہ مسکرائیں۔ اس سے پہلی ہی ملاقات میں اس قدر انسیت ہو گئی تھی کہ وہ خود بھی حیران رہ گئیں۔ سلویٰ بالکل حبیبہ کا پرتُو تھیں۔۔ نرم، خوبصورت اور ٹھہری ہوئی۔۔

”ٹھیک ہے۔۔ اور ویسے بھی اس کے پیروں میں زخم آئے ہیں۔ زیادہ چل پھر نہیں سکے گی کچھ دنوں تک وہ۔ اچھا ہے وہ تمہارے پاس ہی رہ لے۔۔ کوئی مس ئی لہ نہیں لیکن وہ۔۔ وہ خود یہاں رہنا چاہتی ہے۔۔؟ پوچھا تم نے اس سے۔۔؟“

عابد کے خاموشی سے کھڑے رہنے پر وقار نے ہی بات آگے بڑھائی تھی۔ سلویٰ نے سر جلدی سے اثبات میں ہلایا تھا۔

”جی میں نے پوچھا ہے اس سے۔۔ اسے کوئی اعتراض نہیں۔۔ لیکن اگر عابد بھائی صاحب کو کوئی اعتراض ہے تو کوئی با۔۔“

”نہیں۔۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔۔ اچھا ہے وہ کچھ دن یہاں رہے گی تو بار بار وہ باتیں یاد کر کے پریشان نہیں ہو گی۔۔ رہ لے بھلے وہ یہاں۔۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں۔۔“

وہ کہہ کر باہر کی جانب بڑھے تو رامین نے بھی مسکرا کر سلویٰ کو گلے لگایا۔ پھر آگے بڑھ گ ئی یں۔ اب ردا اور شزا اس سے بغل گیر ہو رہی تھیں۔ سب سے آخر میں وہ وقار کے ساتھ دروازے تک آئی یں۔ سب کو خدا حافظ کہہ کر کے وہ واپس پلٹیں۔ کمرے کا دروازہ کھول کر دیکھا۔ رابیل سو رہی تھی۔ اچھا تھا وہ زیادہ سے زیادہ آرام کرتی۔ آہستہ سے دروازہ بند کر کے وہ واپس مڑیں اور کچن کی جانب چلی آئی یں۔ جلدی جلدی برتن دھو کر، کچن صاف کیا اور پھر قریباً آدھے گھنٹے بعد اب وہ لاؤنج میں جائے نماز بچھاتیں عشاء کی نماز پڑھنے لگی تھیں۔ ایک پل کو فکرمند سی نگاہیں گھڑی کی جانب پھیریں۔

ساڑھے دس بج رہے تھے۔ جانے وہ کہاں تھا۔۔؟ ابھی تک آیا کیوں نہیں تھا۔ اب تو انہیں بھی پریشانی ہو رہی تھی۔ پھر ذہن جھٹک کر نیت باندھی۔۔ فرض پڑھنے کے بعد وہ سنتوں کے رکوع ہی میں جھکی تھیں کہ یکلخت دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔ پھر کسی کے قدموں کی بھاری چاپ۔۔ انہیں اس کے انداز کی پہچان تھی۔ وہ آکر آہستہ سے صوفے پر بیٹھا۔ یونہی گردن گھما کر گھڑی کی جانب دیکھا تھا۔۔

اسی اثناء میں انہوں نے سلام پھیر کر سکون سے چہرہ اس کی طرف موڑا۔ وہ صوفے کی پشت سے سر ٹکائے، آنکھیں موندے بیٹھا تھا۔ ان کی نگاہ اس کے زخمی ہاتھوں پر پڑی۔ پھر وہ سرہلاتی اٹھیں۔ فرسٹ ایڈ باکس ساتھ لیتی اس کے برابر آبیٹھیں۔ ان کے بیٹھنے پر اس نے چونک کر آنکھیں کھولی تھیں۔

"جب زخمی ہوتے ہیں ناں تو، زخم پر مرہم رکھنے کا بھی سامان کرتے ہیں۔۔"

انہوں نے اس کا ہاتھ لے کر زخم صاف کرنا چاہا تو اس نے اپنا ہاتھ واپس کھینچ لیا۔ سلویٰ نے لمحے بھر کو حیرت سے اس کی جانب دیکھا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں۔۔"

"مجھے پتا ہے تم ٹھیک ہو۔ تم معاذ ہو۔۔ تمہیں کیسے کچھ ہو سکتا ہے۔۔؟"

انہوں نے ایک بار پھر سے اس کا ہاتھ لینے کے ہاتھ بڑھایا تو اس نے گہرا سانس لے کر اب کہ ہاتھ بالکل پیچھے کر لیا تھا۔

"خود کر لوں گا میں۔۔ بس آپ کو دیکھنے آیا تھا۔ وہ کیسی تھی۔۔؟"

اس نے براہ راست سلویٰ کی جانب دیکھنے کے بجائے، نگاہیں سامنے جمائے ہی پوچھا تھا۔ انہوں نے اثبات میں سر ہلا کر سمجھتے ہوئے، فرسٹ ایڈ باکس بند کیا۔ پھر آگے بڑھ کر اسے درمیانے ٹیبل پر رکھا۔

”ٹھیک ہے وہ۔۔“

”زخم کافی گہرے آئے تھے اسے۔۔“

اس نے کان کی لو کھجا کر لہجہ حتی الامکان سرسری رکھا تھا۔ وہ اس کے اس انداز پر مسکرائی تھیں۔

”تمہیں اگر اس کے زخموں کی پرواہ ہوتی تو ضرور اسے دیکھنے ایک دفعہ اس پورے دن میں آتے لیکن تم تو غائب رہے۔۔“

ان کی چوٹ پر اس نے تیزی سے گردن گھما کر انہیں دیکھا تھا۔ وہ بھی اسے ہی دیکھ رہی تھیں۔ بے حد سنجیدہ نگاہوں سے۔۔

”مجھے کچھ کام تھا۔۔“

”کام رابیل سے زیادہ ضروری تھا۔۔؟“

”تو کیا چھوڑ دیتا ان کو۔۔؟“

یکدم ہی اس کی آواز بلند ہوئی تھی۔ سلویٰ نے بے ساختہ پلٹ کر کمرے کے بند دروازے کی جانب دیکھا تو وہ بری طرح چونکا۔ نگاہیں بند دروازے پر پھسلیں۔۔ ساکت پتلیوں میں جنبش ہوئی۔۔ اگلے ہی پل اب وہ سلویٰ کو دیکھ رہا تھا۔

"کیا کوئی ہے کمرے میں۔۔؟"

"رابیل سو رہی ہے۔۔"

اور وہ بے ساختہ ہی اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ بے یقین نگاہوں سے سلویٰ کی جانب دیکھا۔

"وہ۔۔ وہ گھر نہیں گ ئی اپنے۔۔؟"

اس کے حیران ہونے پر بھی سلویٰ سکون سے بیٹھی رہی تھیں۔ پھر گہرا سانس لیا۔۔ گردن اٹھا کر اسے دیکھا۔۔

"نہیں۔۔ میں نے اسے یہیں روک لیا۔ اس کے پیروں میں کافی زخم آئے ہیں۔ زیادہ چلنے پھرنے سے تکلیف ہو گی۔ اور میں بھی چاہتی تھی کہ کچھ دن وہ میرے پاس رک جائے۔۔"

مزے سے کہہ کر اس کا چہرہ دیکھا۔ وہ یکلخت ہی بے چین ہوا تھا۔ اس نے سارے راستے خود کو راضی کرنے کی کوشش کی تھی کہ وہ رابیل سے ملنے ضرور جائے گا۔۔ لیکن کچھ تھا۔۔ کچھ تھا جو آڑے آرہا تھا۔۔ گریز۔۔ گزرا واقعہ۔۔ یا وقت پر اس کے لی ئے نہ پہنچ پانا۔۔ پتا نہیں ان میں سے کونسی وجہ غالب تھی۔۔ لیکن اس کا سامنہ کرنا مشکل ہو رہا تھا اس کے لی ئے۔ گہرا سانس لے کر اس نے سلویٰ کی جانب دیکھا تھا۔۔

"کیا ہوا۔۔؟ بہت مضبوط ہوناں تم تو۔۔ کسی کی پرواہ نہیں۔۔ بھاڑ میں جائی یں سب۔۔ تو پھر۔۔ جاؤ۔۔ چلے جاؤ۔ وہ رہا دروازہ۔ رابیل سے مت ملو۔ لگتی ہی کیا ہے ویسے بھی وہ تمہاری۔۔ تمہارے لی ئے تو، تمہاری دشمنیاں زیادہ اہم ہیں۔۔ باقی سب تو ویسے بھی گھاس چرنے آئے ہیں تمہاری زندگی میں۔۔"

معصومیت سے ٹھوڑی تلے ہاتھ رکھ کر کہا تو اس نے آنکھیں پوری کھول کر ان کے ایسے انداز کو دیکھا۔

”بند کر دو اب خود کو ہر وقت فولاد ظاہر کرنا۔ جب ٹھیک نہیں ہو تو، کہو کہ تم ٹھیک نہیں ہو۔ جب وہ اچھی لگتی ہے تو کہو کہ وہ اچھی لگتی ہے۔ جب ہاتھ پر زخم آنے سے تکلیف ہوتی ہے تو کہو کہ تکلیف ہوتی ہے۔ ایک بات میری ہمیشہ یاد رکھنا شعراوی۔“

وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھیں۔ عین اس کے مقابل۔۔

”یہ دنیا اسی بات پر یقین کرتی ہے، جس پر آپ اسے یقین دلاتے ہو۔ آپ خود کو حیوان ظاہر کرو گے تو یہ آپ کو حیوان تسلیم کرے گی۔ آپ خود کو فولاد ظاہر کرو گے تو یہ اپنا سارا بوجھ آپ پر ڈال کر کمر توڑ دیگی آپکی۔ آپ اسے بتاؤ گے کہ آپ اچھے ہو، تو یہ آپکی اچھائی کا فائدہ بڑی کمینگی سے اٹھائے گی۔۔ اسی لیے۔۔ خود کو وہ ظاہر کرنا بند کرو جو تم نہیں ہو۔ انسان کا ظاہر و باطن برابر ہو جائے تو بہت سی آزمائش ویسے ہی سمٹ جاتی ہے۔ بیک وقت اتنے بوجھ کے ساتھ رہنا بند کرو اور اگر ہمت ہے تو جاؤ۔۔ چلے جاؤ اسے بغیر دیکھے۔۔“

ایک آخرہ نگاہ اس پر ڈالی اور پھر بچھے جائے نماز کی جانب چلی آئی یں۔ وہ تو اپنی جگہ ہی ساکت ہو گیا تھا۔ سلویٰ کے الفاظ نے اس کے سامنے چھائی دھند ہاتھ سے صاف کر دی تھی۔ اور اب وہ اپنے نفس کے آئی ینے میں خود کو بہت وضاحت سے دیکھ رہا تھا۔ پھر ایک نگاہ اٹھا کر اس بند دروازے پر ڈالی۔ کیا وہ اسے دیکھے بغیر جا سکتا تھا۔۔؟ کیا واقعی۔۔!

اس نے بے حد آہستگی سے کمرے کا دروازہ کھولا تھا۔ پھر بنا چاپ پیدا کیے اندر چلا آیا۔ جیکٹ کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے، اب وہ اس کے بیڈ کے برابر میں کھڑا، اسے دیکھ رہا تھا۔ وہ سو رہی تھی۔ چہرے پر خشک آنسوؤں کے نشان اب تک ثبت تھے۔ کئی بال، آدھے تکیے پر پھیلے تھے اور کچھ اس کے چہرے پر۔۔ اس نے جیکٹ کی جیب میں اڑسی مٹھی بند کی۔ ابھی اس کے چہرے کو بالوں سے آزاد کرنے کا مطلب تھا اسے جگانا۔۔ اور وہ اس کی نیند خراب نہیں کرنا چاہتا تھا۔ پھر بیڈ کے ساتھ رکھی کرسی پر آہستہ سے بیٹھا۔ یونہی خاموش نگاہوں سے اسے دیکھے گیا۔ بار بار نگاہوں کے سامنے اس کا وہ بے حجاب، بکھرا سا حلیہ سامنے آتا تھا۔ تکلیف سوا ہوتی تھی۔ اس کا ارتکاز تھا یا کیا۔۔ کہ وہ گہری سی نیند میں بھی کسمسائی تھی۔۔ اس نے احتیاط سے اس کے چہرے کی جانب دیکھا۔۔ رابیل نے بھاری پلکیں جدا کیں۔ دھندلا سا معاذ دکھائی دیا۔ اس نے ایک دو بار آنکھیں جھپکیں۔ اسے شاید وہ وہم لگ رہا تھا۔۔ گمان۔۔ یا شاید اس کا خیال۔۔ اس نے اسی کیفیت میں ہاتھ آگے بڑھایا تو معاذ نے بے ساختہ اس کا ہاتھ تھام لیا۔ اور اس کے لمس پر اب کہ وہ پوری طرح سے بیدار ہو گئی تھی۔

"معاذ۔۔"

اسکے لب بے آواز ہلے تھے۔ اس نے ان بے آواز ہلتے لبوں کی جانب دیکھا۔ پھر نگاہیں اس کے چہرے تک گئیں۔ ہلکا سا مسکرایا۔۔ وہ نہیں مسکرا سکی۔ اس کی بائیں آنکھ سے آنسو لڑھک کر تکیے میں جذب ہوا تھا۔ اور وہ اس بار خود کو روک نہیں سکا۔ جیکٹ کی جیب سے ہاتھ نکالتے ہوئے ہلکا سا جھکا۔ اس کے پھسلتے آنسو کو

انگوٹھے سے خشک کیا۔ لمحے بھر ہی میں وہ دونوں ایک دوسرے کے بے حد قریب آگ ئے تھے۔ رابیل سانس روکے دیکھ رہی تھی اسے۔۔ ہاں۔۔ اسے سانسیں روکنا آتا تھا۔۔

"کیسی ہو۔۔؟"

بے حد آہستگی سے پوچھا تھا اس نے۔ رابیل کو اپنی ہر تکلیف بھولنے لگی۔ تاریک کہف، لوگوں کی چبھتی باتیں، پچھلے واقعے کی ذلت۔۔ ہر شے جیسے اس کے سامنے دھول بنتی جارہی تھی۔

"میں ٹھیک نہیں ہوں۔۔"

اس نے خود کو کہتے سنا۔ وہ ہولے سے مسکرایا۔ پھر اسکے سر کے نیچے ہاتھ دے کر اسے اٹھایا اور خود کے کندھے سے اسکا سر ٹکا دیا۔ اب وہ اس کے ساتھ بیڈ پر بیٹھا، اسکا سر اپنے کندھے سے ٹکائے تھپک رہا تھا۔ وہ اس خنک سی دنیا میں بے حد نرم گرم سی آغوش تھی۔ رابیل کی آغوش۔۔

"مجھے بہت زخم آئے ہیں۔۔"

اس نے بچوں کی طرح کہہ کر بھیگا چہرہ اٹھایا تھا۔ وہ اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

"بہت زخم دے کر آیا ہوں اسے۔۔ جتنے تمہیں لگے ہیں، اس سے زیادہ۔۔"

اس نے رابیل کے تر چہرے کو اپنے ہاتھوں سے صاف کیا تو اس نے بے ساختہ ہی اپنے چہرے پر رکھے اس کے ہاتھوں کو نگاہوں کے سامنے کیا۔ پھٹی جلد اور سخت ہاتھ۔۔ اس نے اسکی ہتھیلی پر اپنے نرم سے ہاتھ پھیرے تھے۔

”میں نے منع کیا تھاناں کہ خود کو کوئی زخم لگوا کر مت آنا۔ پھر بھی باز نہیں آئے تم۔۔“

وہ اس کے زخمی ہاتھوں کو اپنے نرم ہاتھوں سے چھوتی شکوہ کررہی تھی۔ معاذ ہلکا سا مسکرایا۔۔ پھر اس کے جھکے چہرے کو اٹھایا۔ سرخ دہکتی ناک اور حلق میں جمع ہوتے بہت سے آنسو لیئے، وہ بمشکل خود کو رونے سے روکے ہوئے تھی۔

”جو تمہیں زخم دے گا وہ زخم کھائے گا۔ پھر چاہے اس سب میں معاذ کی جان چلی جائے۔۔ کوئی فرق نہیں پڑتا۔۔“

مضبوطی سے اسکی آنکھوں میں جھانک کر کہتا وہ یکدم ہی اسے بہت سامان دے گیا تھا۔ رابیل کی آنکھ سے آنسو ٹوٹا تھا۔

”بہت ظالم ہو تم۔ ایسی باتیں کرتے ہوئے دل نہیں کانپتا تمہارا۔۔؟“

اس کے سوال پر اس نے ہولے سے نفی میں سر ہلا کر اس کے رخساروں پر لڑھکتے آنسو، اپنی جیکٹ کی آستین سے صاف کی ئے۔ وہ کوئی بھی پس و پیش کی ئے بغیر بیٹھی رہی۔ پھر نم پلکیں ایک دوسرے سے جدا کر کے اسے دیکھا۔ وہ بھی اسے ہی دیکھ رہا تھا۔

معاذ کی ناک پر ہلکے سے کٹ کی صورت ایک زخم تھا اور ہونٹ کا کنارہ بھی ہلکا سا پھٹا ہوا تھا۔

”تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں ارحم کی کال کے بارے میں۔؟ بھروسہ نہیں تھا تمہیں مجھ پر۔۔؟“

اس کی پیشانی پر نہ ہی کسی قسم کے بل تھے اور نہ ہی لہجے میں طیش تھا۔ وہ بے حد آرام دہ سے انداز میں بات کر رہا تھا۔ رابیل نے اس کے سوال پر بہت سا تھوک نگلا تھا۔ پھر آنکھیں رگڑیں۔۔

"تم ڈانٹو گے تو نہیں۔۔؟"

اسکے پوچھنے پر معاذ کا ارتکاز کچھ اور نرم ہو چلا تھا۔

"نہیں ڈانٹو نگا۔۔ بتاؤ۔۔ مجھے کیوں آگاہ نہیں کیا تھا۔۔؟"

"میں اس سے پہلے خود بات کرنا چاہتی تھی۔ مجھے لگا تھا کہ وہ بات سے مان جائے گا۔ میں جھگڑا، فساد نہیں چاہتی تھی معاذ اسی لیے میں شزا کو لے کر اس کے بلانے پر وہاں چلی گئی۔ اور میں کسی اور جگہ جاتی بھی نہیں لیکن اس نے ہمیں اپنے گھر بلایا تھا۔ ہمیں لگا کہ گھر سے زیادہ محفوظ جگہ کوئی نہیں ہو سکتی۔ اسی لیے ہم چلے گئے۔ مجھے نہیں پتا تھا کہ وہ یہ سب پلین کر کے بیٹھا ہوا ہو گا۔۔ مجھ سے غلطی ہو گئی۔۔ مجھے وہاں نہیں جانا چاہیے تھا۔۔ مجھے تمہیں یا پھر بابا کو بتانا چاہیے تھا۔۔"

وہ کہہ کر خاموش ہوئی تو معاذ نے گہرا سانس لیا۔ پھر اسکے جھکے سر کو دیکھا۔ وہ بار بار لب کاٹتی، انگلیاں باہم پھنسا کر کھول رہی تھی۔ کیا وہ اسے ڈانٹ سکتا تھا۔۔؟ اوں ہوں۔۔

"اچھا اب ادھر دیکھو۔۔"

اس کے نرمی سے کہنے پر اس نے جھکا سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ سرمئی آنکھیں اس سمے بے حد نرم لگ رہی تھیں۔ نرم اور خوبصورت۔۔

"نامحرم ہر حال میں نامحرم ہوتا ہے رابیل۔ وہ چاہے اپنے گھر میں بلائے یا لوگوں سے بھرے مجمعے میں۔ آپ نے وہاں نہیں جانا۔ آپ نے اس سے نہیں ملنا۔ اگر ملنا بھی ہے تو بھائی، شوہر یا بابا کو ساتھ لے کر جانا ہے۔ اس سے بات، ان کے سامنے کرنی ہے۔ وہ اگر ان کے سامنے بات نہیں کرنا چاہتا تو بھاڑ میں جائے۔۔ آپ کو پلٹ کر اس سے ہمدردی جتانے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ پھر چاہے وہ نمازی پرہیز گار انسان ہو یا گناہ گار۔۔ وہ ہر حال میں مرد ہے۔۔ اور مرد کی کمینگی کے بارے میں عورت کو جتنا علم ہوتا ہے، اس سے کہیں زیادہ وہ لاعلم ہوتی ہے۔ میں ایک مرد ہوں لیکن میں اس کی حقیقت بتا رہا ہوں تمہیں۔ مردوں سے اکیلے یا پھر نامحرم کے بغیر ملنے میں، اس مرد کا نہیں عورت کا نقصان ہے۔ اپنے آپ کو ہر نقصان سے بچاؤ ہوں۔۔"

اس نے بہت سخت باتیں خلاف معمول بہت نرم لہجے میں کہی تھیں۔ نہیں تو اس کا انداز اکثر دوٹوک، سپاٹ اور سرد ہوا کرتا تھا۔ رابیل نے سمجھ کر جلدی سے سر اثبات میں ہلایا تھا۔ پھر اسے دیکھا۔

"میں آئندہ کبھی بھی ایسے نہیں کرونگی۔۔"

"اچھی بچی ہو تم۔ مجھے پتا ہے تم آئندہ کبھی ایسے نہیں کرو گی۔"

"تم نے اپنے زخموں پر پٹی کیوں نہیں باندھی۔۔؟"

اس نے اس کا ہاتھ دیکھتے ہوئے کہا تو معاذ نے بیزار ہو کر ماتھے پر گرتے بال پیچھے کی ئے۔ پیشانی واضح ہونے پر رابیل نے دیکھا کہ وہاں بھی ابرو کے پاس بہت سے کٹ لگے ہوئے تھے۔ یا اللہ ایک تو یہ لڑکا۔۔

"میں ٹھیک ہوں ایسے ہی۔۔"

”ایسے ہی کیسے ٹھیک ہو تم۔۔! اتنے زخم آئے ہیں۔۔ اتنے کٹ لگے ہوئے ہیں۔ رکو میں لاتی ہوں دوائی۔۔“

اور وہ جو یکدم ہی بیڈ سے اپنے پیر نیچے اتارنے لگی تھی، معاذ نے اس کے پیر پکڑ کر دوبارہ بیڈ پر رکھے۔

”بیٹھی رہو یہیں۔ تمہارے پیر زخمی ہیں ابھی، زیادہ چلنا پھرنا ٹھیک نہیں ہے تمہارے لئے۔۔“

”لیکن یہ زخم۔۔“

”میں نے کہاناں کہ ٹھیک ہوں میں۔ جسمانی زخموں کی عادت ہوتی ہے ہم جیسے لوگوں کو۔ بہت سے کٹ بیک وقت جسم پر لگے ہونے کے بعد بھی انتہائی نارمل زندگی گزار رہے ہوتے ہیں ہم۔ کچھ فرق نہیں پڑتا اس سے۔ فرق ان زخموں سے پڑتا ہے جو نظر نہیں آتے اور پھر بھی تکلیف دیتے ہیں۔ یہ زخم بھر جاتے ہیں۔ ان کی فکر مت کیا کرو۔۔“

اس نے آرام سے کہہ کر اسے دیکھا تھا۔ ہاں اب وہ کچھ کچھ پہلے جیسا معاذ لگ رہا تھا۔

”زخموں کی عادت کیسے ہو سکتی ہے کسی کو۔۔“

”دیکھو ناں مجھے۔ سامنے ہی تو بیٹھا ہوں تمہارے۔۔“

مسکرا کر ہلکا پھلکا سا کہا لیکن رابیل نہیں مسکرا سکی۔ اسے پتا نہیں کیوں اس کی یہ بات ہمیشہ تکلیف دیا کرتی تھی۔ اپنے زخموں کو نظر انداز کر کے ان دیکھے زخموں کی تکلیف برداشت کرنے والی بات۔۔

”ایسا نہیں ہوتا معاذ۔۔“

اس کی سرمئی آنکھوں کو دیکھتی رابیل کی نگاہیں جانے کیوں نم ہوئی تھیں۔ اس نے ناسمجھی سے اس کی جانب دیکھا۔

"اچھا۔۔ پھر کیسا ہوتا ہے۔۔؟"

اس نے مسکرا کر ابرو اچکاتے ہوئے سوال کیا تھا۔ وہ اس پر کوئی بوجھ نہیں ڈالنا چاہتا تھا، وہ پہلے ہی ایک حادثے کا شکار ہوتے ہوتے بچی تھی۔ وہ اس سے کوئی بھاری مکالمے نہیں کرنا چاہتا تھا۔

زخم جسمانی ہوں یا روحانی، تکلیف ایک سی ہوتی ہے۔ بس جس کا گھاؤ زیادہ گہرا ہوتا ہے اس کی اذیت غالب آجاتی ہے۔ تمہیں جسمانی زخم اسی لیے زیادہ تکلیف نہیں دیا کرتے، کیونکہ تم تو روح پر لگے گہرے زخموں ہی سے اپنے وجود کو اب تک آزاد نہیں کر پائے ہو۔"

اسکی بات پر وہ چونکا تھا۔ ہمیشہ کی طرح۔۔ یوں لگتا تھا کہ وہ کوئی چھوٹی بچی ہے۔ اس سے بات چھپاؤ گے یا پھر گول کر جاؤ گے تو وہ بھی اس پر توجہ نہیں دے گی لیکن ایسا۔۔ نہیں۔۔ ہوتا۔۔ تھا۔ وہ غیر معمولی طور پر ذہین تھی۔ جن باتوں کو اس نے اس سے چھپایا تھا، رابیل نے ہر وہ بات اس کے منہ پر کہہ کر کے اسے حیران کیا تھا۔ بالکل ویسے ہی جیسے وہ ابھی حیران ہو رہا تھا۔ پھر خجل ہو کر سر کھجایا۔۔

"چھوٹی سی ہو۔۔ اتنی بڑی باتیں مت کیا کرو۔۔"

"تم زخمی ہو ناں۔۔؟"

اور اب اسے پتا تھا کہ وہ صرف جسمانی زخموں کی بات نہیں کر رہی تھی۔ کوئی اس لڑکی کو بتائے کہ وہ ایسی باتیں کر کے معاذ کو خوفزدہ کیا کرتی تھی۔ اس نے گہرا سانس لے کر چہرہ اٹھایا۔۔ پھر تھکن زدہ سا مسکرا دیا۔۔

”ہاں۔۔“

”بتاتے کیوں نہیں ہو پھر۔۔؟“

”کیا بتاؤں۔۔؟“

”یہی کہ تم تکلیف میں ہو۔“

اس کے جواب پر وہ چند پل ویسے ہی اسے دیکھتا رہا تھا۔ کہف کی دیواروں کے درمیان اتنے عرصے سے قید رہنے کے بعد، وہ اسے جاننے لگی تھی۔

”اتنی مشکل باتیں مت سمجھو۔۔ بھول جاؤ۔“

”تم رونا چاہتے ہو ناں۔۔؟“

اس کے گلابی ارتکاز کو دیکھتے وہ بہت دھیرے سے بولی تھی۔ معاذ نے آنکھیں لمحے بھر کو موند کر کھولیں۔

”رونے سے کیا ہو گا۔۔؟“

”تمہارا دل ہلکا ہو جائے گا۔ تم پر سے برسوں کا بوجھ اتر جائے گا۔ تم رو لو۔۔ میں تمہارا ہر آنسو صاف کر لو نگی۔ میرے سامنے اپنے اصل کے ساتھ آنے سے مت گھبرایا کرو۔“

اس کے دل پر جما سالوں کا بوجھ اسکی باتوں سے پگھل کر گرنے لگا تھا۔ آنکھیں جانے کیوں بھیگنے لگی تھیں۔

"میں اسے مارنے گیا تھا۔"

اس نے گہرا سانس لے کر کہنا شروع کیا۔ ہاں۔۔ وہ اب اس بوجھ سے تھک گیا تھا۔

"میں اسے موت کے گھاٹ اتارنے گیا تھا۔ میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ میں اس کی جڑ ہی کاٹ کر پھینک دونگا۔ میں۔۔ میں نے طے کر لیا تھا کہ اس سب کے بعد میں تمہیں آزاد کر دونگا۔ تم میرے جیسے آدمی کو ڈیزور نہیں کرتی لیکن۔۔"

اس نے کانپتی سانس اندر کو کھینچی۔ پھر گلابی نگاہیں اٹھا کر رابیل کو دیکھا۔ وہ بمشکل سانس روکے اپنے آنسوؤں پر ضبط کیے اسے سن رہی تھی۔

"لیکن میں اسے نہیں مار سکا۔۔"

اس نے دونوں ہاتھ چہرے پر پھیر کر، شکستہ سا تاثر زائل کرنے کی کوشش کی تھی۔

"میرے ہاتھ کانپ گئے تھے۔ میں ایک جان لینے کے درپے تھا لیکن مجھے حبیبہ اور رابیل کبھی بھی انسان سے حیوان بننے نہیں دیتیں۔ ماں کے آخری لمس نے مجھے ہمیشہ کچھ بھی انتہائی کرنے سے باز رکھا اور تمہارے آنسوؤں نے ایک بار پھر سے مجھے پیچھے دھکیل دیا۔ میں اسے قتل نہیں کر سکا۔ میں واپس آ گیا۔۔"

اس نے جلتی آنکھیں ہتھیلیوں سے رگڑی تھیں۔ رابیل نے ہاتھ آگے بڑھا کر، اسے خود کے کندھے سے لگایا تھا۔ پھر دوسرا ہاتھ بھی اس کے گرد لپیٹا۔ اس کی اپنی آنکھیں بھی بے اختیار ہو کر برسنے لگی تھیں۔ اس کی تکلیف اپنی تکلیف سے زیادہ اذیت دیا کرتی تھی۔

"تم مضبوط ہو۔۔ تم نے بہت کچھ سہا ہے۔۔ تمہارا بھی آنسوؤں پر اتنا ہی حق ہے جتنا کسی عام انسان کا۔۔"

گیلی سانس اندر کو کھینچ کر اس نے معاذ کی پیٹھ تھپکتے ہوئے کہا تھا۔ پھر وہ آہستہ سے اس سے الگ ہوا۔ بازو سے آنکھیں رگڑ کر صاف کیں۔ مسکرا کر اسے دیکھا۔۔ اب کہ اس کی مسکراہٹ دھلی دھلائی سی تھی۔۔ اجلی۔۔ کسی بھی قسم کے بوجھل پن سے پاک۔۔ رابیل بھی اسے دیکھ کر مسکرائی تھی۔

"پہلے میں بابا کے فیصلے سے متفق نہیں تھا لیکن اب ہوں۔۔"

اسکی بات پر اس نے ناسمجھی سے ابرو سکیڑے۔۔

"کونسے فیصلے سے۔۔؟"

"رخصتی والے فیصلے سے۔ مجھے یہی مس ئی لہ تھا کہ تم ہمارے گھر میں آکر سارے نظام کو درہم برہم کر دو گی، کیونکہ کام تو کرنا آتا نہیں ہے تمہیں۔ نہ ہی گھر سنبھالنے کا کوئی تجربہ ہے۔ اسی لی ئے میں چاہتا تھا کہ تم کچھ وقت اپنے گھر ہی رہ کر یہ سب سیکھ لو لیکن اب۔۔"

وہ مسکرایا تھا۔ رابیل کی پیشانی پر آہستہ آہستہ ناگوار لکیریں ابھرنے لگی تھیں۔

اب میں چاہتا ہوں کہ تم ضرور ہمارے گھر آؤ۔وہیں رہو۔۔سب کچھ درہم برہم کردو۔۔میں سب چیزوں کو اپنی جگہ پر دیکھ دیکھ کر اکتا چکا ہوں۔میں چاہتا ہوں کہ اب کوئی آکر ہماری خاموش زندگیوں کو اپنی آکورڈ سی ہنسی سے بھر دے۔۔اور تم سے زیادہ اچھے سے یہ کام اور کوئی نہیں کرسکتا۔۔"

اور اب کہ رابیل کے ماتھے پر نگوار لکیروں کا پورا جال واضح ہونے لگا تھا۔

"میں اب اتنی بھی پھوہڑ نہیں ہوں۔۔"

احتجاج کہا۔اس نے اثبات میں سر ہلا کر اس کی تائید کی تھی۔

"مجھے پتا ہے کہ تم کتنی سگھڑ ہو۔۔"

"میرا مزاق اڑا رہے ہو تم۔؟"

اس نے ہاتھ باندھ کر سنجیدگی سے پوچھا تو اس نے بمشکل اپنی اڈتی ہنسی سمیٹی۔

"تمہیں لگتا ہے کہ میں تمہارا مزاق اڑا رہا ہوں۔۔؟"

"ہاں۔۔"

"تمہاری اصل پر کوئی تمہارا مزاق اڑائے تو اسکا منہ توڑ دیا کرو۔پھر آگے والا کبھی بھی تم پر ہنس نہیں سکے گا۔"

"یہ کونسی منطق ہے۔۔؟"

اس کے سوال پر اس نے کندھے اچکائے تھے۔

"آزمودہ ہے۔۔لوگ پھر آنکھیں چھپا کر ساتھ سے گزر جاتے ہیں۔۔"

اور جانے ابھی وہ اور اسے کون سے الٹے سیدھے طریقے بتانے لگا تھا کہ دروازے پر دستک ہوئی۔ ان دونوں نے بے ساختہ دروازے کی جانب دیکھا تھا۔ سلویٰ نے کمرے کا دروازہ کھولا اور پھر اندر جھانکا۔ ان دونوں کے چہروں پر سکون بکھرا دیکھ کر وہ خود کو مسکرانے سے روک نہیں سکی تھیں۔

"مجھے پتا ہے کہ تم دونوں نے کھانا نہیں کھایا ہے۔ میں نے بھی نہیں کھایا اور اب بہت بھوک لگ رہی ہے۔ اسی لیئے میں نے کھانا گرم کر دیا ہے۔۔ کھانا پسند کریں گے آپ دونوں۔۔؟"

آنکھیں جھپکا کر پوچھا تو رابیل مسکرائی۔ پھر اثبات میں سر ہلایا۔ معاذ کا بھی رد عمل کچھ اسی طرح کا تھا۔

"باہر آؤ گے یا پھر کھانا یہیں لگا دوں۔۔؟"

"مجھے باہر جانا ہے۔۔ کمرے میں لیٹے لیٹے طبیعت بہت بوجھل ہو رہی ہے میری۔"

رابیل نے اکتا کر کہا تو سلویٰ نے بے ساختہ معاذ کی جانب دیکھا۔ پھر نگاہیں اس کے پٹی بندھے پیروں تک گئی یں۔

"لیکن تمہارے پاؤں زخمی ہیں۔ باہر تک چل کر کیسے آؤ گی۔۔؟"

اور اس نے برا سا منہ بنا کر گہرا سانس لیا تھا۔ معاذ نے سر ہلا کر اس کے اترے چہرے کو دیکھا پھر سلویٰ کی جانب گھوما۔

"آپ چلیں میں لاتا ہوں اسے۔۔"

"اوکے۔۔ لیکن دھیان سے۔۔"

وہ واپس پلٹیں تو اس نے اٹھ کر اسے کھڑا کیا۔ ”سسی“۔۔زخم تازہ ہونے کے باعث یکدم ہی اس کے تلوے جلنے لگے تھے۔

”درد زیادہ ہو رہا ہے۔۔؟“

اس کے فکر مندی سے پوچھنے پر اس نے جلدی سے نفی میں سر ہلایا تھا۔

”نہیں۔۔میں ٹھی۔۔“

لیکن وہ اسے نہیں سن رہا تھا۔ جھک کر اسے ہاتھوں میں اٹھایا تو وہ یکدم گھبر اگ ئی۔ زور سے پیر جھلائے۔۔

”اتارو مجھے نیچے۔۔ سلویٰ باہر ہیں۔ کتنی بری بات ہے یہ۔۔ اتارو مجھے۔۔“

اس نے پیر جھلّانے کے ساتھ ہی اسے کندھے پر مکے بھی مارے تھے۔ لیکن مجال ہے جو معاذ کے کان پر جوں بھی رینگ جاتی۔

”چپ رہو۔۔“

”معاذ میں تمہیں جان سے مار دو نگی۔۔ اتارو مجھے۔۔“

اس نے دانت پیس کر بے حد آہستہ آواز میں کہا تھا۔ ساتھ ساتھ ادھ کھلے دروازے کی جانب بھی دیکھا۔

”بالکل نہیں۔۔“

مزے سے سر نفی میں ہلایا تو رابیل کو رونا آنے لگا۔ یہ بد تمیز انسان۔۔!

”شرم آتی ہے تھوڑی سی۔۔“

”نہیں۔۔ شرم تو نہیں آتی۔۔“

اور اس کے ذو معنی جملے پر جہاں وہ سرخ ہوئی تھی وہیں خاموش بھی ہو گئی تھی۔ اگلے ہی لمحے اب وہ اسے لیے لاؤنج کی جانب بڑھ رہا تھا جہاں سلویٰ کھانا لگا رہی تھیں۔ ایک نظر ان دونوں پر ڈالی۔۔ پھر مسکراہٹ دباتیں، خالی ٹرے لیے کچن کی جانب بڑھ گئیں۔ دونوں نالائقوں پر کبھی کبھی انہیں یونہی بے حد ہنسی آیا کرتی تھی۔۔

۔۔۔۔۔۔

چھ مہینے بعد۔۔

وہ مسجد سے باہر نکل رہا تھا۔ اس کے ساتھ ہی رابیل بھی تھی۔ یہ رمضان کا پہلا عشرہ چل رہا تھا اور اس پہلے عشرے میں تراویح پڑھانے کا ذمہ معاذ نے اپنے سر لیا تھا۔ وہی لڑکا جو اپنا قرآن بھول گیا تھا ایک بار پھر سے مساجد میں کھڑا ہو کر نمازیں پڑھانے لگا تھا۔۔ لوگ اس کے پیچھے نمازیں پڑھنے لگے تھے۔ ان پچھلے چھ مہینوں میں اس نے دن رات ایک کر کے قرآن کو دوبارہ اپنے اندر زندہ کیا تھا اور اللہ نے اس کی اتنی محنت کا پھل اسے یہ دیا تھا کہ وہ حبیبہ کا خواب پورا کرنے کے قابل ہو گیا تھا۔ اس نے حبیبہ کی دیرینہ خواہش کو عملی جامہ پہنا دیا تھا۔ ہلکا دل اور ہلکے کندھے لیے وہ کافی عرصے بعد جینے لگا تھا۔۔

اس کی ایک بڑی وجہ رابیل بھی تھی۔ وہی تو تھی جس نے اس کے ساتھ راتوں کو اٹھ اٹھ کر اس قرآن کو دہرایا تھا۔ جس نے اس کے ساتھ ہی وہ کہف دیکھا تھا، اس کہف کو پار کیا تھا، اس کے اندھیروں کو پگھلتے نور میں بدلا تھا۔

ہاں ایک وہی تھی۔۔ جو اس مدھم روشنی کو دوبارہ سے اجاگر کرنے کا حق رکھتی تھی۔ لوگ اب بھی اس کے حجاب پر جملے کسا کرتے تھے۔ لوگ تو اب بھی اسے اپنے لفظوں سے تکلیف دیا کرتے تھے، اس کے بہت سے رشتے داروں نے اس سے محض ایک حجاب کے باعث ملنا چھوڑ دیا تھا۔۔ لیکن وہ اب تک ثابت قدم رہی تھی۔ جو لوگ اسے اللہ کو چھوڑنے پر مجبور کریں۔۔ پھر ایسے لوگوں کی اسے واقعی ضرورت نہیں تھی۔ وہ ایسے لوگوں کی رضا کے لیے اللہ کو ناراض نہیں کر سکتی تھی۔۔ کیا وہ ایسا کر سکتی تھی۔۔! رہی ساتھ رہنے والی تکلیف تو وہ ہمیشہ ہی رہنی تھی۔۔ کیونکہ یہ دنیا، دنیا تھی۔ یہ دنیا جنت نہیں بن سکتی تھی۔ اس نے بھی ان ساری چبھتی باتوں کے ساتھ مسکرانا سیکھ لیا تھا۔ وہ بھی پھپھو کو، حبیبہ کی طرح معاف کر کے آگے بڑھ گئی تھی۔ معاذ کسی کو بھی معاف نہیں کر پایا تھا۔۔ شاید اسے ابھی کچھ اور وقت درکار تھا۔۔ وہ جلدی سے معافی دینے والوں میں سے نہیں تھا۔

مسجد سے باہر نکلتے وقت وہ جھک کر اپنے تسمے باندھنے لگا تو رابیل نے اسے سر جھکا کر دیکھا۔ اس نے آج کی تراویح میں سورہ کہف شروع کی تھی۔ اور اس کی بھاری گھمبیر آواز سے رابیل کی سماعتیں اب تک دہک رہی تھیں۔ اس کی نگاہ محسوس کر کے اس نے بے ساختہ ہی سر اٹھایا تھا۔

”کیا ہوا۔۔؟“

”سوچ رہی ہوں تم کتنا اچھا قرآن پڑھتے ہو۔۔“

اس کی بات پر وہ ہلکا سا مسکرایا تھا۔ پھر تسمے باندھ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ ان کی گاڑی مسجد سے کافی دور پارک تھی۔ یہاں جگہ نہ ہونے کے باعث گاڑیاں وہیں پارک کی جاتی تھیں۔

"ماں بھی یہی کہا کرتی تھیں۔"

اس نے سیدھا ہوتے ہوئے کہا اور پھر وہ دونوں ساتھ ساتھ چلنے لگے۔ موسم دن میں گرم رہا کرتا تھا لیکن رات کے اس پہر چلتی ہوا کے باعث ٹھنڈک ہو جایا کرتی تھی۔ اس کا سیاہ عبایا بھی سرسراتی ہوا کے باعث پیچھے کی جانب اڑ رہا تھا۔

"قاری اسلام صبحی جیسی آواز ہے تمہاری۔ لہجہ بھی بالکل ویسا ہی ہے۔ عموماً ہمارے یہاں حفاظ کا لہجہ خالص عربی نہیں ہوتا لیکن تمہارا لہجہ اردو لہجے سے مختلف ہے۔۔ کیوں۔۔؟"

اس نے سیاہ حجاب کے ہالے میں دمکتا چہرہ اس کی جانب پھیرا تھا۔

"وہ اس لیے کہ میرے قرآن کے استاد مصر سے تعلق رکھتے تھے۔ میں نے انہی سے قرآن پڑھا تھا۔ ظاہر ہے پھر ان کا لہجہ تو میرے لہجے میں گھلنا ہی تھا۔۔"

"اوہ۔۔ جبھی مجھے ہمیشہ تمہارے بدلے ہوئے لہجے کا احساس ہوتا رہتا ہے۔ میں کتنی بھی کوشش کرلوں، تمہارے جیسا نہیں پڑھ پاتی۔۔"

اس نے مسکرا کر مایوسی سے کہا تو وہ بھی مسکرایا۔ ان دونوں کے پرسکون قدم ساتھ ساتھ اٹھ رہے تھے۔ دور کہیں، چلتی ہوا کی نمی میں کسی کے آنسو بھی گھلنے لگے تھے۔

"ماں بھی یہی کہا کرتی تھیں کہ میں تم جیسا قرآن نہیں پڑھ پاتی۔ کوشش کرلوں تب بھی نہیں۔۔ لیکن جانتی ہو رابیل۔۔ مجھے ان کا قرآن پڑھنا بہت پسند تھا۔ وہ جس محبت اور خوف سے اسے پڑھا کرتی تھیں شاید میں اس کا

مقابلہ کبھی نہ کر سکوں۔ اسے پڑھنے کے لیۓ لہجے سے زیادہ محبت کی ضرورت ہوتی ہے۔ جتنی محبت ہو گی، لہجہ اتنا ہی سماعتوں میں گھلنے لگے گا۔۔"

اس کی بات پر وہ نم آنکھوں سے مسکرائی تھی۔

"تمہیں تائی سب سے زیادہ کب یاد آتی ہیں معاذ۔۔؟"

اس کے اٹھتے قدم اس سوال پر ساکت ہو گۓ تھے۔ وہ بھی اس کے رکنے پر رک گئی تھی۔ پھر اس کے پلٹ کر پیچھے دیکھنے پر وہ بھی پلٹی۔ مسجد کے دروازے پر حبیبہ کا مسکراتا ساہیولہ دکھائی دے رہا تھا۔ دس سالہ معاذ کے تسمے جھک کر باندھتیں وہ اسے ساتھ ساتھ کچھ نصیحت بھی کر رہی تھیں۔ اس نے اداسی سے اس گزرے منظر کو نگاہوں میں قید کیا تھا۔۔

"جب بھی میں اس مسجد کا دروازہ پار کرتا ہوں۔ مجھے وہ بہت یاد آتی ہیں۔ جب بھی میں جھک کر اپنے جوتوں کے تسمے باندھتا ہوں، مجھے وہ بہت یاد آتی ہیں۔۔ جب بھی میں۔۔"

سامنے دھندلاتا منظر بکھرنے لگا تھا۔ دس سالہ معاذ اب حبیبہ کا ہاتھ تھامے سڑک پار کرتا مسکرا کر ان سے کوئی بات کر رہا تھا۔ اس نے مسکرا کر اس منظر کو دیکھا اور پھر پلٹ گیا۔ وہ بھی اسکے ساتھ ہی پلٹی تھی۔۔

"اور جب بھی میں سورہ کہف پڑھتا ہوں تب مجھے وہ بہت یاد آتی ہیں۔۔"

اب کہ وہ دونوں مدھم قدم اٹھاتے خاموشی سے چلنے لگے تھے۔ پیچھے فضا میں تحلیل ہوتے حبیبہ کے ہیولے نے لمحے بھر کو پلٹ کر اپنے دونوں بچوں کو دیکھا تھا۔ پھر آنکھوں میں چمکتی نمی لیئے، مسکرا کر وہ اس دھوئیں کا حصہ بنتی غائب ہونے لگی تھیں۔

کیا ہوا جو کہانی کا وقت بدل گیا تھا۔ کیا ہوا جو وقت کا مدار اب کسی اور سمت میں سفر طے کرنے لگا تھا۔ کیا ہوا جو وہ قرآن کی جانب واپس پلٹ گیا تھا۔۔ کیا ہوا جو رابیل نے حجاب سر پر باندھ لیا تھا۔ ان سب باتوں کے ساتھ۔۔ ہمیشہ کہانی کا ایک کردار رلا کر ہی چھوڑتا تھا۔ ان کی کہانی کا وہ کردار حبیبہ تھیں۔۔ کہ جن کی جگہ ان کی زندگیوں کے فریم میں اب تک خالی تھی۔۔ وہ مرگئی تھیں۔۔ لیکن عجب تو یہ تھا کہ وہ پھر بھی زندہ تھیں۔۔ اس کہف کے اندر پناہ لینے والوں سے حسن انجام اور جنتوں کے وعدے کیئے گئے تھے۔۔ کیا اللہ غار والوں کو کبھی تنہا کیا کرتا تھا۔۔؟ اللہ انسان کو تاریکی کے سب سے کمزور لمحے میں بھی نہیں چھوڑتا۔۔ وہ بھلا اس کی خاطر کہف میں پناہ لینے والوں کو تنہا کیسے چھوڑ سکتا تھا۔۔ ہم سب کے گرد کھڑی، دیواریں ہمیشہ ہمیں قید کرنے کے لیئے نہیں ہوتیں۔۔ بعض دیواریں کہف کی دیواریں ہوا کرتی ہیں۔۔ انہیں اپنے ارد گرد کھڑا کر لیا کریں۔۔ وہ انسان کو گہری جہنم میں گرنے سے بچاتی ہیں۔۔

حبیبہ کا ہیولہ پوری طرح سے فضا میں تحلیل ہو گیا تھا۔۔ معاذ اور رابیل اب تک ساتھ ساتھ چلتے اس منظر سے دور ہوتے جارہے تھے۔

اسی سیاہ رات میں، صائمہ کسی فٹ پاتھ پر بیٹھیں، ایک روٹی کی خاطر بھیک مانگنے پر مجبور تھیں۔ کیونکہ یہی ان کا انجام تھا۔ اور شاید ایک گہرے عذاب کا آغاز بھی۔۔۔!!

ختم شد۔